سلطان الشہدا حضرت سید سالار مسعود غازی بہرائچی
کی حیات وخدمات پر مشتمل کتاب

قدیم وغیر مطبوعہ متن مراۃ مسعودی فارسی کے ساتھ
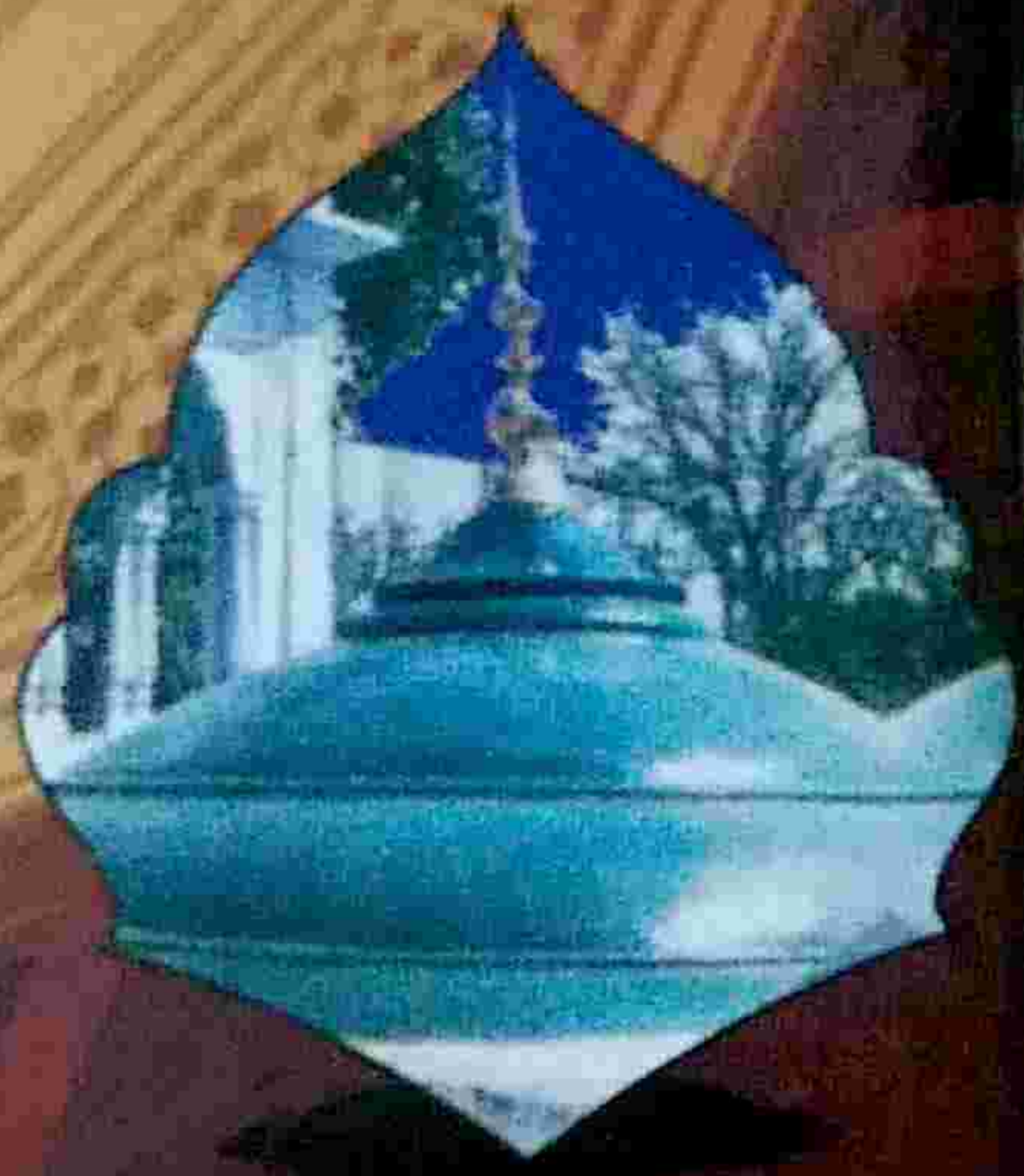
انوارِ مسعودی

مولانا محمد علی مسعودی

ناشر
مسعودیہ رضویہ دار التحقیق
مسعودی منزل، نزد عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ، یوپی

۷۸۶

سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی بہرائچی کی سوانح پر مشتمل عظیم کتاب

قدیم و غیر مطبوعہ متن مرآۃ مسعودی فارسی کے ساتھ

انوارِ مسعودی

از

مسعود ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد علی صاحب قبلہ مسعودی
سربراہ اعلیٰ دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ آسام روڈ بہرائچ

ناشر

مسعودیہ رضویہ دار التحقیق

مسعودی منزل نزد عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ (یوپی)

نام کتاب :- انوار مسعودی
نام مؤلف :- مسعودِ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد علی مسعودی صاحب قبلہ
کمپوزنگ :- ★ مسعودیہ رضویہ کمپیوٹر سینٹر، مسعودی منزل، بہرائچ،
نظرِ ثانی :- حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم صاحب گھوسی، حضرت علامہ مولانا
امتیاز احمد صاحب پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ
پروف ریڈنگ :- محمد مسعود رضا، عطائے رسول محمد نورانی
مطبع :- مسعودیہ رضویہ دار التحقیق والتصنیف والتالیف
مسعودی منزل محلہ نور الدین چک نزد عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ ۲۷۱۸۰۱
سن اشاعت :- ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء، دوسرا ایڈیشن ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰۱۶ء

ملنے کے پتے

★ **مسعودیہ رضویہ دار التحقیق والتصنیف والتالیف**
مسعودی منزل محلہ نور الدین چک نزد عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ یوپی، الہند ۲۷۱۸۰۱

★ **دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ**
خیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف، یوپی الہند ۲۷۱۸۰۱

★ **مسعودیہ رضویہ مسجد**
نزد مزار حضرت محبت شاہ رحمۃ اللہ علیہ، محبت نگر، نور الدین چک بہرائچ

★ **الدائرۃ المسعودیہ دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ**
عربی کالج رسیا موڑ آسام روڈ، بہرائچ شریف یوپی، الہند ۲۷۱۸۷۵

★ **کتب خانہ امجدیہ**، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

★ **منصور بک سیلر** درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازی بہرائچ

★ **کمال بک ڈپو**، کریم الدین پور گھوسی مئو

شرف انتساب

آقائے کل عالم سید الانبیاء ورسل فخر کل ختم الرسل سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

و

سرکار غوثیت مآب سیدی و آقائی غوث الاعظم الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

امام المجاہدین سرکار سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

سرکار سلطان الہند عطائے رسول غریب نواز خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

محقق اعظم امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

کل امت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و والدین مرحومین و جملہ اساتذہ

و

محبان اہل سنن کے نام

(الفقیر محمد علی مسعودی عفی عنہ)

نوٹ! چونکہ سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی سیرت وسوانح پر اس سے قبل کئی کتابیں انگریز مؤرخین کی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہیں اور منظر عام پر بھی آچکی ہیں جو صرف تنقید پر مبنی ہیں۔ لہٰذا زیر نظر کتاب پر تنقید کی صورت میں حضور سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت کا ضرور خیال رکھیں اور بغیر تاریخی شواہد اور ثبوت کے بلاوجہ کتاب کی ثقاحت کو مجروح کرنے کی جسارت نہ کریں۔

مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق والتصنیف والتالیف

عرض ناشر

لاتعداد حمد وثنا اس خالق کائنات کے لئے جس نے لفظ کــــن سے پورے عالم کو وجود بخشا اور لاکھوں و کروروں درود وسلام اس نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جس کو اپنے نور پاک سے پیدا فرما کر ساری کائنات کو انکا مطیع وفرمانبردار بنادیا اور مجھ سراپا تقصیر و بے بضاعت کو اپنے محبوب سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے روحانی وعرفانی مجاہدانہ وتصوفانہ تعلیمات وحالات ترتیب وتالیف کرنے کی توفیق بخشی،

فالحمد للّٰہ علیٰ ذالك یہ میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور میری محنت کا سب سے بڑا اندوختہ ہے خداوند عالم اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل اگر قبول فرمائے تو میری نجات کا ذریعہ ہے، میں کچھ تعین نہیں کرسکتا کہ اس تالیف میں کتنی مدت صرف ہوئی کتنے شہروں کی خاک چھاننی پڑی کتنی راتیں جاگ کر گزاری گئیں، کتنے دفتر جانے پڑے کتنے لوگوں سے ملاقات کرنی پڑی کتنے اوراق الٹے گئے کتنے صفحات فوٹو اسٹیٹ ہوئے لیکن اس تحقیق وتفتیش کا مقصود صرف ایک ہی تھا وہ یہی کہ حضور سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی روحانی وعرفانی مجاہدانہ وصوفیانہ تعلیم وزندگی کا صحیح حال معلوم ہو اور آپ کی سیرت وسوانح پر ایک تحقیقی وتفصیلی مقالہ بشکل ''انوار مسعودی'' ہدیۂ قارئین کرسکوں۔ حالانکہ آپ کی سیرت وسوانح پر متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اولیں تصنیف مرآۃ مسعودی فارسی کے تقریباً تین نسخوں کے ترجمے بھی چھپ چکے ہیں اصل متن مطبوعہ شکل میں مجھے دستیاب نہ ہوسکا اس لئے اسکے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور میں اس بات کا قطعاً قائل نہیں کہ کسی کتاب کا ترجمہ بغیر اصل متن کے منظر عام پر لایا جائے میرے اس نظریہ سے سب کا متفق ہونا بھی ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں مرآۃ مسعودی فارسی کا اصل متن جو متعدد نسخوں کی مدد سے تیار کر کے بعد تصحیح شامل کتاب کردیا گیا ہے تاکہ محققین کو دقت نہ ہو۔ اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں شارح بخاری حضرت علامہ مولانا مفتی محمد

شریف الحق صاحب قبلہ امجدی کے بھتیجے ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا امتیاز احمد صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف کی بے پناہ کاوشیں شامل ہیں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے جو آج انوار مسعودی کا کچھ حصہ آپ کے سامنے ہے، مزید کام جاری ہے جس کو انشاء اللہ تعالیٰ جلد ثانی کے نام سے منظر عام پر لایا جائے گا۔ رہا اس کتاب کے مواد و ماخذ کا سوال تو اس کا حصول میں تقریباً ۱۹۸۷ء سے کر رہا ہوں اور ابھی بہت کچھ مواد و ماخذ ملنے کی امید ہے اور یہ سلسلہ کب تک چلے گا مجھے خود نہیں معلوم، کیونکہ سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء و اولیاء بہرائچ کے تذکرے کے لئے ایک دفتر نا کافی ہے، یہ کتاب استاذ العلماء حضرت علامہ و مولانا مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی فیض آباد و مؤرخ عصر حضرت علامہ و مولانا ڈاکٹر محمد عاصم صاحب قبلہ اعظمی شمس العلوم گھوسی و حضرت علامہ و مولانا بخش اللہ صاحب قبلہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی و حضرت علامہ مولانا اشتیاق احمد صاحب قبلہ گھوسی کی نگرانی میں تیار کی گئی ہے، بہرائچ کے سبھی علماء کرام کا بھر پور علمی تعاون حاصل رہا ہے۔ مزید برآں ناگپور، بھنڈارہ، تمسر، چھندواڑہ، رائے پور، حیدر آباد، ورنگل، کے مخلص احباب کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی بیش قیمت کتابوں، رسالوں سے تعاون فرمایا، جس کی بدولت تدوین و ترتیب کے دشوار گزار مراحل بآسانی طے ہوئے، مولائے کریم سب کو سلطان الشہداء کے صدقے و طفیل دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ جس وقت میں الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی میں زیر تعلیم تھا اسی زمانے سے لفظ مسعودی میرے نام کا ایک حصہ ہے یہ سب اسی کی برکتیں ہیں جو میں اس لائق ہوا کہ اس ذات بابرکات پر جو دلائل قدرت سے ایک دلیل اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کریمہ سے ایک معجزہ تھے ان سے متعلق حالات کے کچھ گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں جو بشکل انوار مسعودی آپ کے ہاتھوں میں ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (سعدی)

الفقیر محمد علی مسعودی عفی عنہ

فہرست عناوین

تاثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدامان درگاہ معلیٰ
حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ
بہرائچ شریف (یوپی)

ہم جملہ خدامان سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان انتہائی طور پر مسرور ہیں کہ آج ہمارے ہاتھوں میں ایک تحقیقی اور تاریخی کتاب "انوارِ مسعودی" ہے جس کو عالم نوجوان حضرت علامہ محمد علی مسعودی نے بے پناہ محبتوں کے ساتھ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت بشکل کتاب پیش کرنے کی کوشش کی ہے، مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مقبول خاص و عام فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خادم عظمت اللہ گرداور درگاہ معلیٰ — عظمت اللہ

خادم حاجی غوث علی درگاہ معلیٰ — محمد غوث علی

خادم ایاز اللہ (منا بابا) درگاہ معلیٰ — ایاز اللہ عرف منا بابا

خادم عبدالوہاب درگاہ معلیٰ — عبدالوہاب

خادم نعمت اللہ درگاہ معلیٰ — نعمت اللہ

خادم امان اللہ درگاہ معلیٰ — امان اللہ

خادم تاج محمد درگاہ معلیٰ — خادم تاج محمد

خادم محمد رفیع درگاہ معلیٰ — محمد رفیع

کلماتِ جلیلہ

استاذ الاساتذہ واقف شریعت وطریقت رہبر قوم وملت
جامع معقول ومنقول بحر الفنون والعلوم حضرت علامہ
مولانا الحاج الشاہ **مفتی محمد شبیر حسن** صاحب قبلہ رضوی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی ضلع فیض آباد یوپی الہند

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم
اما بعد!

پیش نظر کتاب انوار مسعودی محب محترم عزیز القدر حضرت مولانا محمد علی مسعودی سلمہ المولیٰ العزیز القوی کی ترتیب وتالیف اور انکی بیحد کاوشوں کا ثمرہ ہے، جو سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح حیات اور ان کے مجاہدانہ کارناموں سے متعلق ایک اہم اور عظیم تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت غازی میاں علیہ الرحمۃ سے متعلق جو کتابیں معرض وجود میں اب تک آچکی ہیں ان میں سے اکثر کتابوں کا خلاصہ ونچوڑ ہے، نیز کچھ ایسا مواد بھی دیکھنے کو ملا جو تذکرہ سید سالار مسعو غازی سے متعلق دیگر کتابوں میں نہیں ہے۔

اس کے لئے محب موصوف نے بہت ہی محنت و مشقت اور جانفشانی کی ہے، ہندوستان کے اکثر اہم مقامات کا سفر کیا اور تمام مشہور ومعروف لائبریریوں کی کتابوں سے استفادہ کیا، اور بہت سی نادر ونایاب مطبوعہ کتب اور غیر مطبوعہ نسخوں کی زیرکس کاپی حاصل کی، ہندوستان کے اکابر علماء کرام سے رابطہ قائم کر کے استصواب رائے کیا، یہ کتاب مستطاب متعدد مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے۔

عزیز موصوف ہمارے دارالعلوم الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی سے فاضل ہیں اور با صلاحیت و ذی استعداد عالم دین ہیں، اور دو چند مدرسوں میں معیاری کتابیں ملا حسن، جلالین شریف، ہدایہ، شرح عقائد، ہدیہ سعیدیہ جیسی کتابیں پڑھا چکے ہیں، فی الوقت حکومت اتر پردیش کے شعبۂ تعلیم میں ایک معیاری عہدہ پر فائز ہیں، ضلع بہرائچ کے مشہور ادارہ دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ آسام روڈ بہرائچ شریف کے بانی و مہتمم بھی ہیں، اب جوار سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان میں واقع اپنے مکان (مسعودی منزل) میں مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق کے نام سے ایک شعبہ قائم کر کے غیر مطبوعہ و نایاب کتابوں کی اشاعت کا عظیم ارادہ رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں موصوف نے کافی محنت و مشقت کر کے قیمتی و نادر و نایاب کتابوں اور مخطوطوں کی اصل و زیرکس کاپیوں سے اپنے ادارہ مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق کو مزین کر رکھا ہے، شہر بہرائچ میں عوام و خواص سے ان کے روابط بھی اچھے ہیں مولانا محمد علی مسعودی کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔

فقیر کی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ عزیز موصوف کو زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کی توفیق رفیق بخشے اور دارین کی برکتوں اور سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور حضرت سلطان الشہداء علیہ الرحمہ کی بارگاہ عالی جاہ میں یہ نذرانہ عقیدت (انوار مسعودی) قبول ہو جائے۔

آمین بجاہ حبیبه الکریم علیه التحیة و التسلیم

فقط دعا گو و دعا جو

شبیر حسن رضوی

خادم جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد یوپی الہند

کلماتِ مقدسہ

مفکر اسلام ناشر مسلک اعلیٰ حضرت رہبر شریعت خطیب ملت پیر طریقت حضرت علامہ
مولانا الشاہ مفتی **سید محمد عارف** صاحب قبلہ رضوی
خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند
سابق شیخ الحدیث منظر اسلام، بریلی شریف

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۴ ررجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰۳۳ء) پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان کتابوں میں تحقیقی طور پر جو مواد فراہم ہو سکا ہے وہ جستہ جستہ شکل میں معتبر طور پر موجود تو ہے لیکن ان کو یکجا کرنے کے لئے بڑی دیدہ ریزی زبردست کاوش اور نہایت ہی زیرکی ذکاوت کی ضرورت ہے اور یہ باتیں عام طور پر لکھی جانے والی کتابوں میں تقریباً ناپید ہیں اس سلسلے میں ایک نئی کتاب وجود میں آرہی ہے جس کا نام انور مسعودی رکھا گیا ہے اس کے مولف حضرت علامہ مولانا الشاہ محمد علی صاحب مسعودی بہرائچی ہیں ان میں بے شمار خوبیاں ہیں بڑے کمالات کے ذمہ دار عالم ہیں ارادوں میں بے پناہ پختگی ہے تلاش وجستجو میں پورا انہماک اور مستقل مزاجی شامل ہے میں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا کتاب کا اسلوب بیان اتنا پُرکشش ہے کہ دیکھنے کے بعد کتاب رکھنے کو دل نہیں چاہتا ہے بایں ہمہ علامہ مسعودی اپنی ان گوناگوں صفات کی وجہ سے تحقیق وتدقیق کے اس مقام پر پہنچے جہاں حضور سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی کے تذکرہ نگار نہ پہنچ سکے یہ بڑے کمال کی بات ہے اور ارباب علم ودانش کے لئے بڑی خوشی کا سبب ہے حضرت علامہ مسعودی صاحب کی خاص بات یہ ہے کہ وہ بہرائچ ہی میں پیدا ہوئے یہیں رہے اور یہیں ہیں اس اعتبار سے مشہور

معقولہ۔ رب البیت ادری مافی البیت کے مصداق موصوف نے بہرائچ کا ہر گوشہ بچپن سے ابتک بغور دیکھا اور اس کے جغرافیہ پر موصوف کی پوری نظر ہے کہاں کیا مقام ہے کیا واقعہ کس جگہ ہوا ہوگا بہرائچ شہر کے داخلہ کے کیا کیا راستے ہیں وغیرہ ذالک پر جو نظر اہل بہرائچ کی ہے وہ بیرونی تذکرہ نگاروں کی نہیں ہے اس اعتبار سے علامہ مسعودی جیسی شخصیت کا اس موضوع پر قلم اٹھانا بہت موزوں اور مناسب تھا یعنی جو ہوا وہی ہونا چاہیئے تھا۔ الحاصل علامہ نے اس کتاب کو تحقیق و تدقیق کی خوبیوں سے بڑی حد تک مزین فرمایا ہے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت سیّد سالار مسعود غازی جن کی شہادت ۴۲۴ھ ہے اور آج ۱۴۲۴ھ کو گزرے ہوئے ایک ہزار سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا یعنی آج سے ایک ہزار سال قبل آپ کی شہادت شہر بہرائچ میں ہوئی جو کہ نیپال کی پہاڑیوں کے دامن میں سرحد نیپال سے ملا ہوا ایک دور افتادہ ضلع تھا یہاں نہ مورخین کا گزر تھا نہ ارباب علم و دانش نہ ہی ہندوستان پر کسی مسلم حکومت کا دور دور اتھا حتیٰ کہ آپ کی شہادت کے ڈیڑھ سو سال بعد حضور سلطان الھند غریب نواز ہندوستان میں تشریف فرما ہوئے اور جاہ و لشکر کی بدولت نہیں بلکہ دینداری تقوی شعاری خدا پرستی کی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعہ گویا آپ نے باقاعدہ تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا اور اسلام کی آبیاری فرمائی کسی نے خوب ہی کہا ہے۔ ع۔ باندازِ نبوت دین کی تبلیغ فرمائی۔ یہ دور بھی ہندوستان میں ہندو دھرم جوگ اور یوگ کے ذریعہ جیسا کہ پروان چڑھتا چلا آرہا تھا ویسا ہی چڑھ رہا تھا غریب نواز نے لاؤ لشکر کے بغیر کشف و کرامت کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو ظاہر فرمایا اب کیا تھا یہاں آپ کی موجودگی ہی میں باقاعدہ مسلم حکومت کا قیام عمل میں آیا اور شہاب الدین غوری جیسا فرزند توحید یہاں کا باقاعدہ حکمراں بنا اب ہندوستان میں مسلمان تاریخ نگار بھی پیدا ہوئے اور تذکرہ نگار بھی اور تذکرہ نگاروں کو بھی اسی طرح جیسے کوئی لشکر فتوحات کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور فتح کے بعد اپنے کھوئے ہوئے جانبازوں کی تلاش و جستجو ان کے حالات زندگی ان کے کارنامے قلمبند کئے جاتے ہیں

اسی طرح شہاب الدین غوری کے بعد سے اس تلاش و جستجو کا سلسلہ شروع ہوا لیکن کہاں دلی اور کہاں بہرائچ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ دلوں سے لے کر تاریخ کے صفحات پر حضور سلطان الشہداء سیّد سالار مسعود غازی کی شہادت آپ سے عقیدت و محبت آپ کے مجاہدانہ کارنامے ثبت تھے یہ الگ بات ہے کہ یہ نقوش بہت دھندلے پڑ گئے تھے دیارِ غیر میں آپ کا شہید ہونا آپ کے کارناموں کا بے نام و نشان ہونے کے مترادف تھا تاہم مورخین اس اندھیرے میں اپنے مبلغ اول کے حالات کی تلاش میں نکل پڑے اور جس نے جہاں تک ہو سکا حالات کو قلم بند فرمایا اس مختصر گفتگو سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان الشہداء کے حالات قلم بند کرنے میں کتنی دشواریوں کا سامنا ہوا ہوگا سلام ہے ان تذکرہ نگاروں کو اور سلام ہے ان کی تلاش و جستجو کو جنھوں نے جستہ جستہ واقعات سے اس باب کو اور اسلام کے اس فرزند کو گوشۂ گمنامی سے نکالا اور سلام ہے علامہ مسعودی کی کاوش و جستجو کو جنھوں نے نامعلوم کتنی کتابوں میں اس گمشدہ کی شکل میں بکھرے ہوئے واقعات کو یکجا کرنے کی کوشش مسعود فرمائی ہاں اتنا مسلم تھا اور ہے کہ آپ کی شہادت شہر بہرائچ میں واقع ہوئی آپ کا مزار مبارک آج بھی شہر بہرائچ میں موجود ہے اور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے عقیدت مندوں کے واسطے کھلا ہوا ہے رہا یہ کہ اس شہادت کے اسباب کیا تھے کس طرح شہادت ہوئی یہ جنگ کیسے لڑی گئی آپ کے ساتھ کتنے جانباز تھے کیا دشواریاں آپ کے سامنے آئیں ان کی اس لئے خاص ضرورت نہیں کہ ایک مومن کا اصل مقصدِ زندگی تو یہی ہے کہ وہ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر اسلام پر نچھاور کر دے یہاں تک کہ وہ خود اس راہ میں شہادت کے مرتبہ علیا پر فائز ہو جائے اور یہ بات حضور سلطان الشہداء میں بدرجہ اتم و اکمل دیکھی جا سکتی ہے تاہم سلطان الشہداء کی شہادت تاریخ اسلام میں ایک عظیم واقعہ تھا اور یہی واقعہ مجاہدین اسلام کے لئے ہندوستان میں آنے اور تبلیغ اسلام کے لئے اپنی جانوں اور اپنی کاوشوں کو قربان کرنے کا باعث بنا اور اس طرح ۔ع۔ کر گیا آخر لباس لالہ و گل ظہور

خاک میں ملتا نہیں خون شہیدان جمال۔ الحمدللہ آج ہندوستان میں ان شہداء صوفیاء علماء ومشائخ کی بدولت اسلام اتنا بلند وبالا ہے جتنا دنیا کے کسی مسلم ملک میں نہیں ہے اور یہ بات خلاف واقعہ نہ ہوگی کہ اس کامیابی کی بنیاد حضور سلطان الشہداء اور ان کے جانباز رفقاء ہیں رہا یہ کہ طبیعتیں اتنے بڑے واقعہ عظیم کے اسباب وعلل جاننے اور شہادت کس طرح ہوئی کیا واقعات پیش آئے وغیرہ جاننے کی خواہش مند ضرور رہتی ہیں یہ بڑی خوبی کی بات ہے کہ اس پیاس کو حضرت علامہ الشاہ صوفی عبدالرحمٰن صاحب چشتی نے بڑی حد تک بجھائی تفصیل سے واقعات شہادت بیان فرمائے اور چشتی صاحب کا اس سلسلہ میں یہ کہنا ہے کہ میں نے اپنے کشف کے ذریعہ خود حضور سلطان الشہداء سے تفصیلی واقعات سن کر قلم بند کئے پھر مین گوشہء نیپال میں ایک علاقے میں پہنچا جہاں مجھے ایک کتاب آچار یہ منی بھدر کی ملی جس میں واقعات شہادت تفصیلی طور پر اسی طرح بیان کئے گئے تھے جس طرح سلطان الشہداء نے مجھے لکھوایا ایسا ممکن ہے خارج از امکان نہیں کیونکہ شہدائے کرام بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں اور سلطان الشہداء کے متعلق ایسی بہت سی روایتیں ہیں جن میں لوگوں سے ملاقات دیگر معاملات کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہ روایات معتبر اور ثقہ راویوں سے مروی ہیں جن کا ذکر آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ تو کیا عجب ہے کہ حضرت نے خود لکھوائے ہوں اور جب ایسا ہے تو ان واقعات کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے یقین واعتماد کامل کے ساتھ دیکھا جائیگا یہی وجہ ہے کہ اردو تذکرہ نگاروں نے یکے بعد دیگرے علامہ مسعودی تک صوفی عبدالرحمٰن صاحب چشتی کی کتاب واقعات شہادت سلطان الشہداء کو بھی بنیاد بنایا ہے لیکن جس خوبی کے ساتھ علامہ مسعودی نے ان واقعات کو قلمبند فرمایا ہے اس کی بات ہی الگ ہے مزید برآں مولانا موصوف نے ان کتابوں سے استفادہ کیا اور ان کو حاصل بھی کیا جن کا حوالہ صوفی عبدالرحمٰن چشتی نے مرأۃ مسعودی میں پیش کیا مثلاً روضۃ الصفاء، نفحات الانس، سکندر نامہ منتخب التواریخ، طبقات ناصری وغیرہ جس سے انوار مسعودی کی اہمیت اور بڑھ جاتی

ہے نیز یہ کہ قدیم کتابوں سے بھی بہت سے واقعات علامہ مسعودی کو ملے۔ جن سے نہ صرف صوفی عبدالرحمن صاحب چشتی کی کتاب مرأۃ مسعودی کو تائید وتقویت پہنچی بلکہ علامہ مسعودی کو تلاش وجستجو کی دنیا میں ایک انفرادیت بھی حاصل ہوئی صوفی عبدالرحمٰن چشتی کی کتاب کو بنیاد بنایا بہرحال یہ علامہ مسعودی کی نہایت ہی دیانتداری کی بات ہے کہ انھوں نے مرأۃ مسعودی کے کئی نسخوں کو یکجا کر کے اپنی کتاب انوار مسعودی میں چھاپ دیا ہے تا کہ قارئین اس سے استفادہ کرسکیں یہ الگ بات ہے کہ قدیم تذکرہ

نگار صوفی صاحب موصوف سے پہلے کے لوگ ان واقعات سے باخبر نہ ہوسکے اور ان کو اس تفصیل کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی اسلامی نظریات میں ایک مجاہد کا بنیادی مقصد تبلیغ دین ہے اور اس میں کوشش کرتے کرتے اپنی جان عزیز کو قربان کردینا اور مرتبۂ شہادت پر فائز ہونا اس کا مقصد جہاد اور معراج زندگی ہے حضور سلطان الشہداء نے فریضۂ تبلیغ کو اپنے رفقاء کی مدد سے جس خوبی کے ساتھ ادا کیا اس کی مثال دنیا کے مجاہدین میں کم ملتی ہے غزنی سے لے کے بہرائچ تک کتنے مواقع ملے جہاں آپ فرماں روائی فرماسکتے تھے مگر جس کا مقصد صرف اور صرف تبلیغ دین ہو اس کو فرمانروائی سے کیا سروکار آپ اپنے مشن کو بڑھاتے گئے اور اس خوبی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو دلوں میں اتارتے گئے کہ افراد تو افراد رہے قوموں کی قومیں آپ کے دست حق پرست پر مشرف با اسلام ہوتی رہیں جدھر نکلے اس علاقے میں اسلام کا چرچا اور تعارف عام ہوتا گیا اور اس طرح آپ نے بہرائچ کی سرزمین تک پورے ہندوستانمیں بہت بڑی جمعیت مسلمانوں کی چھوڑی یہ جمعیت سرکار غازی کی نگاہ فیض سے ایسی مشرف ہوئی کہ ان کو اسلام سے منحرف کرنے والی زبردست آندھیاں ظلم وزیادتیاں مصائب وآلام اسلام سے منحرف نہ کرسکے۔

بالآخر یہی جمعیت غریب نواز کی اسلام کی آبیاری سے بھی مشرف ہوئی بعد میں مسلمان فرمانرواؤں کے لئے بھی مدد ومعاون ثابت ہوئی اور یہی سرکار غازی کا مشن تھا

اسلام کی اسی تحریک کو عام کرنے کے لئے آپ نے اس جذبہ کو اپنا مقصد زندگی بنایا تھا جو الحمد للہ بہرائچ تک آتے آتے پورا ہوا، رہا آپ کا شہید ہو جانا یہ بھی آپ کے مقصد حیات کا ایک حصہ ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ع۔ جہاں جھک رہا ہے تیرے آستاں پر۔ عجب ہار تھی جیت لی جس نے بازی۔ سرکار غازی کی شہادت سے نہ ان کی حکومت چھنی نہ ان کی ریاست گئی جب آپ کا مقصد حکومت قائم کرنا ہی نہیں تھا مال وزر جمع کرنا ہی نہیں تھا تو پھر آپ کی شہادت سے آپ کی دنیا پر کیا فرق پڑا بلکہ شہادت سے قبل اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد آپ زیادہ اوقات یادِ الٰہی میں گزارتے کتاب انوار مسعودی کو متعدد مرتبہ حرفاً حرفاً پڑھا سلطان الشہداء سیدّ سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی محبت کا حق صرف ان چند صفحات کے لکھ دینے سے پورا نہیں ہوتا کتاب طباعت کے لئے جا رہی ہے اسی لئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں تفصیلی طور پر ایک مقدمہ لکھنے کی کوشش کروں گا۔

فقط والسلام

الراقم محمد عارف مسعودی

29.4.2011

تمہیدی کلمات

ماہر علوم اسلامیہ، مؤرخ عصر، مفکر ملت
حضرت علامہ ڈاکٹر الحاج محمد عاصم اعظمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی
(ایم، اے، ایم، ٹی، ایچ، پی، ایچ، ڈی)
شیخ الحدیث جامعہ اہلسنّت شمس العلوم گھوسی مئو

ایک مسلمان کی ابدی سعادت اور معراج کامرانی یہ ہے کہ وہ حیات اخروی کی فلاح وکامرانی سے ہم کنار ہو، یہ دنیا اس کے لئے مزرع آخرت ہے اسکی تمام تر عبادات و ریاضت سلوک وطریقت کا محور صرف اور صرف رضاء الٰہی اور فلاح ومعاد ہے، اسی مرکزی نقطے کے گرد مومن کے افکار واعمال گردش کرتے ہیں اس کا مطمح نظر ایسا کار خیر اور صالح عمل ہوتا ہے، جو خوشنودی حق اور حصول باغ فردوس کو یقینی بنادے۔

شہادت فی سبیل اللہ ایک ایسا عمل ہے، جسکے نتیجے میں فوز عقبیٰ اور قرب خداوندی کی دولت لازوال شہید کے دامن گلگوں میں سمٹ آتی ہے، اسکے قطرات لہو معصیت کے دھبوں کو پاک کردیتے ہیں، اسکا وجود سراپا نور اور اسکی روح مہبط سرور ہو جاتی ہے شہداء جسر مرگ سے گزرنے کے بعد ہی حیات نو کے مستحق ہو جاتے ہیں، ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون ۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انھیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تمہیں شعور نہیں۔ اسی سعادت ابدی کی تلاش میں ہر دور میں مرد مومن اپنی ہتھیلیوں پر سر رکھ کر شہادت کی تمنا میں سر گرداں رہا، عہد رسالت کے غزوات ہوں یا عہد خلافت راشدہ کی فتوحات یا بعد کے زمانوں کی جنگی سرگرمیاں ان میں شرکت کرنے والے مجاہدین کا مقصد اعلاء کلمہ حق اور

جام شہادت کی طلب وجستجو کے سوا کچھ اور نہ تھا، تاریخ اسلام اس قسم کی داستانوں سے بھری پڑی ہے کہ سرفروش مجاہدین اسلام نے سر سے کفن باندھ کر کفر وشرک بھرے علاقوں میں توحید ورسالت کا غلغلہ بلند کرنے لئے پیش رفت کی جرأت وہمت کے ساتھ نرغہ اعداء میں لڑے اور شربت شہادت پی کر آسودۂ خواب ہو گیے

سر سے باندھا ہے کفن عشق میں تیرے یعنی
جمع ہم نے بھی کیا ہے سرو ساماں یکجا

میدان کربلا سے لے کر بہرائچ تک انگنت معرکوں میں حسنی و حسینی سادات اور علویوں نے عروس شہادت سے ہم آغوش ہونے کے لئے متاع حیات قربان کی، امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم کے صاحبزادے امام ناصر الدین عبداللہ اور آپ کے خواہرزادے امام ابوالمجد ابراہیم جو علاقہ داماں میں سکونت پذیر تھے، ایک دن ان دونوں حضرات نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا، عالم رویاء میں دیکھتے ہیں کہ حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جانثار صحابہ کے درمیان جنت الفردوس میں جلوہ افروز ہیں، ان دونوں کی طرف اشارہ فرما کر اپنے جاں نثار صحابہ سے دریافت کر رہے ہیں، کہ میرے دونوں شہزادوں میں سے عبادت اور اطاعت خداوندی میں کون سب سے زیادہ برتر ہے، ہر ایک صحابی اپنے اپنے مشاہدات کی روشنی میں اظہار خیال کر رہا تھا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل الشہادت لیس العبادت شہادت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی شہادت کو اعلیٰ ترین عبادت قرار دیا، دونوں بزرگوں کی بات سن کر دونوں شہزادوں نے عہد کر لیا کہ جب تک وہ مرتبہ شہادت حاصل نہیں کر لیتے زندگی کی تکمیل نہیں ہوسکتی، دونوں کے دل شوق شہادت سے لبریز ہو گئے مشورے کے بعد طے ہوا کہ اس زمانے میں اعلاء کلمہ حق کے لئے اور شہادت کے لئے ہندوستان کی سرحدیں اور اسکے اندرونی علاقے بہت موزوں ہیں چنانچہ انہوں نے

اعلان کیا کہ ہم سندھ سے گزر کر ہندوستان جانا چاہتے ہیں اور شہادت کا ارادہ رکھتے ہیں، اس اعلان کے بعد ہزاروں لوگوں نے امام ناصر الدین عبداللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی، جنگی تیاریاں ہونے لگیں، ایک ہزار مجاہدین کی جمعیت آپ کی قیادت میں ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئی، منزل مقصود سرزمین قنوج تھی، جہاں ان دنوں ہندوستان کا سب سے طاقت ور راجہ جے چند حکمرانی کر رہا تھا، چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ درمیان میں کسی راجہ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے، اور نہ اسکے پاس قیام کیا جائے، غزنی پہنچ کر آپ نے اعلان کیا کہ ہمارا یہ سفر شربت شہادت نوش کرنے کی غرض سے ہے، لہٰذا جو حضرات ہمارے قافلہ سے علاحدہ رہنا چاہیں، انہیں اجازت ہے، اس اعلان کے بعد چھیاسٹھ جانبازوں نے ہمرکابی اختیار کی؛ باقی لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا، مگر ان حضرات کے پایہ استقامت میں لغزش نہ آئی اور قلت وکثرت کی پرواہ کئے بغیر روانہ ہوئے

دیکھیں تو کوئی کیوں کر روکے گا ہمیں آخر
اب باندھ کے ہم بھی تو یاں سر سے کفن نکلے

کوچ کرتے ہوئے یہ مقدس قافلہ ذی الحجہ ۴۶۱ھ میں سونی پت جا پہونچا جہاں راجہ ارجن دیو حکومت کر رہا تھا، جو ہندوستان کا عالی نسب راجہ تصور کیا جاتا تھا، وہ دہلی کے راجہ کا داماد تھا جس کا پایہ تخت سونی پت کے قریب لہراراشہر تھا راجہ کو خبر دی گئی کہ عرب سوداگروں کا ایک قافلہ گھوڑوں کی تجارت کے لئے وارد ہوا ہے اور وہ قنوج جانا چاہتا ہے، راجہ نے اپنے وزیر کو بھیجا کہ ان تاجروں میں سے کسی باشعور شخص کو ہمارے پاس لاؤ، تاکہ صحیح صورت حال معلوم ہو سکے، چنانچہ امام ناصر الدین عبداللہ نے اپنے ایک رفیق ملک جوہر کو جو ہندوستانی زبان کے بہت ماہر اور دانشمند تھے، راجہ کے پاس بھیجا، راجہ بہت عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا، گفتگو کے بعد اس نے کہا کہ آپ لوگوں کو قنوج جانے کی ضرورت نہیں ہم تمام گھوڑے قنوج کے راجہ جے چند سے زیادہ قیمت دیکر خرید لیں گے، وہ یقیناً بہت بڑا راجہ ہے لیکن حسب ونسب میں ہم سے برتر نہیں، ملک

جوہر نے جواب دیا ہمارا آقا قنوج کے علاوہ کہیں اور گھوڑے بیچنے پر راضی نہیں، لہٰذا آپ لوگ سدراہ نہ بنیں، ہمیں قنوج جانے دیں اتنی بات سنکر ارجن دیو غضبناک ہو گیا اور اسنے اپنی فوج کو عربی قافلے کے محاصرے کے لئے بھیج دیا اور حکم دیا کہ کوئی عرب اور اسکا گھوڑا بچ کر نکلنے نہ پائے چار روز تک محاصرہ قائم رہا، ارجن دیو کی فوج نے کہا اگر تم لوگ گھوڑے فروخت نہیں کرتے، تو ہماری تلواریں تمھیں اور تمھارے گھوڑوں کا قصہ تمام کر دیں گی، حضرت امام ناصر الدین نے دیکھا کہ جنگ ناگزیر ہو گئی ہے حرب و پیکار کے بغیر یہاں سے نکلنا ممکن نہیں، ہم تو شوق شہادت ہی لیکر یہاں تک پہونچے ہیں، اس کے لئے سونی پت اور قنوج کی تخصیص نہیں اب ہمیں جنگ کے لئے تیار ہو جانا چاہئے، لیکن پہل دشمن کی طرف سے ہو، حسن اتفاق عاشورہ کے دن ارجن دیو بہت زیادہ سواروں اور پیادوں کو لے کر سامنے آ کھڑا ہوا، مجاہدین اسلام نے جنگ کی تیاری شروع کر دی، وضو کیا نماز ادا کی اور امام کی اقتداء میں خیر و برکت کی دعا مانگی آخرت کی بہتری کے لئے التجا کی اور اللہ کا نام لیکر لڑائی شروع کر دی، گھمسان کا رن پڑا، راجہ کی فوج پسپا ہونے لگی، یہ رنگ دیکھکر ارجن دیو نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ عربوں پر سخت حملہ کر دیا، مجاہدین اسلام نے بڑی بے جگری کے ساتھ بہادری کے جوہر دکھائے، راجہ اور اسکے بہت سے سردار مقتول ہوئے۔

اس کے بعد ارجن دیو کا بیٹا ہر ہر دیو تازہ دم لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑا، ادھر مسلمانوں نے بھی صف آرائی کی، پھر آتش جنگ بھڑک اٹھی، اسی دوران ہندوستانیوں کی تازہ دم فوج بھی آ گئی، غروب آفتاب تک جنگ ہوتی رہی، رات کے وقت جنگ موقوف رہی صبح پھر معرکہ کارزار گرم ہوا، دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں مجاہدین اسلام نے دشمنوں کو پسپا کیا، ہزاروں تہ تیغ ہوئے، ادھر بھی بہت سے مجاہدین نے شہادت پائی، رات میں جنگ بند ہو گئی، تیسرے دن بارہ محرم الحرام ۱۲۷ھ کا سورج طلوع ہوا، امیر ناصر الدین نے اپنے بچے کھچے جانبازوں کو لیکر صف آرائی کی، دشمنوں کی

فوج سے نبرد آزماں ہوئے، بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے اعداء جہنم رسید ہوتے رہے، بالآخر امام ناصر الدین اور امام بو المجد ابراہیم نے اپنے رفقاء کے ساتھ جام شہادت نوش کیا، دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور انہوں نے اپنے مقدس خون سے سرزمین سونی پت کو لالہ زار بنادیا، (قصر عارفاں اردو جلد دوم تلخیص ص ۳۲ تا ۴۴) اولوالعزمی اور ذوق شہادت کی اسی مقدس روایت کو زندہ کرنے کے لئے حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ جنکی رگوں میں اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ کا خون گردش کر رہا تھا عین عالم شباب میں غزنی سے ایک لشکر لیکر ہندوستان کی جانب متوجہ ہوئے، جنکا مقصد کشور کشائی یا حصول مال و زر نہ تھا، بلکہ خالصتاً لوجہ اللہ اور سرزمین ہند کے ان دور افتادہ علاقوں میں جہاں غزنوی افواج کا گزر تک نہ ہوا تھا، تکبیر و رسالت کا غلغلہ بلند کرنا اور اسلام کے پیغام صداقت کو غیر مسلموں تک پہونچانا تھا، چنانچہ سر تن کی بازی لگا کر حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ نے شمالی ہند کے مختلف علاقوں میں کفار سے متعدد جنگیں کیں اور انہیں زیر کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، سترکھ پہنچ کر اپنی فوج کے متعدد دستے دوسری سمتوں میں روانہ کیئے، خود بہرائچ جا پہونچے، اس علاقوں کے راجاؤں کی مشترکہ فوج سے مقابلے کی نوبت آئی اور معاندین اسلام سے تین عظیم معرکے پیش آئے، مخالفین کی ٹڈی دل جمعیت ان کے مسلح سپاہیوں کی ہیبت غازی پاک اور انکے جانثاروں کو ہراساں نہ کرسکی، وہ دین کی راہ میں پوری بہادری اور دل جمعی کیساتھ نبرد آزماں رہے اور جام شہادت نوش کرتے رہے، بالآخر اپنے تمام رفقاء کے ساتھ تیسرے اور آخری معرکے میں آپ نے بھی جام شہادت نوش کیا اور عشق الٰہی میں جان جان آفریں کے حوالے کردی اور ہمیشہ کے لئے بہرائچ اور اس کے اطراف کی سرزمین کو دین حق کے لئے سازگار بنادیا اور یہ ثابت کردیا کہ

زندگی میں ہے بڑا جوش نمو یاد رہے
رنگ لاتا ہے شہیدوں کا لہو یاد رہے

وقتی طور پر غلبہ و فتح پانے والے راجاؤں کا غرور ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا اور حضرت

غازی پاک کی بدولت اسلام و ایمان کا چار سو ڈنکا بجنے لگا، حضرت غازی پاک کی روحانیت شہادت کے بعد بھی دلوں پر حکمرانی کر رہی ہے، اپنے تو اپنے ہی ہیں غیر بھی عشق و ارادت کے ساتھ آستانے پر سرنگوں ہوتے ہیں اور اپنی محبت و ارادت کا خراج پیش کرتے ہیں، اقلیم ہند کی اس عظیم جانباز روحانی شخصیت کے حالات و کمالات پر عہد اسلامی سے لیکر اب تک فارسی اور اردو میں متعدد کتابیں لکھی گئیں، مگر بیشتر کتابیں جو محض سنے سنائے واقعات کا مجموعہ ہیں جنکی ثقاہت پر کلیتاً اعتماد ممکن نہیں، ضرورت اس بات کی تھی، کہ غازی پاک کے مستند اور محقق واقعات و کرامات پر مفصل کتاب تحریر کی جاے، وقت کی اس اہم ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوے مسعود ملت حضرت علامہ و مولانا محمد علی صاحب قبلہ مسعودی مدظلہ العالی نے پیش رفت کی اور سالہا سال تحقیق و تفتیش کی پر پیچ وادیوں میں سرگرداں رہے ہندوستان کے طول و عرض میں گھوم گھوم کر قدیم مآخذ و مصادر کی جستجو کی، غازی پاک سے متعلق تاریخی دستاویزات و مخطوطات فراہم کرتے رہے پھر اپنے تحقیقی مطالعے کی روشنی میں غازی پاک کی مقدس حیات اور دینی خدمات نیز کشف و کرامات پر مشتمل ایک جامع کتاب ''انوار مسعودی'' کے نام سے تالیف فرمائی جو تصنیف و تالیف کے مروجہ اسلوب سے ہم آہنگ زبان و بیان کی دل آویزی اور طرز تحریر کے لحاظ سے موثر ہے، کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ شیخ عبدالرحمن چشتی کی مشہور زمانہ کتاب ''مرآۃ مسعودی'' کا فارسی متن جو متعدد قلمی نسخوں کی مدد سے مرتب کرکے شامل کتاب کر دیا گیا ہے، نیز عزیز گرامی مولانا امتیاز احمد صاحب پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف، نے بڑی دیدہ ریزی اور جگر کاوی سے بعد تصحیح اس کا اردو ترجمہ بھی شگفتہ رواں اردو زبان میں پیش کیا ہے جو بطور ضمیمہ شامل کتاب ہے اگرچہ اس سے پہلے ''مرآۃ مسعودی'' کے متعدد اردو ترجمے طبع ہو چکے ہیں لیکن زبان و بیان کے لحاظ سے اردو داں حضرات کے لئے فارسی متن سے زیادہ دور از فہم تھے اسکا سلیس بامحاورہ ترجمہ بھی وقت کا اہم تقاضا تھا، جسے مولانا نے اپنی گوناگوں مصروفیات

کے باوجود تکمیل تک پہنچایا، قارئین کے لئے فارسی متن کو بحسن وخوبی سمجھنے کے لئے یہ ترجمہ ممد و معاون ثابت ہوگا۔قارئین کے استفادہ کی غرض سے مرآۃ مسعودی کے دستیاب قلمی نسخوں کے نمونے اور بہرائچ سے متعلق بعض شاہی فرامین کی نقول بھی کتاب کے آخر میں شریک اشاعت کردی گئی ہیں۔"انوارِ مسعودی" کے تحقیقات کی روشنی میں غازی پاک کی حیات کے اہم گوشے حقائق کے اجالے میں آتے ہیں۔امید ہے کہ یہ کتاب پڑھے لکھے طبقوں میں قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور عام قارئین بھی اس سے بھرپور استفادہ کرینگے۔دعاہیکہ رب قدیر اس بےلوث خدمت کو قبول فرمائے مؤلف کے لئے سعادت دارین کی کلید اور مستفیدین کیلئے فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ہیچ مداں!

[signature]

کلماتِ تبریک

ماہر علوم وفنون ممتاز العلماء استا ذ الاساتذہ وحید عصر

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ **مفتی محمد عبد الوحید** صاحب قبلہ مصباحی

شیخ الحدیث جامعہ غازیہ فیض العلوم محلہ بخشی پورہ درگاہ روڈ بہرائچ شریف

بِاِسْمِهٖ سُبْحٰنَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ حبیبه الکریم الکُرام

اما بعد! فالحمد للّٰہ علیٰ احسانه

سیدی سالار مسعود غازی شہید علیہ الرحمۃ والرضوان کی کرامات وحالات پر مشتمل کتاب ''انوار مسعودی'' مؤلفہ مولٰینا الاعز محمد علی مسعودی بانی الثقافۃ المسعودیہ رسیا موڑ بہرائچ شریف سے کمپوز شدہ برائے نظر ثانی موصول ہوئی، مگر میں کثرت مشاغل وضیق محامل کی وجہ سے بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے رہا، البتہ جستہ جستہ کہیں کہیں سے دیکھنے پر ایک عظیم شاہکار کا مرصع معلوم ہوا، مولٰینا موصوف سزاوار مبارکباد و لائق صد تحسین ہیں کہ انہوں نے تصنیف و تالیف کے سنگلاخ میدان میں گوئے کامیابی حاصل کی (ع) اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

مرتب جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم نانپارہ کے ذہین وفطین تلامذہ میں سے ہیں، جنہوں نے ابتداً دو تین سال کا تعلیمی دور گزار کر جب قدر شعور وآگہی سے متصف ہوئے تو متعلمانہ فطرت کے اعتبار سے دوسرے مدرسہ کا رخ کیا اور خدائے قدیر وعلیم نے انہیں اس لائق بنایا۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مؤلف کی اس تالیف کو نفع بخش عوام وخواص بنائے

اور انہیں اس راہ میں زیادہ سے زیادہ منہمک و مشغول رکھے اور ہم سبھوں کو سیدی سالار مسعود غازی کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ جمال سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و حزبہ اجمعین یا رب العالمین۔

فقط والسلام

محمد عبدالحفیظ القادری الرضوی البستوی المصباحی
۸؍ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ [illegible]
۱۴؍ اپریل ۲۰۱۱ء [illegible]

تأثر

خطیب ملت مبلغ اہلسنت نباض قوم حضرت علامہ الحاج الشاہ

مفتی شمس الدین احمد صاحب رضوی

پرنسپل جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خیر النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

محب محترم حضرت علامہ الحاج محمد علی مسعودی صاحب کی تحقیقی تالیف حیات سلطان الشہداء فی الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسمی ''انوار مسعودی'' اس قدر عوام وخواص میں مقبول ہوئی کہ مزید فرمائشوں کی کثرت کی وجہ سے دوبارہ اسکی طباعت ہونے جارہی ہے۔

مولانا محمد علی مسعودی کو سلطان الشہداء فی الہند سے غایت درجہ عشق ومحبت ہے۔یہی وجہ ہے کہ اپنی ذات اور کارناموں کو اسی قدسی صفات عظیم المرتبت ذات گرامی سے منسوب کرنا اپنی کامیابیوں کی ضمانت تصور کرتے ہیں۔حضور سلطان الشہداء قدس سرہٗ کے حالات وواقعات پر مفصل کتاب کی اہل عقیدت میں سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی،مگر یہ کام اس لئے مشکل تھا کہ مفصل کوئی ایسا ماخذ نہ تھا کہ جس کو سامنے رکھ کر حیات مسعود پر خامہ فرسائی کی جاسکے۔قابل مبارک باد ہیں

مولانا مسعودی کہ انھوں نے سلطان الشہداء کے عشق ومحبت میں سرشار ہوکر کمر ہمت کس کر ماخذ کی تلاش وجستجو میں بڑا سرمایہ خرچ کر کے ہندوستان کے مختلف لائبریریوں کا دورہ کیا اور اس موضوع پر مواد فراہم کرنے میں کامیابی حاصل کی پھر روز وشب کی محنت شاقہ سے ارباب تاریخ وسوانح کے اقوال وآراء کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر اقوال راجحہ پر اعتماد کرتے ہوئے حوالوں اور اصل کی عکس کے ساتھ انوار مسعودی کو مرتب کر کے قوم کے سامنے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ مولانا مسعودی نے حیات مسعود کی تالیف وترتیب میں یقیناً تحقیق اور پوری دیانت داری سے کام لیا ہے جس کا اندازہ ہر قاری کو کتاب کے مطالعہ سے بخوبی ہو جائے گا۔

کتاب کی تالیف وترتیب اور مورخین کے اقوال وآراء کے قبول ورد میں مکمل احتیاط سے کام لیا ہے، پھر بھی بشری لوازم سے امکان خطا سے انکار نہیں کیا جاسکتا بایں ہمہ اہل بصیرت اور ارباب عقل ودانش کو یہ حق حاصل ہے کہ بنظر اصلاح اگر کوئی بات خلاف واقعہ نظر سے گذرے تو اپنی بات کو مدلل حوالے کے ساتھ مولانا مسعودی کے سامنے پیش کریں وہ ضرور ان کی بات کو قبول کریں گے اور آئندہ اڈیشن میں اس کی اصلاح کریں گے مولانا مسعودی نے کوشش کی ہے کہ حضور سلطان الشہداء کی حیات مبارکہ کے ہر گوشہ کو احاطہ تحریر میں لائیں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ قارئین کر سکتے ہیں۔ مولانا مسعودی نے مختلف موضوعات پر تحقیق وریسرچ کیلئے مسعودیہ دارالتحقیق کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہے اور اس کام کیلئے ہر موضوع پر نادر ونایاب کتابوں کا ذخیرہ بھی فراہم کرلیا ہے اور ہنوز فراہمی کتب کا

سلسلہ جاری ہے۔ مذکورہ ادارہ تحقیق کے زیر اثر کئی موضوعات پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔

مولانا مسعودی نے نونہالان اسلام کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک بڑا ادارہ بنام دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج بھی قائم کر رکھا ہے جس میں قابل قدر ذی صلاحیت اساتذہ کرام بہترین تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا مسعودی خود بھی شعبۂ تعلیم سے منسلک ہیں گورنمنٹ کے زیر اثر ایک اسکول میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا مسعودی گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں اور دینی خدمات کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے امور کی فکر میں سر گرداں رہتے ہیں جسکی قوم کو ضرورت ہے۔ بڑوں کی عزت، رفقاء کے ساتھ رفق و نرمی چھوٹوں پر شفقت و مہربانی کرنا آپ کی خو ہے یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ میں مقبول اور محبت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے وسیلہ سلطان الشہداء کے صدقے دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے، آپ کی خدمات دینی کو قبول فرمائے، عمر و علم و عمل میں برکتیں نازل فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سید ابو [illegible]

خادم جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم

چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۶ فروری ۲۰۱۰ء

بروز جمعہ مبارکہ

تأثر

حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب قبلہ شریف القادری

ناظم اعلیٰ بڑی تکیہ بھرائچ شریف

عزیز گرامی جناب مولانا محمد علی مسعودی سلمہٗ ہمارے جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ کے ان باصلاحیت ذی استعداد باشعور فرزندوں میں سے ہیں جن پر ہمیں اور جامعہ کو ناز ہے۔ انہوں نے انوار مسعودی تالیف کر کے جامعہ کا سر فخر سے اونچا کر دیا۔ ان کے اس زریں کارنامہ پر ہمیں دلی مسرت اور بے پناہ خوشی ہو رہی ہے۔ عزیز موصوف کے اندر طالب علمی کے زمانہ سے ذہانت و فطانت کے آثار نمایاں تھے۔

بالائے سرش ز ہوش مندی　　　می تاخت ستارۂ بلندی

یہی وجہ تھی کے انکی تعلیم و تربیت پہ میری خاص توجہ رہتی تقریری اور تبلیغی دوروں میں اکثر انھیں ساتھ رکھتا حسب موقع تقریر کیلئے کھڑا کر دیتا تو بڑی بیباکی اور جرأت کے ساتھ بولتے۔ کبھی مذاہب باطلہ کے رد و ابطال میں جلسے ہوتے مخالفین کی گھیرا بندی ہوتی مناظرانہ چیلنجوں کا سامنا ہوتا پھر بھی ہراساں نہ ہوتے۔ اور اپنی لیاقت کے اعتبار سے عقائد باطلہ کا رد کرتے اور معترضین کے اعتراضات کا معقول علمی جواب دیتے۔ جامعہ غازیہ سید العلوم سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد میں داخلہ لیا۔ وہاں سے فراغت کے بعد متعدد اہم درسگاہوں میں درس و تدریس کی خدمت پر معمور ہوئے تو طلبہ اور انتظامیہ کو اپنی علمی صلاحیت سے حد درجہ متاثر کیا۔ اپنی حسن کارکردگی اور حسن اخلاق کی بدولت عوام میں بھی مقبول ہوئے۔ اور اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو بخیر و خوبی انجام دے کر ایک اچھی مثال قائم کی۔

اس وقت عزیز موصوم سرکاری اسکول میں معلّمی کے فرائض انجام دے رہے ہیں لیکن اپنی عالمانہ ذمہ داریوں سے غافل نہیں۔ آسام روڈ رسیا موڑ بہرائچ میں دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ قائم کیا جو بحسن و خوبی چل رہا ہے۔ جسکی جنوری ۲۰۰۰ء میں عالیہ تک سرکاری مانیتا بھی مل چکی ہے۔ اپنی کوشش اور تحریک سے کئی مسجدوں کی بنیاد رکھی جو تعمیری مرحلوں سے گزر کر پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے اور ان میں باقائدہ جمعہ اور پنج وقت نمازیں ہو رہی ہیں۔ ان دینی و ملی خدمات کے بنیاد پر عزیز موصوف قابل صد ستائش اور لائق مبارکباد ہیں۔

دعا ہے کی مولیٰ تعالیٰ عزیز موصوف کو صحت و سلامتی سے رکھے اور زیادہ سے زیادہ دینی و علمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

محمد عمر

تأثر

استاذ القراء فخر المدرسین حضرت قاری **نفیس احمد خاں** صاحب

مہتمم جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبه الکریم

سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح کے تعلق سے کتاب ''انوار مسعودی'' کا ناچیز نے از اول تا آخر مطالعہ کیا، کتاب کا اسلوب بیان نہایت عمدہ اور پرکشش ہے۔ حضرت مصنف علامہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب نے حضرت سرکار غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے تعلق سے جو کچھ بھی لکھا ہے اسے بے پناہ عرق ریزی، محنت وجانفشانی اور تحقیق وجستجو کے بعد لکھا ہے۔ بلا شبہ یہ کتاب سوانح کے تعلق سے ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے جس کیلئے مولانا موصوف لائق صد تحسین ومبارکباد ہیں۔

دعا ہے کہ رب کریم اس کتاب کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل مقبول خاص وعام فرمائے اور مصنف کو مزید تصنیف وتالیف کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقط

نفیس احمد خاں قادری
خادم جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم
چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

کلماتِ تحسین

رئیس المدرسین عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا **محمد بخش اللہ** صاحب قبلہ
استاذ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی فیض آباد یوپی (الہند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده نصلی و نسلم علیٰ حبیبه الکریم

تذکرہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کتاب "انوار مسعودی" کی کمپوز شدہ کاپی بدست حضرت مولانا سید محمد غوث رزاقی روناہوی موصول ہوئی، کتاب کا اکثر حصہ پڑھا لائق تحسین ہے اور مبارکباد کے مستحق ہیں حضرت مولانا محمد علی مسعودی صاحب جو ہمارے جامعہ کے فارغین میں سے ہیں، موصوف نے کتاب انوار مسعودی کو مرتب کر کے ایک عظیم کام انجام دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور کتاب انوار مسعودی کے انوار و فیوض سے عوام و خواص کے قلوب کو منور فرمائے۔

فقط

محمد بخش

الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی فیض آباد یوپی الہند

تأثر

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ **مفتی محمد صدیق حسن** قادری صاحب قبلہ
نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ، بہرائچ
بانی وسربراہ: المرکز الاسلامی دار الفکر درگاہ روڈ، بہرائچ شریف

لك الحمد يا الله والصلوة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

اما بعد: زیر نظر کتاب ''انوار مسعودی'' عزیز گرامی لائق احترام حضرت علامہ مولانا محمد علی مسعودی حفظ اللہ تعالیٰ کی ایک زرّیں تحقیقی کاوش ہے جس سے حضرت سیّدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی عہد ساز شخصیت کے کچھ نئے گوشے اور حیرت انگیز پہلو سامنے آئے ہیں چونکہ حضرت سیّدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی بہرائچ شریف میں مدّت اقامت صرف دس مہینے اور کچھ ایام تاریخ سے ثابت ہے جب کہ پوری حیات طیبہ ۱۸ر سال ۱۱ر ماہ ہے اب ظاہر ہے کہ اس مختصر سی مدّت میں حضرت سیّدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے تعلق سے بہت زیادہ یا معتد بہ مواد کی امّید نہیں کی جاسکتی تاہم کتاب کے مصنّف قابل صد تحسین ہیں کہ انھوں نے صدیوں کی بکھری ہوئی تاریخ کے اوراق سے حضرت سیّدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی دینی، تبلیغی اور روحانی کارناموں کے مواد کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے اور جس طرح آزاد ہندوستان میں ہر شخص کو آزادی رائے کا حق حاصل ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر قاری اس کی تحقیق سے اتفاق ہی کر لے بعینہ بلا شبہ حضرت مصنّف اپنی تحقیق و جستجو اور جدّ و جہد کے

لئے لائق تحسین وقابل مبارک باد ہیں اگر چہ کتاب کے مندرجات میں بعض امور اب بھی تحقیق طلب ہیں جن سے اختلاف رائے کی راہ کھلتی ہے لہٰذا اگر کسی اور محقق و صاحب بصیرت کو مصنف موصوف کی تحریر سے اختلاف ہو تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی فقیر دعا گو ہے کہ مصنف محترم کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور خیالات میں مزید پختگی عطا فرمائے اور صحت وسلامتی کے ساتھ یوں ہی دین کی خدمت لیتا رہے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابنہ الکریم سیّدنا غوث رضی اللہ عنہ۔

دعاگو

الفقیر محمد [illegible] حسن قادری

نائب شیخ الحدیث جامعہ [illegible]

[illegible]

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

تقریظ جمیل

ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا **امتیاز احمد** صاحب قبلہ مصباحی مدظلہ العالی
پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف یوپی الہند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محب گرامی حضرت مولانا محمد علی مسعودی صاحب ایک نہایت ہی متحرک، فعال شخصیت کے مالک، گونا گوں خوبیوں، صلاحیتوں کے جامع اور ممتاز اوصاف کے حامل ہیں۔ آپ کو حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے عشق کی حد تک محبت وعقیدت اور تعلق خاطر ہے آپ کا معمول ہے کہ روزانہ صبح وشام بارگاہ غازی علیہ الرحمہ میں فاتحہ خوانی کیلئے حاضری دیتے ہیں، آستانہ بوس ہو کر خوشبو وعطر کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

حضرت غازی علیہ الرحمہ سے سچی عقیدت ومحبت ہی نے مولانا موصوف کے اندر حضرت غازی علیہ الرحمہ کی داستان حیات بنام ''انوار مسعودی'' کی ترتیب وتالیف کی تحریک پیدا کی اور مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق کا حوصلہ بخشا۔

انوار مسعودی کی ترتیب اور دارالتحقیق کے قیام کیلئے کس قدر عرق ریزی، جگر کاوی سے کام لیا ہے اور انھیں کن جانگسل مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ یہ انھیں کا حوصلہ ہے جس کا بیان مشکل ہے۔ مآخذ ومصادر کی تلاش میں برسوں سرگرداں رہے۔ بہرائچ کا گوشہ گوشہ کھنگال ڈالا، مختلف لائبریریوں میں جا کر اپنے گوہر مقصود کی تلاش وجستجو کی

اپنی ہزار مصروفیتوں کے باوجود ایک جنونی کیفیت کے ساتھ حیدرآباد، علی گڑھ، ناگپور، دلی، کچھوچھہ شریف، بریلی شریف ولکھنؤ کا سفر کرکے نادر ونایاب تواریخی کتب قلمی نسخے زیراکس کاپیاں حاصل کیں مختلف اضلاع کے گزیٹیر بھی فراہم کئے، ملک کی اہم علمی شخصیتوں سے استفادہ کی غرض سے رابطے کئے۔ اور صعوبتیں برداشت کیں تب کہیں جاکر یہ تاریخی گلدستہ آپ کے ہاتھوں تک پہونچا ہے۔

مولانا مسعودی کو اعتراف ہے کہ تحقیق کا جو معیار ہے اس حد کو ہم نہیں پہنچ سکے، ہمارا موضوع ابھی تشنہ تحقیق ہے، عجلت پسند احباب کی فرمائشوں سے مجبور ہوکر سردست جو کام ہوا اسے منظر عام پر لایا گیا، حالانکہ مآخذ کی بہت سی کتابیں حاصل ہوچکی ہیں مگر ان سے استفادہ کی مہلت نہ مل سکی۔ حالات ساز گار رہے تو انشاء اللہ دوسرے مرحلہ میں تلافی مافات کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ درحقیقت بارگاہ غازی علیہ الرحمہ میں مولانا مسعودی کا یہ نذرانہ عقیدت باعث سعادت وافتخار ہے۔ کاش حضرت غازی علیہ الرحمہ اسے قبول فرمالیں تو مولانا مسعودی کی مراد برآتی

ضو سے اس خورشید کی اختر میرا تابندہ ہے
چاندنی جس کے غبار راہ سے شرمندہ ہے

گدائے غازی

[signature]

خادم الطلبہ جامعہ غازیہ سید العلوم
بڑی تکیہ بہرائچ شریف

تأثر

عمدۃ الخطباء حضرت علامہ مولانا

محمد مصعب خاں صاحب قبلہ

پرنسپل جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پورہ بہرائچ شریف

سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ہندوستان میں مبلغین اسلام کے مقدمۃ الجیش بنکر تشریف لائے اور اپنے مجاہدانہ کردار وعمل سے ظلمت کدۂ ہند میں اسلام وایمان کا اُجالا پھیلایا اور ظالم وجابر راجہ ومہاراجہ کے پنجۂ استبداد سے مظلوم انسانوں کو چھڑا کر امن وآشتی کا پیغام عام کیا۔

حضرت غازی علیہ الرحمہ شجاعت وبسالت کے شہسوار اور روحانیت ولایت کے تاجدار تھے یہی وجہ ہے کہ فقراء کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے سلاطین وقت بھی اس بارگاہ میں آکر جبیں سائی کرتے رہے ہیں اور آج بھی بلا تفریق مذہب وملت آپ کے عظیم آستانہ پر حاضر ہو کر عقیدت ومحبت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کا آستانہ اتحاد واتفاق اور قومی یکجہتی کی ایک زندہ یادگار ہے۔

اس عظیم مجاہد کی سیرت وسوانح مجاہدانہ کارناموں اور کرامتوں پر مشتمل کتاب "انوار مسعودی" ہے جس کے مؤلف حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی مسعودی صاحب ہیں جو بے حد داد وتحسین کے قابل ہیں۔ میرے لئے مسرت کی بات یہ ہے کہ مولانا موصوف جامعہ غازیہ فیض العلوم کے شعبۂ عالیہ کے مایہ ناز مدرس رہ چکے ہیں۔ تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ تدریس میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں، درس نظامیہ کی ساری

کتابیں پڑھانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں مشکل سے مشکل کتاب کے سبق میں طلباء انکی درسگاہ سے مطمئن ہوکر اٹھتے۔ طلباء، مدرسین واراکین انہیں ہمیشہ عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھتے۔ میں نے مولانا موصوف کی زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا ہے، اعلیٰ کردار اور حسن اخلاق کے مالک بڑے ہی بیدار مغز اور سیاسی بصیرت کے بھی حامل ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انھیں حوادث زمانہ سے محفوظ ومامون رکھے۔ اور مزید تصنیف وتالیف کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

[illegible] حال پرنسپل جامعہ عربیہ فیض العلوم گھوسی [illegible]

تأثر

حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد منصور رضا** صاحب قبلہ، ناگپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لِلّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین ۃ

۱۸؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو جامعہ برکاتِ رضا نوری، آسی نگر ٹیکہ ناگپور مہاراشٹرا میں اسوقت خوشی ومسرّت کی لہر دوڑ گئی جب جناب سیدّ اشفاق حسین صاحب عرف لڈّو بھائی کا بھالدار پورہ ناگپور سے اچانک فون آیا کہ حضرت العلام مولینا الفخام صوفی باصفا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ دام ظلہ النورانی نے جامعہ برکاتِ رضا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازنے کا ارادہ فرمایا ہے اور بہت جلد مدرسہ میں تشریف لانے والے ہیں۔ یہ بارہ بجے دن کا وقت تھا، درسگاہوں میں تعلیم جاری تھی، اطلاع پاکر میں نے مدرّسین اور طلبہ کو آگاہ کیا اور قلیل انتظار کے بعد اپنے رفقاء سمیت حضرت جامعہ میں تشریف لے آئے۔ جس میں بالخصوص حضرت مولینا محمد رفیق عالم صاحب امام وخطیب چھوٹی مسجد بھالدا پورہ ناگپور ساتھ میں تھے۔

جامعہ کے اساتذہ میں حضرت مولینا حافظ وقاری محمد کمال الدین صاحب حضرت مولینا قاری غلام مصطفیٰ صاحب اور حضرت مولینا نیاز احمد صاحب تشریف فرما تھے، جامعہ برکات رضا نوری کے اساتذہ وطلبہ نے حضرت کا پوری گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور حضرت نے بھی جامعہ کے اساتذہ وطلبہ کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار فرمایا اور طلبہ کو خوب پند ونصیحت سے نوازا، حضرت العلام نے جو سب سے اہم چیز کی

زیارت کرائی وہ انوار مسعودی کا مبیضہ غیر مطبوعہ نسخہ تھا، ہر دور میں اولیاء کرام وصوفیاء عظام نے اپنے تبلیغ و جہاد کے ذریعہ ہندو بیرون ہند اسلام کی اشاعت فرمائی، انہیں میں حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی ذات والا ستودہ صفات ہے کہ آپ نے کم تعداد جاں نثار رفقاء کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مقامات پر تبلیغ و جہاد کے ذریعہ پرچم اسلام کو بلندی بخشی ہے اور مقام بہرائچ میں جام شہادت نوش فرما کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہوگئے۔ ع

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

اس کتاب انوارِ مسعودی میں حضرت سیّدنا سالار مسعودِ غازی علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات پاک کے حالات اور آپ کے کارناموں کو حقائق کی روشنی میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اس تاریخی وعلمی شاہکار کی تالیف و ترتیب میں جن حضرات نے کامیاب کوشش و بھرپور کاوش کی ہے وہ ہیں حضرت علاّمہ مولانا امتیاز احمد صاحب اعظمی پرنسپل جامعہ غازیہ سیّد العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف اور حضرت علاّمہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب بانی و مہتمم الثقافۃ المسعودیہ رسیا موڑ بہرائچ شریف۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین وببرکت اٰلہ الطاہرین و
صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ اجمعین ہ

محمد منصور رضوی الصمدی غفرلہ
بانی و مہتمم جامعہ برکات رضا نوری
ترسی نگر ناگپور ۲۵ محرم ۱۴۲۳ھ

تأثر

حضرت علامہ ومولانا **عبدالسمیع صدیقی** صاحب قبلہ
شیخ الادب جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف

نحمدہٗ نصلی و نسلم علی حبیبہ کریم

امابعد! سرزمین ہند اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے ہمیشہ اہل عالم کی توجہ کا مرکز رہی ہے اوراس کی طرف لوگوں کی نظر التفات اٹھتی رہی ہے اور آج بھی کرہ ارض پر ہندوستان کی اپنی ایک اہمیت ہے لیکن ہر ایک نے اس کے سبزہ زاروں اور مرغزاروں پر نظر ڈالی تو کچھ لینے کے لئے لیکن مرد حق آگاہ سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی نے ہندوستان کے چمن زار پر نظر ڈالی تو کچھ لینے کے لئے نہیں بلکہ دینے کے لئے یہاں کی تیرگی کافور کرنے کے لئے باشندگان ملک کے دلوں میں ایمان کی جوت جگانے کے لئے اوراس حقیقت کی عملی شہادت دینے کے لئے۔

مری زندگی کا مقصد ترے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مجاہد میں اسی لئے نمازی

حالانکہ آپ کا تعلق ایک ایسے کنبہ سے تھا کہ اگر آپ چاہتے تو زندگی کے شب و روز پھولوں کی سیج پر گزارتے اور زندگی کی بہاروں سے دل بہلاتے لیکن آپ نے فانی زندگی پر باقی زندگی کو ترجیح دی اور دین حق کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ دیا اور دنیا کو درس دیا کہ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

سلطان محمود غزنوی نے اپنے نیک نہاد اور چہیتے بھانجے کا انہماک فی الدین رجوع الی اللہ دیکھا تو اس کو خدا کے حوالہ کر دیا اور دین کی راہ کا رہرو بنا دیا اور آپ اپنے

مشن پر نکلے تو اس کا حق ادا کر دیا ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل کر جس طرح آپ نے بلا خوف و خطر دین حق کا ڈنکا بجایا اور شمع اسلام روشن کی وہ آپ ہی کا حق تھا۔

پانچویں صدی ہجری مسلمانوں کے انحطاط کا نقطہ آغاز ہے مسلمانوں پر ایمان کی گرفت کافی حد تک ڈھیلی پڑ چکی تھی اور عالم اسلام اپنی سطوت کھو چکا تھا خال خال ہی ایسے عالی ظرف حوصلہ مند دین کے نشہ سے سرشار افراد نظر آتے ہیں جنکے دل میں خدا پرستی کا جذبہ اور دین کی راہ میں مر مٹنے کا سودا سمایا رہا ہو لیکن اس زوال آمادہ انحطاط پزیر دور استادہ خیز میں بھی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ والرضوان قرن اول کے مسلمانوں کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں اور زندگی کی ایک ایک سانس ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بأن لهم الجنة کا نمونہ دکھائی دیتی ہے۔

کتنے حیرت کی بات ہے کہ ایسے نابغۂ روزگار شخص کو تاریخ نے نظر انداز کر دیا اور آج دنیا کو ان کی زندگی کا آئینہ دکھانے کیلئے باقاعدہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اسی احساس نے محب محترم دیوانۂ غازی فاضل جلیل حضرت علامہ محمد علی مسعودی بانی و سربراہ اعلیٰ الثقافۃ المسعودیہ رسیا موڑ ضلع بہرائچ (یوپی) کو کثرت کار و ہجوم افکار کے باوجود ابھارا کہ وہ اس درویش خدا مست کی زندگانی سے کسی حد تک دنیا والوں کو روشناس کرائیں اور اس خلاء کو پر کر کے سارے مسلمانان بہرائچ کی کوتاہ اندیشی کا کفارہ ادا کریں۔ اس جانگسل کام کے لئے انھوں نے نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانی، کیسے کیسے دھکے کھائے ان کا دل ہی جانتا ہوگا، ہماری دعا ہے کہ بارگاہ غازی میں ان کا یہ حقیر نذرانہ قبول ہو جائے اور سرکار غازی اپنی چلمن سے پردہ ہٹا کر ان کی اس تگ و تاز کو دیکھ لیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہرائچ (یوپی)

تأثر

خطیب البراہین حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ

مفتی **محمد شمیم عالم** صاحب قبلہ حبیبی

ناظم دار الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ
وصحبہ اجمعین

محب گرامی حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد علی مسعودی صاحب بظاہر دیکھنے میں معمولی قدوقامت کے انسان ہیں مگر عزم وارادے کا کوہ گران ان کا یہ خاص وصف ہے کہ کسی بھی کام کو مشکل جان کر کوتاہ ہمتی کا شکار نہیں ہوتے بلکہ مشکل سے مشکل کام کو کرگزرنے کا اپنے اندر حوصلہ وہمت رکھتے ہیں زیر نظر کتاب ''انوار مسعودی'' اسی مرد آہن کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

انوار مسعودی گوناگوں خوبیوں کا حامل ہونے کی وجہ سے عوام وخواص میں اس قدر مقبول ہوئی کہ بار اول کی مطبوعات ختم ہوتے ہی ارادتمندوں کے روز افزوں تقاضوں نے مولانا مسعودی کو دوسرے ایڈیشن پر مجبور کردیا امید ہے کہ ایسے ہی بار بار انوار مسعودی کو طباعت کے مرحلوں سے گذرنا پڑیگا۔

بلا شبہ حیات سلطان الشہداء فی الہند سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تالیف وتصنیف کا کام حوصلہ شکن تھا اس لئے کہ اس عنوان پر مبسوط کوئی ایسا ماخذ

نہ تھا کہ جس کے تناظر میں یہ کام انجام دیا جا سکے، حضور سلطان الشہداء فی الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبۂ شہادت سے سرشار ہو کر اعلاء کلمۂ حق کیلئے جس وقت غزنی سے جہاد و تبلیغ اسلام کرتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے اس وقت یہاں اسلام کا اجالا نہ تھا بلکہ ہر چہار جانب کفر و طغیان کی مہیب تاریکی تھی ارادتمندوں کی بھیڑ بھاڑ نہیں تھی بلکہ جان و ایمان کے دشمن کفار و مشرکین کا غلبہ تھا ایسے نامساعد ماحول میں سیدنا سالار مسعود غازی قدس سرہ العزیز کی حیات و خدمات پر باضابطہ کام ہوتا یہ کہاں ممکن تھا پھر جب غازی پاک و مجاہدین اسلام کی شہادت و قربانیوں اور بزرگوں کی تبلیغ وارشاد سے اس سرزمین کفر و طغیان پر اسلام کی سفیدئ سحر نمودار ہوئی تو بتقاضائے مشیت الٰہی اہل عقیدت نے حضور غازی پاک قدس سرہ کے حالات زندگی و کارناموں کو جیسے جیسے ملتا گیا کتب سیر و تاریخ میں نقل کرنے کی سعادت حاصل کی اس طرح کتب تاریخ ماضی کے اوراق میں آپ کے کارنامے اور حالات زندگی تھوڑا تھوڑا بکھرے ہوئے ہیں۔

اہل عقیدت کی دیرینہ تمنا تھی کہ اسلام کے اس بطل جلیل سرفروشان اسلام کے قافلے کا سالار اعظم عابد شب زندہ دار کہ بعد شہادت جس کے آستانہ سے فیض و عرفان کا ایسا چشمہ رواں ہے کہ بلا تفریق مذہب و ملت ہزاروں فیضیاب ہو رہے ہیں اور تا صبح قیامت ہوتے رہیں گے، انکی حیات و خدمات اور کارناموں پر کوئی جامع اور مبسوط کتاب ہوتی، مگر مذکورہ بالا تناظر میں اس عنوان پر قلم اٹھانا کتنا مشکل تھا اہل قلم اور ارباب عقل و دانش پر مخفی نہیں۔

قابل مبارکباد ہیں حضرت علامہ مسعودی صاحب کہ سلطان الشہداء فی

الہند کی محبت میں سرشار ہو کر نصرت خداوندی پر توکل کر کے عزم مصمم کرلیا کہ ہمیں بہر حال یہ کام انجام دینا ہے، پھر کیا تھا اس موضوع پر ماخذ و مواد کی تلاش و جستجو میں خطیر رقم صرف کر کے ہندوستان کی مختلف لائبریریوں کا سفر کیا اور مطلوبہ عنوان پر مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں ومخطوطات اصل یا زیروکس جو بھی دستیاب ہوتا گیا فراہم کرتے گئے ، پھر مکمل عرق ریزی کے ساتھ مؤرخین کے اقوال کو نقد نظر کے پیمانہ پر پرکھ کر اقوال راجحہ پر اعتماد کرتے ہوئے حوالوں سے آراستہ کر کے حیات وخدمات مسعود کا حسین گلدستہ مرتب کیا جو انوار مسعودی کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے بلاشبہ مولانا مسعودی نے ارادتمندوں پر بڑا اکرم فرمایا کہ حیات سلطان الشہداء بچپن سے شہادت تک کے کارناموں پر مشتمل ایک مستند اور مبسوط کتاب مرتب فرما کر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضرت علامہ مسعودی اپنی جماعت کے فعال ومتحرک اور باصلاحیت عالم دین ہیں اور کام کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں مختلف موضوعات پر تحقیقی کام کیلئے آپ نے ایک تحقیقی ادارہ بنام مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق بھی قائم کیا ہے اور تحقیقی کام کیلئے خطیر سرمایہ خرچ کر کے لاکھوں روپے کی کتابیں مختلف موضوعات پر اب تک فراہم کرچکے ہیں اور فراہمی کتب کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے ۔اس تحقیقی ادارہ کے تحت مختلف موضوعات پر کام جاری ہے۔

مولانا مسعودی کی اب تک متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر داد وتحسین حاصل کرچکی ہیں اور کئی کتابیں زیر طبع وزیر ترتیب ہیں جو عنقریب قارئین کے ہاتھوں میں ہوں گی

طالبان علوم نبویہ کیلئے دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ آسام روڈ آپ کا قائم کردہ ایک مشہور ادارہ ہے جس کا شمار بہرائچ شریف کے اچھے اداروں میں ہے۔ حال ہی میں آپ نے اپنے مکان سے جانب مغرب ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کرائی ہے جس کا نام مسجد مسعودیہ رضویہ تجویز کیا ہے، وہیں پر حضرت محبت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے انہیں کی طرف منسوب کر کے آپ نے اس نئی آبادی کا نام محبت نگر رکھا ہے اور وہاں آپ نے کافی زمین حاصل کر لی ہے جس پر مختلف منصوبوں کو معرض وجود میں لانے کا ارادہ ہے، خانقاہ قادریہ مکتب غوثیہ، لنگر مسعودیہ غریب نواز وغیرہ اس کیلئے روز و شب مصروف ہیں، مولائے کریم سے دعا ہے ارادۂ نیک کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر محمد تسلیم عالم قادری حبیبی عفی عنہ
خادم درس و افتاء دار العلوم جامعہ نوریہ منظر مسعود العلوم
چھوٹی تکیہ [illegible] بہرائچ شریف
یکم جمادی الاولیٰ [illegible]ھ

تأثر

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد معین الدین صاحب قبلہ قادری

بانی و مہتمم دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف

نحمدہٗ نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم اما بعد!

ہندوستان کی سرزمین پر بالعموم و بہرائچ کی دھرتی پر بالخصوص آباد لوگوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ ماؤں کی ممتا چیخ پڑی تھی، ظلم و ستم اور بربریت کا بازار گرم تھا جبر و استبداد کی چکیوں کے پاٹ میں پستے ہوئے مظلوم و مجبور اور مجروح لوگ کراہ رہے تھے، انسانیت سسک سسک کر اپنا دم توڑ رہی تھی کوئی کسی کا حامی و مددگار نہ تھا اللہ کے بندوں کو ضرورت تھی ایک ایسے محسن کی جو اپنی مجاہدانہ شان کے ساتھ آئے اور ان ظالم و جابر کلائیوں اور پنجوں کو توڑ کر رکھ دے، جنھوں نے غریبوں اور بے سہارا لوگوں کے اوپر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے، چنانچہ ایسے پرفتن ماحول میں صحرائے ہند کی سنگلاخ نشیب و فراز وادی میں اجمیر کی دھرتی پر ۴۰۵ھ میں حضرت علی شیر خدا کے لخت جگر سلطان محمود غزنوی کے بھانجے کی شکل میں سالار شاہو کے گھر حضرت بی بی ستر معلیٰ کی گود میں سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سن بلوغیت سے پہلے ہی اپنی قابلیت و بزرگی، ہمت اور طاقت کا لوہا منوا لیا تھا، سالار شاہو کے فرزند ارجمند نے اپنے رفقاء کے ساتھ سرزمین ہند کے مختلف مقامات پر پہونچ کر لوگوں میں امن و سلامتی، اخوت و مساوات کا پیغام دیتے ہوئے رشد و ہدایت، حق و صداقت کے چراغ کو روشن کیا اور سیکڑوں مقامات پر اسلام کے پرچم کو خوش اسلوبی کے ساتھ لہراتے اور نصب کرتے ہوئے بہرائچ کی سرزمین پر پہونچے اور یہاں پر پہلے سے ہی ظلم و جبر کے پیکر بنے ظالم و

جابر راجاؤں مہاراجاؤں کو دین اسلام کی دعوت کے ساتھ ساتھ امن وشانتی کا پیغام دیا اور ان کے ظالم پنجوں سے مظلوم ومجبور لوگوں کو رہائی اور چھٹکارا دلانا چاہا تو وہ برسرِ پیکار ہو گئے۔ بالآخر مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مجبور ہو کر ان کے حملوں کی مدافعت کے لئے اپنے جاں نثاروں کے ساتھ میدان کارزار میں آگے آنا پڑا آخرکار غریبوں، فقیروں، مظلوموں اور مجبوروں کے حقوق کی خاطر اور مذہب اسلام کی سربلندی کے لئے لڑائی لڑنے والے ظالم وجابر اور طاقتور پنجوں سے نبرد آزما ہونے والے مردِ حق نے ۱۴/رجب ۴۲۴ھ کو بعد نماز عصر اپنی جان جان آفریں کو سپرد کر کے حیات جاودانی حاصل کر لی۔

ایسی باکمال شخصیت پر جب ہم تاریخی دنیا میں جاتے ہیں تو بڑی مایوسی نظر آتی ہے جستہ جستہ کچھ مواد ملتا ہے لیکن یکجا طور پر کچھ نہیں ملتا، ہاں اگر کچھ کتابی شکل میں ملتا ہے تو وہ صوفی عبدالرحمٰن چشتی متوفی ۱۰۹۴ھ کی کتاب مرأۃ مسعودی جواب تک مخطوطہ شکل میں تھی، جس کا تذکرہ نگاروں نے صرف نام ذکر کیا ہے کسی نے بھی اسکی اصل عبارت پیش نہیں کی اور اگر پیش بھی کی ہو تو میری نظر سے نہیں گذری، مرأۃ مسعودی پر کچھ لوگوں نے صرف تنقیدی نظر سے کام لیا ہے مثلاً صاحب ”سوانح سید سالار مسعود غازی“ نے بہت ہی تحقیق وجستجو سے کام لیا ہے، مرأۃ مسعودی کے قلمی نسخوں کے متعلق کیا لکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہم کو اس کتاب کے چھ نسخے ملے، ایک نسخہ سپہ سالار موصوف کی درگاہ کے کتب خانہ میں، یہ نسخہ صاف مگر غلط لکھا ہوا تھا اور حال میں میاں رجب کو توال کی درگاہ واقعہ ہٹیلہ متصل بہرائچ کے خدام کے نسخہ کی نقل تھا۔ دوسرا نسخہ درگاہ ہٹیلہ کے خدام سے ملا، ان دونوں نسخوں میں بہت تحریفات ہیں اور غالباً ان تحریفی اور زائد عبارتوں کا منشا یہ تھا کہ میاں رجب کو توال کو جو عام طور سے رجب سالار کے نام سے مشہور ہیں سپہ سالار مسعود غازی کا رشتہ دار ثابت کیا جائے۔ تیسرا نسخہ ہم کو خان بہادر سید اولاد حسین صاحب تعلقہ دار بہرائچ کے کتاب خانہ سے ملا، یہ صاف اور صحیح لکھا ہوا ہے۔ یہ ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء یعنی آج سے سو سال قبل نقل کیا گیا تھا۔ چوتھا نسخہ شیخ سردار علی صاحب خادم درگاہ سپہ سالار مسعود غازی کے پاس ملا۔ اس کے کچھ اوراق ضائع ہو گئے ہیں اور اگرچہ خط اس کا اچھا

نہیں ہے مگر عبارت صحیح ہے۔ کاغذ اور روشنائی کے اعتبار سے ایک عرصہ کا نقل کیا ہوا ہے اور عبارت میں خان بہادر سید اولاد حسین صاحب کے نسخے سے ملتا ہے۔ پانچواں نسخہ ہم کو مولوی محمد سلیمان صاحب رئیس بدایوں کے پاس ملا۔ یہ بہت صاف نہیں ہے اور اس میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں ہیں، چھٹا نسخہ ہم کو مسلم یونیورسٹی کے مشرقی کتب خانہ میں مولانا احسان اللہ عباسی گورکھپوری کے ذخیرہ میں ملا۔ یہ بھی کچھ بہت صاف لکھا ہوا نہیں ہے۔ ان سب نسخوں میں سب سے اچھا خان بہادر سید اولاد حسین صاحب والا نسخہ ہے اور اسی سے ایک نقل لے کر اور مقابلہ کرا کے ہم نے درگاہ سپہ سالار موصوف کی لائبریری میں رکھ دیا ہے۔ سوانح سید سالار مسعود غازی صفحہ ۱۴

"صاحب سوانح سید سالار مسعود غازی" کی اس تحقیق و تنقید سے عوام سید سالار مسعود غازی کی شخصیت سے کتنی متعارف ہوتی ہے اور کس طرح کے نقوش ذہن و فکر میں ابھرتے ہیں اس کے بارے میں تاریخ مسعودی کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

عباس خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر بہرائچ و سابق پریسڈنٹ درگاہ کمیٹی کی حیات مسعودی ایک ایسی کتاب ہے جس میں تحقیقی و تنقیدی شان بدرجہ اتم موجود ہے اور اس محنت و تلاش جمع و ترتیب کے لئے آپ قابل داد بھی ہیں۔ لیکن تحریری نقطہ نظر کی خرابی جانب دارانہ تنقید و استدراک کے باوجود ایسے غلط نتیجہ پر پہنچاتی ہے جو قصہ خوانی کے اسلوب سے زیادہ خطرناک ہے۔ تاریخ مسعودی صفحہ ۹

ان مذکورہ تذکرہ نگاروں کے تناظر میں جب ہم انوار مسعودی کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بہت سی خوبیاں پاتے ہیں مرأۃ مسعودی کا اصل متن بھی مع ترجمہ شامل کتاب ہے۔ صاحب مرأۃ مسعودی نے جن کتابوں کو مآخذ بنایا ہے براہ راست ان کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً روضۃ الصفا، نفحات الانس، منتخب التواریخ وغیرہ۔ مولانا موصوف نے ڈاکٹر ناظم صدیقی، ڈاکٹر فوہرر اور ایلیٹ صاحب جیسے لوگوں کے نظریات پر گفتگو کی ہے اس سے کتاب کی اہمیت و افادیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی مسعودی

ایک نہایت ہی باکمال ہستی کا نام ہے آپ نے دین کی خدمت اور علوم دینیہ کو عام کرنے کی غرض سے دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ قائم کیا اور نزد عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ میں ایک ادارہ تصنیف وتالیف بنام مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق قائم کیا جس میں نادرونایاب کتب قلمی نسخے اور مخطوطے جمع کررکھا ہے۔ان کی مدبرانہ صلاحیت اوردینی حمیت کودیکھتے ہوئے قوم نے انہیں شمالی ہند کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ خسیاری مسجد سالارگنج، بہرائچ شریف کا منیجر منتخب کیا جس سے مولانا کی پروقار شخصیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

لیکن میری نگاہ میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ انوار مسعودی کی تالیف ہے۔فقیر نے اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا بعدہٗ اس نتیجہ پر پہنچا کہ درحقیقت مولانا مسعودی نے تحقیق وتالیف کا حق ادا کرتے ہوئے ناظر وقارئین کے سامنے حیات غازی پر ایک تاریخی دستاویز پیش کر کے ایک نہایت ہی اہم اور نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔انوار مسعودی تحقیق وتدقیق اور تاریخی معلومات کا ایک انمول خزینہ ہے۔یوں تو انوار مسعودی سے پہلے سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح پر متعدد کتابیں منظر عام پر آئیں ان میں اکثر کتابیں ایسی بھی ہیں جن کا تاریخی حقائق سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔مگر مسعود ملت نے جو تحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔یقیناً مولانا موصوف لائق صد ہزار تحسین اور قابل مبارکباد ہیں۔یہ عظیم کارنامہ رہتی دنیا تک انکی یادگار رہے گی۔

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم

[illegible]

سگ درگاہ کوچۂ مسعود غازی محمد [illegible] رضوی بانی ومہتمم دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ

خسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف۔یو۔پی

تأثر

حضرت علامہ مولانا **ضمیر احمد** صاحب قبلہ لطیفی

صدر المدرسین جامعہ غوثیہ اسرار العلوم رسیا بازار ضلع بہرائچ شریف

نحمدہ و نصلی و علی رسولہ الکریم

اما بعد ! زیر نظر کتاب مسمّٰی انوار مسعودی اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے میں نے اس کتاب کا مطالعہ دل کی عمیق گہرائیوں سے کیا، مجھے بخوبی معلوم ہوا کہ سیدنا سرکار مسعود غازی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے اور اکثر علمائے کرام نے آپ کی شان میں کتابیں تصنیف کیا ہے لیکن جملہ کتابوں پر انوار مسعودی ایک ضخیم کتاب نظر آ رہی ہے ،انوار مسعودی کے مطالعہ سے جتنی معلومات سرکار غازی کی شان میں ہوئی اتنی معلومات دیگر کتابوں کے مطالعہ سے نہیں ہو پائی ہے۔ برادر گرامی حضرت علامہ ومولانا محمد علی مسعودی نے ایک ایسی ضخیم کتاب تصنیف فرمائی جس کی رہتی دنیا تک کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا ہے جس کی تصنیف وتالیف کیلئے آپ نے متعدد جگہوں سے بہت سی کتابیں جمع کر کے آپ نے ایک نادر المثال قائم کر دیا جو کہ منظر عام پر انوار مسعودی سرکار غازی کے فیضان سے مکمل ہوئی جس سے علمائے دین ومتعلمان دین استفادہ کر رہے ہیں آپ ایک نہایت ہی لاجواب عالم دین اچھے مدبر بے بدل مقرر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، دین واسلام کی بقا اور حفاظت کیلئے باہری علاقوں کا بھی اکثر آپ دورہ کیا کرتے ہیں۔ محقق عصر کی حیثیت کے حامل ہیں علاوہ ازیں شرافت نفسی، چلتے پھرتے مرقع ہیں، یوں تو تمام مقربان قدس سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں لیکن غازی دین وملت حضور سیدی سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت

ومحبت رکھتے ہیں، آپ کی فراغت اہلسنّت کی ممتاز درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ رونا ہی ضلع فیض آباد سے ۱۹۹۲ء میں ہوئی آپ اپنے ساتھیوں میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے علم فقہ سے آپ کو زیادہ دلچسپی تھی فراغت کے بعد مدرسہ رضویہ عرفان القرآن کمنہ پوروہ میں تدریسی خدمات انجام دیا اور بہت سے تشنگان علوم کو سیراب کیا، داخل نصاب کتاب مثلاً جلالین شریف، ملاحسن، ہدیہ سعدیہ، ہدایہ، مشکوٰۃ شریف، موطاامام محمد، کافیہ، قطبی، میر قطبی، ترمذی شریف، شرح جامی، ہدایت الحکمت وغیرہ جیسی اہم اور معتبر کتابوں کا درس دیا، اس کے بعد عظیم درس گاہ جامعہ غوثیہ اسرار العلوم رسیا بازار میں درس وتدریس کا کام کیا اور میرے ہمراہ نائب صدر مدرس کے عہدہ پر فائز تھے، آپ رسیا بازار میں (ردوہابیہ مشن) تنظیم بھی قائم کیا اس تنظیم سے علاقائی دورہ اکثر و بیشتر ہوتا رہا اور وہابیت اپنی جگہ خاموش نظر آتی رہی، ردوہابیہ مشن سے سنیت کو بہت فروغ ملا اور آج بھی مل رہا ہے اور آپ کی پہلی محنت اور کاوش کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے سب سے پہلے رسیا بازار جس ادارے کی بنیاد رکھی اس کا نام دارالعلوم غوثیہ گلشن غازی رکھا اسی وقت سے لیکر آج تک آپ فیضان غازی سے فیضیاب ہورہے ہیں اور آپ کا ادارہ الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ پر چل رہا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں اسے مقبول خاص وعام فرمائے اور مسعودی مشن کو قائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

العبد ابن حق
عبد الحد لطیف
پرنسپل جامعہ غوثیہ اسرار العلوم رسیا بازار ضلع امبیڈکر نگر
۱۱ ربیع الاولی ۱۴۲۳ھ

تأثر

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد وارث علی صاحب قبلہ

شیخ الحدیث دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف

نحمدهٗ نصلی علی رسوله الکریم۔ اما بعد

آج سے بہت پہلے یعنی ۲۱ رشعبان المعظم بروز یکشنبہ ۴۰۵ھ اجمیر معلٰی کی مقدس سرزمین پر سلطان محمود غزنوی کے جنرل حضرت سید سالار شاہو کے آنگن میں حضرت بی بی ستر معلٰی کی گود میں ایک نور چمکا اس کی ایک ہی کرن نے ظلمت کدۂ گیتی کو مطلع انوار بنا دیا۔ اس ہندگیر انقلابی آواز نے انسانیت اور حق و انصاف کی ایسی بنیادیں تعمیر کی جس میں سیاسی، اقتصادی معاشی اور اخلاقی آزادی تھی اس نور کو دنیا نے سالار اعظم حضرت مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانا و مانا سالار اعظم حق و صداقت اور توحید و رسالت کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دلی، میرٹھ، قنوج، ملیح آباد، سترکھ بارہ بنکی کو فتح فرماتے ہوئے فاتحانہ شان سے ۴۲۴ھ میں بہرائچ کی دھرتی پر قدم رکھا اور متعدد راجاؤں سے جبر و ظلم کے خلاف جہاد کرتے کرتے یکشنبہ ۱۴ ر رجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰ رجولائی ۱۰۳۳ء کو عصر و مغرب کے درمیان جام شہادت نوش فرمایا۔ اور اس اجمیری نور نے ہر منزل پر قدموں کے چند ایسے نشان چھوڑے۔ جن کو حوادث زمانہ کی طوفانی موجیں آج تک مٹا نہ سکیں۔ حقائق کی چٹانوں پر تاریخ کا یہ سر بفلک مینار آج بھی بہرائچ کی سرزمین سے اقوام ہند کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اور تربت غازی سے آواز آ رہی ہے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

یہ کتاب ”انوار مسعودی“ اسی جاں باز شہید اعظم حضرت سید سالار مسعود غازی کی زندہ جاوید کارناموں کی مفصل و مدلل تاریخ ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی رگ حمیت

بھڑک اٹھیگی اور آپ حق وصداقت کی راہوں پر دوبارہ گامزن ہو کر اپنا حال اور مستقبل بھی اتنا ہی شاندار بنالیں گے۔ جتنا آپ کا ماضی درخشاں ہے جس کو مسعود ملت حضرت علامہ محمد علی مسعودی نے برسہا برس کی محنت شاقہ سے مرتب فرمایا ہے۔ انوار مسعودی کے مواد کو یکجا فرمانے کے لئے کوئی وقت متعین نہ تھا۔ صبح کا نشاط انگیز اور سہانا وقت ہو کہ شام کے رنگین اور کیف آگیں لمحات سفر و حضر غنا و ثروت فقر و احتیاج صحت و توانائی مرض و بیماری شباب کہولت امروز فردا ہر ساعت ہر گھڑی حصول مقصد میں سرگرداں رہے۔

مسعود ملت کی تصنیف انوار مسعودی میں وہ شاہکار تحقیقی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ سالار اعظم مسعود غازی کے مقاصد و مآل تک قاری کو غیر محسوس طریقہ سے پہنچا دیا ہے۔

مسعود ملت بڑے ہی متحرک وفعال ذی استعداد عالم دین ہیں بڑے سے بڑا کارنامہ اور عظیم وجلیل خدمات انجام دینے کا حوصلہ، بلند خیالی، بالغ نظری، صحراؤں سے زیادہ کشادہ سمندروں سے زیادہ وسیع سینہ ولولہ انگیز عزائم سے لبریز دل رکھتے ہیں۔ اور شاید یہ اس مبارک و نسبتی لفظ کی برکت ہے جس کو مسعود ملت نے اپنے نام کا خاص جز بنا رکھا ہے یعنی مسعودی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے جہاد بالقلم کی توفیق عطا فرما کر مجاہد بالقلم ہونے کا اعجاز بخشا ہذا ما عندی۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم و بطفیل سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی وسیدنا سلطان الشہداء فی الہند سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہما مسعود ملت کو دارین کی خوشیوں سے نوازے اور انہیں دینی خدمات کا صلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے۔ اور صحت وتوانائی کیساتھ تادیر سلامت رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

محمد رضا۔ ولد مولوی [illegible] علی (مادر [illegible])
خادم درس دارالعلوم مسعودیہ [illegible] سالار گنج [illegible] بہرائچ شریف

تأثر

عمدۃ المدرسین حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری **صغیر احمد** صاحب قبلہ

استاذ جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پورہ بہرائچ شریف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! زیر نظر کتاب مسمیٰ (انوار مسعودی) اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کے نام سے ہی آپ کو اندازہ لگ گیا ہوگا کہ اس کتاب میں کس عظیم المرتبت اور عبقری شخصیت کو موضوع سخن بنایا گیا ہے، جبکہ ازیں قبل اس ستودہ صفات شخصیت کے بارے میں متعدد کتب ورسائل چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں، لیکن اس کتاب میں جس اسلوب وانداز کو اپنایا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ کتاب کو ترتیب دینے والا بھی گوناں گوں صفات جمیلہ کا حامل ہونے کی وجہ سے مابین العلماء متمیز و ممتاز ہے، مصنف نے مصروفیات بسیار کے باوجود انوار مسعودی میں افضل الشہداء فی الہند حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ والرضوان کے تعلق سے جو مفید معلومات اور حیات طیبہ پر مواد پیش کیا ہے وہ اور کتابوں میں ملنا ناممکن تو نہیں لیکن دشوار ضرور ہے، بہرحال اخی المحترم حضرت علامہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب نہایت ہی کشادہ دل، بااخلاق بلند ہمت وحوصلہ مند وتجربہ کار ذی شعور صاحب فہم وذکا ہیں اور دین وسنیت کا درد رکھنے والے انسان ہیں بزرگوں ومشائخ کے بارے میں تفحص وجستجو وتتبع وتلاش میں ہمہ وقت سرگرداں رہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ صاحب انوار مسعودی کو مزید جرأت وہمت واستقلال عطا فرمائے اور تاحین حیات خدمت دین متین لیتا رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

فقط
دعاگو ودعا جو
ابوالعرفان صغیر احمد ... خادم جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پورہ
درگاہ روڈ شہر بہرائچ

تأثر

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابو الحسن صاحب قبلہ مصباحی

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وآله الفخیم

اما بعد! راقم سطور کے سامنے اس وقت ایک نہایت مستند دستاویزی حیثیت کی حامل کتاب انوار مسعودی موجود ہے، یہ کتاب کیا ہے حقائق ودقائق کا ایک گنج گراں مایہ ہے، جہد مسلسل و عمل پیہم کا آئینہ ومظہر ہے، قلم زرنگار کا درخشاں جلوہ ہے، فکروادب کا شاہ کار ہے، عقیدت کا آبشار ہے، بلاریب سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے اوراق حیات کا جامع وکامل انسائیکلوپیڈیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا وجود مسعود جملہ اہل اسلام کے لئے عموماً اور اہل ہند کیلئے خصوصاً انعام ربانی ثابت ہوا ان کی تبلیغی، دعوتی، جہادی زندگی پوری امت مسلمہ کیلئے مینارۂ نور ہے۔ ان کے افکار و اعمال ضبط تحریر میں لانا سعادت فیروزمندی ہے۔ اب تک متعدد کتابیں ان کی سیرت پر وجود پذیر ہوئی ہیں، مگر انوار مسعودی اس باب میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے مصنف ہیں دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ بہرائچ کے بانی وسربراہ اعلیٰ مسعودیہ رضویہ مسعودی منزل دارالتحقیق عیدگاہ درگاہ شریف کے روح رواں، دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ خسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف کے منیجر محب گرامی حضرت علامہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب دام ظلہ، جو بڑے ذہین وفطین، زیرک ودانا، وسیع المطالعہ، فعال ومتحرک، قلم سیال کے مالک شخصیت ہیں، رب قدیر نے بہت سے اوصاف باکمال سے نوازا ہے، آپ نے انوار مسعودی کی شکل میں حیات سالار غازی مرتب فرما کر ایک عظیم ضرورت کی تکمیل فرمائی ہے۔ مولائے کریم کتاب مذکور کو قبول عام وشہرت دوام بخشے اور مرتب کے زور قلم میں اور توانائی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ التحیۃ والثناء فقط:

محمد ابوالحسن قادری مصباحی غفرلہ القوی، خادم افتاء وتدریس جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو

تأثر

مفکرِ اسلام حضرت علامہ مولانا **نثار احمد** صاحب رضوی
ناظم اعلیٰ دار العلوم نور محمدی چمبور بمبئی

نحمده و نصلی و علی رسوله الکریم

اما بعد!

سلف صالحین اور بزرگان دین کی سوانح حیات اور انکی دینی وملی، علمی، اصلاحی وروحانی حالات وواقعات کا تقریری یا تحریری تذکرہ اس دور پر فتن میں بلاشبہ قوم وملت کی ایک اہم اور زبردست خدمت ہے جو اہل علم اور ارباب قلم ودانش اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اللہ والوں کی حیات وتعلیمات پر مشتمل کتابیں مرتب کر کے حالات حاضرہ کے ذوق کے مطابق شائع کرتے ہیں، یہ کارنامے درحقیقت کفر وباطل اور فسق وفجور سے بھرے ہوئے ماحول میں ایمان اور یقین ونیک نفسی وپاکبازی کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ آج کے پر آشوب دور میں جبکہ عام طور پر مسلمان صراط مستقیم اور شریعت کی راہوں سے برگشتہ ہوکر اسلام دشمن قوموں کی تہذیب اور انکی روشِ زندگی اختیار کررہے ہیں اور ملت اسلامیہ کے اولوالعزم وعظیم المرتبت پیشواؤں کا حیات بخش طرز عمل فراموش کرتے جارہے ہیں اس چیز کی سخت ضرورت ہے کہ عظیم الشان اور جلیل القدر شخصیتوں کا جن کا ایک ایک قول وعمل مشعل راہ وشمع منزل کا درجہ رکھتا ہے کی سبق آموز دینی اور دنیاوی افادیت سے بھرپور تعلیمات اور مجاہدانہ کارنامے سے دنیا کو روشناس کرنے کی مؤثر سے مؤثر انداز میں جدوجہد کی

جائے اس سلسلہ میں جب ہم ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو مبلغین و مصلحین اور مجاہدین کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کفرستان ہند میں اسلامی شوکت وعظمت کے پرچم کو نصب کیا اور پاکیزہ سیرت وکردار کی بنیاد پر تاریک قلوب میں شمع اسلام کی جوت جگائی، انھیں پاک جماعت میں فرزند شیر خدا حضرت سیدنا سرکار سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی بدر کامل کی طرح چمکتا نظر آتا ہے۔ اسلام کے اس بطل جلیل نے اپنی حیات مستعار کے ہر لحہ کو فروغ اسلام کیلئے وقف کردیا۔ ہندوستان کے وہ دور افتادہ علاقے جو اسلام کی مبارک و مسعود کرنوں کی ضیاء باری سے محروم تھے ان علاقوں میں اسلام کی مقدس اور پاکیزہ و نورانی شعاعوں سے لاکھوں بندگان خدا کے سیاہ قلوب کو جگمگایا اور قعر مذلت میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر گامزن کیا، بالآخر شمالی ہند کے شہر بہرائچ کو اپنی آرام گاہ کیلئے منتخب فرما کر اسی جگہ پر جام شہادت نوش فرمایا۔

اسلام کے اس مقدس فرزند کی حیات وکارنامے کے تعلق سے بہت سے دانشوروں نے لکھا ہے مگر پھر بھی مدتوں سے اہل دانش کا ایک بہت بڑا طبقہ اس بات کا خواہاں تھا کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح زندگی کے تعلق سے کوئی ایسی جامع کتاب ہو جس کا کوئی پہلو تشنہ تحقیق نہ ہو، عروس البلاد ممبئی کے علماء اہلسنت اور اہل دانش نے راقم الحروف سے بھی کئی مرتبہ اپنی خواہش کا اظہار بھی کیا چونکہ ناچیز ۱۹۸۷ء سے ممبئی ہی میں خدمت دین میں مصروف ہے اور دیار غازی کا رہنے والا ہے ناچیز کی بھی دلی خواہش تھی کہ سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کے تعلق سے کوئی ایسی مدلل و مفصل کتاب ہو جو

ہر پہلو سے جامع ہو۔ الحمدللہ جب میرے مطالعہ کے میز پر جماعت اہلسنت کے نامور عالم دین مسعود ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد علی مسعودی جو شمالی ہند کی عظیم الشان دینی درسگاہ دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ بہرائچ کے بانی وسربراہ و دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف کے منیجر و مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق محلہ نورالدین چک عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ کے جانب مغرب میں واقع محبت نگر نزد مزار شریف حضرت محبت شاہ علیہ الرحمہ مسعودیہ رضویہ مسجد کے بانی ومتولی ہونے کے ساتھ ہی میرے گاؤں جھالہ جولاہن پوروہ پوسٹ مینا نیوریہ تحصیل نانپارہ ضلع بہرائچ شریف کے رہنے والے ہیں کی تصنیف لطیف انوار مسعودی آئی تو میں حیرت استعجاب کی منزل میں ڈوب گیا کہ مولانا موصوف نے جس محنت وجانفشانی سے مخطوطات جمع کئے ہیں یہ انھیں کا حصہ ہے اور جو تحقیقی وتدقیقی گہرائی وگیرائی ہونی چاہئے وہ موصوف کی کتاب میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ جس کی ایک ایک سطر سے عشق سرکار غازی آشکارا ہے اور جس کا ہر ہر ورق سلطان الشہداء کی مقدس زندگی مجاہدانہ کارناموں وکرامات کا امین ہے۔ کتاب کا دامن اردو ادب کے بحر ذخار کے حسین موتیوں سے آراستہ وپیراستہ ہے، جس کے مطالعہ کے بعد قاری جہاں سلطان الشہداء فی الہند کے محیر العقول خرق عادات کرامات وکارنامے سے قلبی وروحانی سکون محسوس کرتا ہے وہیں مولانا موصوف کی جادو اثر تحریر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ۔

انوار مسعودی کا میں نے بنظر عمیق مطالعہ کیا تو یہ حقیقت واضح ہوئی کہ جملہ کتب تذکرہ ہائے غازی میں انوار مسعودی لائق وفائق ہے اور محقق ومعتبر ہے۔ حضرت مسعود ملت نے حتی الامکان کہیں بھی کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا ہے جو تشنۂ تحقیق ہو یا

تاریخی حقائق سے چشم پوشی کرتا ہو، مولانا موصوف میرے وطن مالوف کے ایک دیندار شریف اور باعزت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور عمدہ اخلاق کی تصویر ہیں۔ مولانا موصوف تحصیل علوم نبویہ کے زمانہ میں زیر تعلیم تھے میں نے ان کا عہد طفلی وعہد شباب دونوں دیکھا ہے، عہد طفلی استفادہ میں اور جوانی ارشاد وہدایت میں گذار رہے ہیں۔ آپ انتہائی شریف الطبع اور باشرع زندگی کے حامل ہیں اور میں اس بات کا شاہد ہوں کہ مولانا موصوف میں دین کا درد قوم کا خلوص وملت کا غم پوری طرح سے جاگزیں ہے۔

فی زمانہ حضرت مسعود ملت کی یہ کاوش علمی یقیناً باعث فخر ولائق صد ستائش ہے کیوں کہ موجودہ دور علمی انحطاط کا ہے معاشرہ اخلاقی پستیوں کی طرف مائل ہے خاص کر نوجوان طبقہ قلب کی طمانیت، روحانی سکون مخرب اخلاق فحش افسانوں کی زلفوں کے سائے میں تلاش کرتا ہے انکے لئے سلطان الشہداء فی الہند کی زندگی کے اوراق خضر راہ ہیں جس کیلئے اٹھایئے آپ انوار مسعودی جس کی شگفتہ وشاداب اور سنجیدہ تحریر قلبی سکون تازگی ایمان فرحت وانبساط روحانی بلندی فراہم کرنے میں ممد ومعاون ہوگی میرے اس دعوے کی صداقت کا ثبوت کتاب کا ہر ہر ورق وہر ہر سطر سے ظاہر ہے۔

خدائے قادر مسعود ملت کو مزید خدمت دین متین کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب کو مقبول خواص وانام بنائے۔ آمین

[signature]

وارد حال ممبئی خادم دار العلوم نور محمدی ریتی بند چمبور ممبئی

وبانی دار العلوم عطائے رسول نانپارہ ضلع بہرائچ شریف یوپی

تأثر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ مولانا **محمد عارف** صاحب قبلہ

پرنسپل دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج، بہرائچ شریف

مدتوں سے سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ پر ایک عظیم اور تفصیلی و تحقیقی کتاب کو منظر عام پر لانا تمام صاحبان علم و فضل و دانشوران قوم وملت بہرائچ پر فرض کفایہ تھا، بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے ہمدرس وہمارے دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج کے منیجر، مسعودیہ دارالتحقیق کے ناظم اور دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ بہرائچ کے بانی وسربراہ اعلیٰ حضرت مولانا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ نے یہ ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

قابل صد مبارکباد ہیں مولانا مسعودی صاحب قبلہ جنھوں نے انتھک کوششیں کر کے وافر مقدار میں ماخذ اور موادا یکجا کیا اور اپنی کتاب کا نام رکھا ہے ''انوار مسعودی''

مولائے کریم کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ مسعودی انوار سے اہل بہرائچ بالخصوص واہل ہند کے دلوں کو منور فرمائے آمین۔

میرے سالار مسعود پر رحمتیں
ان کی نورانی تربت پہ لاکھوں سلام

محمد عارف

پرنسپل دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد
سالار گنج، بہرائچ

تأثر

حضرت علامہ مولانا **اشتیاق احمد** صاحب قبلہ مصباحی گھوسی مئو، یوپی

امت محمدیہ کے اولیاء کرام وصلحاء عظام نے جادۂ حق سے برگشتہ انسانوں اور منزل علم وعرفان سے نا آشنا مسلمانوں کے اصلاح وارشاد کیلئے جو باطنی اور روحانی کوششیں فرمائیں ہیں اسے اگر آب زر سے تحریر کیا جائے تو حق ادا نہ ہوگا۔ اپنے اپنے زمانہ میں ان مقدس ہستیوں نے راہ حق سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی اس انداز میں اصلاح کی ہے کہ انکے رگ وریشے میں خالق کائنات اور سرکار کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عشق ومحبت کی ایک غیر فانی روح دوڑنے لگی۔

پیش نظر کتاب ''انوار مسعودی'' شیر خدا علی مرتضیٰ کے نور نظر حضرت سید الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات طیبہ پر مشتمل ہے۔ غازی پاک وہ عظیم ہستی ہیں جنہوں نے گمراہ مخلوق کو راہ راست پر لانے کیلئے اور انکے سینوں میں اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کیا، صعوبتیں برداشت کیں لیکن حق کی خاطر آگے ہی بڑھتے رہے۔ مرتبے کا یہ عالم کہ بادشاہوں کے تخت وتاج انکے قدموں میں قربان ہونے کیلئے بے قرار رہتے ہیں۔ سنگلاخ وادیوں کو طے کرتے ہوئے آخر کار بہرائچ میں آکر عظمت اسلام بچانے کے لئے راہ مولیٰ میں جام شہادت نوش فرمالیا محب گرامی لائق صد احترام حضرت مولٰنا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ بہت متحرک وفعال انسان ہیں جنہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ مواد فراہم کیا ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے لئے جس کسی لائبریری میں جانے کی ضرورت پڑ جاتی کبھی پیسہ خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ دعا ہیکہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صاحب لولاک ناظر افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے میں اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

نیز مولٰنا موصوف کو جزاء خیر اور دارین کی سعادت نصیب فرمائے، عوام وخواص کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، کاش غازی پاک علیہ الرحمہ کے ابر کرم کا ایک چھینٹا پڑ جاتا تو مولانا موصوف کی محنت وصول ہو جاتی۔

اشتیاق احمد

تأثر

حضرت مولانا حافظ وقاری

محمد ارشد القادری صاحب قبلہ

خطیب وامام شاہی مسجد درگاہ معلی بہرائچ شریف

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

کتاب انوار مسعودی جس کو حضرت مولانا محمد علی مسعودی صاحب نے تصنیف کیا ہے، حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وکشف وکرامات پر مشتمل ہے۔ مولانا موصوف نے اس کتاب کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ لکھا ہے۔ اللہ عزوجل اس کتاب کو قبول فرما کر عام وتام فرمائے۔ اور تحقیقی وتصنیفی کام کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم۔

فقیر محمد ارشد القادری۔ امام اندرون شاہی مسجد درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ
بہرائچ شریف یوپی ہند

تأثر

حضرت علامہ مولانا **خورشید احمد** مصباحی
استاذ دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج، بہرائچ شریف

ہندوستان میں اولین متاخرین مبلغین میں سے مبلغ اسلام سلطان الشہداء شہید اعظم فی الہند غازی اسلام حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے کہ آپ نے عنفوان شباب میں تبلیغ دین کا بیڑا اٹھایا اور اپنی حیات مستعار کی آخری سانس تک دعوت وتبلیغ کرتے رہے، تاریخ ہند اس پر شاہد ہے کہ ایک نوخیز نوجوان سینے میں مذہب وملت کی تڑپ لیکر وادیٔ کفر وشرک میں قدم رکھا اور قلیل عرصہ میں وادیٔ ہند اللہ اکبر کی صدائے دلنواز سے گونج اٹھی اور کفر وشرک، ظلم وستم کی چکی میں پسنے والے انسان اس درویش صفت مبلغ کے حلقۂ یار میں شامل ہو گئے۔ یقیناً یہ کتاب انوار مسعودی مبلغین اسلام کی ہندوستان میں آمد کے اعتبار سے بڑی وقیع اور دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اس کے مواد کے لئے فاضل مصنف نے ملک کی بیشتر لائبریریوں اور کتب خانوں کی خاک چھان کر مستند اور مضبوط حوالوں سے مواد جمع کیا ہے۔ انوار مسعودی فاضل گرامی وقار حضرت علامہ مولانا محمد علی مسعودی دام ظلہ کے علمی ذوق و شوق اور قلمی شغف کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ویسے فاضل مصنف حضرت علامہ مولانا محمد علی مسعودی ایک سادہ مزاج اور سادہ لباس انسان ہیں لیکن آپ کے سینے میں ملت کا درد، قوم سے ہمدردی اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی تڑپ ولگن ہر لمحہ آپ کو بے چین کرتی رہتی ہے، اور قوم وملت کے لئے کچھ کر گزرنے کا جذبہ، ایثار، قربانی آپ کو اپنے حلقہ احباب میں ماہ شب چہاردہم کی طرح روشن ومنور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اصحاب حل وعقد نے باہم مشورہ سے شمالی اتر پردیش کے شہر بہرائچ کی ممتاز دینی درسگاہ دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ کے منیجر جیسے اہم عہدہ کے لئے آپ کا انتخاب کیا۔ تاحال آپ ادارہ کی ترقیوں کے لئے کوشاں وسرگرداں ہیں، خالق ارض وسما کی بارگاہ تقدس مآب میں دعا ہے کہ ایسے ہی مشاغل دینیہ میں ہمہ دم تازہ دم رکھے صدق وصداقت خلوص وللہیت کے ساتھ امور دینیہ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

خورشید احمد مصباحی

تأثر گرامی

عالم نکتہ داں حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد اسلم** صاحب قبلہ

استاذ جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پوروہ بہرائچ شریف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لك الحمد يا الله والصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه و سلم

دنیا میں انگنت آدمی پیدا ہوئے اور چلے بھی گئے لیکن اسی خاکدان گیتی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے کارناموں کی وجہ سے آج بھی زندہ ہیں، اگرچہ انہیں وصال کئے ہوئے مدتیں گزر گئیں مگر پھر بھی آج تک انہیں دنیا فراموش نہ کر سکی، انہیں لوگوں میں سید الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بھی ہے، جن کا مزار پر انوار شمال مشرقی یوپی کے شہر بہرائچ میں زیارت گاہ خواص وعوام ہے، جہاں اپنے تو اپنے غیر بھی تہی دامن آتے ہیں اور گوہر مراد بھر کر لے جاتے ہیں، روتے ہوئے آتے ہیں اور ہنستے ہوئے جاتے ہیں، آپ کا فیض خواص وعوام پر یکساں جاری و ساری ہے۔

ضرورت تھی کہ ایسے عظیم مرد آہن اور بافیض بزرگ شخصیت کی کامل واکمل سوانح حیات مرتب کی جائے اس کام کیلئے اسی ضلع کی ایک مشہور ومعروف شخصیت آمادہ وتیار ہوئی جنہیں لوگ حضرت مولٰینا محمد علی مسعودی صاحب زید مجدُہ کے نام سے جانتے پہچانتے ہیں موصوف نے حضرت غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات کے اہم گوشوں کو خواص وعوام تک پہونچانے کا بیڑا اٹھایا، موصوف جہاں ذہین وفطین ہیں

وہیں کسی چیز کی تلاش و جستجو اور تحقیق کا جذبہ بھی رکھتے ہیں بغرضِ تحقیق آپ بہت سے اہم مقامات پر بذاتِ خود تشریف لے گئے اور ممکنہ حد تک حضرت غازی میاں علیہ الرحمہ کے متعلق معلومات حاصل کی اور ہندوستان کے گوشے گوشے سے حضرت غازی میاں علیہ الرحمہ کے متعلق مواد اور مخطوطات حاصل کئے اور بحمدہ تعالیٰ ایک ضخیم کتاب بنام ''انوار مسعودی'' تصنیف فرما کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا، فقیر نے موصوف کی تازہ ترین تصنیف ''انوار مسعودی'' کو جستہ جستہ دیکھا، موصوف کا یہ مجموعہ معلومات کا خزانہ اور عوام وخواص کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں اسے مقبول ہر خاص وعام فرمائے اور مسعودی مشن کو قائم رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و علماء امتہ اجمعین۔

فقط
خیر اندیش
محمد مسلم غازی
استاذ جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پورہ بہرائچ شریف
۵ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۲۳ھ

تأثر

شاعر اہلسنت بلبل باغِ رسالت

حضرت مولانا الحاج **شبیر مسعودی** صاحب

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

تمہارے آستانے پر جناب خضر آتے ہیں
ہے کتنا مرتبہ افضل تمہارا یا مرے غازی

حضور سلطان الشہداء مجاہد اعظم ہند حضرت سیدنا سالار مسعود غازی عظیم البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کرم ہے کہ آپ نے شاہی عیش وآرام کو ترک کر کے صرف اعلائے کلمۃ الحق اور تبلیغ اسلام کے عظیم جذبے سے سرشار ہو کر ہندوستان کے علاقہ اودھ اور اس کے بہرائچ جیسے کفرستان میں آج سے تقریبا ایک ہزار سال پہلے تشریف لائے اور یہاں پر پھیلی کفر وشرک کی تاریکی میں اسلام کا چراغ اپنے خون جگر سے نہ صرف روشن کیا بلکہ ایسی ایسی مسجدیں قائم کیں جن کے میناروں سے آج بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی جارہی ہے۔

ذرا سوچئے اگر سرکار غازی پاک یہاں نہ آئے ہوتے اور اسلام کی بہاریں نہ پہونچی ہوتیں تو آج ہم کہاں اور کس حالت میں ہوتے؟ بس یہ اللہ ورسول کا فضل

ہے کہ اپنے نیک بندے کو بھیج کر ہم سب کو ہمیشہ کے لئے کفر و شرک کے دَل دَل سے نکال کر اپنی بارگاہ میں سر جھکانے کا موقع عطا فرمایا۔ اور ہمارے سینے ہمیشہ کیلئے نور الٰہی سے منور ہوئے۔

مبارکباد کے قابل ہیں برادر گرامی حضرت مولانا الحاج محمد علی مسعودی بانی ادارہ الثقافۃ المسعودیہ رسیا موڑ ضلع بہرائچ شریف کہ جنھوں نے حضور سلطان الشہداء کی ایک ہزار سالہ تاریخ جو ہندوستان کی متفرق تواریخ و کتب میں بکھری ہوئی تھی اس کو یکجا کرنے کی عمدہ کوشش کی اور الحمد للہ وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے۔

حضور سلطان الشہداء حضرت سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر مشتمل اب تک جتنی بھی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں اُن تمام کتب تواریخ میں "انوار مسعودی" کو ایک خاص اہمیت اس لئے بھی حاصل ہے کہ جتنی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب آئی اور سابقہ کتابیں نہ آسکیں اور "انوار مسعودی" کے تمام حوالاجات کی اصل مسعودیہ رضویہ دار التحقیق درگاہ شریف بھرائچ کے پاس موجود ہے جس کو مرتب موصوف نے پورے ملک کا دورہ کر کے حاصل کیا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اگر ہو غزنوی محمود جیسا جوش ایمانی
تو ہر بھانجہ غلامِ سید سالار ہوجائے

[illegible handwritten signature]

تأثر

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر سراج احمد صاحب قادری، بستوی

(ایم، اے۔ پی، ایچ، ڈی)

صوبہ اتر پردیش کے ضلع بہرائچ شریف کا تصور ذہن میں آتے ہی مرد حق آگاہ امام عارفاں سلطان الشہداء حضرت سیّد سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا نام بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔ آپکا نام آتے ہی فروغ اسلام کے حوالے سے آپکی کارکردگی، کرامات اور بزرگی کا تصور بھی ذہن میں آجاتا ہے، اٹھارہ سال سے کم عمر میں آپکا دشمنان اسلام سے مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمانا اہل ایمان کے لئے زیست کا ایک انوکھا تصور ہے، ایک حساس طبیعت آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کہ وہ کون سا جذبہ تھا جس نے آپ کو اس کم عمری میں پیغام حق پہنچانے اور جام شہادت نوش کرنے پر آمادہ کیا، یقیناً وہ جذبہ دردو کرب میں ڈوبی ہوئی انسانیت کی فلاح کا جذبہ تھا، دکھ درد کے مارے ہوئے لوگوں کے زخموں کا مداوا، اللہ کی وحدانیت کا اعلام انصرام یہی آپکی زندگی کا نصب العین تھا، آج بھی فریادی آپکے آستانے پر پڑے رہنا اپنی زندگی کی فلاح معراج سمجھتے ہیں، ایک ہوش مند خصوصاً علم وادب سے شغف رکھنے والے آدمی کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے احوال وآثار سے واقف ہو اور جب وہ اپنی اس نیک خواہش کی تکمیل کے لئے ذخائر کتب پر نظر ڈالتا ہے تو اسکو بڑی مایوسی ہوتی ہے اسلئے کہ آپکی حیات اور کارناموں کے حوالے سے کتابوں کی دنیا میں معتبر اور مستند تاریخی حقائق پر مبنی کوئی کتاب ہی نظر نہیں آتی، غالباً اسی احساس اور جذبہ جنوں نے حضرت علامہ محمد علی مسعودی صاحب قبلہ کو اس بات پر برانگیختہ

کیا کہ وہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شخصیت اور آپکے کارناموں پر مشتمل ایک مستند اور تاریخی کتاب مدون کر کے ارباب علم و دانش کے اس گلے شکوے کو دور کردیں انکے عزم محکم نے انکا ساتھ دیا اور انہوں نے انوار مسعودی کے نام سے حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے افکار و خیالات اور آپکے عظیم کارناموں پر مبنی ایک مستند تاریخی دستاویز ایڈٹ کر ڈالا حضرت علامہ محمد علی مسعودی صاحب ایک فعال اور ذی علم آدمی ہیں فروغ علم کے لئے وہ ہمہ وقت سرگرداں رہا کرتے ہیں، انکے اسی جذبے کا نتیجہ ہے کہ وہ اس وقت شہر بہرائچ شریف میں الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج کے مہتمم اور دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ سالار گنج کے منیجر کے عہدے پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ حکومت اتر پردیش کے شعبہ تعلیم میں ایک اعلیٰ معلم ہیں، انوار مسعودی کی تہذیب و ترتیب کے دوران آپکو کتنی مشقتوں اور جاں فشانیوں سے گزرنا پڑا ہوگا اسکا اندازہ صرف اور صرف اس راہ کے رہ رو کو ہی ہوسکتا ہے اسکی تہذیب و ترتیب میں آپنے بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے کام لیا ہے، برسہا برس تک آپنے ملک کی عظیم اور مشاہیر لائبریریوں میں جا جا کر مخطوطوں اور قدیم کتابوں کی ورق گردانی کی ہے، دوران گفتگو آپنے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی مجھے سنائی پڑتا کہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا ذکر خیر فلاں شہر کی فلاں لائبریری کی فلاں کتاب میں ہے تو میں اس کتاب کو کسی بھی طرح حاصل کرنے کے لئے فورا کمر بستہ ہو جاتا اس سے استفادہ کرتا اور ہر ممکن کوشش کرتا کہ اسکی نقل حاصل کرلوں جس کا نتیجہ ہے کہ آج آپکی ذاتی لائبریری میں بہت سی پرانی کتابوں کی زیراکس، مائیکرو فلم اور سی ڈیز موجود ہیں آپ نے جو بھی واقعات اور باتیں تحریر فرمائی ہیں انکو حوالوں اور دلائل سے مزین فرمایا ہے قرآن پاک کی آیات کی تراجم کے لئے اردو ادب کے نابغہ روزگار ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا اہتمام فرمایا ہے، حضرت علامہ مسعودی صاحب نے اپنی اس

تالیف کو مفید اور مستند بنانے کے لئے ایک قدیمی مخطوطہ مرآۃ مسعودی تصنیف شیخ عبد الرحمان چشتی صابری کو بنیاد بنایا ہے، آپنے اس کتاب سے خوب خوب استفادہ کیا ہے ،افادۂ عام کے پیش نظر اسکے سلیس اردو ترجمے کا بھی اہتمام کیا ہے اور آخر کتاب میں اسکی زیراکس بطور استناد پیش فرمادی ہے حضرت علامہ مسعودی صاحب نے اپنی اس تالیف کو درجہ اعتبار عطا کرنے کے لئے شاہان زمانہ کے وہ مکاتیب و خطوط جو امراء اور نوابین نے حضرت سید سالار مسعود غازی اور بہرائچ کے دوسرے بزرگوں کی درگاہوں کے لئے وقف نامے تحریر فرمائے ہیں انکو بھی شامل کتاب فرمایا ہے،اس طرح یہ کتاب حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے احوال و آثار کے حوالے سے بڑی مفید اور کارآمد ہے اور اسکی حیثیت ایک دستاویز کی سی ہے مجھ ناچیز کی اللہ کریم اور اسکے حبیب احمد مجتبیٰ روحی فدا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی جاہ میں التجا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ کا درجہ عطا فرماتے ہوئے مولانا محترم کو دارین کی سعادتوں سے شادکام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ڈاکٹر سراج احمد قادری
ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی
محلہ بنجاریا خلیل آباد بستی

تأثر

حضرت علامہ مولانا الحاج **محمد ظہور احمد** قادری صاحب
خطیب وامام مسجد حیرت شاہ متصل جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پورہ بہرائچ

میرے ہم وطن رفیق دیرینہ مسعود ملت حضرت العلام الحاج الشاہ محمد علی مسعودی صاحب قبلہ جامعہ عالیہ مصطفویہ عزیز العلوم نانپارہ میں ہم درس رہ چکے ہیں اعلیٰ ذہن ودماغ کے مالک ہیں، حضرت کی مرتب کردہ کتاب جو حضرت سلطان الہند سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تذکرہ پر مشتمل ہے جس کو علماء اور محققین نے خوب پسند فرمایا ہے، اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے، مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف موصوف کو تصنیف وتالیف کی مزید توفیق عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور کتاب کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ورحمۃ للعلمین

فقط والسلام محمد ظہور احمد قادری رضوی امام مسجد
حافظ حیرت شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متصل جامعہ غازیہ
فیض العلوم بخشی پورہ درگاہ روڈ شہر بہرائچ (یوپی)

تأثر

حضرت مولانا محمد ضامن علی قادری صاحب

استاذ جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ

گرامی قدر حضرت مولانا الحاج محمد علی مسعودی صاحب قبلہ جماعت اہلسنّت کے ممتاز عالم دین ہیں، ہردل عزیز ہیں دنیائے سنّیت کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد سے فارغ التحصیل ہیں استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ رضوی جو علم کے پیکر ہیں موصوف ان کے فیضیافتہ ہیں موصوف کے اندر دین متین کی خدمت کرنے کا عظیم جذبہ موجزن ہے، بزرگوں سے بے پناہ عقیدت ہے، تاریخ سے خاص شغف رکھتے ہیں حضور سلطان الشہداء سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ پر ایک مستند شہرۂ آفاق کتاب بنام انوار مسعودی ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے جو عوام وخواص سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے جسے آپ کتابی شکل میں دیکھ رہے ہیں ،کتاب مذکور کی ترتیب میں حد درجہ شب وروز محنت ومشقت کی ہے جو قابل ستائش ہے مولانا موصوف اپنی جماعت کے معمار قوم ملت ہیں بڑی خوبیوں کے حامل ہیں ابھی حال ہی میں اپنی حکمت عملی سے درگاہ شریف کی جانب مغرب ریلوے لائن کے کنارے ایک مسجد کی تعمیر کی ہے جو اس علاقہ کے مسلمانوں کیلئے ایک اہم ضرورت تھی جو پایہ تکمیل تک پہونچ چکی ہے، موصوف خود ایک ادارہ کے سربراہ اعلیٰ ہیں جسے دنیا آج الثقافۃ المسعودیہ رسیا موڑ بہرائچ شریف کے نام سے جانتی ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور کتاب مذکور کو مقبول انام بنائے دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین فقط

محمد ضامن علی قادری غفرلہ خادم جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ
بہرائچ شریف یوپی ۲۷۱۸۰۱ —
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ جمعہ

تأثر

حضرت حافظ وقاری محمد مسعود علی صاحب

ناظم نشرو اشاعت انجمن مسعودیہ درگاہ شریف بہرائچ

ہمارے مرکز عقیدت اور ماویٰ وملجا حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہندوستان میں اولین مبلغین اسلام میں سے ہے، بڑی مسرت اور فخر کی بات ہے کہ اس مجاہد اعظم کی حیات سرفروشانہ جذبۂ شہادت کے کوائف وحالات تاریخی حقائق کی روشنی میں مسعود ملت الحاج الشاہ حضرت علامہ محمد علی مسعودی صاحب نے کتاب انوار مسعودی تالیف فرما کر ایک بڑا ہی عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، ہماری انجمن انکی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتحسین پیش کرتی ہے، ہمیں چاہئے کہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے حضرت غازی علیہ الرحمہ کے روحانی فیض سے شادکام ہوں، انجمن مسعودیہ خدامان غازی سلطان الشہداء فی الہند حضرت غازی علیہ الرحمہ کی تبلیغی مشن کی علمبردار ہے اور ہماری انجمن ہمیشہ ربیع الاول شریف کے پر بہار موقع پر جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نکالتی ہے اور گیارہویں شریف کے باعظمت موقع پر جلوس غوثیہ کا عظیم الشان پیمانے پر انعقاد کرتی ہے۔

محمد مسعود علی

ناظم نشرو اشاعت

انجمن مسعودیہ خدامان مسعود غازی

دارالامن درگاہ معلیٰ بہرائچ شریف

یو۔پی الہند

تأثر

مشفق و محترم عالیجناب گرامی وقار **سید خورشید انور رضوی**

منیجر دفتر درگاہ معلی بہرائچ

صبح صادق بزرگوں کے شجرہ کے ورد میں سید سالار مسعود غازی سنتا تھا۔ مئی جون آندھی پانی میں پہلا آم اور بابا کی بارات سنتا رہا۔ تھوڑا شعور ہونے پر نوعمر سر فروشانِ ملت عمادالدین محمد بن قاسم۔ بالے میاں، خنک سوار وغیرہ کے تذکروں سے دورانِ خون تیز اور عقیدت اور جستجو بڑھنے لگی۔ اچانک تقسیم وطن سے تہذیب ،معاشرت اور جذبات تبدیل ہونے لگے، خاتمہ رُواداری سے تلاش معاش مسئلہ بن گیا، زبان کاٹ کر ہندی تھوپی گئی قوم کو مردہ بنا کر تاریخ فراموش کرنے کے اسباب کیئے گئے ایسے حالات میں کہاں دستیاب ہوتی فارسی ،عربی اور سنسکرت میں مرقوم حضرت کی تاریخ مگر طلب ایسی تھی کہ کوشاں رہا ہے، جذبہ کی صداقت باتفاق میرا تبادلہ بہرائچ ہو گیا جہاں ریونیو محکمہ کی مصروفیات نے تحقیق کا موقع نہ دیا بقول علامہ اقبال۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

دراصل تاریخ کو مذہبی رنگ دے کر پہلے ہی خصوصاً تقسیم ملک کے بعد عوام کو بھڑکانے کیلئے مسلم فرمانرواؤں خصوصاً محمود غزنوی کو ایک بے باک مطلق العنان کی شکل میں پیش کیا گیا، دوسری طرف یوروپین قوم نے تعصب اور دشمنی اس حد تک بڑھ

چکی تھی کہ روم کے پوپ نے کیتھولک عقائد سے انکار کرنے والوں کو واجب القتل قرار دے کر لاکھوں قتل کرائے علماء کو نذر آتش کیا گیا، متعصب مورخین نے فاتحین اسلام خواہ وہ محمد بن قاسم جیسے سیکولر ہندوؤں کے ساتھ رشتے داری رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں سبھی کو لوٹ مار کرنے والوں کی جماعت گردانا ہے جب کہ کئی ہندو مورخ جیسے جادو ناتھ سرکار کو اعتراف کرنا پڑا کہ ابتدائی دور کے مسلم فاتحین نے کبھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور مذہبی رسوم کو مطلقاً نہیں چھیڑا، تاریخ شاہد ہے محمود غزنوی نے اگر ہندوستان پر حملے کئے تو مسلم پڑوسیوں پر اس سے دوگنے حملے کئے۔ محمود غوری کا اہم حملہ ہندوؤں کے خلاف نہ ہو کر غزنی کے مسلموں کے خلاف تھا، محمد تغلق و فیروز شاہ تغلق نے بنگال اور گجرات میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی، بابر نے بھی ہندو نہیں لودھی پٹھانوں کے خلاف حملہ کیا تھا، سید سالار مسعود غازی کی ابن حسن میمندی وزیر اعظم سے صرف صاف گوئی کی بنا پر ہمیشہ چشمک رہی یہی وجہ رہی کہ غزنی میں کسی نے موصوف کے کارناموں پر قلم نہیں اٹھایا ان حالات میں تعصب کے اندھیروں میں گم حضرت کی اصل تعلیمات اور شخصیت کو نکالنا کس قدر جوئے شیر تھا۔

مولانا مسعودی صاحب سے میری ملاقات شمشاد احمد صاحب چیئرمین کمیٹی درگاہ شریف کے یہاں ہوئی، انکی عربی فارسی قابلیت اور سید صاحب کی عقیدت کی بنا پر میں نے گذارش کی تھی کہ وہ سوانح حیات تحریر فرمائیں، تھوڑے ہی دنوں میں پتہ چلا کہ انوار مسعودی کی رسم اجراء عالیجناب وقار احمد صاحب کے ذریعہ ہونے والی ہے۔ علامہ حضرت کی یہ کوشش انتہائی کامیاب ہے، جس دیدہ ریزی اور محنت سے کام ہوا وہ یقیناً قابل ستائش ہے، خصوصاً مرأۃ مسعودی کے جملہ نسخوں کو یکجا کرنے اور ابوریحان

البیرونی، ابوعمر عقبی، ابوالفضل بیہقی، حسن نظامی تاریخ مبارک شاہی، شمس سراج عفیف کے مطالعہ سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی محنت قابل تعریف ہے، دل کی گہرائیوں کے ساتھ مولانا کی اس کاوش کو اب تک کی سب سے کامیاب سوانح حیات مانتے ہوئے ان کی درازیٔ عمر اور اگلا اڈیشن لکھنے کی دعا کرتا ہوں اور اللہ ان کو اسی طرح قومی تاریخ کی درخشاں پہلو اجاگر کر کے ملت میں فکر اور عمل کی تحریک جگانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حسین الحمروحا

ھو المسعود

فون نمبر ۲۳۳۳۱۲

الحاج سید اکبر علی قادری مسعودی

خادم آستانہ غازی دار الامن — درگاہ معلی بہرائچ شریف یوپی

Alhaj sayed Akbar Ali Qadri Masoodi

Khadim Astana Ghazi, Darul Aman Dargah Sharif, Bahraich U.P.

۷۸۶

۹۲

محترم حضرات! میں بے پناہ خوش ہوں کہ رب قدیر نے مجھے بارگاہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خادم ہونے کا شرف بخشا اس جہت سے میرے مخدوم کے شایان شان زندگی کے حالات و تابندہ نقوش کو جو بھی کتاب یا مقالے کی شکل میں پیش کر کے اپنی محبتوں اور غلامی کا ثبوت پیش کرے وہ بھی میری نظر میں اہمیت کا حامل ہے، اور یہ کارنامہ انجام دیا ہے ایک نو عمر عالم دین حضرت مولانا محمد علی مسعودی نے جنکی تحقیقی اور تاریخی کتاب انوار مسعودی مع متن مرأۃ مسعودی فارسی کے جو اہل ذوق کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے میری دلی دعاء ہے کہ مولا تعالیٰ اپنے حبیب پاک اور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل مولانا موصوف کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے فیضان کرم سے نواز دے اور کتاب انوار مسعودی کو مقبول خاص و عام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حاجی سید اکبر علی

خادم

تأثر

مکرم ومحترم عالی مرتبت جناب **ماسٹر محمد اسحاق کامل قادری**

(ماسٹر مجن) صاحب

ہیڈ ماسٹر وسیکورٹی افسر درگاہ شریف بہرائچ

امام المجاہدین، ولیٔ خدا، عالم با کمال، مبلغ اسلام آل نبی، اولاد علی حضرت سید سالار ساہو کی آنکھ کے تارے والدہ ستر معلی کے دلارے، نینا دائی صاحبہ کی گود کے پالے سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل ہند کے لئے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہیں اللہ تعالیٰ نے ہند کے بگڑے ہوئے ماحول اور مظلوموں پر ہورہے ظلم وناانصافی سے نجات دلانے کے لئے آپ کو اجمیر شریف (راجستھان) کی سرزمین پر ۱۰۱۵ء کو پیدا فرمایا۔ پیدائش کے وقت حسن یوسفی، نمک ابراہیمی اور نور محمدی اس آفتاب ولایت کے چہرے سے صاف نمایاں تھیں۔

شہید اعظم الہند حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تیرہویں پشت سے ہیں ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن کی عمر شریف میں حصول تعلیم کیلئے اُس دور کے مشہور بزرگ اور جرنیل حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کئے گئے۔ ۱۰ سال کی چھوٹی سی عمر میں آپ نے علوم ظاہری وباطنی حاصل کر لی ساتھ ہی فن سپہ گری، گھوڑسواری، نیزہ بازی میں مہارت حاصل کر لی۔ آپ کا ظاہر وباطن یکساں ہوا کرتا تھا۔ آپ بچپن ہی سے شب بیداری، عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے، ہمیشہ باوضو رہنا اچھے اور صاف کپڑے زیب تن کرنا آپ کی عادت تھی، نفیس خوشبو اور پان کو آپ پسند فرماتے تھے۔

سلطان الشہداء فی الہند کی کرامات وتصرفات کے قصے بے شمار ہیں اگر انھیں تحریر میں لایا جائے تو دفتر کے دفتر بھر جائیں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ظلم کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا اور بلا تفریق مذہب وملت انسانیت کو اونچا کرنے کی خاطر ظالموں سے لڑتے ہوئے ۱۰۳۴ء میں جام شہادت نوش فرمایا۔

امام المجاہدین حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ پیدائشی ولی ہیں اس سے متعلق ھند کے لاتعداد ولیوں، فقیروں نے اپنی اپنی مکتوبات میں روایتیں درج کر کے آپ کے مرتبہ کی نشان دہی کی ہے، مختصراً حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ سالار مسعود غازیؒ کا وہ مرتبہ ہے کہ اللہ کا مقرب بندہ حضرت خضر علیہ السلام ہر آدھ گھنٹہ پر آستانہ عالیہ پر حاضر آتے ہیں اور آپ کے مزار مبارک کے اردگرد ہمہ وقت رحمتوں کی بارش ہوا کرتی ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن چشتیؒ صاحب ''مرأۃ الاسرار'' نے تاریخ ''مرأۃ سکندری'' سے ایک واقعہ نقل کر اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے حضرت سید شاہ عالم رضی اللہ عنہ کا مقدس آستانہ احمد آباد (گجرات) میں مرجع خلائق ہے۔ فرماتے ہیں '' کافی تعداد میں عقیدت مند جب اپنی حاجتیں قطب الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تو حضرت خواجہ غریب نواز انکی درخواستوں کو حضرت سلطان الشہداء فی الہند کی روحانیت کے حوالے کر دیتے ہیں پھر خود حضرت شاہ صاحبؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب وسط سلوک میں بعض ظاہری وباطنی امور کی خاطر حضرت غریب نوازؒ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو حضرت

غریب نواز حضرت سید سالار مسعود غازی کی روحانیت کی جانب اشارہ فرمادیتے تھے پس انکی توجہ سے اس نیاز مند کے تمام کام سرانجام ہوجاتے تھے۔(مرأۃ الاسرار)

سلطان الشہداء مجاہداعظم ہند حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ تاریخ کے درخشندہ ستارہ ہیں جن پر اس برصغیر کے مسلمان فخر کرتے ہیں، جہاں محمد بن قاسم نے برعظیم میں دوقومی نظریہ کی پہلی اینٹ رکھی وہیں اسے مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کا فریضہ حضرت سلطان الشہداء اور انکے رفقاء نے انجام دیا۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کی اس عظیم المرتبت امام المجاہدین ولی خدا کے تعلق سے احیاء امت تاریخدانوں نے سونے وچاندی کے سکوں کی جھنکار میں بہت سی تاریخیں تو لکھی مگر ہندوستان کے سب سے بڑے محسن انسانیت، عظیم مرد مجاہد کو کیوں فراموش کردیا۔ میرے خیال میں وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ بادشاہوں کی تاریخ لکھنے پر دربار کی جانب سے بڑے بڑے انعامات عطیات وجاگیریں عطا کی جاتی ہوں گی تو پھر اس خاک نشیں خدادوست مجاہد کی تاریخ کون لکھتا ان سے تاریخ لکھنے کا ظاہری صلہ بھی تو نہیں ملتا۔

زمانہ گزرتا گیا عہد جہانگیری میں عبدالرحمٰن چشتی نے حضرت سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ پر پہلی کتاب ''مرأۃ مسعودی'' فارسی میں روحانی طور پر متاثر ہوکر لکھی تھی۔ عبدالرحمٰن چشتی کی اس کتاب سے قبل چند کتابوں میں آپ کا تھوڑا ذکر ملتا ہے مثلاً طبقات ناصری، منہاج السراج، ناصرالدین محمود کے زمانہ ۱۲۴۲ء میں لکھی گئی ''تاریخ فیروز شاہی'' ضیاء الدین برنی کی ہے ''تاریخ مبارک

شاہی" سلطان تغلق کے زمانے میں لکھی گئی "تاریخ فیروز شاہی" شمس الدین عفیف نے ۱۳۷۵ء میں لکھی "منتخب التواریخ" ملک بدایونی نے لکھی انکے علاوہ تاریخ سفر نامہ "ابن بطوطہ" "تاریخ فرشتہ" وغیرہ کتابوں میں آپ کا تذکرہ برائے نام ملتا ہے۔ عبدالرحمٰن چشتی کی تصنیف "مراٰۃ مسعودی" کے بارے میں "سرہیری ایلیٹ" نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ کتاب من گھڑنت نہیں معلوم ہوتی"

"مراٰۃ مسعودی" کے چھ قلمی نسخے جو ہندوستان کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ تھے یہ معلوم کر پانا امر محال تھا کہ نسخہ جات کن لائبریریوں میں ہیں۔ اس معتبر اور مستند کتابچوں کو حاصل کرنے کے لئے امام المجاہدین ولی خدا حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کا ایک عاشق اور ان سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھنے والی شخصیت حضرت علامہ مولانا الشاہ الحاج محمد علی قادری امجدی ابوالعلائی جہانگیری نے زر کثیر اور قیمتی وقت خرچ کرکے دور دراز کا سفر کرکے ملک کی بڑی بڑی لائبریریوں سے چھ میں سے پانچ نسخے حاصل کر لئے نیز دیگر اہم کتابوں کو بھی حاصل کیا جن میں مجاہد اعظم کا ذکر تھا، مسعود ملت محمد علی قادری صاحب کا یہ سفر ۱۹۸۷ء کو شروع ہوا تھا، آخرکار مسعود ملت نے بہ فیض روحانی سلطان الشہداء فی الہند ایک دستاویزی کتاب بنام انوار مسعودی کی تصنیف کا کام انجام دیا، ان کے اس نیک کام میں استاذ العلماء حضرت مولانا امتیاز احمد صاحب پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف جنکا براہ راست تعلق حضرت علامہ مولانا مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ سے ہے بھرپور مدد فرمائی جس کے لئے وہ بھی انوار مسعودی کی تکمیل کے لئے مبارک

باد کے مستحق ہیں۔

پیر طریقت حضرت مولانا الشاہ محمد علی مسعودی قادری کی اہم تصنیف ''انوار مسعودی'' تاریخ کے درخشاں روایات اور مجاہد اعظم ہند حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے عظیم مجاہدانہ کارناموں پر مبنی ہے۔ اسی لئے اس کتاب کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ ''انوار مسعودی'' موجودہ و آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک اہم دستاویزی سرمایہ ثابت ہوگی۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسعود ملت مولانا مسعودی صاحب قبلہ کی عمر میں ترقی عطا فرمائے تاکہ وہ اسی طرح کے مجاہدانہ کارنامے انجام دیتے رہیں میری دعا ان کے ساتھ ہے۔

[illegible]

Dr. V.A. Shah
Member of Legislative Assembly

Qazipura,
Bahraich, U.P.(INDIA)

24th February, 2011

Darul-Ulum-Al-Sakafatul Masudia,
Arabia College, Risia Turn,
District Bahraich, U.P. INDIA

The book " ANWAR-E-MASOODI " is a pretty stone of the thoughts and by the pen of Mohd. Ali Masoodi Saheb I am extremely glad that Hindu-Muslim Unity and the secular relations amongst them has been well described in this Book.

It has been a great pleasure that I have been given an opportunity to serve as Senior Doctor in the Hospital of Dargah Sharif for a quite long time. It is only the blessings of Dargah Sharif that my services could cross a mile stone and have turned to an extent that I have got chance to serve the public at large of this State as Member of Legislative Assembly for decades. Besides, my wife Smt. Rubab Sayeda also got blessings of the Dargah Sharif and she has also been the Member of Parliament of India

I have no words to praise Maulana Mohd. Ali Masoodi Saheb because his thoughts have been described in the book in such a manner that anybody, who goes through the book, admires him a Pupil of God.

With best wishes.

(Dr. V.A. Shah)
Member of Legislative Assembly

تأثر

اردو صحافی نامہ نگار روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو لکھنؤ

عالیجناب **عبد الرحمن (بچے بھارتی)** صاحب

سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکت اور آپ کا آستانہ متبرکہ اہل ہند کے لئے یقیناً ایک عظیم نعمت ہے۔ یوں تو آپ کے مجاہدانہ کارناموں پر عالمی تاریخ میں مختلف مقامات پر کچھ مواد وماخذ ضرور ملتا ہے، یکجا کرنے کی ضرورت تھی اور وہ تاریخی اور تحقیقی کام کیا ہے حضرت علامہ محمد علی مسعودی صاحب نے حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی حیات وخدمات سے متعلق کتاب ''انوار مسعودی'' ایک تحقیقی وتاریخی دستاویز ہے جس کی صدیوں سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ ہندوستان میں مسلمان اور اسلام کی آمد کے تعلق سے حضرت غازی علیہ الرحمہ کا بڑا ہی اہم کردار ہے جو کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کی ذات سے ہندوستان میں ایک نئی اسلامی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے اور آج بھی آپ کا آستانہ مبارکہ اسلامی تاریخ کا آئینہ دار ہے۔ شب وروز آپ کا فیض ابر کرم بن کر برس رہا ہے۔

عبدالرحمن

(بچے بھارتی) بہرائچ

ضلع نامہ نگار روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو لکھنؤ

تہنیت نامہ

منجانب: اراکین دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف

مفکر اسلام مسعود ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ اطال اللہ تعالیٰ عمرہ؛ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی عظیم الشان خوبیوں سے سرفراز کیا ہے اپنی دینی وملی، تصنیفی وتالیفی خدمات کی وجہ سے عوام وخواص میں وقیع نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیک وقت بہت سی خوبیاں عطاء کی ہیں، آپ بہترین مدرس، عمدہ خطیب، لائق حکیم، سنجیدہ ناظم، سادہ مزاج، تصنع وبناوٹ سے کوسوں دور، اخلاق ومروت کے پیکر ہونے کے ساتھ ہی فقیہ عصر شارح بخاری شریف حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے 1997 میں مسعود ملت کے خطاب سے نوازے گئے اور تاریخ بہرائچ پر بہت ہی گہری نظر ہونے کی وجہ سے اکابر علماء کرام نے انہیں مورخ بہرائچ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ملک وملت کی عظیم دینی ومذہبی درسگاہ دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ شریف کی انتظامیہ کمیٹی کے کلیدی عہدہ منیجر پر فائز ہیں اور اپنے عہدے کی ذمہ داری بڑے ہی حسن وخوبی، ہوش مندی ودیانت داری کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ علامہ موصوف کی ذات بابرکات سے ارکان ادارہ کے ساتھ ہی عالم اسلام اور عوام وخواص کو مستقبل میں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ فرزند شیر خدا سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویزی شکل میں آپ کی تصنیف کردہ کتاب "انوار

مسعودی'' جس کو کئی ہزار کتابوں کے مطالعے کے بعد مولانا موصوف نے لکھا ہے اسے عوام وخواص میں اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ بہت ہی قلیل عرصہ میں دوسرے ایڈیشن کی شدید ضرورت پڑ گئی جو چھپنے جارہی ہے یہ ہماری انتظامیہ کمیٹی اور ہمارے دارالعلوم کے لئے بڑے ہی فخر اور مسرت کی بات ہے کہ اس کے لئے ہم تمامی اراکین مولانا موصوف کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسعود ملت کے آفتاب اقبال کو اور بلندیاں عطا فرمائے اور تصنیف وتالیف کے ساتھ ہی مزید دینی خدمات کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف

فقط والسلام مع الاحترام

اراکین دارالعلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد

سالارگنج بہرائچ شریف

تأثر

مخیرِ قوم وملت الحاج **احسان احمد** صاحب

بھارت بیٹری ورکس بہرائچ

سلطان الشہداء فی الہند حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ تبلیغ اسلام کی غرض سے غزنی سے ہندوستان آئے اور جوشِ شہادت سے سرشار مٹھی بھر فوج کے ساتھ مختلف مقامات پر جہاد فرماتے ہوئے اور اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے بہرائچ شریف تشریف لائے اور امن وشانتی کا پیغام دیتے ہوئے انسانیت پہ ظلم وجبر کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور کفر وضلالت کے ماحول میں چراغ ہدایت روشن فرمایا، اس مردِ مجاہد کی حیات، شجاعت وبہادری اور کشف وکرامات پر مشتمل کتاب ''انوارِ مسعودی'' محبِّ گرامی قدر حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی مسعودی صاحب نے تالیف فرماکر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے جو لائق صد تبریک وتحسین ہے۔

دعاگو

[signature]

بھارت بیٹری ورکس

چھاؤنی بازار، بہرائچ

تأثر

محسن قوم گرامی مرتبت عالیجناب **عبد الوحید** صاحب

دال ملس درگاہ روڈ بہرائچ شریف

مدتوں سے اس بات کی تمنا تھی کہ محسن ہندوستان حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی پر کوئی تاریخی ثبوت وشواہد کے ساتھ کوئی کتاب منظر عام پر آئے وہ آرزو الحمدللہ پوری ہو رہی اور حضرت علامہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ جو کہ ایک عظیم الشان ادارہ مسعودیہ دار التحقیق نور الدین چک عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ، دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ بہرائچ اور شہر بہرائچ کے ادارہ دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ حسیاری مسجد کے منیجر ہیں جنھوں نے اپنی تمام محنتوں کے بعد قوم کو ایک انمول تحفہ بشکل کتاب ''انوار مسعودی'' عنایت فرما رہے ہیں۔

میری دعاء ہے کہ مولائے کریم اس کتاب کو قبول خاص وعام فرمائے۔ آمین

عبد الوحید دال ملس درگاہ شریف روڈ
بہرائچ شریف
دار العلوم مسعودیہ مصباحیہ
حسیاری مسجد سالار گنج بہرائچ

تأثر

جملہ مدرسین وملازمین دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ رسیاموڑ، بہرائچ

الحمد للہ۔دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ کے تمامی مدرسین وملازمین کے لئے مسعود ملت حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ مدظلہ العالی
کی ذات گرامی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہم میں سے اکثر مدرسین کو حضور مسعود ملت سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے جو ہمارے لئے باعث فخر وسعادت ہے حضرت ہمیشہ ہم لوگوں کے ساتھ محبت وشفقت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ ان کا ہم پہ کرم واحسان ہی ہے کہ اپنی ذاتی زمین وقف کر کے دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ قائم فرمایا اور تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے ہمیں موقع عطا فرمایا اور علمی وعملی رہنمائی فرما کر ہماری صلاحیتوں کو جلا بخشی۔

حضور مسعود العلماء عطائے مسعود غازی کی قلمی تاریخی کاوش ۔انوار مسعودی۔قابل صد تحسین وتبریک ہے جو حضور سلطان الشہداء علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کی عقیدت ومحبت کا ثمرہ ہے تحقیق وتدقیق کا عظیم شاہ کار ہے جس کے پہلے ایڈیشن کی عوام خواص میں بہت پذیرائی ہوئی اب دوسرا ایڈیشن بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے

اللہ غافر وتعیم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم حضور مسعود ملت کو عمر خضر عطا فرمائے اور ہمیں انکے زیر سایہ رکھ کر دین کی بے لوث خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

منجانب

گل محمد [illegible] محمد [illegible] [illegible]

علی احمد ذاکر حسین سراج الدین برکاتی عزیز الرحمٰن علیمی [illegible]

تأثر

شاعر اہلسنّت بلبل باغ رسالت
جناب **شانِ عالم مسعودی** صاحب بہرائچی

نحمدہ و نصلی و علیٰ رسولہ الکریم

''انوار مسعودی'' عطائے سید سالار مسعود غازی حضرت العلام الحاج مولانا محمد علی مسعودی مسعود ملت صاحب قبلہ بانی و سربراہ اعلیٰ الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ بہرائچ شریف کی برسہا برس کی بے پایاں محنتوں کا ایک عظیم الشان تحقیقی کارنامہ ہے۔

جس میں تقریباً ایک ہزار سال کا احاطہ کئے ہوئے تاریخ بہرائچ سے لیکر مظہر عیسیٰ سلطان الشہداء فی الہند حضور سیدنا سالار مسعود غازی شہید رضی اللہ تعالی عنہ کے مکمل حالات زندگی اور زندگی اور بعد شہادت آپ کے فیوض و برکات نیز کرامات کا تفصیلی ذکر مستند و معتبر حوالوں سے کیا گیا ہے۔

''انوار مسعودی'' کا مطالعہ کرنے کے بعد میں ہی کیا ہر ذی فہم شخص یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ حالات غازیٔ پاک کے تعلق سے یہ کتاب دور حاضر میں مؤلف کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ اس کی دیدہ زیب اشاعت کیلئے علامہ مسعود ملت صاحب قبلہ لائق صد تحسین و تبریک ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مؤلف اور مجھ ناچیز کو فیضان سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مالا مال فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رکھے۔ آمین. بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

شان عالم مسعودی

بانی و صدر انجمن ضیائے غازی بہرائچ شریف یوپی

ادبیات

نام کتاب	:	انوارِ مسعودی
مصنف	:	مولانا محمد علی مسعودی
صفحات	:	۵۹۰
قیمت	:	درج نہیں۔
ناشر	:	مکتبہ مسعودیہ، بہرائچ شریف، یوپی
مبصر	:	مہتاب پیامی

payamee@gmail.com
mahtabpayami.blogspot.com

مولانا محمد علی مسعودی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے فارغ اور علوم شرقیہ کے ماہر ہیں۔ "انوارِ مسعودی" آپ کا قلمی شاہ کار ہے اور تاریخ و تذکرہ کے باب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۵۹۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ (غازی میاں) کے احوال و افکار اور حیات کے مختلف گوشوں کا احاطہ کرتی ہے۔ ابتدائیہ کے تحت مولف رقم طراز ہیں:

"یہ کتاب ایک ایسی ہستی کے متعلق لکھی جا رہی ہے جسے دنیا حضرت سید سالار مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ لیکن شہید کہتے کسے ہیں اور شہادت کیا چیز ہے؟ در اصل یہ بات اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک ایمان بالآخرت کو نہ سمجھ لیا جائے اور ایمان بالآخرت کا فلسفہ سمجھنے کے لیے حقائق کا جاننا ناگزیر ہے۔ لہٰذا ان امور پر روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔" (ص: ۶۲، انوارِ مسعودی)

ابتدا میں ۵۹ صفحات تک تقاریظ اور مقدمات اور تاثرات شامل ہیں۔ تقریظ نگاروں میں مفتی شبیر حسن شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی، مفتی سید محمد عارف سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی، ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی شمس العلوم گھوسی وغیرہ کے اسما قابل ذکر ہیں۔ "انوارِ مسعودی" کی اہمیت کے اظہار کے لیے ان مقتدر ہستیوں کی تقاریظ ہی کافی ہیں۔

ص: ۶۲ سے اصل کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ ابتدا میں بعثتِ انبیاء، شہادت اور جہاد کے موضوعات پر اچھی بحث کی گئی ہے۔ فی زمانہ جہاد کو عالمی سطح پر کافی غلط انداز سے دیکھا اور سمجھا جا رہا ہے۔ دنیا جہاد کی حقیقت نہیں سمجھتی، ظاہری طور پر نام نہاد مجاہدوں کی دہشت گردانہ سرگرمیوں کو ہی جہاد سمجھا جا رہا ہے۔ مولفِ کتاب نے اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اسلام کے نظریۂ جہاد کی تفصیل متعدد حوالوں کی روشنی میں پیش کی ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث سے جہاد اور مجاہد کی حقیقت روشن کرنے کے بعد مولف رقم طراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ زمین پر فتنہ و فساد پھیلایا جائے، اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ اس کے بندوں کو بے قصور ستایا اور تباہ و برباد کیا جائے۔ اسے پسند نہیں کہ طاقت ور کم زوروں کو کھا جائیں، ان کے امن و چین پر ڈاکے ڈالیں اور ان کی اخلاقی، روحانی اور مادی زندگی کو ہلاکت میں مبتلا کریں۔ اسے یہ منظور نہیں ہے کہ دنیا میں سیہ کاری، بد اعمالی، ظلم و بے انصافی اور قتل و غارت گری قائم رہے۔ وہ پسند نہیں کرتا کہ جو خاص اس کے بندے ہیں ان کو مخلوق کا بندہ بنا کر ان کی انسانی شرافت پر ذلت کا داغ لگایا جائے۔ پس جو گروہ بغیر کسی معاوضہ کی خواہش، بغیر کسی دھن دولت کے لالچ، بغیر کسی ذاتی نفع کی تمنا کے محض خدا کی خاطر اس دنیا کو فتنہ سے پاک کرنے کے لیے اور ظلم کو دور کر کے اس کی جگہ عدل قائم کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس نیک کام میں اپنی جان و مال، اپنی تجارت کے فوائد، اپنے بال بچوں اور بھائیوں کی محبت اور اپنے گھر بار کے عیش و آرام سب قربان کر دے، اس سے زیادہ اللہ کی محبت اور اللہ کی رضا مندی کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟ اور لیلائے کامرانی کی آغوش اس کے سوا کس کے لیے کھل سکتی ہے۔"

(ص: ۹۷، انوارِ مسعودی)

جہاد اور مجاہد کے تذکرہ کے بعد فاتح ہندوستان حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات تاب ناک اور مجاہدانہ سرگرمیوں کا تذکرہ تاریخی سیاق و سباق اور مستند و معتبر حوالوں کی روشنی میں کیا ہے۔ یہ تذکرہ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کو محیط ہے۔ زبان کافی رواں اور انداز بیان کافی دل چسپ ہے۔ اسلوبِ نگارش محققانہ، سنجیدہ اور بیانیہ ہے۔ محاوروں اور ضرب الامثال کا استعمال بھی موقع محل کی مناسبت سے کیا گیا ہے۔

اس تذکرہ کی ایک خاص بات اس کی منظر نگاری ہے۔ منظر نگاری کی تکنیک عام طور پر ڈراموں میں استعمال کی جاتی ہے، اسی تکنیک کے استعمال سے اس تذکرے میں داستانوی رنگ بھی آ جا

پہ جا جھلکتا ہے۔ منظر نگاری کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

"مسلمان شہدا کی لاشوں کے بیچ میں دو تین زخمی مجاہدین غشی کی حالت میں بے حس و حرکت مردوں کی شکل پڑے ہوئے تھے، لیکن انھیں جب کچھ ہوش آیا اور آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ میدان دشمنوں سے خالی ہے۔ تب وہ گھبرا کر بہرائچ اس ڈیرے کی طرف چلے جہاں دشمنوں سے حفاظت کی غرض سے جنگ میں جانے سے قبل حضرت غازی میاں علیہ الرحمہ نے سید میر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک حفاظتی دستے کے ساتھ نگراں مقرر کیا تھا کہ دشمنوں پہ نظر رکھیں۔ اب یہاں میں سوائے شہدا کی نعشوں کے کوئی متنفس موجود نہ رہا۔ صرف آپ کا وفادار کتا (سگ سنگھل) آپ کی نعش کے قریب کھڑا رہا اور رات بھر درندوں اور جنگلی جانوروں سے نعشوں کی حفاظت کرتا رہا، انھیں بھونک بھونک کر دور بھگاتا رہا، یہ کتا گویا سگِ اصحاب کہف کے مثل تھا۔"

"انوار مسعودی" کا ایک حصہ "مرآۃ مسعودی" ہے جو صوفی عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا شاہکار ہے۔ "مرآت مسعودی" سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع سوانح حیات ہے۔ اس کتاب میں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ کے حالاتِ زندگی، ان کی مجاہدانہ اور تبلیغی سرگرمیوں اور آپ کے عہد کے ہندوستان کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کا جامع تذکرہ ہے۔ بہ زبان فارسی یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہونے باوجود اب تک زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی تھی۔ اس کی بڑی وجہ ہماری قدیم مخطوطات سے بے توجہی اور فارسی داں افراد کی کمی ہے۔ لائقِ صد مبارک باد ہیں مولف "انوار مسعودی" کہ انھوں نے اپنی اس کتاب میں "مرآۃِ مسعودی" کا فارسی متن اور اصل نسخے کے چند صفحات کی عکسی تصاویر بھی شامل کی ہیں، جس سے اس کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اور بلا شبہ ہم اسے دستاویزی نوعیت کی کتاب کہہ سکتے ہیں۔

کتاب میں "مرآۃِ مسعودی" کے اصل متن کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی شامل کر کے مولف نے اردو داں طبقے پر احسان کیا ہے۔ "مرآۃ مسعودی" کا یہ قدیم و غیر مطبوعہ متن پانچ قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ جس میں جواہر میوزیم کے قلمی نسخہ ۱۱۲۳ھ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اردو ترجمہ جناب مولانا اعجاز احمد مصباحی کا ہے۔ ترجمہ رواں دواں، سلیس اور بامحاورہ ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ ترجمہ تصنیف کا مزہ دیتا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"درویش نے فرمایا: اس سفر میں تمھیں دو نعمتیں حاصل ہوں گی۔ ایک کفار پر فتح اور دوسری نعمت فرزندِ عزیز۔ پانی سے بھرا ہوا ایک لوٹا حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے تھا۔ پہلوان لشکر کو اشارہ کیا کہ اس پانی سے تازہ وضو کرو، شکر الوضو کی ادائگی کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کرو، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ گیارہ بار إذا جاء نصر الله الخ پڑھو، سلام کے بعد سات بار سجدہ میں سبوح قدوس ربنا و رب الملئكة والروح اور تین بار درود پڑھ کر حق تعالیٰ سے دعا مانگو۔ ان شاء اللہ فتح و نصرت کے ساتھ قطبِ وقت فرزند مسعود عطا ہوگا۔ اس کے بعد (حضرت خضر علیہ السلام) نے فرمایا کہ ہاتھ اس درخت کی طرف بڑھاؤ، پہلوان لشکر نے ہاتھ بڑھایا، ایک میوہ ہاتھ آیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس میوہ کو محفوظ رکھو۔ جب تمھاری اہلیہ غزنی سے آئے نصف میوہ اسے دینا اور نصف خود کھ لینا۔ ان ایام میں اکثر رجال الغیب اس قسم کی بشارتیں سالار شاہو کو دیا کرتے تھے، جیسا کہ تاریخ مسعودی میں مفصل ذکر کیا گیا ہے۔"

(ص: ۲۰۵، انوار مسعودی)

کتاب کے اخیر میں "قدیم ہند" کے عنوان کے تحت ہندوستان کی قدیم اجمالی تاریخ بھی بیان کی گئی ہے۔ بقول محمد علی مسعودی یہ ایک اضافی بحث ہے لیکن اہلِ ذوق کے لیے کافی دلچسپ ہے۔ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ میں تاریخی نکات کم اور داستانوی عنصر زیادہ ہے۔

اس حصے میں قدیم ہندوستان کے باشندوں کے افکار و عقائد ان کے سیاسی و سماجی حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں شہدائے غازی کی فہرست مع سنِ شہادت اور مدفن پیش کی گئی ہے، اس کے بعد ماخذ و مراجع کے تحت ایک طویل فہرست ہے۔

مجموعی اعتبار سے کتاب لائقِ مطالعہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ قدیم تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والے حضرات کے لیے "انوار مسعودی" کسی نعمت سے کم نہیں۔ ☆☆☆☆

ابتدائیہ

اُصول فطرت

یہ کتاب ایک ایسی ہستی کے متعلق لکھی جارہی ہے جسے دنیا حضرت سید سالار مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ لیکن شہید کہتے کسے ہیں اور شہادت کیا چیز ہے؟ دراصل یہ بات اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک ایمان بالآخرت کو نہ سمجھ لیا جائے اور ایمان بالآخرت کا فلسفہ سمجھنے کے لئے دعوت اسلامی کے ایمانی حقائق کا جاننا ناگزیر ہے۔ لہٰذا ان امور پر روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

انسان سن شعور کو پہنچ کر جب فطرت کی پکار سنتا ہے اور اس کی فکر کی آنکھیں کھلتی ہیں تو خود کو اور اپنے اردگرد تمام کائنات کو دیکھکر یہ سوچتا ہے کہ وہ کون ہے؟ اس تمام خلق وتخلیق سے مقصود کیا ہے؟ ہاں یہ سب کیسے پیدا ہو گیا؟ ہماری یہ دنیا کس طرح وجود میں آئی؟ کیا از خود اتفاقی طور پر؟ مگر نہیں وہ خود بھی تو کسی اچانک حادثہ کے طور پر یونہی نہیں پیدا ہو گیا؟ کوئی بات بلا وجہ کوئی کام بے سبب کوئی معلول بغیر علت اور کوئی موجود بغیر موجد کے کیسے وجود میں آسکتا ہے؟ یہ تو بالکل محال عقلی ہے۔ تو کوئی اس کا پیدا کرنے والا ضرور ہوگا اور جب کوئی اس عالم کا خالق ہے تو اس پر حق مالکانہ بھی اسی کا ہوسکتا ہے۔ پھر انسان یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ ہستی ایک عمدہ انتظام اور نہایت مضبوط قانون کے ساتھ چل رہا ہے تو یہ نظم ونسق اپنے آپ تو قائم نہیں بلکہ کوئی ایسا ضرور ہے جو اس زندگی کی مشین کو باقاعدہ چلا رہا ہے یا خود حرکتی چلنے والی فٹنگ کسی ماہر مطلق کے دست قدرت کا کرشمہ ہے۔ اب ایسی مدبر وحکمراں ہستی سوائے اس کے اور کون ہوسکتی ہے جو تنہا تمام دنیائے ہست و بود کی خالق و مالک ہے۔ پھر وہ سوچتا ہے کہ یہ سب کچھ سہی مگر ہم تو انسان ہیں، ہماری حیثیت دیگر مخلوقات سے مختلف ہے، کیونکہ اور سب بے جان و جاندار مخلوقات اور ان کی نوعیں اپنے اپنے مخصوص قوانین طبعی کی پابند ہیں۔ اس میں ان کے

ذاتی ارادہ واختیار وشعور وجذبات کا کوئی دخل نہیں، یہی وجہ ہے جمادات ونباتات وجانور سب لگے بندھے طریق زندگی کے مطابق فریضۂ امکان ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ اس میں وہ اپنے ارادہ واختیار سے ذرا بھی ردوبدل نہیں کر سکتے۔ لیکن انسان کی حالت بالکل ایسی نہیں ہے۔ وہ تو امور تکوینی میں دیگر مخلوقات کی طرح مجبور ہونے کے ساتھ اپنے اختیار وارادے اور شعور وجذبات کے لحاظ سے بہت کچھ مختار بھی ہے۔ یہاں تک وہ اگر تھوڑا سکوت کرتا ہے اور پھر سوچتا ہے تو انسان اپنے ارادہ واختیار میں مطلق آزاد ہے کہ جو چاہے کرے؟ یا اسے کسی کی مرضی وصلاح، ہدایت، ومشورہ کے مطابق کچھ کرنے نہ کرنے کے اختیار وانتخاب عمل کی آزادی ہے؟ اگر یہ بات ہے اور یقیناً یہی بات ہو سکتی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان جو بھی کرے اس کی جواب دہی کرنا ہوگی کہ ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہ کیا؟ پھر یہ جواب دہی کہاں ہوگی کیا اسی دنیا میں؟ یہاں تو ساری زندگی بھر کا حساب لیتے دیتے نہ کبھی سنا نہ کسی کو دیکھا۔ خیر کہیں ہوگی ضرور کیونکہ عقل بھی کہتی ہے۔ مگر صاحب ان سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب کون دے؟ اس لئے کہ جو بات خود نہ معلوم ہو سکے جو چیز اپنی نظروں سے اوجھل ہو اسکے ہونے نہ ہونے صحیح یا غلط ہونے کا یقینی علم تو بغیر کسی سے پوچھے اور بلا کسی کے بتائے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب پوچھا جائے کس سے اور بتائے بھی تو اس کا اعتبار کیسے کر لیا جائے کہ وہ جو کہتا ہے وہی ٹھیک ہے۔ کیا یہ باتیں انسان کو دریا پہاڑ، درخت، چاند ستارے اور جانور بتا سکتے ہیں۔ وہ خود ہی عاجز بے زبان و بے شعور ہیں، وہ خود بول کر بتانے سے رہے۔ اور اگر ان میں غور کر کے انسان کچھ باتیں اٹکل سے نکالے بھی تو اس پر رجم بالغیب ہونے کی شہادت کیا؟ تو پھر انسانوں ہی سے پوچھا جائے، لیکن یہاں تو بڑی مشکل ہے جتنے منھ اتنی باتیں۔ کوئی کہتا ہے آم کوئی کہتا ہے املی، ایک گروہ کہتا ہے کہ فلاں بات یوں ہے دوسرا کہتا ہے بالکل غلط ویسے نہیں ایسے ہے۔ لیجئے صاحب یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کی رائے کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اب کس کی مانئے کس کی نہ مانئے۔ پھر ان کی

باتیں بھی اکثر ایسی ہیں جو دل کو لگتی ہیں نہ عقل کو اپیل کرتی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے قول وعمل نظریے تجربے بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیتے پھر خود ان متضاد باتیں کہنے والوں کی زندگیاں بھی اس اندھیرے میں ہیں وہ خود کیسے تھے تا کہ جو بات بظاہر سمجھ میں نہ آئے اسے آدمی ان کے شخصی اوصاف کے بھروسے پر مان لے۔

لہٰذا ملحدوں کے فلسفوں اور اہل شرک وتوہم کی جاہلیتوں سے علم حقیقی کی روشنی نہیں مل سکتی۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے تو ایسے لوگ چاہئیں جن کے متعلق یہ یقین ہو کہ جو کچھ بھی کہتے ہیں ٹھیک ہی ہوگا۔ اور یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کی امانت وسچائی کی ساری دنیا شاہد ہو۔ جن کے کردار وگفتار میں کوئی اختلاف نہ ہو یعنی جن کی ہر دو باتیں اور ہر دو کام ایک دوسرے سے ربط رکھتے ہوں۔ جنکی بتائی ہوئی باتوں کو نہ صرف عقل سلیم تسلیم کر کے مطمئن ہو جائے بلکہ ایسے لوگ جو ان تینوں باتوں پر پورے اتریں وہ ایک دوسرے کی تصدیق بھی کرتے ہوں۔ اب انسان ایسے لوگوں کی تلاش کرتا ہے جن میں مذکورہ چاروں باتیں جمع ہو سکتی ہیں اور دیکھتا ہے کہ ضرور کچھ لوگ ایسے ہیں جو انسان کے بنیادی مسائل کے حل کا صحیح علم اپنے آپ نہیں بلکہ خود انسانوں کو پیدا کرنے والے کی طرف سے پا کر بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر جب انہیں مذکورہ چاروں پہلوؤں سے پرکھا جاتا ہے تو وہ کانٹے کی تول پورے باون تولے پاؤ رتی اترتے ہیں۔ یہ دیکھ کر انسان فیصلہ کرتا ہے کہ اگر ہمہ صفت موصوف حضرات کی بات نہ مانی جائے تو پھر دنیا میں کس کی اور کون سی بات مانی جاسکتی ہے؟ ان بزرگ ہستیوں کے دعویٰ کو تسلیم نہ کر کے منکر ہو جانا اول درجہ کی حماقت وجہالت بلکہ انتہائی کم بختی ہے۔ بیشک یہی حضرات انبیاء ہیں کہ ان کی بتائی ہوئی باتوں کو بے چون وچرا ماننا اور انہیں کے دئے ہوئے طریق پر زندگی بسر کرنا چاہئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان خدا کے سچے نبیوں اور رسولوں نے کیا تعلیم دی؟ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر سیدنا ونبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سب انبیاء

ومرسلین نے ہمیشہ یہی بتایا کہ! اے انسانو! تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا خالق ورب کل موجودات کا مالک ومدبر اور ساری کائنات کا قادر مطلق، حاکم وشہنشاہ اور معبود الٰہ بلا شرکت غیر کے صرف ایک اللہ ہے۔ اسکے ملائکہ برحق ہیں، اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ جو ہدایت نامے اور آئین زندگی جب اور جس طرح بھیجے وہ سب صحیح ہیں، اس نے اپنے ملک کی پیدائش رعیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے جن حضرات کو قانون حیات دے کر بھیجا وہ سب سچے ہیں۔ (تاریخ مسعودی)

اِنَّ جَعَلْنَامَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔

(القرآن سورۃ کھف پ ۱۶/ آیت ۶..۷)

بیشک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں، کہ ان میں سے کس کے کام بہتر ہیں اور بے شک جو کچھ اس پر ہے ایک دن ہم اسے پٹ میدان کر چھوڑینگے۔ (کنزالایمان)[1]

انسانی کردار کے امتحان کی کامیابی یا ناکامی کا نتیجہ اس وقت نکلے گا جب امتحانی کاپیوں کی جچائی اور نامۂ اعمال کا حساب وکتاب کیا جائیگا جس کا نام ''یوم الدین'' روز حشر یا قیامت کا دن ہے جو ضرور آنے والا ہے۔ اس کے بعد کامیاب طالب علموں کو حسن عمل کی جزا میں ہمیشہ کے لئے عیش وآرام کی جگہ جنت ملے گی اور جنہوں نے امتحان گاہ دنیا میں اچھے پرچے نہ کئے ہونگے وہ ناکام ونامراد اپنی بدکاریوں کی سزا میں دائمی تکلیف وعذاب کے مقام دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے اسی کا نام عقبیٰ یا عالم آخرت ہے۔

یہ ہیں وہ حقائق جن کے علم غیب کی صداقت پر ایمان لانے اور انکو یقینی ماننے کا

---

[1] وہ خواہ حیوان ہوں یا نباتات یا معادن یا انہار اور کون زہد اختیار کرتا ہے اور محرمات وممنوعات سے بچتا ہے۔ اور آباد ہونے کے بعد ویران کردینگے اور نبات واشجار وغیرہ جو چیزیں زینت کی تھیں ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہیگا، تو دنیا کی ناپائیدار زینت پر شیفتہ نہ ہوں۔ (خزائن العرفان)

انسان فطرتاً محتاج ہے اور یہی ایمان بالغیب ہدایت کے سیدھے راستہ کا سنگ میل ارتقائے زندگی کی عظیم الشان عمارت کی بنیاد اور دائرۂ حیات کا مرکزی نقطہ ہے۔ یہی وہ امر حق ہے جس کی اطاعت کو "الدین" اور اس کی ایمانی شہادت دینے والے کو "مومن" کہتے ہیں۔ "الدین" کے دستوری نظام کا نام "الاسلام" اور اس کے اعتقاداً و عملاً تسلیم کرنے والے کا اسم صفت "مسلم" ہے۔ اس دستوری نظام کے مطابق پوری زندگی بسر کرنے کے تفصیلی قانون کو اصطلاح میں "شریعت" کہا جاتا ہے۔ اور اس "شریعت" کے ہر ہر جز پر بلا استثناء عمل درآمد کرنے یا قانون الٰہی کی ہر ہر دفعہ کو دنیا میں انفرادی اور اجتماعی طور پر لازماً نافذ کرنے کو "عبادت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے علاوہ کسی چیز کو اللہ کے یہاں قبول نہیں کیا جائیگا اس طرح مرد مسلمان کی زندگی کا ہر ہر کام عبادت ہے اگر اللہ کی اطاعت میں کیا جائے اور اگر کیا؟ مسلم کہتے ہی اسکو ہیں جس کی پوری زندگی اطاعت رب میں بسر ہو اور وہ ہر طرف سے منھ موڑ کر صرف ایک حقیقی حاکم اعلیٰ کا فرمانبردار رہے، خدا کے حکم و اقتدار میں آکر معبودان باطل کے اقتدار و حکم کے آگے سر نہ جھکائے۔ اور نہ ماسوا سے جوڑ توڑ ملانے کی نامعقول حرکت کرے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہیگا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آخرت میں زیاکاروں سے ہے۔

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ

کیونکر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لاکر کافر ہوگئے اور اگر گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

(القرآن سورۃ آل عمران پ ۳ آیت ۸۵۔۸۶)

اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

کنز الایمان[۱]

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۃ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ط قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِکُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَّسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ

(القرآن سورۃ الانعام پ ۷ آیت ۷۹۔۸۰)

میں نے اپنا منھ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر، میں ان مشرکوں میں نہیں اور انکی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا! کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو تو وہ مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا رب ہی کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔ (کنز الایمان)[۲]

---

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا! کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی، کہ یہودی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے اور آپ کی نبوت کے مصر تھے اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو حسداً آپ کا انکار کرنے لگے اور کافر ہو گئے، معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے توفیق ایمان دے کہ جو جان پہچان کر اور مان کر منکر ہو گئی، رسول سے مراد آقا و مولیٰ سید الانبیاء و رسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ خزائن العرفان

[۲] یعنی اسلام کے سوا باقی تمام ادیان سے جدا رہ کر۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ دین حق کا قیام و استحکام جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ تمام ادیان باطلہ سے بیزاری ہو۔ خزائن العرفان

بعثت انبیاء

یہ بات فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ ایک مرتبۂ ہدایت جب عاجز و درماندہ ہوتا ہے تو اس سے بلند مرتبۂ ہدایت اس کو سہارا دیتی ہے۔ دیکھئے وجدان کی ہدایت جب اپنی غذا کے ادراک سے عاجز ہوئی تو حواس کی ہدایت نمودار ہوئی اور قدرت نے ہم میں حواس خمسہ کے چراغ روشن کر دیئے۔

اب ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں، کانوں سے سنتے ہیں زبان سے چکھتے ہیں، ناک سے سونگھتے ہیں اور ہاتھوں سے چھوتے ہیں اور سردی گرمی کا احساس کرتے ہیں، انہیں حواس خمسہ کے ذریعہ ہم اپنے وجود سے باہر اشیاء کا ادراک کرتے ہیں اور اپنی غذا معلوم کر لیتے ہیں۔

یاد رکھئے! ہدایت وجدان کی طرح ہدایت حواس کی بھی ایک حد ہے۔ اس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتی، حواس کے ذریعہ ہمیں جزئیات کا ادراک ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے اوپر کوئی اور مرتبہ ہدایت نہ ہوتا تو انسان حیوانات و بہائم کی سطح سے اوپر نہیں اٹھ سکتا تھا۔ قدرت نے انسان کے لئے حواس سے بلند ایک اور مرتبہ ہدایت رکھا ہے، وہ ہدایت عقل ہے، عقل جزئیات کو ترتیب دیکر کلی احکام کا استخراج کرتی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے، لیکن جس طرح وجدان کی ہدایت ایک حد سے آگے نہیں جا سکتی، اس لیے ضروری ہوا کہ اس سے بلند حواس کی ہدایت وجود میں آئے اور اسی طرح حواس کی ہدایت بھی ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی، تو قدرت نے عقل کی ہدایت انسان کو مرحمت فرمائی۔ اور عقل کی بھی رسائی ایک خاص حد سے آگے نہیں ہو سکتی، عقل اپنی تمام تر ترقیوں کے باوجود محسوسات کے دائرے سے باہر نہیں جا سکتی، عقل کا سارا ادراک محسوسات کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

عقل براہ راست کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتی، حواس جو کچھ معلومات بہم پہونچاتے ہیں انہیں کو ترتیب دیکر کلی حکم کا استنباط کرتی ہے، لہٰذا جس کے ادراک سے حواس عاجز و درماندہ ہیں، اس کے ادراک سے عقل بھی عاجز و درماندہ ہے۔ عقل کو جو کچھ علم حاصل ہوتا ہے وہ حواس ہی کے توسط سے ہوتا ہے، آنکھیں دیکھتی ہیں تو عقل کو پتہ چلتا ہے کہ یہ چیز سیاہ ہے یا سفید، زبان چکھتی ہے تو عقل کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز میٹھی ہے یا کھٹی، ہاتھ سے چھوتے ہیں تو عقل سمجھتی ہے کہ یہ گرم ہے یا سرد، ناک سونگھتی ہے تو عقل کو خوشبو اور بدبو کا ادراک ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقل کا دائرۂ کار بھی عالم محسوسات تک محدود ہے محسوسات کے پس پردہ کیا ہے؟ اس کے ادراک سے عقل بھی اسی طرح عاجز و درماندہ ہے جیسے حواس۔ جس طرح حواس کی درماندگی کے بعد عقل کی ضرورت تھی، اسی طرح عقل کی درماندگی کے بعد عقل ہی کا تقاضا ہے کہ ایک اور بلند مرتبۂ ہدایت ہونا چاہئے جو ہمیں بتائے کہ ماورائے محسوسات کیا ہے؟ انسانی فطرت جاننا چاہتی ہے کہ ہمارا آغاز کیا ہے، ہمارا انجام کیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی کے لئے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا۔ اس کے علاوہ عقل جن حواس کے ذریعہ معلومات حاصل کرتی ہے وہ سارے حواس بڑی فاش غلطیاں کرتے ہیں۔ مثلاً بارش کے زمانے میں آنکھ دیکھتی ہے کہ بادل سے زمین تک پانی کی ایک دھار ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ ایک بوند ہوتی ہے۔ یا مثلاً کسی سائے کو آنکھ دیکھتی ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا ہے حالانکہ وہ ٹھہرا نہیں ہوتا ہے۔ وہ بیحد سست روی کی وجہ سے ساکن محسوس ہوتا ہے۔ یونہی اگر منھ کا ذائقہ بگڑا ہوا ہے تو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور دفعتاً باجے کی آواز کانوں میں آتی ہے۔ آپ ادھر ادھر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ باجے کی آواز نہیں بلکہ دماغ کی خشکی کے نتیجے میں کانوں میں گونج پیدا ہوگئی تھی جسے آپ نے سمجھا کہ یہ باجے کی آواز ہے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو حقیقت حال کا ہم کو کبھی سراغ نہ ملتا۔

غور کیجئے! حواس نے جب غلطیاں کیں تو عقل نے اس کی تصحیح کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر عقل غلطیاں کرے تو کیا ایک اور مرتبہ ہدایت نہیں ہونا چاہئے جو عقل کی غلطیوں کو واضح کرے اور ہم کو حقیقت حال تک رسائی کی راہ بتائے؟ قرآن کہتا ہے یہ ضروری تھا اور وہ مرتبہ ہدایت وحی وتنزیل، نبوت ورسالت کی ہدایت ہے، جسمیں کسی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى۔ (القرآن سورۃ اللیل: ۱۲تا۱۳)

بلاشبہ ہمارا کام ہے کہ ہم رہنمائی کریں اور یقیناً آخرت ودنیا ہمارے لئے ہے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى۔
(القرآن سورۃ حٰم السجدہ پ۲۴/آیت:۱۷)

اور رہی قوم ثمود کی بات تو اسے بھی ہم نے راہ حق دکھا دی تھی، لیکن اس نے ہدایت کی راہ چھوڑ کر اندھے پن کا شیوہ اختیار کیا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ
(القرآن سورۃ العنکبوت پ۲۱/آیت ۶۹)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جاں فشانی کی تو ضروری ہے کہ ہم بھی ان پر اپنی راہیں کھول دیں اور بلاشبہ اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو نیک عمل ہیں۔

(ربوبیت الٰہیہ اور بعثت انبیاء)

شہادت

یہ تو معلوم ہو چکا کہ مسلم کی ساری زندگی اطاعت رب وعبادت الٰہی ہے، مگر عبادت کے بھی درجات ہیں اور کچھ مرتبے جن میں سب سے افضل عبادت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنا اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا جان سے بھی اور مال سے بھی، ہر طرح ہر صورت ہر جہت سے حتیٰ کہ اگر اس سلسلہ میں ضرورت پڑے تو اللہ کے باغیوں اور طاغوت کے لشکریوں سے زور آزمائی کرنے پر بھی

مستعدر ہے۔ مرد مسلمان کی خوبی ایمان کا یہی تقاضا اور اسلام کا اپنے وفاداروں سے یہی مطالبہ ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۔ۃ

ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو شیطان کے دوستوں[۱] سے لڑو بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے[۲] (کنزالایمان)

(القرآن سورۃ نساء پ۵ آیت ۷۶)

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۃ۔

اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔

القرآن پ۲ سورۃ بقرۃ آیت ۱۹۰ (کنزالایمان)

پھر اس عظمت وفضیلت کا کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے فتنہ وفساد ظلم و زیادتی اونچ اور نیچ کو مٹانے اور دین حق، مذہب اسلام کو غالب کرنے کے مرحلہ میں اگر اپنی جان عزیز کی قربانی کا مسئلہ درپیش ہوجائے تو ہنسی خوشی اس امانت کو بھی رب کریم کی بارگاہ میں پیش کردے۔ جس کی ترجمانی خود رب کریم فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

(کنزالایمان)

(القرآن پ۲ سورۃ بقرہ آیت ۲۰۷)

---

[۱] اعلاء دین اور رضاء الٰہی کیلئے۔ [۲] یعنی کافروں کا اور اللہ کی مدد کے مقابلہ میں کیا چیز ہے۔ (خزائن العرفان)

بلاشک وشبہ ایک سچے مسلمان کی عبادت وتابعداری وفرمانبرداری کا یہی وہ کمال ہے جس کا نام نامی اسم گرامی "شہادت" رکھا گیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ نبیین و صدیقین کے بعد اس سے بلند و بالا اور کوئی مقام عبودیت نہیں جسکو رب کریم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ه

(القرآن پ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۹)

اور جو اللہ اور اسکے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملیگا، جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہیدا[1] اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(کنزالایمان)

شہادت کیا ہے؟ اپنے مالک حقیقی اور خالق حقیقی کا ایک فرمانبردار بندہ وفاداری کی گواہی دیتا ہوا اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر کے اطاعت وفرمانبرداری کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اسی کا نام شہادت ہے!

جس کی عظمت وفضیلت ایک انسان کیا لکھ سکتا ہے جبکہ خود رب کریم نے اپنے کلام بلیغ میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے[2] اور اس کے محبوب اور برگزیدہ پیغمبر آقا و مولیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا جو احادیث طیبہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جس کا کچھ حصہ اس کتاب میں موضوع کے لحاظ سے پیش کیا گیا ہے، جس کو آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

☆☆☆

---

[1] جنہوں نے راہ خدا میں جانیں دیں۔

[2] شہید کا لفظ قرآن مقدس میں تقریباً ۳۵ مرتبہ آیا ہے (المعجم المفہرس)

شہید فی سبیل اللہ
و
جہاد فی سبیل اللہ

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ — اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔
(القرآن پ ۱۷: سورۃ الحج آیت ۷۸)

لفظ جہاد کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب لکھتے ہیں " الجهاد والمجاهدة استفراغ الوسع فی مدافعة العدو" دشمن کا مقابلہ کرنے میں اپنی ہر امکانی قوت صرف کر دینے کو جہاد اور مجاہدہ کہتے ہیں، پھر لکھتے ہیں کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں (۱) مجاهدة العدو الظاهر ظاہری دشمن سے جہاد (۲) و مجاهدة الشيطان اور شیطان سے جہاد (۳) و مجاهدة النفس اور اپنے نفس کے خلاف جہاد۔

مندرجہ بالا آیت میں تینوں قسم کے جہاد داخل ہیں۔

ارشاد نبوی ہے جاهدوا اهوائكم كما تجاهدون اعداء كم اپنے ظاہری دشمنوں سے تم جس طرح جہاد کرتے ہو اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی جہاد کرو، جیسا کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہے کہ۔ ای المؤمنین اكمل ايماناً قال رجل يجهد في سبيل الله بنفسه و ماله و رجل يعبد الله في شعب من الشعاب قد كفى الناس شره[1]

پوچھا گیا کون سے مومن کا ایمان زیادہ مکمل ہوتا ہے؟ فرمایا جو اپنی جان اور اپنے مال کیساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس آدمی کا جو گھاٹی میں رہکر اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اس سے کوئی برائی نہ پہونچے۔

قرآن کریم نے جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت و اہمیت کو مختلف پیرایوں میں پوری وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

---

[1] ابوداؤد شریف مترجم ص ۲۷۰

يٰـاَيُّهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَـارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُـؤْمِـنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُـوْلِهٖ وَتُجَـاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْـرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(القرآن پ۲۸ سورۃ الصف آیت ۱۰۔۱۱۔۱۲)

اے ایمان والو! کیا میں ایسی تجارت کی طرف تمھاری راہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے، تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو، وہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہیں اور پاکیزہ مکانوں میں اور ہمیشہ کی جنتوں میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

مجاہدین کی تعریف میں وارد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ

(القرآن پ۲۸ سورۃ الصف آیت ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر قتال و جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ

بلا عذر جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے

دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o

اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے ثواب کی فضیلت دی ہے اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت ہے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

(القرآن پ۵، سورۃ النساء: آیت ۹۵،۹۶)

اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کعبہ کو آباد کرنے سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ o اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ o

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے کو ان لوگوں کے کام کے برابر ٹھہرایا ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور اللہ کے نزدیک یہ دونوں برابر نہیں ہیں اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا، جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے حق کی خاطر گھر بار چھوڑا اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ ہیں جو حقیقت میں کامیاب ہیں۔

(القرآن سورۃ التوبہ: آیت ۱۹،۲۰)

جہاد کی فضیلت اور ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی

اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ

(القرآن پ ۱۱ سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۱)

جانوں اوران کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ جو تم نے بیع کی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

حدیث پاک میں بھی بہت زیادہ جہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

بخاری شریف کتاب الجہاد میں ہے:

ان اباهريرة رضى الله تعالىٰ عنه حدثهٗ قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال دلنى على عمل يعدل الجهاد قال هل تستطيع اذا خرج المجاهد ان تدخل مسجدك فتقوم ولا تفتر وتصوم ولا تفطر قال ومن يستطيع ذلك قال ابو هريرة ان فرس المجاهد ليستن فى طوله فيكتب له حسنات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، مجھے ایسا کام بتایئے جو جہاد کے برابر ہو، فرمایا میں ایسا کوئی کام نہیں پاتا، مزید فرمایا کیا تو اس کی استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد جہاد کے لیے جائے (تو اس کے واپس ہونے تک) تم اپنی مسجد میں جا کر مسلسل نماز پڑھتے رہو اور ذرا دیر کے لیے بھی نہ بند کرو اور متواتر روزے رکھتے رہو اور کبھی نہ چھوڑو،

انھوں نے عرض کیا یہ کون کرسکتا ہے، ابو ہریرہ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی میں چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر مجاہد کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

عن ابن عبس یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اغبرت قدماہ فی سبیل اللّٰہ فھو حرام علی النار۔ (سنن نسائی)

سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کے پاؤں پر جہاد کی دھول پڑی ہو اس پر دوزخ حرام ہوگئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا ایک ایسی گھاٹی سے گذر ہوا جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا انھیں وہ چشمہ اپنی عمدگی کے سبب پسند آیا، کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ میں لوگوں سے الگ ہو کر اس وادی میں ٹھہرتا، لیکن میں جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں ایسا نہیں کرسکتا، چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا:

لا تفعل فان مقام احدکم فی سبیل اللّٰہ افضل من صلوتہ فی بیتہ سبعین عاما الا تحبون ان یغفر اللّٰہ لکم ویدخلکم الجنۃ اغزوا فی سبیل اللّٰہ من قاتل فی سبیل اللّٰہ فواق ناقۃ وجبت لہ الجنۃ ھذا حدیث حسن۔ (جامع ترمذی)

ایسا نہ کرو، کیونکہ تمھارا میدان جہاد میں کھڑا رہنا گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے بہتر ہے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کرے، اللہ کے راستے میں لڑو جس نے اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان جتنا وقت بھی اللہ کے راستے میں لڑائی کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، یہ حدیث حسن ہے۔

مذکورہ بالا فضیلت جہاد پر مشتمل قرآنی آیات واحادیث کریمہ سے بخوبی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد مال و دولت اور ملک و سلطنت کا حصول نہیں ہے، تو پھر آخر اس جہاد کا کیا مقصد ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ کلام میں مضمر ہے کہ۔

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔

اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ تو زمین فساد سے بھر جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر۔

القرآن، پ۲، سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۱

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وَّاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۔

یہ لوگ جب کبھی جنگ وخونریزی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے یہ لوگ زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

(القرآن پ،٦، سورۃ المائدۃ: آیت ٦٤)

الغرض اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی زمین پر فتنہ وفساد پھیلایا جائے، اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ اس کے بندوں کو بے قصور ستایا اور تباہ وبرباد کیا جائے، اسے یہ پسند نہیں ہے کہ طاقتور کمزوروں کو کھا جائیں، ان کے امن وچین پر ڈاکے ڈالیں اور ان کی اخلاقی، روحانی اور مادی زندگی کو ہلاکت میں مبتلا کریں اسے یہ منظور نہیں ہے کہ دنیا میں سیہ کاری، بداعمالی، ظلم و بے انصافی اور قتل وغارت گری قائم رہے، وہ پسند نہیں کرتا کہ جو خاص اس کے بندے ہیں ان کو مخلوق کا بندہ بنا کر ان کی انسانی شرافت پر ذلت کا داغ لگایا جائے، پس جو گروہ بغیر کسی معاوضہ کی خواہش، بغیر کسی دھن، دولت کے لالچ، بغیر کسی ذاتی نفع کی تمنا کے، محض خدا کی خاطر دنیا کو اس فتنہ سے پاک کرنے کے لیے اور ظلم کو دور کر کے اس کی جگہ عدل قائم کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس نیک کام میں اپنی جان و مال، اپنی تجارت کے فوائد، اپنے بال بچوں اور باپ بھائیوں کی محبت اور اپنے گھربار کے عیش و آرام سب قربان کر دے، اس سے زیادہ اللہ کی محبت اور اللہ کی رضامندی کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟ اور لیلائے کامرانی کی آغوش اس کے سوا کس کے لیے کھل سکتی ہے؟۔

جہاد فی سبیل اللہ کی یہی فضیلت ہے، جس کی بنا پر اسے تمام انسانی اعمال میں

ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑا درجہ دیا گیا ہے۔

غزوۂ ہند: مخبر صادق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاد ہند کی فضیلت اپنی زبان مبارک سے یوں ارشاد فرمائی ہے:

عن ابی ہریرۃ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی و مالی فان اقتل کنت من افضل الشھداء وان ارجع فانا ابو ہریرۃ المحرز۔ عن ابی ہریرۃ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی و مالی وان قتلت کنت افضل الشھداء و ان رجعت فانا ابو ہریرۃ المحرر۔[۱]

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمان ہندوستان میں جہاد کریں گے اگر وہ جہاد میری موجودگی میں ہوا تو میں اپنی جان و مال اللہ رب العزت کی راہ میں قربان کرونگا اگر میں شہید ہو جاؤں تو میں سب سے افضل ترین شہداء میں سے ہونگا اگر میں زندہ رہا تو میں وہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہونگا جو عذاب جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصابتان من امتی احزر ھما اللہ من النار عصابۃ تغزالھند و عصابۃ تکون ما عیسیٰ بن مریم علیھما السلام (سنن نسائی جلد ثانی مترجم ص ر ۳۲۷)

سیدنا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام تھے راوی ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے دو گروہوں کو اللہ رب العزت دوزخ سے بچائے گا ان میں سے ایک ہندوستان میں جہاد کریگا دوسرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

---

[۱] یہ حدیث مکرر ہے

اسلام کا نظریہ جہاد: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام میں جارحیت خوں ریزی قتل و غارت گری، ظلم و تعدی کی اجازت نہیں، جو لوگ اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں وہ قطعاً اسلام کے نظریہ جہاد کو سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں، اسلام نے انسانی جان کے احترام کی جس قدر پرزور تعلیم دی ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی، قرآن میں ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً ط وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً ۃ

(القرآن سورۃ مائدہ: آیت ۳۲)

اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

(القرآن پ ۸ سورۃ انعام: آیت ۱۵۲)

اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔

(القرآن سورۃ البقرۃ آیت: ۲۵۶)

کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں بے شک خوب واضح ہو گئی ہدایت گمراہی سے۔

اس آیت کے ضمن میں پیر کرم شاہ ازہری تحریر فرماتے ہیں:

اسلام کے دشمنوں نے اسلام پر لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا جو الزام لگا رکھا ہے، قرآن نے پہلے ہی اس کا رد کر دیا تھا، دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ دین کی بنیاد ہے ایمان اور ایمان کا تعلق ہے دل سے اور دل جبر و اکراہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا جانتا ہی نہیں، نیز اسلام بحیثیت دین انسان کی باطنی اور قلبی اصلاح اور درستی کرنا چاہتا ہے، اگر کسی کے گلے میں آپ

جبراً پھندا ڈال دیں تو کیا اس کی روحانی اصلاح ہو جائے گی اور کیا اسلام کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے شخص کو مسلمان کرنے میں اسلام کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، یہ تو ہوا اس بہتان کا نظری تجزیہ، اب آپ عملی پہلو پر نگاہ ڈالیے چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج ہندو پاک کے میدانوں میں مراکش کے صحراؤں میں ہمالہ کی چوٹیوں اور بحر اوقیانوس کے دور افتادہ جزیروں میں یورپ کے ہنگامہ زاد شہروں میں اور ایشیا کے بیشتر ممالک میں ہر روز پانچ دفعہ اذان کی آواز گونج رہی ہے، کیا جس دین کو ظلم وستم کے خوف سے قبول کیا گیا ہو اس سے لوگوں کی عقیدت کا یہ عالم ہوا کرتا ہے، بلکہ یہاں تو اسلام کے متوالوں کو ستایا گیا، ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے، انھیں تختہ دار پر سرِ راہ لٹکایا گیا، پروپیگنڈے کے طوفان امڈ امڈ کر آئے لیکن اپنا سر پٹخ پٹخ کر رہ گئے، ان اللہ کے بندوں کو جو عقیدت اپنے رب سے تھی، جو عشق اپنے محبوب اور پیارے رسول سے تھا، جو شیفتگی اپنے اس دینِ برحق سے تھی اس میں کمی نہ ہوئی، لیکن ایک اور چیز پیشِ نظر رہے، اسلام جس طرح یہ گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے، اسی طرح وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کر کے انھیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے اور اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اسلام اس وقت اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریہ جہاد ہے، اسلام کے بعض نکتہ چیں جہاد کو اکراہ فی الدین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، وہ سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو دشمنانِ دین و ایمان کے جور وستم کا تختۂ مشق بننے کی اجازت نہیں دیتا۔

مندرجہ ذیل قرآنی فرمان سے اسلامی نظریہ جہاد بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (القرآن پ۲ سورۃ البقرہ آیت:۱۹۰)

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا، بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

ان آیات میں ان مظلوموں اور ستم رسیدوں کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دی جارہی ہے، جن پر بارہ تیرہ برس مسلسل ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے رہے اور تسلیم ورضا کے یہ مجسمے خاموشی سے برداشت کرتے رہے، قرآن کے حکم جہاد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان تین چیزوں کو خوب ذہن نشین کرلیا جائے۔

(۱) کس مقصد کے لیے (۲) کس کے ساتھ (۳) اور کن شرائط اور قیود کے ساتھ قرآن نے جہاد کی اجازت دی ہے، ان آیتوں میں تینوں امور کی وضاحت کردی گئی ہے، مقصد جہاد کے متعلق تو فرمایا فی سبیل اللہ حق کی سربلندی کے لیے لوٹ مار تجارتی و صنعتی رقابت، وطنی یا نسلی عداوت وتعصب یا اس قسم کی سفلی مقاصد مومن کی جنگ کے پیش نظر نہیں ہوتے، صرف ان لوگوں کے ساتھ الذین یقاتلونکم جو تمھارے ساتھ جنگ کررہے ہیں، جو تم پر یلغار کرنے کے لیے پر تول رہے ہیں اور اس شرط کے ساتھ لاتعتدوا کہ جب جذبات پہ قابو نہیں رہتا آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے خبردار اس وقت بھی کسی پر زیادتی مت کرو، کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا عورتوں، معصوم بچوں، اپاہجوں، بوڑھوں، کسانوں، مزدوروں اور راہبوں پر ہاتھ اٹھانے سے اسلام نے منع فرمایا ہے (بشرطیکہ یہ لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں)۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب اپنے ایک سپہ سالار یزید بن ابی سفیان کو الوداع کہنے کے لیے پاپیادہ ان کے ساتھ گئے تو رخصت کرتے وقت انھیں پھلدار درختوں کے کاٹنے اونٹوں اور شیر دار جانوروں کو بلاضرورت ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

مستشرقین حضرات جو اسلام کے نظریہ جہاد پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے

ہیں وہی انصاف سے بتائیں کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی گزری ہے یا آج کی مہذب و متمدن دنیا میں کوئی قوم ایسی موجود ہے، جس کے جنگی قانون میں عدل وانصاف کا یوں لحاظ رکھا گیا ہو، آج تو جنگ شروع ہوتی ہے تو پرامن شہریوں اور آبادبستیوں کو ایٹم بموں سے اڑا کرر کھ دیا جاتا ہے، عورتوں، معصوم بچوں، بوڑھوں، بیماروں کسی سے درگزر نہیں کی جاتی، ہسپتالوں، درسگاہوں، عبادت خانوں تک کا احترام بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ (ضیاء القرآن ج ا ص ۱۳۲)

شہید فی سبیل اللہ

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے، اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فوراً بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے، جبکہ دوسروں کی روحیں فوراً جنت میں نہیں جاتیں، ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ) اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔ (شرح مسلم جلد ا)

شہید فی سبیل اللہ کی فضیلت: ایک بندہ مومن جب اعلائے کلمۃ الحق کے لیے راہ مولیٰ میں سردھڑ کی بازی لگا کر جام شہادت نوش کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے حیات جاودانی عطا فرما کر اپنے خاص انعام واکرام سے نواز دیتا ہے، قرآن ان کیساتھ زندگی کا یوں اعلان کرتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(القرآن پ۲، سورۃ بقرہ: آیت ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔

جب میدان بدر میں کئی مسلمان شہید ہوئے تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں مرگیا وہ اپنی زندگی کی لذتوں سے محروم ہوگیا غیرت الٰہی اس کو برداشت نہ کرسکی کہ جن لوگوں نے اس کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی جانیں قربان کیں، انھیں مردہ کہا جائے، اس لیے یہ آیت نازل فرما کر اپنی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے سے سختی سے روک دیا، بلکہ بتادیا کہ وہ زندہ ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ حیات شہداء اور ان پہ انعام و اکرام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ۝

(القرآن سورۃ آل عمران آیت: ۱۷۰،۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، اللہ نے انھیں اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور اپنے بعد کے مسلمانوں کے متعلق جو ان سے ابھی نہیں ملے یہ بشارت پاکر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر (بھی) نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قرآن وحدیث میں شہید فی سبیل اللہ کے متعلق بہت زیادہ فضیلتیں آئی ہیں۔ شہادت کا رتبہ کتنا عظیم ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تمنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیدہ لوددت انی

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت

اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم احیٰ ثم اقتل ثم احی ثم اقتل (سنن نسائی)

میں میری جان ہے میری یہ شدید خواہش ہے کہ میں اللہ رب العزت کی راہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر جلایا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔

عن انس بن مالك رضی اللّٰہ عنہ یحدث عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما من احد یدخل الجنۃ یحب ان یرجع الی الدنیا وان لہ ما علی الارض من شئی غیر الشہید فانہ یتمنیّٰ ان یرجع فیقتل عشر مرات لما یریٰ من الکرامۃ (مسلم، جلد:۲، ص:۱۳۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ دنیا میں واپس جانا پسند نہیں کرے گا خواہ اس کو روئے زمین کی تمام چیزیں مل جائیں، البتہ شہید جب اپنی عزت اور وجاہت دیکھے گا تو صرف وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ پھر دنیا میں جائے اور دس بار راہ خدا میں قتل کیا جائے۔

عن انس بن مالك رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم القتل فی سبیل اللّٰہ یکفر کل خطیئۃ فقال جبرئیل الا الدین فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا الدین (ترمذی، ص:۲۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت ہر گناہ کو مٹا دیتی ہے حضرت جبرئیل نے کہا قرض کے سوا؟ آپ نے فرمایا ہاں قرض کے سوا۔

عن المقداد بن معدیکرب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم للشهيد عند الله ست خصال يغفر له في اول دفعة و يرئ مقعده من الجنة و يجار من عذاب القبر و يامن من الفزع الاكبر ويوضع على راسه تاج الوقار الياقوتة منها خير من الدنيا و ما فيها و يزوج اثنتين و سبعين زوجة من الحور العين و يشفع في سبعين من اقاربه۔ هذا حديث صحيح غريب

(ترمذی، جلد:۱،ص:۸۱۲-۸۱۳)

وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں شہید کی چھ خصلتیں ہیں، خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے، جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے، عذاب قبر سے محفوظ ہوتا ہے
بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہتا ہے، اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، بڑی آنکھوں والی بہتر حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے ستر رشتہ داروں کے معاملہ میں اس کی سفارش قبول ہوگی، یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يكلم احد فى سبيل الله والله اعلم بمن يكلم فى سبيله الاجاء يوم القيامة و جرحه يثعب اللون لون دم والريح ريح مسك۔

(مسلم شریف، جلد:۲،ص:۱۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ کو خوب علم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہو رہا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا زخم بہہ رہا ہوگا، اس کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔

حیات شہداء: شہداء کی زندگی کس قسم کی ہے؟ اس پر گفتگو کرتے ہوئے صاحب روح المعانی تصریح کرتے ہیں فذهب كثير من السلف الى انها

حقيقية بالروح والجسد و ذهب البعض الي انها روحانية والمشهور ترجيح الاول یعنی سلف صالحین کی اکثریت کا یہی مذہب ہے کہ شہداء کی زندگی روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی ہے اور بعض کا خیال ہے کہ صرف روحانی زندگی ہوتی ہے، لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اور صاحب تفسیر مظہری بیان فرماتے ہیں ان اللّٰه تعالیٰ يعطي لارواحهم قوة الاجساد فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشاؤن وينصرون اولياء هم ويدمرون اعداء هم ان شاء الله تعالیٰ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ زمین اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ (شہداء) اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں،

جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیا اور صدیقین امت جو شہیدوں سے مرتبہ و شان میں بالاتفاق اعلیٰ اور برتر ہیں، ان کی زندگی میں کیوں کر شبہ کیا جا سکتا ہے، اسی زندگی کی وجہ سے ان کے جسم خاکی بھی صحیح و سلامت رہتے ہیں، چنانچہ امام مالک نے روایت فرمایا ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر کی قبر (دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے) سیلاب کی وجہ سے جب کھل گئی تو ان کے اجساد ظاہرہ یوں تر و تازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے، جیسے انھیں کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ (موطا)

اسی بیسویں صدی کا واقعہ ہے کہ جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر شہداء کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہدائے کرام کی نعشوں کو حضرت سلمان فارسی کے مزار پر انوار کے جوار میں منتقل کرنا چاہا تو ان حضرات کی قبریں کھودی گئیں، تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان کے پاک جسم صحیح و سلامت پائے گئے، ہزارہا مخلوق نے اسلام کا یہ معجزہ اور قرآن کی اس آیت کی صداقت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، ومن اصدق من الله قيلا (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر کے متعلق دریافت کیا گیا، انھوں نے کہا ہم نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، ان میں بسیرا کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا، اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں، جب انھوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انھوں نے کہا ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (تبیان القرآن ج۲ص۴۵۸)

■❖■

حضرت سلطان الشہداء
سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ

حیات مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب اور والدین: آپ کا اسم گرامی حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ہے،[1] آپ حضرت شیر خدا[2] علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ[3] الکریم۔ کے صاحبزادے حضرت امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ[4] کی نسل پاک سے ہیں والد محترم کا نام سالار شاہو۔[5]

[1] یہاں لفظ سید کا استعمال اضافی ہے" فتاویٰ فیض الرسول جلد۲ صفحہ نمبر ۵۸۵ قرآن مقدس میں یہ لفظ سردار کے معنیٰ میں ہے۔ آیت سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّنَبِيًّا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ حدیث مبارک میں بھی اسی طرح وارد ہے۔ سید الشھداء عند اللہ یوم القیامۃ حمزۃ بن عبد المطلب (حاکم) سید الایام یوم الجمعہ (الحاکم) انا سید ولد آدم وعلی سید العرب (المستدرک) بحوالہ تاریخ قطب شاہی صفحہ نمبر ۵۵۔ ہندوستان میں سید سے اولاد زہراء مراد لیتے ہیں مگر یہ تخصیص عرفی ہے جس کے سبب علوی وغیرہ سید ہونے سے نہ نکلیں گے۔ قول مفتی علامہ اختر رضا خاں ازہری، فتاویٰ فیض الرسول صفحہ ۵۸۴۔ علوی سادات کے بارے میں مزید حوالہ جات (توضیح الدلائل طبقات الانوار) دیکھئے۔ بحوالہ ہزار سالہ جدوجہد آزادی صفحہ ۶۷۔ اعلحضرت امام عشق و محبت (فتاویٰ رضویہ) جلد ۱۱ صفحہ ۲۳ پر ارشاد فرماتے ہیں شرع مطہرہ کے محاورہ میں سید بمعنیٰ قوم مخصوص مستعمل نہیں یہ اہل ہند کی خاص اصطلاح ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول)

حضرت سید سالار مسعود غازی علوی سادات میں سے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے۔ تاریخ قطب شاہی اعوان۔ سید کی سیر حاصل بحث کے لئے فتاویٰ رضویہ شریف جلد پنجم والصواعق المحرقہ کا مطالعہ کیجئے۔ (مسعودی)

[2] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیر خدا کیوں کہتے ہیں۔ جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود۔ جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ آپ نے اس پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور غبار اڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر سنا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اسے جہنم میں پہنچادیا شیر خدا کی اس بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر میدان جنگ کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے پکار اٹھا۔ شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ (خطبات محرم صفحہ ۱۹۲) محمد بن باقر سے مروی ہے کہ بدر کے

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا

دن رضوان نام کے فرشتے نے پکار کر کہا تھا ابن اسحاق اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ بدر کے روز ہوا کے چلنے سے جناب امیر نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے۔ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔ اور علی کے سوا کوئی بہادر نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (ارجح المطالب فی مناقب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب) صفحہ ۴۴۱ امام اہل سنن نے بھی خطبات رضویہ شریف میں اسد اللہ استعمال فرمایا ہے۔
۳ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرم اللہ وجہہ الکریم بھی کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے خطبات رضویہ شریف میں کرم اللہ وجہہ الکریم اوراسد اللہ دونوں کا استعمال فرمایا ہے ۔جو ہمارے لئے ایک دلیل ہے اور حضرت مولائے کائنات کا یہ شعر جس کو آپ نے خیبر کے موقع پر پڑھا جس کو اکثر سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ اور خطبات محرم میں بھی ہے۔ انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔ کلیث غابات کریہ المنظرہ۔۔ اس شعر میں حضرت علی نے مرحب کے پڑھے ہوئے رجز کا جواب دیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے گزشتہ رات میں شیر کو خواب میں دیکھا تھا۔ جس کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے مرحب پر رعب طاری ہو گیا تھا (ارجح المطالب) تاریخ الخلفاء ۔وشواہد النبوہ۔ وتنزیہ المکانۃ الحیدریہ۔ الصواعق المحرقہ۔ وصحاح کی سبھی حدیثیں مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتی نظر آتی ہیں جس سے عظمت شان حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خوب خوب ظاہر ہے۔ (مسعودی) حضرت علی کی شان میں قرآن مقدس کی (۵۳) آیتوں کا ذکر صاحب تاریخ قطب شاہی نے کیا ہے صفحہ ۴۴۔ اور حدیث شریف کی (۳۶)
کتابوں کا ذکر تفصیلاً صاحب تاریخ قطب شاہی نے کیا ہے جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ذکر ہونے والی حدیثیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۴۵۔ حضرت علی جوف کعبہ میں پیدا ہوئے (مدارج النبوۃ) جلد دوم صفحہ ۷۳۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ (مروج الذھب) صفحہ ۱۷۵۔ ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۲۵۱۔ منقول از حقانی تقریریں صفحہ ۱۸۷۔ حضرت علی پیدا بھی ہوئے خدا کے گھر میں اور شہید بھی ہوئے خدا کے گھر میں۔ کسے را میسر نہ شد ایں سعادت۔ بکعبہ ولادت بمسجد شہادت۔ (شہید ابن شہید جلد اول صفحہ ۳۰) آنکھ کھلتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرا دیکھا انھیں کی باتیں سنی انھیں کی عادتیں سیکھیں اس لئے بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن آلودہ نہ ہوا یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور اسی لئے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا لقب ہوا (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ) امام احمد رضا فاضل بریلوی بحوالہ خطبات محرم صفحہ ۱۸۶۔ اصل رسالہ تنزیہ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب کے پاس ہے۔ صاحب بشائر المصطفیٰ کے حوالہ سے ابوالحسنات محمد احمد قادری نے اوراق غم میں آپ کے کعبہ میں

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا

ولادت کے واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے (اوراق غم) صفحہ ۱۴۸۔
اور روضۃ الشہداء کے حوالہ سے ابوداؤد کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے۔ ولدتہ فی الحرم المعظم امہ۔ طاالب وطا
ب ولیدھا والمولد۔ (اوراق غم) قال محمد بن طلحہ الشافعی ولد فی لیلۃ الا
حدالثالث والعشرین من شھر رجب سنۃ تسع مائتہ وعشرین من
التاریخ الفارسی المضاف الی اسکندر الیونانی وکان ملک فارس
یومئذ بر ویز بن ہر مز وولد بالکعبۃ البیت الحرم۔(ارجح المطالب بحوالہ
المطالب السئول صفحہ ۳۶۳۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔
ان فاطمۃ بنت اسد فی شدۃ من المخاض واخذا بیدھا وجاء بھا الی
الکعبہ وقال اجلس علی اسم اللہ (ارجح المطالب) صفحہ ۳۶۴ (بحوالہ ابن
المغازی الشافعی فی المناقب) ابوالحسن مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف (الفصول المہمہ فی
معرفۃ الائمہ) میں رقم فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکم مادر سے جوف کعبہ میں متولد
ہوئے اور اس فضیلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو خاص فرمایا ہے۔ نزھۃ المجالس اردو جلد دوم صفحہ ۶۰۹۔
ہ حضور سید المرسلین نے ارشاد فرمایا اے علی میرے بعد تمہارا ایک بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھنا اور کنیت ابو
القاسم رکھنا میں نے اسے اپنا نام اور کنیت بخش دی سوائے تمہارے بیٹے کے میری امت میں سے کسی کیلئے
جائز نہیں ہے کہ وہ میرا نام اور کنیت جمع کرے۔ (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۶۳۔ بحوالہ مستدرک۔ الحاکم۔
طبقات ابن سعد۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعدد باندیاں سندھ کی تھیں (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے کا ھندوستان) صفحہ ۱۹۔ حضرت کی باندی حضرت خولہ سندھیہ حنفیہ بھی تھیں (کتاب مذکور
بالا) صفحہ ۳۶۵۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (۱۹) باندیاں تھیں تاریخ الخلفاء کی عبارت ملاحظہ ہو۔
وکان لہ تسع عشرہ سریۃ۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۰۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت خولہ بنت جعفر تھا
جو بنوحنیف کی کنیز تھیں امام محمد حنیف والدہ کی نسبت سے حنفیہ مشہور ہوئے آپ کی والدہ سندھ ہندوستان
سے تھیں جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید نے بنوحنیف کو شکست دی انھوں نے صلح کی درخواست کی تھی
حضرت خولہ قیدی عورتوں میں مدینہ شریف آئیں اور حضرت علی کے حصے میں آئیں اور مسلمان ہو
گئیں۔ حضرت علی نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۶۴۔ اسماء
الرجال مشکوٰۃ۔ صفحہ ۶۱۸۔ علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے۔ وعن اسماء بنت ابی بکر قا
لت رایت ام محمد بن الحنفیہ سندیہ سوداء وکانت امہ لبنی حنفیہ ولم

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا

تکن منهم وانما صلحهم خالد بن وليد على الرقيق ولم يصالهم على انفسهم۔ صفحہ ۲۱۲۔

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ہندوستان) صفحہ ۳۶۵۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غسل کے وقت محمد بن حنفیہ موجود تھے ملاحظہ ہو۔ (الصواعق المحرقہ) صفحہ ۱۳۴ کی عبارت۔ وغسله الحسن والحسين وعبد الله بن جعفر و محمد بن الحنفيه يصيب الماء

کچھ لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے کربلا کے معرکہ میں شرکت کی ہے۔ مثلاً (صاحب حیات مسعودی) یہ قطعاً درست نہیں ہے ملاحظہ ہو (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۹۲ کی یہ عبارت مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد بن حنفیہ شدید علالت کی وجہ سے حضرت امام حسین کے ساتھ نہ جا سکے حضرت امام حسین نے آپ کو پیچھے ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ (تاریخ قطب شاہی صفحہ ۹۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مختلف اوقات میں آٹھ پاک دامن عورتوں کو شرف زوجیت بخشا (بقیہ باندیاں تھیں) جن سے (۱۵) بیٹے پیدا ہوئے (تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے) مگر یہ تفصیل ابن خلدون۔ طبری۔ ابن کثیر۔ ابن سعد۔ طبقات ناصری۔ وغیرہ سے منقول ہے۔ تاریخ میں حضرت علی کے ان بیٹوں کو غیر فاطمی علوی کہا جاتا ہے عرب مورخین کے بقول آپ کے تین غیر فاطمی بیٹوں سے (محمد حنیف، حضرت عباس، حضرت عمر اصغر) سے آگے نسل چلی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۶۱۔

حضرت محمد بن حنفیہ سے متعلق ایک بڑی دل چسپ روایت عبد شوقین دھام پوری کی بنام اسلام کھنڈ سامنے آئی جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بابل کی ملکہ سے شادی پھر وہاں سے واپسی پر آپ نے ملکہ کو اپنی انگوٹھی بطور نشانی عطا فرمایا بعدہٗ حضرت محمد بن حنفیہ کی پیدائش اسی ملکہ کے بطن سے ہوئی اور وہ اپنے والد سے ملاقات کی غرض سے مدینہ طیبہ کی طرف نکلے مدینے میں داخل ہونے سے پہلے کھجور کے باغ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کھجور کے معاملے کو لے کر مقابلہ آرائی ہوئی۔ بعد میں محمد بن حنفیہ نے وہ انگوٹھی دکھایا اور حضرت علی کا ذکر کیا تب آپ نے گلے سے لگایا اور وہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب خلاصہ کتاب (اسلام کھنڈ) نوٹ یہ کتاب کئی حصوں میں ہے اس کی روایتیں میرے اعتبار سے قابل قبول نہیں۔ (مسعودی)

۵ شاہو۔ بڑی شین سے ہے اکثر لوگوں نے اسی کو استعمال کیا جیسا کہ مرأۃ مسعودی قلمی (بحر ذخار قلمی) صفحہ ۸۳۸ تاریخ سید سالار وغیرہ۔ سالار سیّد شاہ شاہو غازی غزنی افواج کے پہلوان لشکر یعنی سپہ سالار تھے وہ حضرت علی کے اولادوں میں سے تھے جو بغرض جہاد اور تبلیغ اسلام غزنی تشریف لائے ان کے تقوی

بقیہ اگلے صفحہ پر

اور والدہ ماجدہ کا نام ستر معلی ہے[۱] جو سلطان سبکتگین[۲] کی شہزادی اور سلطان محمود غزنوی[۳] کی بہن ہیں۔

بقیہ پچھلے صفحہ کا

وعبادت اور جرأت و بہادری کے کارنامے مشاہدہ کر کے سلطان محمود نے اپنی ہمشیرہ ستر معلی کا عقد سالار شاہو غازی سے کر دیا اس طرح دوران پڑاؤ محاصرہ قلعہ علاقہ اجمیر میں سید سالار مسعود کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (ہزار سالہ جدّ و جہد آزادی) صفحہ ۶۹۔ سلطان محمود غزنوی کی سلطنت میں عباسیہ دور خلافت کے ستائے ہوئے افراد یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر دنیا کے دور دراز علاقوں میں دین اسلام کی تبلیغ کی غرض سے خطہ عرب سے ہجرت کر کے جب خراسان اور غزنی پہنچے تو سلطان محمود نے عرب سے آنے والے تمام علمائے کرام اور مجاہدین کی عزت افزائی کی اور انھیں اعلیٰ مناصب پر فائز کیا انھیں میں حضرت علی کی اولادوں میں سے آنے والے سید شاہ شاہو غازی جو فن حرب و سپہ گری کے ماہر تھے ان کے تقویٰ اور حسن کارکردگی سے متاثر ہو کر نہ کہ صرف اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے پہلوان لشکر کا خطاب دیا بلکہ اپنی ہمشیرہ ستر معلی کے ساتھ ان کا نکاح بھی کر دیا۔ (ہزار سالہ جدّ و جہد آزادی) صفحہ ۲۷۔ سید ابو الفرح واسطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چار صاحب زادوں کے ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں غزنین تشریف لائے جن میں تین صاحب زادے ہندوستان تشریف لے آئے (سادات مارہرا اور بلگرام انہیں کی اولادوں میں سے ہیں) تنبیہ الغافلین المعروف موت کا سفر۔ ص ۱۴۱۔

[۱] ستر معلی کو کچھ لوگوں نے معلا لکھا ہے جیسا کہ بحر ذخار کے قلمی نسخہ میں ہے ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۸۳۸۔ ستر معلا ہے یا ستر معلی یہ ایک الگ بیان ہے لیکن کیا محمود غزنوی کی کوئی بہن اس نام کی تھیں اسکو صاحب حیات مسعودی نے کافی الجھایا ہے اور میرے نظریہ سے انھوں نے ماٰخذ کی اصل کی کتابوں کو نہیں دیکھا ہے بلکہ دوسروں کے نقل کردہ اقوال پر اپنا نظریہ پیش کیا ہے لیکن میں نے موصوف کی پیش کردہ حوالوں کی کافی چھان بین کی۔ روضۃ الصفا۔ منتخب التواریخ۔ طبقات ناصری۔ وغیرہ کا کافی گہرائی سے مطالعہ کیا جس سے موصوف کی بیان کی اصلیت واضح ہوئی اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ صاحب مرأۃ مسعودی نے جو لکھا ہے وہ درست ہے اور ستر معلی محمود غزنوی کی بہن تھیں۔ (مسعودی)

[۲] سبکتگین نام پدر سلطان محمود غزنوی (غیاث اللغات) صفحہ ۲۱۷۔ سبکتگین کو حاجی نصر تاجر نے الپتگین کے ہاتھ فروخت کر دیا الپتگین کو خراسان کی حکومت ملی اس کے بعد اس کا بیٹا اسحاق جانشین ہوا اس کے بعد ۲۷ رشعبان ۳۶۶ھ جمعہ کے دن سرخ جھنڈوں کے ساتھ سبکتگین آیا اور اس کی بادشاہی سبھوں نے مان لی

بقیہ اگلے صفحہ پر

محمد بن حنفیہ نے متعدد شادیاں اکیں ان سے کثیر اولاد پیدا ہوئیں مگر تمام ازواج و اولاد کے ناموں کی تفصیل کہیں نہیں ملتی ۔ابن کثیر لکھتے ہیں ۔
محمد بن حنفیہ کی مختلف بیویوں سے عبداللہ، حمزہ، علی، جعفر اکبر حسن، ابراہیم، قاسم عبدالرحمٰن، جعفر الاصغر، عون اور رقیہ ہیں ۔۲(ترجمہ ابن کثیر جلد ۹ ص ۱۹)

بقیہ پچھلے صفحہ کا

۷ ۳۸۷ھ مطابق ۹۹۰ء بلخ کے ایک گاؤں برمل مدرونی میں وفات ہوئی (طبقات ناصری) جلد اول صفحہ ۴۰۵ تا صفحہ ۴۰۸ ۔سبکتگین کے ہرنی کے بچے کو آزاد کرنے اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کے واقعہ کو تاریخ فرشتہ نے جلد اوّل صفحہ ۹۵ پر تفصیل سے بیان کیا ہے ۔آئینہ اودھ صفحہ ۲۹
۳ سلطان اعظم نظام الدین ابوالقاسم محمود ابن سبکتگین بہت بڑا فرمانروا تھا بادشاہ اسلام میں وہ پہلا شخص ہے جسے خلافت بغداد نے سلطان کا لقب دیا ۔طبقات ناصری جلد اول صفحہ ۴۱۱ ۔وقائع نگاران سلطانی حالات و خصائل سلطان محمود کے یوں تحریر کرتے ہیں کہ یہ بادشاہ مردانہ فرزانہ و دلیر و دور اندیش و ذی علم و عادل و جفا کش و کریم النفس اولوالعزم و فیروز مند شاعر و عاشق مزاج تھا بایں ہمہ کمالات کے اس پر یہ بھی اعتراض ہے کہ وہ لالچی و حریص اور جمع کنندہ مال کا تھا ۔تاریخ آئینہ اودھ صفحہ ۳۳ ۔سلطان محمود غزنوی کے دربار کی یہ خصوصیت تھی کی وہاں دنیا کے منتخب علماء اور فضلاء آ کر جمع ہو گئے تھے مؤرخین کا بیان ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کے دربار میں بیک وقت اتنے علماء اور فضلاء جمع نہیں ہوئے جتنے کہ محمود کے دربار میں تھے ۔رسالہ جہان کتب ماہ جون ۲۰۱۰ء صفحہ ۳۳ ۔محمود غزنوی سنسکرت کی کتابوں کا بے حد قدرداں تھا چنانچہ البیرونی نے بیس سے زیادہ کتابوں کا ترجمہ یا خلاصہ کیا ۔۱۰۲۳ء میں گوالیر کے راجہ نندا نے محمود کے شان میں ہندی زبان میں مدحیہ نظم لکھا (ڈاکٹر ایشوری پرشاد کا بیان) ڈاکٹر ناظم اپنی تصنیف: دی لائف اینڈ ٹائمس آف محمود غزنی صفحہ ۱۵۹ سے ۱۶۲ میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمود امام ابوحنیفہ کا پیرو تھا لیکن تخت نشینی کے بعد کرامیہ فرقہ کی طرف مائل ہو گیا تھا اور امام شافعی کی تقلید کرنے لگا تھا ۔۴۱۰ھ میں محمود غزنوی نے غزنی میں بہت شاندار مدرسہ قائم کیا ۔خلاصہ مضمون رسالہ جہان کتب ماہ جون ۲۰۱۰ء
۱ انھیں میں سے ایک شادی ام جعفر سے فرمائی جن کے بطن سے عبدالمنان ۔جعفر الاصغر ۔ابوالفتوح عبداللہ اصغر ۔وعون پیدا ہوئے ۔(تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۶۶ ۔
۲ صاحب تاریخ قطب شاہی نے ابوہاشم ۔ابوطالب اور ام سلمہ کا بھی ذکر کیا ہے ۔(تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۶۶ ۔

حضرت محمد بن حنفیہ غازی بن علی رضی اللہ عنہما کے اور دو صاحبزادے حضرت عبدالمنان[۱] و حضرت عبدالفتاح رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، جن میں سے حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا سلسلۂ نسب عبدالمنان بن محمد بن حنفیہ بن علی رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے۔

---

[۱] غالباً انھیں کو صاحب تاریخ قطب شاہی نے عبدالمنان جعفر الاصغر لکھا ہے۔ صفحہ ۶۶
ہزار سالہ جدّو جہد آزادی کے مؤلف نے حضرت محمد بن حنیفہ اور حضرت عبدالمنان کے بیچ میں دو ناموں کا اور اضافہ کیا ہے۔ علی ابو ہاشم المعروف۔ ابی ہاشم عبداللہ۔ شاہ محمد یوسف غازی المعروف۔ زبیر غازی اور موصوف نے حوالہ کے طور پر (جمہرۃ الانساب العرب) کو پیش کیا ہے اور فی الوقت یہ شجرہ فریم شدہ پاکستانی خطاط کے ہاتھوں نقل کردہ مزار مبارک کے پائینتی دروازہ کے بائیں جانب پچھم لگا ہے۔ رہا ہمارا ذکر کردہ شجرہ صوفی عبد الرحمٰن چشتی و ملاّ وجیہ الدین اشرف صاحب بحر ذخار کے قلمی نسخوں سے لیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) جس کے بارے میں صوفی عبدالرحمٰن چشتی نے مکاشفہ بھی کیا ہے جس کا ذکر آپ اسی کتاب کے حصہ مرأۃ مسعودی قلمی فارسی کے متن میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں رہا مؤلف مذکور کا بیان کردہ شجرہ تو اس کے بارے میں صرف اتنا لکھنا چاہتا ہوں جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابن حزم خارجی عباسی نے اس شخص کی کتاب (جمہرۃ الانساب) کی متعدد عبارتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ خاندان رسول ہاشمی میں یزید پلید کی شادیاں کرائی جائیں اور یہ ثابت کیا جائے کہ فلاں فلاں شخص اہل بیت رسول سے خارج اور فلاں فلاں شخص اہل بیت رسول میں شامل ہے، شہید ابن شہید صفحہ ۶۷۔ اب اگر ابن حزم کی ہی (جمہرۃ الانساب العرب) ہے تو مذکورہ بالا عبارت سے اس کی حیثیت کا اندازہ لگا لیجئے اور فیصلہ خود آپ کے ہاتھ ہے ابن حزم کے عقیدے کا اندازہ ذیل کے عبارتوں سے کیجئے۔ ابن حزم نے ظاہری مسلک و منہاج کو اس لئے اختیار کیا کہ اس سے اجتہاد کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے شہید ابن شہید صفحہ ۶۸ بحوالہ حیات ابن حزم صفحہ ۲۰۷۔ ابن حزم طہارت کے ایک مسئلہ میں جمہور فقہا کے خلاف ہے۔ وہ جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کیلئے قرآن چھونا اور پڑھنا جائز قرار دیتا ہے (حیات ابن حزم) صفحہ ۲۸۰۔ علامہ ابن کثیر۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ نے اسکو گستاخ اور خارجی لکھا ہے (فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ) صفحہ ۲۶۲۔ اعلیٰحضرت امام عشق و محبت مولینا الشاہ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کیلئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح مسلم شریف میں فرمایا ہے مسائل نماز (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ شریف جلد اول صفحہ ۲۰۶)

سلسلۂ نسب: سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی بن حضرت سالار شاہو بن حضرت عطاء اللہ بن حضرت طاہر غازی بن حضرت طیب غازی بن حضرت محمد غازی بن حضرت عمر غازی بن حضرت آصف غازی بن حضرت بطال غازی بن حضرت عبدالمنان غازی بن حضرت امام محمد بن حنفیہ غازی بن امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہم اجمعین۔[1]

ابن کثیر کے متذکرہ بالا ناموں میں عبدالمنان مذکور نہیں، مگر محمد بن حنفیہ کے اولاد کی تعداد ۲۴ تھی جن میں سے چودہ اور بقول دیگر اٹھارہ صاحبزادے تھے، بقول عمدۃ

---

[1] اسی شجرۂ مبارکہ کو مرأۃ مسعودی قلمی کے سبھی نسخوں میں ذکر کیا گیا ہے (صاحب) بحر ذخار کے قلمی نسخے میں بھی یہی ہے (بحر ذخار قلمی)

صفحہ ۸۳۹۔ غزانامہ:۔ مرأۃ مسعودی جگد یو سنگھ اور حد تو یہ ہے کہ ذات سلطان الشہداء کے سب سے بڑے نقاد صاحب حیات مسعودی نے بھی اسی شجرے کو نقل کیا ہے۔ آئینہ اودھ میں بھی یہ شجرہ نقل ہے۔ (تاریخ امجدی۔ تاریخ برار اچل پور امراوتی مہاراشٹر) میں بھی شجرہ مذکور ہے جس کو خطیب امجد حسین نے تحریر فرمایا ہے۔ اس شجرے کے بارے میں حضرت صوفی عبدالرحمن چشتی فرماتے ہیں کہ میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ سلطان الشہداء سیدّ سالار مسعود غازی جلوہ افروز ہوئے اور مجھے اپنے آباء واجداد کے دربار میں حاضری دلائی بعدہٗ مشاہدہ مزارات آباء واجداد میں نے یہ شجرہ مرتب کیا ہے۔ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی نزہۃ القاری میں یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

نزہۃ القاری جلد اول صفحہ ۴۵۔ سیدّ المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پہونچی کہ جو لا الہ الا اللہ ستر ہزار بار کہے اس کی مغفرت ہو جائیگی اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جائیگی میں نے یہ کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھا تھا مگر کسی خاص شخص کی نیت نہیں کی تھی۔ ایک دعوت میں گیا اس میں ایک جوان بھی تھا جو کشف میں مشہور تھا یہ جوان کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو بتایا کہ میں اپنی والدہ کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں میں نے اپنے دل میں اس کلمے کا ثواب اس کے والدہ کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھی حالت میں دیکھتا ہوں۔ مولانا عبدالرحمن جامی نے نفحات الانس میں شیخ ابا الربیع کے حوالہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ پاکستانی بج سورہ رضویہ ص ۱۰۴۔

الطالب کے حضرت محمد بن حنفیہ کی کچھ اولاد عجم میں آباد ہوئیں، ا ہمارے نقطہ خیال سے یہ ایک اہم بیان ہے، کیونکہ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ محمودی دربار کے علوی بھی عجم سے آئے تھے۔ ۲ ممکن ہے انھیں میں عبدالمنان اور عبدالفتاح بھی ہوں، جن کا ذکر سیر و تاریخ کے مولفین نے بعد مکانی کی وجہ سے ترک کر دیا ہو۔ ۳ مولوی عبداللہ خاں علوی مصنف تاریخ کڑا مانک پور ۴ صفحہ ۶۱ / پر لکھتے ہیں کہ حضرت جعفر الاکبر ابن محمد بن حنفیہ کو عبدالمنان بھی کہتے تھے۔

---

۱ اموی دورِ حکومت کے مظالم نے سادات فاطمی اور علوی کو دور دراز علاقوں میں روپوش ہونے پر مجبور کر دیا تھا جن میں زیادہ تر ایران میں تھے۔ (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۱۰۹ اس موضوع پر۔ شواہد النبوۃ، الصواعق المحرقہ تاریخ قطب شاہی میں بڑی تفصیلی گفتگو ہے اہل ذوق ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۲ محمود کے زمانہ میں غزنین میں بہت سے علوی شرفاء آگئے تھے (بیہقی صفحہ ۳۵۲ بحوالہ سید سالار مسعود غازی)

۳ کچھ مصنفین نے جیسے محمد حسین مترجم اعجب الاسفار نے غیر ضروری کتابوں کے حوالے سے کچھ اعتراض کئے۔ حال کے مصنف ہزار سالہ جدو جہد آزادی نے۔ خارجی کی کتاب کا حوالہ دے کر شجرہ پر گفتگو کی ہے جو نہایت بے جا ہے جب کہ محققین و مکاشفین نے اسی شجرے کو نقل کیا ہے۔ ضیاء الدین نقشبندی امروہوی نے اپنی کتاب (مرأۃ الانساب) میں اسی شجرے کو نقل کیا ہے۔

۴ مقامی روایت کے مطابق مانک پور کی لڑائی اسی جگہ پر ہوئی جہاں اب موضع چوکا پار ہے جو پیشتر مانک پور میں شامل تھا مانک پور ضلع پرتاپ گڑھ میں اور کڑا جو دریا کے اس پار ہے ضلع الہ آباد میں شامل ہے (حیات مسعودی) صفحہ ۱۲۷۔ قصبہ مانک پور تحصیل کنڈا ضلع پرتاپ گڑھ دریائے گنگا کے کنارے الہ آباد رائے بریلی اور پرتاپ گڑھ سے تقریباً ۵۸ کلومیٹر فاصلے پر ایک پرانا قصبہ ہے جسکا عرض البلد۔ ۴۶۔ ۲۵ شمال طول البلد ۲۴۔ ۸۱ مشرق ہے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں سالار شاہو نے اس کو فتح کیا اور قطب حیدر کو حاکم مقرر فرمایا بعد میں قطب حیدر کو شہید کر دیا گیا ان کا مزار شریف چوکا پار پور میں جو مانک پور ہی کا حصہ ہے اس میں مرجع خلائق ہے (سلطان الشہداء) صفحہ ۱۶۴ قصبہ کڑا تحصیل سراتھو ضلع الہ آباد۔ قصبہ سراتھو کے شمال مشرق میں آٹھ کلومیٹر الہ آباد سے تقریباً چھیاسی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک پرانا قصبہ ہے۔ سالار شاہو نے ملک عبد اللہ کو یہاں کا حاکم مقرر کر دیا تھا بستی میں حاجی جمال شہید اور متعدد شہداء کی مزاریں واقع ہیں (سلطان الشہداء) صفحہ ۱۶۵۔

سالار شاہو کا سفر اجمیر:۱ حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ۲ فنون حرب وضرب میں بڑے ماہر اور غزنوی فوج کے ایک شجاع اور بہادر سپہ سالار تھے۔۳

۱ مشہور ہے کہ اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک ہندو راجہ کا نام جس کی حکومت حد غزنین تک تھی "آجا" تھا آجا ہندی میں آفتاب کو کہتے ہیں اور میر ہندی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں ہندوؤں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں پہاڑوں پر تعمیر ہونے والی دیواروں میں سب سے پہلی دیوار تعمیر ہوئی جو اجمیر کے پہاڑ کے اوپر ہے اسی طرح سرزمین ہند میں سب سے پہلا حوض بنایا گیا جو (پُھکر) کا حوض ہے جو اجمیر سے آٹھ میل دور ہے اور ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں اور ہر سال چھ روز کے لئے (تحویل عقرب) کے وقت وہاں جمع ہو کر اپنی عمر عزیز اور اولاد کو ایک باطل مذہب کی بدولت برباد کرتے ہیں، ان میں سے جو قیامت کے قائل ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قیامت بھی اسی حوض سے شروع ہوگی۔ (اخبار الاخیار) صفحہ ۵۸۔ اجمیر وہ مقدس مقام ہے جہاں شاہو سالار نے ورود فرمایا اور سیّد سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی پیدائش ہوئی اسی لئے ایک چلّہ سالار غازی کے نام سے مشہور ہے (معین الاراح) صفحہ ۴۱۰۔ ۵۸۵ھ حضرت خواجہ معین الدین کو عالم رویا میں بشارت ہوئی اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے تجھے ہندوستان جانا چاہئے وہاں ایک شہر اجمیر میں میرے فرزندوں میں سے سیّد حسین بہ نیت جہاد وغزوہ گیا تھا وہ وہاں شہید ہو گیا ہے اور وہ مقام کفار کے ہاتھ آ گیا ہے تیرے قدوم کی برکت سے وہاں پر اسلام آشکارا ہوگا اور کفار مقہور ہونگے بعد ازاں آپ کو دربار رسالت سے ایک انار عطا کیا گیا اور فرمان ہوا اس میں دیکھو تا کہ یہ معلوم ہو تمہیں کہاں جانا ہے حضرت خواجہ کو انار میں مشرق سے مغرب تک نظر آیا اور شہر اجمیر اور اس کے پہاڑ بھی دیکھ لئے بعد ازاں آپ ہندوستان روانہ ہو گئے۔ معین الارواح (معین الارواح) صفحہ ۵۹۔ وسیر الاقطاب وغیرہ۔ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ ششم رجب ۶۳۳ھ کو وصال فرمایا بعد انتقال آپ کی پیشانی پر یہ مکتوب تھا۔ ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ (آئینہ اودھ) صفحہ ۴۳۔ اجمیر کو مدینۃ الہند بھی کہتے ہیں۔ معین الارواح۔ صفحہ ۳۲۸۔ اجمیر پر مزید تحقیق کے لئے حیات مسعودی کا مطالعہ فرمائیں مذکورہ کتاب کے مؤلف نے بہت تحقیق کیا ہے جھوٹی سچی باتوں کو خوب سلیقے سے جمع کیا جیسا کہ موصوف کی عادت ہے اور تحقیق کا زعم بھی، جیسا کہ میں نے بغیر نام لئے اشارہ کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے محمد بن حنفیہ کو میدان کربلا میں پیش کیا ہے انھیں میں موصوف بھی ہیں۔ علم تاریخ میں لکھنے پڑھنے بولنے سے پہلے علم تاریخ کی تعریف اغراض ومقاصد دنیاوی اور دینی دونوں پر نظر وخیال رکھنا ضروری ہے ورنہ آدمی کہاں پہونچے گا جس کو وہ خود ہی نہیں سمجھ سکتا۔ اجمیر پر بھی موصوف نے ایسے ہی کچھ تحقیقات پیش کئے ہیں جس سے لگتا ہے موصوف اس وقت اجمیر کے پٹواری تھے۔ (مسعودی) شہر اجمیر

بقیہ اگلے صفحہ پر

سلطان کو ان پہ کافی اعتماد اور بھروسہ تھا اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا،

بقیہ پچھلے صفحہ کا

جس کا عرض البلد ۲۶۔۳۱ شمال اور طول البلد ۴۷۔۲۸ مشرق (تاریخ وسط ہند) جلد دوم صفحہ ۴۷۰۔
اجمیر کے بارے میں صاحب حیات مسعودی نے سر ہنری ایلیٹ صاحب سے بہت سی روایتیں لی ہیں جس کے بارے میں یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ اس کتاب کے اقتباسات میں مسلمانوں کے دور کے صرف روشن پہلو ہی نظر آئیں گے یہ تاریخ نویسی کے خلاف ضرور ہے لیکن یہ ردِّ عمل ایلیٹ کی تاریخ کے مطالعہ سے ہوا ہے۔ جس میں صرف تاریک پہلو ہی پیش کئے گئے ہیں سر ہنری ایلیٹ نے اپنی ضخیم تاریخ کی مختلف جلدوں میں زیادہ تر ایسے ہی اقتباسات جمع کئے ہیں جو مسلمان فرمانرواؤں کی تاریخ کے تاریک پہلو تھے۔ ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک ایک جھلک صفحہ ۶۸۔ ایلیٹ صاحب پر مزید معلومات کیلئے مذکورہ کتاب کے مطالعہ سے بہت کچھ فراہم ہوتا ہے۔ مسعودی

۲۔ اگر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ سلطان محمود و سالار شاہو کے آباء و اجداد کے درمیان صدیوں پیشتر قرابت قائم ہو چکی تھی یعنی محمود کے ساتویں پشت میں یزدجرد کی لڑکی شہر بانوں کا نکاح سیدنا امام حسین سے ہوا تھا اور سالار شاہو کی نویں پشت میں حضرت سیدنا محمد بن علی امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ شجرہ محمود غزنوی۔ و شجرہ شہر بانوں پر مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ طبقات ناصری۔ تاریخ قطب شاہی تاریخ مسعودی۔ علامہ ابن خلکان کے حوالہ سے صاحب تاریخ مسعودی نے یزدجرد کی اولادوں کا ذکر اپنی تالیف میں کیا ہے (تاریخ مسعودی) یزدجرد بن شیرویہ نے ترکستان کے قیام میں ترکوں سے رشتہ قائم کیا اور جو اولادیں ہوئیں وہ ترک کہلائیں۔ (تاریخ مسعودی طبقات ناصری) یزدجرد کے پردادا خسرو پرویز شاہ ایران نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاق کر ڈالا۔ اور عامل یمن کو حکم دیا کہ (نعوذ باللہ) اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے دار السلطنت مدائن میں بھیج دو لیکن اسی اثناء میں مغرور خسرو اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں خود ہی جہنم رسید کر دیا گیا۔ تاریخ مسعودی۔ خصائص کبریٰ۔

۳۔ سالار شاہو کے غزنی پہونچنے پر دولت غزنویہ نے شایانِ شان عزت افزائی کی۔ کہ ان کو نہ صرف فوج کا سپہ سالار بنا کر پہلوان لشکر کا خطاب عطا ہوا بلکہ سلطان محمود کی بہن بی بی ستر معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نکاح بھی ہوا (تاریخ مسعودی) صفحہ ۱۰۹۔

صاحب الرحیق المختوم نے بھی شاہو سالار کا ذکر کیا ہے جب کہ الرحیق المختوم کے مؤلف کے عقیدے کی ہم قطعاً تائید نہیں کرتے ہم اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مشرباً۔ قادری۔ مسعودی۔ چشتی۔ رضوی۔ اشرفی۔ مداری ہیں۔ (ہزار سالہ جدو جہد آزادی)

سلطان محمود غزنوی نے ا قلعہ اجمیر فتح کرنے کے بعد وہاں کا انتظام و انصرام مظفر خاں ۲ کو سپرد کر دیا تھا، لیکن قرب و جوار کے راجاؤں ۳ کی بار بار یورش اور ریشہ دوانیوں سے مظفر خاں تنگ آ گیا۔ اور مجبور ہو کر اپنے آپ کو قلعہ کے اندر محصور و محفوظ کر لیا اور مدد کے

ا سلطان کے قریب العہد محدث و مؤرخ علامہ ابن جوزی نے (المنتظم فی التاریخ) جلد ۱۰ میں سلطان کو اکابر امت میں شمار کرتے ہوئے انھیں سلطان الاسلام اور اعظم ملوک الارض جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔ امام علامہ شمس الدین ذھبی سلطان محمود غزنوی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، محمود ابن سبکتگین سلطان اعظم، ابوالقاسم، سیف الدولہ، یمین الدولہ، عادل، شجاع، فقیہ، غریب پرور، صاحب سعادت اور تائید یافتہ ایزدی تھے۔ بلکہ یہاں تک لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عبد العزیز کے بعد عدل کے باب میں چار نام ایسے ملے جن کا پانچواں کوئی نہیں ان میں سلطان محمود غزنوی اور سلطان صلاح الدین ایوبی بھی شامل ہیں۔ امام ذھبی سلطان اور بادشاہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں۔ کہ سلطان اس حاکم کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں بنفس نفیس اتر کر افواج کی قیادت بھی کرے اور نظام حکومت بھی چلائے جبکہ اس کے برعکس بادشاہ صرف عدل و انصاف کے ساتھ ساتھ نظام حکومت اور عنان اقتدار سنبھالنے والے کو کہتے ہیں۔ امام ابن کثیر دمشقی بھی تذکرہ سلطان میں ان القابات کا استعمال فرماتے ہیں۔ شاہ اعظم، مجاہد و غازی، عادل و جری، (خلاصہ ہزار سالہ جدو جہد آزادی) صفحہ ۴۴۔۴۵۔ حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے محمود علماء و شعراء کا قدر دان تھا اور ان پر چار لاکھ دینار سالانہ سے زیادہ صرف کرتا تھا (کتاب مذکور) صفحہ ۴۰۔ مستند اہل علم نے سلطان محمود غزنوی کو فقہ حنفی کا فقیہ اور عالم تسلیم کیا ہے (کتاب مذکور) صفحہ ۳۹۔ علامہ جامی نے بھی (سلسلۃ الذھب) صفحہ ۲۴۹ پر سلطان محمود غازی کا لقب عطا فرمایا ہے۔

۲ ۳۹۹ھ میں جب سلطان محمود غزنوی اور انند پال ابن جے پال راجہ پنجاب کا مقابلہ بمقام پشاور ہوا تھا۔ جس میں دہلی، قنوج، اجمیر، گوالیر کے راجے انند پال کی امداد میں آئے تھے تو سلطان نے ان کو شکست دے کر دور دور تک بھگانے کے ساتھ قلعہ اجمیر پر قبضہ کر کے سرحدی نگرانی کے لئے وہاں ایک حاکم مظفر خاں کو چھوڑ دیا تھا (تاریخ مسعودی) صفحہ ۹۴۔ ۳۵۹ھ میں سلطان محمود غزنوی کے والد اور انند پال کے والد سے بھی ایک مقابلہ اسی مقام پر ہوا تھا۔ (آئینہ اودھ) صفحہ ۲۹۔ مظفر خاں کے بارے میں بھی کافی اختلافی بیان ہے اور مظفر خاں کو جزیرہ ہرمز سے بتایا گیا ہے اور سلطان ابوالحسن نے مظفر پر حملہ کیا (حیات مسعودی)

۳ خاص طور پر راجہ بھیروں گر، سوم گر، چندو وغیرہ (حیات مسعودی)

لئے چار نفری وفد سلطان کی خدمت میں غزنین بھیجا قاصدوں نے وہاں کے مشرکین و معاندین کے ظلم و ستم کی مکمل داستان سلطان کو سنائی اور بتایا کہ رائے بھیرون اور سوم کرن نے چوالیس سرداروں کی معیت میں مظفر خاں کو قلعہ میں گھیر رکھا ہے اور مسلمانوں کو ہلاک و برباد کرنے کے درپے ہیں، یہ سن کر سلطان کا جذبہ حمیت بھڑک اٹھا، اس نے وفد کو بھرپور اطمینان دلایا اور مظفر خاں کی مدد اور حمایت کا پختہ عہد کیا، سلطان نے اپنے وزیر خاص حسن میمندی ۱ اور دوسرے مشیر کاروں سے مشورہ کے بعد سات ہزار ماہرین جنگ کا ایک عظیم لشکر حضرت سالار شاہو کے زیر کمان کیا اور خاص تلوار خنجر ۲ اور نو عراقی گھوڑے ۳ عطا کر کے ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔

---

۱ ابو العباس کے بعد خواجہ احمد بن حسن میمندی منصب وزارت پر سرفراز ہوا یہ وزیر سلطان محمود کا رضاعی بھائی اور ہم سبق بھی تھا احمد کا باپ حسن میمندی سبکتگین کے عہد میں (بست) نامی قصبے میں مقیم تھا اور اس کا کام بادشاہ کی طرف سے مال جمع کرنا تھا۔ جس پر خیانت کا الزام لگایا گیا اس کی پاداش میں اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ حسن میمندی سلطان کا وزیر تھا بالکل غلط ہے (تاریخ فرشتہ) جلد اول صفحہ ۱۵۳۔ سب سے پہلے اسے عہدہ انشاء و رسالت تفویض کیا گیا کچھ عرصے بعد جب محمود نے ابو العباس سے ناراض ہو کر وزارت سے علیحدہ کر دیا اور احمد بن حسن کو اسکی جگہ مقرر کیا (تاریخ فرشتہ) جلد اول صفحہ ۱۵۱۔ محمود نے اپنے محبوب غلام ایاز کو سب سے پہلے پنجاب کا گورنر بنایا۔ (ہندوستان پر اسلامی حکومت ص ۱۵۰)

۲ تلوار، ہندی ہے۔ سیف۔ شمشیر۔ (المنجد) صفحہ ۵۰۶۔ المنجد مطبوعہ مرکزی ادارہ تبلیغ کے صفحہ ۱۲۶۹۔ تلوار کی تصویر بنا کر دکھایا گیا ہے۔ خواب میں تلوار کا دیکھنا۔ عورت یا بادشاہ خواہ اولاد سے مراد ہے۔ یا افزائش جود و سخا مراد ہے۔ (شمع شبستان رضا) چہارم صفحہ ۱۵۹۔ شمشیر دیکھنا۔ ملک ہاتھ آئے یا سفر کرے۔ یا عورت ساتھ لائے (نافع الخلائق) صفحہ ۸۶۔ ذوالفقار جنت سے آئی ایک تلوار ہے (ارجح المطالب) صفحہ ۴۴۳۔ خنجر فارسی ہے مذکر ہے۔ ایک ہتھیار جو چھرے کی قسم کا ہوتا ہے اسکو کٹار بھی کہتے ہیں (فیروز اللغات) صفحہ ۵۹۶۔ الخنجر۔ چھری۔ کٹار (المنجد) صفحہ ۲۹۹ تصویر۔ المنجد۔ صفحہ ۱۲۶۹۔ پر دیکھئے۔ باب ما جاء فی صفت سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں حضور سرور عالم و عالمیان پیغمبر اسلام صاحب شفاعت کبریٰ مالک و مختار نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا ذکر ہے کہ وہ کیسی تھی محدثین کرام

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا
بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس تلواریں تھیں انکے نام یہ ہیں (۱) الماثور (۲) القضیب (۳) القلعی (۴) بتار (۵) الحتف (۶) المخذم (۷) الرسوب (۸) الصمصامہ (۹) اللحیف (۱۰) ذوالفقار اور دو تلواریں جن کا نام العون۔ اور العرجون تھا یہ حضور ﷺ کے معجزے سے کھجور کی شاخیں تلوار بن گئیں تھیں (شمائل ترمذی) صفحہ ۱۹۷۔ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہندی تلوار کا ذکر یوں کرتے ہیں۔ فا مسیٔ سرا جا مستنیر اًوھا دیاً۔ یلوح کما لا ح الصیقل المھند (ازھار العرب) صفحہ ۵۔
سے گھوڑے کو عربی میں، فرس اور فارسی میں، اسپ، کہتے ہیں اس کے گوشت کا رنگ سرخ ذائقہ نمکین ماہیت مشہور ہے طبیعت گرم خشک معز گرم مزاجوں کو اس کا کھانا مکروہ اور مختلف فیہ ہے (مخزن المفردات) صفحہ ۶۴۱۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ گھوڑا ایک وحشی جانور تھا اسکو سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سواری کے لئے استعمال فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے (حیات الحیوان جلد دوم صفحہ ۶۷) گھوڑے کے متعلق شیخ سعدی یوں فرماتے ہیں اسپ تازی اگر ضعیف بود۔ ہم چناں از طویلہ ءخر بہ (گلستان سعدی) صفحہ ۲۰۔ گھوڑے کی دو قسمیں ہیں (۱) عتیق (۲) ھزین۔ جس کو بزون بھی کہتے ہیں (عتیق) اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ دونوں عربی النسل ہوں کیونکہ یہ تمام عیوب ونقائص سے خالی ہوتا ہے اس لئے اسکو عتیق کہتے ہیں۔ (ھزیل) اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا باپ عربی النسل اور ماں عجمی ہو اور جس گھوڑے کی ماں عربی اور باپ عجمی ہو اس کو مقرف کہتے ہیں ایسا ہی معاملہ انسانوں میں ہے (حیات الحیوان) جلد دوم۔ گھوڑے بھی بددعا کرتے ہیں اس سلسلے میں ابوذر غفاری کی روایت مذکور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں جسکو دو مرتبہ یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ اے اللہ تو نے جس شخص کو میرا مالک بنا دیا ہے اسکی نگاہوں میں مجھکو سب سے زیادہ محبوب مال بنا دے (حیات الحیوان) جلد دوم۔ گھوڑا کسی دوسرے جانور کا باقی ماندہ چارہ یا خوراک نہیں کھاتا، گھوڑی کو گھوڑے کی نسبت بہت زیادہ شہوت ہوتی ہے اسی لئے یہ اکثر گھوڑوں کے علاوہ دیگر نر جانوروں کے پیچھے بھی لگی رہتی ہے جاحظ نے لکھا ہے کہ گھوڑی کو حیض آتا ہے لیکن بہت قلیل مقدار میں گھوڑے کی شہوت چالیس تا نوے سال تک بر قرار رہتی ہے گھوڑا انسانوں کی طرح خواب بھی دیکھتا ہے اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ یہ گدلا پانی پیتا ہے اور جب کہیں اس کو صاف پانی ملتا ہے تو اس کو گدلا کر دیتا ہے۔ گھوڑے کے تلی۔ اونٹ کو پتا۔ اور شتر مرغ کے گودا نہیں ہوتا اور پانی کے پرندوں دریا کے سانپوں کے دماغ اور زبان نہیں ہوتی اسی طرح مچھلی کے پھیپھڑے نہیں ہوتے (حیات الحیوان) جلد دوم۔ حضور ﷺ کے پاس کافی گھوڑے تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں اسکب، رتجز، لزاز، ظرب، لحیف، ورد، ابلق، ذوالعقال، مرتجل، ذواللمۃ، سرحان، یعسوب، بحر، ادھم، ملاوح، طرف، مسحا، مراوح، مقدام، معذوب، اور ضریر (حیات الحیوان) جلد دوم صفحہ ۵۷۸۔

حضرت سالار شاہو غزنی[۱] سے قندھار آئے[۲] اور یہ عظیم لشکر لے کر نویں ذی الحجہ ۴۰۱ھ براہ ٹھٹھہ[۳] اجمیر کا رخ کیا اور منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے جب اجمیر[۴] کے قریب پہنچے تو تین منزل کے فاصلے پر ایک دریا کے کنارے قیام کیا۔[۵]

---

[۱] غزنین، وغزنی، وغزنہ۔ بفتح اوّل وسکون ثانی سہ یکیست نام شہر مولد محمود غزنوی (غیاث اللغات) مطبع نول کشور صفحہ ۳۱۰۔ علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے بھی (سلسلۃ الذہب) صفحہ ۴۴۷ پر غزنین کا ہی استعمال فرمایا ہے۔ اس وقت غزنین کی کل آبادی۔ ۲۸۳۹۵۷۱۶۔ رقبہ اسکوائر میٹر۔ ۶۵۲۲۳۰۔ اور راجدھانی کابل ہے۔ غزنی افغانستان کا ایک مشہور علاقہ ہے جس کے پچھم اور اتر میں لمغان اور پورب اور اتر میں قندھار ہے اور خاص اتر میں دریائے سندھ پاکستان میں ہے۔ پورا نقشہ حدود کے ساتھ کتاب ہزار سالہ جدو جہد آزادی کے صفحہ ۴۰ پر لگا ہوا ہے غزنی کا ایک نقشہ جدید کتاب (سلطان الشہداء) میں بھی ملاحظ فرما سکتے ہیں پاکستان کے مغربی سرحد شہر بنون سے ایک سڑک قبائلی علاقہ جات سے گزرتی ہوئی سرحدی شہر ٹل میتون سے گزر کر غزنی جاتی ہے۔ غزنی کے مشرق میں پاکستان کے شہر پاراچنار میرانشاۃ واقع ہیں۔ غزنی کے جنوب میں قندھار اور پاکستان کا صوبہ بلوچستان ہے اور شمال میں کابل ہے (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۱۲۹۔ افغانستان ہی میں ہرات ہے جس کی بہت فضیلتیں آئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، سمیت اللہ کے ستر رسولوں نے دعاء فرمائی کہ جو اس شہر میں فوت ہوگا قیامت کے دن شہدائے بدر کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ محسن انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم میرے بعد سفر کرو تو خراسان کے شہر ہرات جانا (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۱۲۸ بحوالہ تاریخ ہرات۔ قندھار سے کابل جانے والے مارگ پر ۶۲۰۸ فٹ کی اونچائی پر افغانستان گلجائی پردیش کی راجدھانی ندی کنارے پر بسی ہے (اتہاسک کال کھنڈ کے پرسٹھ ۸۳) غزنی شہر کابل کے جنوب میں واقع ہے اور سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں مشہور آفاق دارالسلطنت تھا (جغرافیہ عالم) حصہ دوم صفحہ ۱۲۰۔

[۲] ایران کی سطح مرتفع کا سب سے بلند حصہ افغانستان ہے جسکا اوسط ارتفع چار تا سات ہزار فٹ اور جس کے شمالی پہاڑ یعنی کوہستان ہندوکش ۲۰ ہزار فٹ اور مشرق میں کوہستان سلیمان سات تا گیارہ ہزار فٹ تک بلند ہیں، ملک افغانستان کا عرض چھ سو اور طول پانچ سو میل کے قریب ہے جنوب افغانستان میں سب سے بڑا شہر قندھار ہے اور درّہ بولان کے راستے یہاں کے تجارتی قافلے ہندوستان میں آمد و رفت رکھتے ہیں (جغرافیہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا

عالم) حصّہ دوم صفحہ ۱۲۰۔ جن چار دریاؤں کا ذکر کتاب (عرب وہند کے تعلقات) میں ہے کہ یہ جنتی ہیں ان میں سیحون کا بھی نام ہے (عرب وہند کے تعلقات) صفحہ ۲۔ نوٹ:۔ جس زمانے کا ہم تذکرہ کررہے ہیں غالباً اس وقت ترکستان، افغانستان، ایران، سب ایک میں تھا لیکن قندھار ہمیشہ افغانستان میں رہا ہے۔ خلاصہ مطالعہ جغرافیہ عالم۔ (مسعودی) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ۲۹ھ میں اسلامی لشکر کے لوگ مشرق میں فتح وظفر کا پرچم لہراتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے حدود فارس سے نکل کر کابل، قندھار، زابلستان، اور ترکستان، پر قبضہ کر چکے تھے (سلطان الہند) صفحہ ۱۵۔ (فتوح البلدان) صفحہ ۱۱۲۔ پر ایک نقشہ ہے جس میں قندھار نام ملتا ہے۔

۳۱ اور اسی زمانے میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نامی نے دیبل پر جو سندھ کی بندرگاہ تھی اور ٹھٹھ یا موجودہ کراچی کے قریب تھا، حملہ کیا اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانے میں ایک دستہ دریا کا دیکھ بھال کر کے واپس چلا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۳۹ھ ۶۶۰ء میں ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کی نگرانی کرنے لگا جو ۴۲ھ میں مارا گیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (عرب ہند کے تعلقات صفحہ ۱۴) ہندوستان میں اسلام کب داخل ہوا اس کا صحیح تعین میرا مطالعہ نہ کر سکا لیکن ذیل کی عبارت قارئین کے لئے فائدہ بخش ہے عن بعض کتب التاریخ ان الاسلام دخل فی بلاد کیرلا فی خلافة عثمان بن عفان رضی الله عنه وانه بعث الی الهندسرية تحت المغيرة بن شعبة ووصلوا الى كالى كوت وكان فيه ملك يقال له ذمودن لما سمع اخباره ﷺ معجزة شق القمر وكان هوا اهل البلد ممن شاهدوها استفسرا ان تلك الواقعة ووقتها فاخبروه فلما طابقا اخبارهم لما شاهدوه اسلم ذلك الملك واهل البلد وكان ذالك سنة سبع و عشرين من الهجرة واخبر نى بعض من اثق به عنه راى قدام المسجد القديم فى كالى كوت قبيل عمارته لوحا معلقا بعالى المسجد كتب فيه ان بنا ذلك المسجد سنة ثنتين و عشرين من الهجرة قال قد قرأته وتارخ المكتوب فيه (بويد) قال ويذكر ان قبر رافعً ورفاعه البدرين فى جوار ذالك المسجد (الادلة القواطع على الزام العربية فى التوابع) صفه ٦ مطبوعه ترکی۔ دیبل یا ٹھٹھ۔ اس کے آس پاس سو گاؤں تھے ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں یہاں مسلمان بھی خاصی تعداد میں موجود تھے ان کی زبان سندھی اور عربی مخلوط تھی اس وقت یہاں بڑے علماء اور محدثین ہوئے ہیں (تاریخ مسعودی بحوالہ کتاب الانساب علامہ سمعانی صفحہ ۸۲۔ معجزہ شق القمر کو ملابار کے راجہ نے ایک جماعت کے ساتھ دیکھا

بقیہ اگلے صفحہ پر

حضرت خضر ا علیہ السلام سے ملاقات: دریا کے کنارے قیام کے دوران حضرت سالار شاہو کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ ۱۶

بقیہ پچھلے صفحہ کا

اور مسلمان ہوا۔ اس واقعہ کو قاضی اطہر مبارک پوری نے اپنی کتاب محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ہندوستان کے صفحہ ۱۸۲ پر تحفۃ المجاہدین کی عربی عبارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۱۴ اجمیر موجودہ ہندوستان کے جنوب مغربی صوبہ راجستھان میں واقع ہے۔ راجستھان کی سرحد سندھ سے ملتی ہے۔ اجمیر کے جنوب میں گجرات ہے۔ اور مشرق میں مدھیہ پردیش ہے اور شمال میں ہریانہ پنجاب ہے پاکستان کے شہر میر پور خاص سے ریلوے لائن براستہ کھوکھرپار مونا مارواڑ سے ہوتی ہوئی اجمیر پہنچتی ہے (تاریخ قطب شاہی) صفحہ ۱۳۷۔

۱۵ اجمیر سے پچاس میل شمال مشرق کی طرف نمک کی مشہور جھیل سانبھر واقع ہے سمندر کی سطح سے اس کی بلندی بارہ سو فٹ کے قریب اور اس کا رقبہ تقریباً نوے میل مربع ہے اس میں جو ندیاں گرتی ہیں وہ شورے کی زمین پر سے بہتی ہوئی آتی ہیں (جغرافیہ عالم) صفحہ ۱۴۵۔ مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اجمیر کے نزدیک دریا کا ہونا ضرور پایا جا سکتا ہے (مسعودی) اجمیر ہی وہ مقدس جگہ ہے جس کے بارے میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔ مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ پر دعائیں قبول ہوتی ہیں (احسن الوعا لاداب الدعا)

۱۶ ذوالقرنین کے والد اپنے زمانے میں علم نجوم کے معتبر عالم تھے فلکی اثرات کے جس قدر وہ ماہر تھے اور کوئی نہ تھا ان کی عمر زیادہ ہوئی ہے ایک رات انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جاگتے جاگتے میری طبیعت خراب ہوگئی ہے لہٰذا آنکھ لگا لوں میرے بجائے تم جاگتی رہو اور آسمان تکتی رہو جس وقت ایک ستارہ فلاں جگہ (انگلی کے اشارے سے جگہ تعین کر کے بتایا) طلوع ہو تو تم مجھ کو جگا دینا میں اٹھ کر کے تمہارے ساتھ صحبت کروں گا اس سے تم حاملہ ہو جاؤ گی اور تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو آخیر زمانے تک زندہ رہے گا یہ کہکر وہ سو گئے اتفاق کی بات کہ ابوسکندر کی سالی یعنی ذوالقرنین کی خالہ اپنے بہنوئی کی یہ بات سن رہی تھی۔ اس نے اپنے شوہر سے یہ قصہ بیان کر دیا جس وقت وہ ستارہ معینہ جگہ پر طلوع ہوا سالی جاگ کر فوراً اپنے شوہر سے ہمبستر ہو گئی چنانچہ اس کو حمل رہ گیا اور عدت حمل گزر جانے کے بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خضر رکھا گیا۔ ادھر سکندر کی والدہ آسمان کو تک رہی تھیں کہ ان کے شوہر کی آنکھ کھل گئی وہ جلدی سے اٹھ کر آئے اور ستارہ دیکھنے لگے لیکن اس وقت وہ ستارہ اپنی جگہ سے ہٹ چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا تم نے مجھ کو

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا

جگایا کیوں نہیں اس نے جواب دیا مجھکو اس کام کے لئے جگاتے ہوئی شرم آئی اس بناء پر نہیں جگایا یہ سن کر شوہر بولا میں چالیس سال سے اس ستارے کا انتظار کر رہا تھا تم نے میری ساری محنت اکارت کردی خیر اب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا ایک گھڑی بعد اب دوسرا ستارہ نکلے گا اس وقت میں تمہارے ساتھ ہمبستر ہونگا اور اس حمل سے ایسا بچہ پیدا ہوگا جو سورج کے دونوں کرنوں کا مالک ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس حمل سے سکندر ذوالقرنین پیدا ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی خالہ کی بطن سے حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (حیات الحیوان) جلد دوم صفحہ ۲۴۲۔ نام کے بارے میں اختلاف ہے علامہ ابن حجر کا قول زیادہ قوی ہے کہ بلیا ہے (نزھۃ القاری) جلد اول صفحہ ۳۱۷۔ قرآن مقدس تفسیر جلالین، بیضاوی، صاوی، جمل، اکلیل، حسینی، روح البیان، تفسیر نعیمی، تبیان القرآن، عزیزی، مدارک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد ابن ماجہ، مشکوۃ، مرقات، فتوحات مکیہ، اوران کے علاوہ تذکرۃ الانبیاء، تذکرۃ الاولیاء، کی جتنی کتابیں میری نظر سے گذریں سب میں حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر میں نے پایا۔ اور تقریباً ایک سو سے زیادہ کتابیں اس وقت میرے پاس موجود ہیں جس میں تفصیلاً یا اجمالاً حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر ضرور ہے۔ کچھ ضروری باتیں یہاں نقل کی جارہی ہیں تاکہ عوام نفع حاصل کر سکے (مسعودی) امام بخاری اور کچھ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پاچکے ہیں۔ مگر جمہور علماء اور جمیع اولیاء کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور دجال کے بعد جب ایمان اٹھ جائے گا اس وقت وصال فرمائیں گے۔ (نزھۃ القاری) جلد اوّل صفحہ ۳۱۸۔ اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت رسالہ ''انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ'' میں عرفات کے ذکر میں فرماتے ہیں، بکثرت اولیاء بلکہ الیاس وخضر علیہما الصلوٰۃ والسلام نبی اللہ موجود ہیں یہ تصور کریں (فتاویٰ رضویہ) جلد چہارم صفحہ ۷۰۷۔

۲ جیسا کی حضرت خضر علیہ السلام نے بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی۔ صاحب روح البیان نے حضرت علی سے ملاقات کا ذکر کیا ہے امام عبدالرحمن نے ''نزھۃ المجالس'' میں حضرت انس سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ علامہ جامی ''شواھد النبوۃ'' میں حضرت امام زین العابدین سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ نے امام باقر سے ملاقات کے ذکر کو ذکر کیا ہے۔ صاحب ''کشف المحجوب'' نے امام اعظم سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ شیخ فریدالدین عطار نے ''تذکرۃ الاولیاء'' میں حضرت ابووراق کی تصانیف کی تصدیق کا ذکر کیا ہے صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ نے لکھا ہے کہ۔ غوث الاعظم دستگیر کا حضرت خضر علیہ السلام نے تین سال تک امتحان لیا۔ ظہورالحسن شاہ مدار نے حضرت شیخ بدیع الدین کی ولادت کی مبارکباد پیش کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سالار شاہو کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ سبع سنابل شریف میں میر عبدالواحد بلگرامی نے نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی بارگاہ میں خضر علیہ السلام کی حاضری کا ذکر فرمایا ہے۔ انکے علاوہ بہت سے نفوس قدسیہ واولیاءاللہ و نیک ومتقی مسلمان سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے۔ (مسعودی)

حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو ایک صالح،۱ سعادت۲ مند فرزند اور دشمنوں پر فتحیابی کی بشارت دی۔۳ اور فرمایا تازہ وضو کرو،۴ دو رکعت نماز نفل۵ اس طرح ادا کرو

۱ صالح۔ لفظ عربی ہے۔ اور صفت ہے۔ نیک، پرہیزگار، متقی، پارسا، دیانتدار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات) صفحہ ۸۵۸۔ الصالح۔ درست، ٹھیک، نیک، حقوق ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا (المنجد) صفحہ ۵۷۲۔ صالح۔ بمعنی نیکوکار و نام پیغمبر است کہ بدعائے او ناقہ از سنگ پیدا شدہ بود۔ (غیاث اللغات) صفحہ ۲۵۹۔

۲ یہ لفظ عربی ہے۔ اقبال مندی۔ خوش نصیبی۔ نیک بختی۔ نیکی بھلائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات) صفحہ ۸۰۰۔ سعادۃ۔ نیک بخت ہونا خوش نصیب ہونا (المنجد) صفحہ ۴۷۳۔ سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے سعادتمندی کا ذکر حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں اس مناسبت سے یہاں سعادت تصوف مراد ہوگا جسکا ذکر حضرت شیخ فرید الدین عطار نے فرمایا اور پند نامہ میں آپ نے ایک باب ہی "دربیان سعادت و نصیحت" کے باندھا ہے۔ (پند نامہ) صفحہ ۲۰۔

۳ بشارت۔ عربی ہے۔ خوشخبری مژدہ، الہام۔ غیبی آواز، القاء۔ جمع بشارات (فیروز اللغات) صفحہ ۳۰۵۔ البشارۃ۔ خوشخبری جمع۔ بشارات و بشائر ہے (المنجد) صفحہ ۸۸۔ بشارت۔ بالضم و کسر بمعنی خبر خوش۔ و بفتح باین معنی خطا است از بحر الجواہر و مدار و کشف مؤید۔ و منتخب (غیاث اللغات) صفحہ ۶۸۔

۴ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اکثر وضو سے رہا کرتے تھے اس لئے فرمایا تازہ وضو کرو اس کا اطلاق وضو علی الوضو پر ہوتا ہے اور اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت سلطان الشہداء بھی وضو کا التزام فرماتے تھے جنکا اندازہ درگاہ شریف کے تبرکات میں رکھی ہوئی آپکی صدری مبارک سے ہوتا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ بوقت شہادت آپ وہ صدری مبارک زیب تن کئے ہوئے تھے جس میں پورا قرآن مقدس منقش ہے جو اس بات کا شاہد ہے کہ اس کا پہننے والا ہمیشہ وضو سے رہا ہوگا، فقیر بارہا خوردبین کے ذریعے صدری دیکھ چکا ہے پورا قرآن مقدس صاف طور پر دیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے آج بھی رجب المرجب کی ۱۲۔۱۳۔ تاریخوں میں اسکی زیارت انتظامیہ اپنے طور پر کراتی ہے جسکو ایک خلق کثیر دیکھ کر فیض حاصل کرتی ہے (مسعودی) حالانکہ صاحب تاریخ مسعودی نے اس واقعہ پر کلام کیا ہے جس سے عوام الناس میں جو مشہور ہے کہ پیراہن مقدس میں تیر کے نشان ہیں اس قول کی تکذیب ہوجاتی ہے جو بالکل درست نہیں ہے اور واقعہ شہادت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ تیر لگنے کے بعد اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے اور سکندر دیوانہ کی گود میں آپ کا وصال ہوا ان چند لمحوں میں یہ بالکل ممکن ہے کہ پیراہن مقدس کو آپ

بقیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ پچھلے صفحہ کا

نے اتار دیا ہوتا کہ اس پر منقش شدہ قرآن مقدس کی بے حرمتی نہ ہو اور لوگ آپ کو اسی حالت میں دفن نہ کریں اور رہتی دنیا تک یہ پیغام لوگوں کو حاصل ہو جائے کہ سید سالار مسعود غازی نے قرآن کی عظمت و حرمت کا کتنا خیال رکھا، تبرکات میں رکھا ہوا پیراہن مقدس ہمیں بہت کچھ درس دیتا ہے لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ اس پیراہن مقدس کی نسبت سید سالار مسعود غازی سے نہیں ہے (مسعودی) اس تناظر میں کچھ فقہی مسائل ملاحظہ فرمائیں شہید فقہی کی نماز جنازہ تو پڑھی جائیگی مگر اسے غسل نہیں دیا جائیگا ویسے ہی خون کے ساتھ دفن کر دیا جائیگا۔ اور جو چیزیں از قسم کفن نہیں ہونگی انہیں اتار لیا جائیگا جیسے ذرہ، ٹوپی اور ہتھیار وغیرہ خطبات محرم صفحہ ۲۱۔ وینزع عنه ما ليس من جنس الكفن نحو السلاح ،والجلود ،والفرو ،والحشو ،والخف ،والقلنسوة وغیرہ (فتاویٰ ہندیہ جلد اول ص ۱۶۸) درگاہ شریف کے ایک خادم نے مجھے حلفیہ طور پر بتایا کہ یہ روایت مجھ تک زبانی طور پر پہونچی ہے کہ سید سالار مسعود غازی نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے شہادت کے بعد پیراہن مقدس کو اتار لینا واللہ اعلم بالصواب۔ ان روایتوں کہ روشنی میں اور شرعی قواعد کی رو سے اس پیراہن مقدس کو سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (مسعودی)

۵ نماز کا حکم قرآن مقدس میں ۸۲ جگہ آیا ہے (کتاب میری نماز) صفحہ ۱۷۔ بعض اساتذہ نے مجھے بتایا ہے کہ قرآن مقدس میں نماز کا ذکر سات سو مرتبہ ہے۔ وفرضت في الا سراء ليلة السبت سابع عشر رمضان قبل الهجرة بسنة ونصف وكانت قبله صلا تين قبل طلوع الشمس وقبل غروبها (منیۃ المصلی) صفحہ ۹۔ نماز کے فرضیت کے سنہ و مہینے میں اختلاف ہے جس کا تفصیلی ذکر محدث وصی احمد سورتی نے (منیۃ المصلی) صفحہ نمبر ۹ کے حاشیہ پر کیا ہے جس میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے رجب میں۔ کچھ کا کہنا شوال میں۔ کچھ کا کہنا ہے ربیع الاول میں۔ نماز ہفتہ کی رات میں سترہ رمضان المبارک ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے فرض ہوئی (جوہرہ) نماز کب فرض ہوئی اس میں اختلاف واقعہ معراج کے اختلاف کے سبب ہے ملاحظہ ہو "حیات الحیوان کی" کی یہ عبارت۔ معراج کا واقعہ کس دن پیش آیا اس سلسلے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے "ابن الاثیر" کہتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ۲۷ ربیع الاول دوشنبہ کی رات ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا اور امام نوی نے اپنے فتاوٰی میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ ربیع الثانی کا مہینہ تھا "سیر الروضہ" میں ہے کہ معراج کا واقعہ رجب میں ہوا ہے اور رات میں پیش آیا۔ (حیات الحیوان) جلد اوّل صفحہ ۳۶۴۔ نماز سے متعلق اعلیٰحضرت امام عشق و محبت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان نے "فتاوٰی رضویہ" جلد دوم میں اعلیٰ ترین عبادت کو اعلیٰ ترین انداز میں پیش کیا ہے اور کون نماز کس نبی نے پڑھی اور اس امت کی خصائص میں کون نماز ہے اور نماز مغرب تین رکعت کیوں ہے پوری وضاحت کے ساتھ تقریباً چار سو صفحات

بقیہ اگلے صفحہ پر

کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ[۱] کے بعد گیارہ بار اذا جاء نصر اللّٰہ[۲] آخر تک پڑھو۔

بقیہ پچھلے صفحہ کا

میں قرآن وحدیث کے بیشمار دلائل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ خصائص کبریٰ، الترغیب والترھیب، نزھۃ المجالس، کیمیائے سعادت، احیاء العلوم، فتوحات مکیہ، نیز تمامی کتب تفاسیر واحادیث، وفقہ، میں جتنا ذکر نماز کا ہے کسی اور عبادت کا نہیں ملتا۔ یہاں نماز نفل کا ذکر ہے جسکے صدقے بشارت فرزند و فتح ہندوستان ہے، تو نماز فرض کا عالم کیا ہوگا مولیٰ تعالیٰ سارے مومنین کو نمازی بنادے صحیین کی حدیث وغیرہ کی احادیث متواترہ سے ثابت ہے کی شب معراج ہی میں پانچوں نمازیں فرض ہوئیں (فتاویٰ رضویہ) جلد۲ صفحہ ۱۹۔ (مسعودی)

[۱] اس سورت کے نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نصف میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور نماز کے ہر رکعت میں اس کو پڑھا جاتا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھی اس کی نماز (کامل) نہیں (جامع ترمذی) توریت، زبور، انجیل میں۔ اس کے مثل کوئی سورت نہیں (جامع ترمذی) خلاصہ تبیان القرآن صفحہ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ علامہ آلوسی نے سورہ فاتحہ کے بائیس اسماء کا ذکر کیا ہے (تبیان القرآن) سورہ فاتحہ کے نزول کے متعلق متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس لئے محققین کا یہ موقف ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ایک بار مکہ میں ایک بار مدینہ میں (تبیان القرآن) صفحہ ۱۴۳۔ سورۃ الفاتحۃ المکیہ وھو قول الاکثر وقیل مدنیۃ وجمع ان بعضھم بین القولین فقال نزلت مرتین مرۃ بمکۃ حین فرضت الصلوٰۃ ومرۃ بالمدینۃ حین حولت القبلۃ ولذالک سمیت مثانی (صاوی) جلد۴ صفحہ ۳۵۲۔ اعلم ان فاتحۃ الکتاب لھا خواص عجیبۃ فقد قال صلی اللہ علیہ وسلم من قرأھا النوم وقرأمعھا الاخلاص والمعوذتین فقد أمن من کل شیء الاموات (مجربات الدیر الکبیر) صفحہ ۸۔ علامہ احمد بن علی بونی علیہ الرحمہ۔ شمس المعارف الکبریٰ ۔میں ان حروف کا ذکر کرتے ہیں جو سورہ فاتحہ کے سواقط ہیں اور ان کی فضیلت پر ایک پوری فصل ہے چند جملے ملاحظہ ہوں۔ اعلم ان سوا قطھا (ف ج ش ث ظ خ ز) وجملتھا فجش ثظخز وأما أسماء اللہ منسوبۃ الیہ فأما حرف الفاء فرد وحرف الجیم جبار وحرف الشین شھید وحرف الثاء ثابت والظا وظھیرا لخاء خبیر وحرف الزای زکی (شمس المعارف الکبریٰ) صفحہ ۱۰۵۔

[۲] یہ آیت سورہ نصر کی ہے۔ اس (نصر) سے مراد بہت بڑی مدد ہے اور اس فتح سے مراد بہت بڑی فتح ہے اور وہ فتح مکہ ہے یہ آیت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے (درمنثور) بحوالہ تبیان القرآن جلد۱۲ صفحہ ۱۰۱۸۔ یہ سورت مدنی ہے (صاوی ج۴ ص ۳۴۱)

باقی اگلے صفحہ پر

پھر سلام کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح اور تین بار درود شریف ۲ پڑھ کر حق تعالیٰ سے دعا کرو انشاء اللہ قبول ہوگی اس عمل خاص

بقیہ پچھلے صفحہ کا

ترتیب نزول کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۴۔ اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر ۱۱۰ ہے۔ اس آیت میں ''اذا'' کا لفظ ہے اور یہ لفظ مستقبل کے لئے آتا ہے اس لئے اس سے مراد خاص فتح مکہ نہیں ہے بلکہ اس سے اسلام کے فتوحات مراد ہیں (تبیان القرآن) جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۱۹۔ اس آیت پر تفسیروں اور تعویذات کی کتابوں میں بہت کچھ مواد موجود ہے جو اہل ذوق کو دعوت مطالعہ دیتا ہے۔ جب کوئی دشمن در پئے آزار ہو سورہ نصر کو ایک ہزار ایک سو بار پڑھے دشمن پر فتح پائے (نقش سلیمانی حصہ سوم صفحہ ۲۸۔ شمع شبستان رضا حصہ سوم صفحہ ۹۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اس سورہ کو پڑھتا ہے ایسا ہے جیسے کہ ساتھ رسول اللہ کے روز فتح مکہ میں حاضر ہوا ہو (نافع الخلائق) صفحہ ۱۷۳۔ اس سورہ مبارکہ میں فتح کی طرف اشارہ اور خوشخبری بھی ہے شاید اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام نے شاہو سالار کو پڑھنے کی ترغیب دی۔ مسعودی

اسبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح اگر کوئی تعداد حروف کہ ۲۲ ہے اتنے سو مرتبہ یعنی ۲۲۰۰ مرتبہ روزانہ پڑھے تو کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور اتنے ہزار مرتبہ یعنی ۲۲ ہزار مرتبہ چالیس یوم باحتیاط ممنوعات شرع پڑھ لے بعدہ ۷۰ ا بار پڑھتا رہے تو خود کیمیاء بن جائے۔ (شمع شبستان رضا جلد دوم ص ۵۹) صاحب شمس المعارف الکبریٰ نے نقل کیا ہے کہ اس کو اس کے عدد کے مطابق پڑھنے سے ملکوتی صفات پیدا ہوتے ہیں غالباً انہیں ساری فضیلتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت شاہو سالار کو پڑھنے کیلئے کہا۔ (مزید معلومات کیلئے مجربات دیربی وغیرہ کا مطالعہ بے حد مفید ہے)

۲؎ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو درود پاک پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اس کے کرم سے یہ بات بعید تر ہے کہ اس سے دو دعائیں مانگی جائیں تو وہ ایک کو قبول کرلے اور دوسری کو رد کردے (سعادت دارین) درود پاک بھی دعا ہے۔ اور بزرگان دین کا یہ فیصلہ ہے کہ ہر عبادت مقبول بھی ہو سکتی ہے اور مردود بھی سوا درود پاک کے کہ درود پاک کبھی رد نہیں ہوتا تو جب درود پاک دعا کے ساتھ مل جائیگا تو اللہ کریم ورحیم کے فضل وکرم سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ درود پاک کو دعا سے الگ کرکے اسے تو قبول کرلے اور دوسری دعا کو رد کردے۔ بلکہ درود پاک کی برکت سے وہ دعا بھی قبول ہو جاتی ہے (سنی فضائل

باقی اگلے صفحہ پر

کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اس درخت[1] کے پاس جاؤ جو میوہ[2] ہاتھ لگے توڑ لو اور اپنے پاس بحفاظت رکھو، آدھا خود کھا لینا اور آدھا اپنی اہلیہ کو کھلا دینا۔

بقیہ پچھلے صفحہ کا

اعمال ص۔۶۵۴) رب کائنات قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ علامہ شمس الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یصلون علی النبی میں النبی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے (فضائل درود، ص۔۹) حضرات علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر مسلمان کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اسی آیت کی رو سے فرض ہے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندگی بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنے کے وجوب میں تو کسی کو اختلاف نہیں یہ سنت مؤکدہ کی طرح نہایت ضروری ہے۔ (افضل الصلوٰۃ علی سید السادات اردو ترجمہ فضائل درود ص،۱۱) مزید معلومات کیلئے ذیل المدعا لاحسن الوعا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی اور فضائل درود مفسر اعظم شاہ ابراہیم رضا کا مطالعہ فرمائیں۔

[1] یہ کوئی خاص درخت تھا جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا اس کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا ہے قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر شجر کا لفظ آیا ہے فَلَا تَقْرَبُوْا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ (البقرۃ) اس درخت کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ یہ زیتون کا درخت تھا ایک روایت یہ ہے کہ یہ گندم کا درخت تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ انگور کا درخت تھا (تبیان القرآن جلد اول، ص،۳۶۲) اور جنت کا گیہوں بیل کے گردے کے برابر تھا اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم اور لذیذ تھا (روح البیان، تفسیر عزیزی، تفسیر نعیمی، ص،۲۹۵) ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ درخت انجیر کا تھا (تفسیر نعیمی۔ص،۲۹۶) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (الفتح) کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے اشارہ کی برکت تھی کہ جس درخت کے پاس آپ تشریف لے گئے اسی درخت میں تازہ میوہ آ گئے۔ اللہ والوں کی بات نرالی ہوتی ہے (مسعودی)

[2] میوہ۔ فارسی میں مذکر کیلئے استعمال ہوتا ہے پھل، ثمر، جیسے انگور، انار، سیب، کشمش، بادام وغیرہ (فیروز اللغات۔ص،۱۳۳۴) میوہ۔ پھل کسی درخت کا (لغات کشوری۔ص،۷۶۱) فاکھۃ لفظ بھی قرآن مقدس میں متعدد جگہ آیا ہے۔ فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (الرحمٰن) وَفَاکِھَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ (الواقعہ) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ وَّفَوَاکِہَ مِمَّا یَشْتَھُوْنَ۔

فتح اجمیر: حضرت سالار شاہو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے بعد اپنے خیمے میں آئے اور ادھر جب مظفر خاں کو حضرت سالار شاہو کی آمد کی اطلاع ملی، تو اس کے حوصلے بڑھ گئے اور مسرت میں شادیانے بجوائے۔

دشمنوں کی فوج جس نے مظفر خاں کو قلعہ میں گھیر رکھا تھا، سمجھا کہ سلطان محمود آ پہنچا ہے، ۲ اس طرح دو طرفہ حملہ کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے رائے بھیرون اور سوم

---

۱ ۱۰۲۴ء میں جب محمود غزنوی نے سومناتھ پر آخری اور زبردست حملہ کیا اور ہندوستان میں داخل ہو کر ملتان فتح کر کے اجمیر پہونچا تو یہاں راجہ کی فوجوں سے زبردست لڑائی ہوئی میدان محمود غزنوی کے ہاتھ رہا محمود غزنوی اجمیر فتح کر کے راجہ کو اسکا ملک عطا کر دیا بعض تاریخی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ مسلمان ہو کر سلطنت سے دست کش ہو گیا تھا، اسی وجہ سے محمود غزنوی نے سالار شاہو (والد ماجد سید سالار مسعود غازی بہرائچی قدس سرہٗ) کو اجمیر کا حاکم مقرر کیا ۱۰۴۴ء میں جب راج پوتوں کا زور بڑھا تو انہوں نے اجمیر کے مسلمان گورنر کو قتل کر کے راجہ کی گدی پر سارنگ دیو کو بٹھایا مگر وہ گدی نشین ہونے کے کچھ دنوں بعد ہی مر گیا ۔سارنگ دیو کے بعد بسل دیو کا چھوٹا بھائی انا دیو تخت نشین ہوا (اجمیر کا مشہور تالاب انا ساگر اسی کی یادگار ہے۔ سیرت خواجہ غریب نواز۔ ص، ۱۵۴ کتاب اجمیر شریف۔ ص، ۶۷) سلطان محمود غزنوی بقول روضۃ الصفا جلد چہارم ۴۰۰ھ میں ہندوستان پر فوج کشی کر چکا تھا اور بقول احسن السیر سلطان محمود ۴۰۰ھ میں مظفر خان کے پناہ گزیں ہونے سے قبل اجمیر فتح کر چکا تھا (معین الارواح۔ ص، ۴۳۰) اس موضوع پر احسن السیر، معین الارواح، سیر الاقطاب، مفتاح التواریخ، کا مطالعہ بہت کچھ مواد محققین کیلئے فراہم کرتا ہے۔

---

۲ سلطان محمود کے عدل وانصاف و مدد کا اندازہ ذیل کے اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ سلطان محمود عدل و انصاف میں بڑا ہی سخت تھا اور اپنی رعایان کی جانی و مالی حفاظت کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا، ایک مرتبہ ایک شخص نے سلطان محمود سے شکایت کی کہ سلطان کے بھتیجے نے اسکی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کر رکھے ہیں، اور بہت کہنے سننے سے بھی وہ کسی طرح باز نہیں آتا، محمود نے اس شخص کو حکم دیا کہ اسکا بھتیجہ جب اس کے مکان پر آئے تو تو آکر اسکو خبر کرے، اس شخص نے اس حکم کی تعمیل کی، سلطان ایک ڈھیلا ڈھالا لبادہ پہن کر اس کے ساتھ اس کے گھر پر آ گیا اور گھر پہونچکر چراغ گل کر دیا تاکہ بھتیجہ کو دیکھ کر رحم و محبت کا جذبہ پیدا نہ ہو جائے اور وہ ایک فرض انجام دینے میں قاصر نہ رہے۔ اسکے بعد مجرم بھتیجے کا سر اس کے جسم سے علیحدہ تھا، ایک بار شہزادہ محمود کے خلاف غزنی کے کسی تاجر نے کچھ رقم کی عدم ادائیگی کی شکایت کی تو شہزادہ کو قاضی کی عدالت

باقی اگلے صفحہ پر

کرن نے قلعہ کے محاصرہ سے اپنی فوج ہٹالیا اور سات کوس کے فاصلہ پر کوہ کھوکرہ کی آڑ میں مورچہ جمالیا۔

مظفر خاں نے حضرت سالار شاہو کا پر زور استقبال کیا، حضرت سالار شاہو اپنی فوج کے ساتھ حوض بہہ کر کے کنارے فروکش ہوئے، مظفر خاں سے رائے اور مشورہ کے بعد دشمن کے مقابلہ میں فوج کو میدان جنگ میں اتارا تین روز تک زوردار جنگ ہوتی رہی، بہت سے دشمن قتل ہوئے اور مسلمان جام شہادت نوش کرتے رہے، بالآخر مسلمانوں نے اتنا شدید حملہ کیا کہ دشمن کی فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ دشمن کی فوج بری طرح پسپا ہوئی، رائے بھیرون اور سوم کرن کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اور دوسرے راجہ مہاراجہ جو راجہ بھیرون اور راجہ سوم کرن کی مدد میں آئے تھے، انھیں بھی منہ کی کھانی پڑی، راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، تائید الٰہی شامل حال تھی، فتح و نصرت نے حضرت سالار شاہو کا قدم چوما، بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، معرکہ سر ہونے کے بعد حضرت نے اپنے جاں نثار شہداء کو دفن کیا، فاتحہ پڑھ کر رات کو اپنے خیمہ

بقیہ پچھلے صفحہ کا

میں حاضر ہو کر رقم ادا کرنی پڑی اور یہ حکایت تو بہت مشہور ہے کہ ایک بڑھیا نے محمود کو یہ کہہ کر ڈانٹا کہ جب وہ دور و دراز علاقہ میں عدل و انصاف کی حکومت قائم نہیں کر سکتا ہے۔ تو پھر ان کو تسخیر ہی کیوں کرتا ہے۔ (حاشیہ ہندوستان کے عہد وسطہ کی ایک جھلک، ص ۴۳ تا ۴۹۔ بحوالہ جامع الحکایات) اس واقعہ کو تھوڑے فرق کے ساتھ تاریخ فرشتہ نے بھی نقل کیا ہے ہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ فرشتہ نے عصمت دری کرنے والے کی نسبت محمود غزنوی کے ایک بھانجے کی طرف کی ہے محمود غزنوی کی کئی بہنیں تھیں۔ (تاریخ فرشتہ جلد اول ص، ۱۴۳) حالانکہ صاحب حیات مسعودی نے ستر معلّٰی اور محمود غزنوی کی بہنوں کے بارے میں کلام کیا ہے جبکہ مذکورہ بالا واقعہ سے صاف۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کی ستر معلّٰی کے علاوہ اور کئی بہنیں تھیں۔ (مسعودی)

نوٹ۔ حاشیہ اور تشریح کا جتنا حصہ تیار تھا نمونے کے طور پر پیش کر دیا گیا ہے، اگر زندگی نے وفا کیا اور قارئین نے حوصلہ افزائی فرمائی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ پوری کتاب "انوار مسعودی" کی تشریح بشکل حاشیہ پیش کر دی جائیگی۔ (مسعودی)

میں آرام کیا اور صبح کو اجمیر آ گئے، اس کے بعد سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ کہ قلعہ کے سامنے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی، خطبہ میں سلطان کا نام شامل کیا، اس کے نام کا سکہ چلایا۔

پھر فتح اجمیر کی خوشخبری سنانے کے لئے سلطان کے پاس قاصد بھیجا، سلطان مژدہ فتح سن کر بہت خوش ہوا اور قاصدوں کے ذریعہ بطور انعام و اکرام چند مخصوص عراقی گھوڑے اور خلعت خاص حضرت سالار شاہو کو عطا فرمایا اور آپ کے نام ولایت ہند کا فرمان جاری کیا اور بی بی ستر معلیٰ کو شاہی حفاظت میں ان کے شوہر حضرت سالار شاہو کے پاس اجمیر بھیج دیا، چنانچہ ۸/ شوال المکرم ۴۰۴ھ کو ستر معلیٰ اجمیر پہنچ گئیں۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت:

جب حضرت ستر معلیٰ اجمیر پہنچیں تو حضرت سالار شاہو نے وہ میوہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے حکم سے ایک درخت سے توڑا تھا، اسے بحفاظت اپنے پاس رکھا تھا، حسب حکم آدھا میوہ خود کھایا اور آدھا حضرت ستر معلیٰ کو کھلایا، اس کی برکت ظاہر ہوئی، بقدرت حق سبحانہ تعالیٰ اسی شب ۹/ شوال المکرم ۴۰۴ھ نور مسعود صلب پدر سے منتقل ہو کر رحم مادر میں آیا اور ۲۱/ رجب ۴۰۵ھ بروز یکشنبہ بوقت صبح صادق بساعت سعید جلوہ فرمائے، بزم گیتی ہوئے حسن یوسفی ملاحت ابراہیمی نور محمدی اس آفتاب ولایت کے چہرے سے نمایاں تھا، جناب اکبر وارثی نے سن ولادت یوں نظم کیا ہے۔

ہوئے پیدا جو غازی مسعود ظلمت جہل ہو گئی کافور
اکبر وارثی پہ ہے الہام لکھ ولادت کا سال مطلع نور
۴۰۵ھ

آپ کی ولادت کے بارے میں مقدس ارواح اور رجال الغیب بہت پہلے سے پیشین گوئیاں کرتے رہے، مصطفوی جمال و کمال اور مرتضوی جاہ و جلال کے آپ مظہر کامل تھے۔

سر تا بقدم ہیبت عباس علمدار   صورت سے عیاں دبدبۂ حیدر کرار

حضرت سالار شاہو نے فرزند کی پیدائش کی خوشی میں تین شبانہ روز جشن مسرت منایا، فقراو مساکین میں نقد و جنس زر و جواہر بطور خیرات تقسیم کیا اور لشکریوں پر بھی داد و دہش کی خوب بارش کی انعام و اکرام سے نوازا، فرزند کی خوشخبری سنانے کے لئے بہت سے ہندوستانی تحفے دے کر چند قاصدوں کو سلطان محمود کے پاس بھیجا سلطان بہت خوش ہوا، قاصدوں کو انعام و اکرام عطا فرمایا اور بدستخط خاص ایک فرمان لکھا کہ ریاست ہند بنام سالار مسعود مبارک ہو، ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ والی قنوج کو سمجھا کر اطاعت پر راضی کرلو، اگر اطاعت قبول کرے تو ٹھیک ورنہ پھر مجھے خبر کرو، قنوج کا راجہ رائے اجیپال نہایت مغرور اور خود سر تھا، حضرت سالار شاہو کے بار بار سمجھانے پر بھی اطاعت قبول نہیں کی، بلکہ اس کی سرکشی بڑھتی ہی رہی، اجمیر پر سالار شاہو کے تسلط کے بعد وہاں کے ہندو سردار قنوج بھاگ گئے اور راجہ قنوج کی پست پناہی میں سلطان کے سرحدی علاقوں میں یلغار کرتے رہتے، راجہ قنوج کو سلطان کے خلاف ورغلاتے رہتے، آخر کار سرکار شاہو نے رائے اجیپال کی کوتاہ اندیشی سے تنگ آکر سلطان کو حالات سے مطلع کیا۔

بھانجہ کا دیدار: سلطان کو جب اطلاع ملی کہ والی قنوج اطاعت کے بجائے سرکشی پر آمادہ ہے، تو سلطان اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر جرار لے کر پہلے اجمیر آیا، اپنے پیارے بھانجے سید سالار مسعود غازی کو دیکھا اور بے حد خوش ہوا، کیونکہ

بالائے سرش ز ہوشمندی   می تافت ستارہ بلندی

سید سالار مسعود غازی جو کمال ظاہر و باطن کا دلکش انسانی نمونہ اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ (پ۳۰ر آیت ۴ر سورۃ التین) کی زندہ تصویر و تفسیر تھے، سلطان کی عرفان شناس نگاہیں جوں ہی سید سالار مسعود غازی کے رخ روشن پہ پڑیں، سمجھ لیا کہ میرا یہ بھانجہ رشد و ہدایت کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے گا اور ایک غازی اور مجاہد کے روپ میں ابھرے گا۔

اس کے مجاہدانہ کارناموں سے ظلمت کدۂ ہند میں شمع اسلام روشن ہوگی، اس لئے اجمیر میں جب تک قیام رہا، پیارے بھانجے سے دل بہلاتا، نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا، قلعہ اجمیر میں کچھ دن آرام کے بعد سلطان اپنے جنگی منصوبوں پر عمل کرنے کی غرض سے فوجیں آراستہ کیں، سالار ساہو ومظفر خاں کو مقدمہ لشکر بنا کر قنوج پر چڑھائی کی تیاری کردی، پہلے متھرا پہنچا اور اس کے اطراف میں جہاں جہاں بھی سرکشوں کا پتہ چلا، ان کی سرکوبی کرتے ہوئے ۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء میں راجہ قنوج کے سر پر جا پہنچا، راجہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر بغیر لڑے بھڑے فرار ہوگیا، اسی حملہ میں سلطان نے اور بھی کئی قلعے فتح کئے، قنوج کو فتح کرکے سالار ساہو کو اپنا نائب بنا کر ہندوستان کے تمام مفتوحہ علاقہ کا انتظام سپرد کردیا اور خود غزنی لوٹ گیا، سالار ساہو نے اجمیر آکر مفتوحہ علاقہ پر سلطانی قبضہ برقرار رکھنے کے لئے اور رعایا کی دادرسی کیلئے جابجا افسر مقرر کیا اور رائے اجیپال کو سالانہ خراج مقرر کرکے بشرط اطاعت قنوج میں دوبارہ آباد کیا اور خود بدولت قلعہ اجمیر میں تمام مقبوضات کا انتظام سنبھالا۔ (مرأۃ مسعودی قلمی)

تعلیم و تربیت: سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی عمر مبارک جب چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو آپ کے والد محترم ذیقعدہ ۴۰۹ھ/۱۰۱۸ء میں ظاہری اور باطنی علوم کی جامع شخصیت حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری صاحب کی خدمت میں لائے اور کامل شفیق استاذ نے بکمال شفقت ومحبت بسم اللہ کرائی، باپ نے اس خوشی میں استاذ محترم کو چار گھوڑے اور زر و جواہر بطور نذرانہ پیش کیا اور خوب خیرات تقسیم کی، غربا ومساکین کو مالا مال کردیا، کامل استاذ جنھیں اللہ نے نور بصیرت بھی عطا فرمایا تھا، اپنے تلمیذ رشید کی لوح پیشانی پڑھ کر جان لیا تھا کہ یہ بچہ غیر معمولی اوصاف کا حامل ہوگا، اس لئے بکمال توجہ تلمیذ رشید کی تعلیم وتربیت کرکے ظاہری و باطنی جوہر کو نکھار کر فضل وکمال کی اس بلندی پر پہنچا دیا کہ

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

اللہ رب العزت نے حضرت غازی علیہ الرحمہ کو علم لدنی عطا فرمایا تھا اور ولایت کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا تھا، صرف نو سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر حدِ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ (غزانامہ مسعود)

ذوق عبادت اور شب و روز کے معمولات: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بچپن ہی سے نیک خصلت تقویٰ شعار اور جذبہ عبودیت سے سرشار تھے، عمر کے ساتھ ساتھ آپ کا ذوق عبادت رجوع الی اللہ کا جذبہ بھی پروان چڑھتا رہا، جب آپ دس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کا ذوق عبادت و ریاضت اس قدر بڑھا کہ پوری پوری رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور دن میں روزانہ تلاوت قرآن ذکر و فکر درود خوانی میں مشغول رہتے، بالالتزام نماز چاشت بھی پڑھتے روزمرہ کے ان معمولات سے فارغ ہونے کے بعد دیوان عام میں تشریف لاتے، دوپہر تک اس شمع ولایت کے گرد باکمال درویشوں اور اہل دل بزرگوں کی پروانہ وار بھیڑ لگی رہتی، علم و معرفت، پند و نصائح، تصوف و سلوک پہ باہم گفتگو ہوتی، پھر حاضرین مجلس کو ساتھ لے کر دوپہر کا کھانا تناول فرماتے اور محل سرا میں جا کر قیلولہ فرماتے، بعد نماز ظہر دیوان عام میں تشریف لاتے، افسران شاہی سے ملاقات کرتے، ہم عمر شہزادوں امیرزادوں کے ساتھ سیر و شکار کے لئے نکل جاتے، نیزہ بازی تیراندازی و گوی چوگان میں شام تک دل بہلاتے، فنون حرب و ضرب میں مہارت حاصل کرتے، طریق جہاد اکبر و جہاد اصغر کی مشق بہم پہنچاتے۔ (غزانامہ مسعود ص ۳۰)

صاحب مرأۃ مسعودی لکھتے ہیں:

"رجب سالار رہیلہ جن کا نام عجب سالار غازی تھا، ہمراہ ستر معلّٰی غزنی سے اجمیر آئے تھے، اس وقت ان کی عمر بائیس سال سے زیادہ تھی، سید سالار مسعود غازی اور آپ کے ہم عمر امراء بادشاہوں کے لڑکے جمع ہو کر شکار کرنے، سواری، تیراندازی، نیزہ بازی کا ہنر ان سے سیکھتے تھے"۔ (مرأۃ مسعودی ص ۳۹)

سالار شاہو اور کاہیلر کے باغیوں کی سرکوبی: جب سالار شاہو نے دس سال تک اجمیر میں قیام کر کے امن و امان قائم کر لیا اور ہندوستان کے مقبوضہ علاقوں پر اپنا تسلط جما لیا اور مخالفین کی فتنہ انگیزیوں سے بھرپور مطمئن ہو گیے۔ خراج بآسانی وصول ہونے لگا، تو اس وقت سلطان محمود غزنوی کے پاس ناظم کاہیلر ملک چھجو کی طرف سے یہ شکایت پہنچی کہ دامن کوہ کے سرکش کفار ایک متحدہ محاذ بنا کر نواحی کاہیلر کو تاراج کر دینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، سلطان اس وقت خراسان کی مہم میں مصروف تھا، لہٰذا اس نے خبر پاتے ہی سالار شاہو کے نام ایک پرزور فرمان لکھا کہ نصف لشکر اجمیر میں چھوڑ کر نصف فوج لے کر جلد از جلد کاہیلر پہنچو، مفسدوں اور سرکشوں کی سرکوبی کر کے انھیں ان کے انجام تک پہنچادو، میں ایک مہم میں مصروف ہوں ورنہ میں خود ان کی خیریت لیتا۔

کاہیلر کوہ کشمیر کے دامن میں واقع تھا، اس کا قلعہ بڑا ہی عالی شان تھا اور مرکزی حیثیت رکھتا تھا، اس پر رائے گل چند کا قبضہ تھا، جو بڑا دولت مند اور مغرور راجہ تھا، جب سلطان نے قنوج پر چڑھائی کی تھی تو اطراف کشمیر میں پہنچ کر اس وقت بڑی مشکل سے رائے گل چند کو معہ پچاس ہزار آدمیوں کے پسپا کر کے قلعہ کو فتح کیا اور وہاں اپنا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

بہر کیف حضرت سالار شاہو حکم سلطانی پا کر قلعہ اجمیر اور اپنے اکلوتے بیٹے و بی بی ستر معلی کو میر سید ابراہیم بارہ ہزاری، مظفر خاں و دیگر صائب الرائے اور باتدبیر امراء کی نگرانی میں سپرد کر کے آدھی فوج لے کر کاہیلر کے لئے روانہ ہوئے اگر چہ سرکار شاہو نے کاہیلر پہنچنے میں بڑی برق رفتاری سے کام لیا، مگر سرکشوں نے ناظم کاہیلر کو فرصت نہ دی کاہیلر کو بے شمار فوج سے گھیر لیا، حاکم کاہیلر کو مجبوراً قلعہ میں محصور ہونا پڑا، حضرت سالار شاہو کے پہنچتے پہنچتے سرکش دشمن کاہیلر کو بری طرح لوٹ چکے تھے، لوٹ مار کر واپس ہو رہے تھے کہ سالار شاہو نے انھیں گھیر لیا اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی، لشکر اسلام کو کہ

ابھی راستہ اور سفر کی صعوبتوں کو جھیلتے ہوئے بھوکا پیاسا تھکا ہارا پہنچا تھا، ایک دم راحت کا سانس لینے کا موقع بھی نہیں پایا لیکن نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ غنیم کی فوج کا مقابلہ کیا کئی روز تک جنگ جاری رہی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح ونصرت سے کامراں فرمایا، باغیوں کو منہ کی کھانی پڑی، چالیس سردار گرفتار ہوئے اور ہزاروں آدمی مارے گئے، اس طرح فتح عظیم حاصل ہوئی، مہم سر ہونے کے بعد فتح کی خوشخبری سرکار شاہو نے سلطان محمود کے پاس بھیجی سلطان بے حد خوش ہوا، اسی وقت فرمان بدستخط خاص بنام سالار شاہو صادر فرمایا کہ کاہیلر جو جنگ میں تم نے فتح کیا ہے، تمہیں انعام میں دیا جاتا ہے اور اب کاہیلر ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلو۔ (مرأۃ مسعودی)

سفر کاہیلر اور آپ کو زہر دینے کی کوشش: جب حضرت سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ نے کاہیلر کی مہم سر کرلی اور یہ علاقہ آپ کے زیر نگیں ہوگیا اور بحکم سلطان یہیں قیام کرنا ہوا تو آپ نے اپنے فرزندار جمند سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اور بی بی ستر معلیٰ کو کاہیلر بلایا، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ والد محترم کے حکم پر اپنے مخصوص لشکر اور خدام کے ساتھ والدہ محترمہ کو لے کر دوسرے دن کاہیلر کے لئے روانہ ہوئے، آپ سیر وشکار کے بہت شوقین تھے، راستے میں سیر کرتے شکار کھیلتے، مصائب سفر برداشت کرتے ہوئے قصبہ راول پہنچے، یہاں آپ کو ایک بہت ہی خطرناک سازش کا سامنا کرنا پڑا۔

خواجہ احمد ابن حسن میمندی جو سلطان محمود غزنوی کا خاص وزیر تھا اور کاروبار سلطنت میں کافی دخیل تھا، اسے حضرت سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ سے جنھیں بارگاہ سلطانی میں اپنی وفاداری، شجاعت و بہادری اور عسکری صلاحیت کی بنیاد پر حد درجہ اعزاز واکرام اور مقبولیت حاصل تھی، جن کے سامنے وزیر کو اپنے وقار کی لو مدھم نظر آرہی تھی اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ جن پر سلطان کی خاص توجہ اور نظر کرم رہتی اور اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، وہ بھی وزیر احمد بن حسن میمندی کی نگاہ میں کھٹک رہے تھے،

یہی وجہ تھی کہ باپ بیٹے دونوں کے خلاف وزیر اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کے سینوں میں حسد کی آگ دہکنے لگی اور وہ ہمیشہ آپ کو گزند پہنچانے کی فکر میں رہنے لگے۔

قصبہ راول بدطینت وزیر کے دوسالے شیوکن اور بشنو کے زیرانتظام تھا یہ دونوں سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں آئے اور بڑے نیاز مندانہ انداز میں دعوت پیش کی کہ حضور قصبہ کے اندر ہمارے غریب خانہ پر چل کر آرام کے ساتھ قیام کریں اور ہمیں مہمان نوازی کا شرف عطا فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں، رسول عربی فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقع کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ **اتقوا بفراسة المومن لانه ينظر بنور الله** حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے فراست مومنانہ نور بصیرت اور دل بینا عطا فرمایا تھا آپ نے اپنے نور باطن سے ان کی خطرناک نیتوں اور سازشوں کو بھانپ لیا اور ان کے گھر جانے سے انکار کردیا۔

رات قصبہ راول سے باہر ہی گزاری اور صبح کو کاہیلر کا رخ کیا، ہزار انکار کے باوجود روانگی کے وقت وہ بدنہاد مختلف انواع واقسام کی دوسومن میٹھائیاں آپ کی خدمت میں لائے اور آپ کے رفقائے سفر کے حوالہ کردیا کہ اگر ہماری دعوت قبول نہیں کی گئی تو میٹھائیاں ہی قبول کر کے ہماری عزت افزائی فرمائی جائے، تاکہ ہمیں اطمینان خاطر نصیب ہو، حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اپنی خداداد فراست سے خوب سمجھ رہے تھے کہ میٹھائی اور ضیافت کی آڑ میں کیا سازش رچی جارہی ہے لیکن آپ نے مصلحتاً میٹھائیاں قبول فرمالیں اور انھیں خلعت عطا فرما کر حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے رخصت کیا، ان دونوں کے جانے کے بعد آپ نے ہمراہیوں کو سخت تاکید فرمادی کہ خبردار میٹھائی کوئی زبان پہ نہ رکھے، قصبہ راول سے چل کر جب اگلی منزل پر قیام ہوا، میٹھائی ایک کتے کو کھلائی گئی کتا فوراً ہی مرگیا، تمام اہل قافلہ پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ احمد بن حسن میمندی کے ان بدطینت عزیزوں نے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھ دھوکہ اور فریب کر کے قتل کی سازش کی ہے، مگر اللہ جس کا حامی وناصر ہو، اس کا کوئی بال

بیکا نہیں کر سکتا ہے

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اس خطرناک سازش کا رد عمل فطری امر تھا، آپ کے جاں نثاروں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، ان کی غیرت نے خاموش رہنا گوارا نہیں کیا، سبھی جاں نثاروں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ لیا کہ ایسے فتنہ پردازوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے، آج کی یہ رات بڑی مضطربانہ کیفیت کے ساتھ گزری، صبح کو حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اپنے ہمراہ لشکر لے کر راول پہنچے، شیوکن کو جب خبر ہوئی تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے آیا، زوردار مقابلہ ہوا، دونوں طرف کچھ نہ کچھ جانی نقصان ہوا بالآخر شیوکن کو اپنی ناز یبا حرکتوں اور شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا کہ اسے شکست ہوئی اور اس کے زن و فرزند گرفتار ہوئے، شیوکن کو بھی گرفتار کر کے آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا، کیوں شیوکن شیر کے بچہ سے بازی گری کرتا ہے، کیا تجھے معلوم نہیں میں فرزند اسد اللہ الغالب ہوں، اس وقت آپ کی عمر دس برس تھی اور یہ پہلی مہم تھی، جسے آپ نے شجاعت و بہادری کے ساتھ سر کیا۔

بی بی ستر معلیٰ نے خدا کا شکر ادا کیا اور خوب صدقہ و خیرات تقسیم کیا، سلطان الشہداء کے لشکر کو گھوڑے، خلعت و جواہر عطا کئے۔

سلطان الشہداء نے اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھ کر ایک قاصد کے ذریعہ بارگاہ سلطانی میں بھیج دیا اور خود کاہلر کی طرف کوچ کیا، سلطان کے پاس آپ کے قاصد کے پہنچنے سے پہلے شیوکن کا بھائی جنگ سے فرار ہو کر غزنی اپنے بہنوئی وزیر احمد ابن حسن میمندی کے پاس پہنچا اور اس کے توسط سے اپنی داستان غم سلطان کے گوش گزار کیا کہ سالار مسعود نے بے قصور ہمارے شہر اور گھر بار کو لوٹ لیا، شیوکن اور اس کے زن و فرزند کو قید کر لیا، سلطان یہ قصہ سن کر بڑی کشمکش اور حیرت میں پڑ گیا، دریں اثنا آپ کا قاصد بھی

حقیقت پر مشتمل معروضہ لے کر حاضر ہوا اور بارگاہ سلطانی میں پیش کیا، سلطان یہ معروضہ پڑھ کر حقیقت حال سے آگاہ ہوا، سخت افسوس کیا، جواباً سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو لکھا کہ یہاں تمہاری اس تحریر سے پہلے شیوکن کا بھائی آیا تھا اور جھوٹ سچ ملا کر اپنا رنگ مطلب جمانا چاہا تھا، لیکن تمہارے خط کے ذریعہ شکوک وشبہات کے بادل چھٹ گئے اور غلط فہمی دور ہوگئی۔

مجھے حاسدوں کی اس فتنہ پردازی سے بے پناہ غم ہوا، اب جب شیوکن اور اس کے زن وفرزند کو لے کر آؤ گے تو اس مقدمہ کا فیصلہ ہوگا، سلطان کا یہ والا نامہ آپ کو کاہیلر پہنچنے سے پہلے راستہ میں ملا جسے پڑھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور حسن میمندی کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی، کیونکہ اس کا پوشیدہ نفاق ظاہر ہو چکا تھا، حضرت سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند سے ملاقات کے لئے بے چین تھے اور شوق ملاقات میں سراپا انتظار بنے ہوئے تھے، جب تقریباً ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا تو فرزند عزیز کے استقبال کے لئے آگے بڑھے، حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی نظر جوں ہی والد بزرگوار پر پڑی تو فوراً گھوڑے سے اتر کر سلام کیا اور قدمبوسی فرمائی، سالار شاہو بھی گھوڑے سے اتر کر نور نظر کو گلے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور اسی روز ولی عہد نامزد کیا، شاہانہ لباس پہنایا، موتیوں سے جڑی ٹوپی سر پر رکھی، سونے کا کمر بند باندھا اسپ خاص سواری کے واسطے مرحمت فرمایا، پھر دونوں حضرات سوار ہو کر ایک ساتھ باتیں کرتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہوئے، اسپ عراقی جس کی جست مثل آہو تھی، قدم بقدم ناز کرتا تھا اور بجلی کی طرح چمکتا تھا، کبھی تیز کبھی قدم بقدم طاؤس کی طرح ایک طرز سے دوسری طرز پر بازی کرتا تھا، سوار فرشتہ شکل بحالت سواری ہر چہار طرف متبسمانہ دنیا کا نظارہ فرماتا تھا۔

کچھ لوگ ان کا حسن یوسفی دیکھ کر از خود رفتہ اور بالعموم لوگ متحیر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر آئے ہیں یا حضرت صاحب الزمان محمد مہدی علیہ السلام ظاہر ہوئے ہیں کیا سبب ہے کہ چہرہ اس لڑکے کا ایسا روشن ہے کہ تمام عالم جس کا پروانہ ہوگیا

ہے، مگراس کونہیں سمجھتے تھے کہ وہ خزانہ مخفی اس زیبائی کے ساتھ ظاہر ہوا ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

آں بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم　　پوشیدہ دلق آدم بردر آمد

گھر پہنچ کر کئی روز تک جشن مسرت منایا گیا، خیرات تقسیم کی گئی اور لشکریوں کو انعام واکرام سے نوازا۔

سومنات: شہر سومنات بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع ہے، یہاں کے بت خانے کا بڑا بت سومنات کے نام سے موسوم تھا، جس کے نام سے یہ شہر بھی مشہور ہو گیا، حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کا بیان ہے کہ سومنات موضع تھا اور جو بت اس موضع میں تھا اس کا نام لات تھا، جیسا کہ فرماتے ہیں۔

یافتند آں بت کہ نامش بود لات　　لشکر محمود اندر سومنات

مورخین خصوصاً صاحب حبیب السیر کا خیال ہے کہ سومنات نام بت کا ہے اور تواریخ میں بت خانے کا نام سوم اور ناتھ نام بت کا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ ایک بادشاہ جس کا نام سوم تھا، اس کے حکم سے یہ بت بن کر ناتھ نام ہوا اور اعظم اصنام ہوا، صاحب برہان وموئد ورشیدی نے لکھا ہے کہ سوم کے معنی چاند اور ناتھ کے معنی بزرگ اور خداوند کے ہیں یعنی بزرگ چاند یا بزرگ خداوند، شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس کی حکایت بوستاں کے آٹھویں باب ''سفر ہندوستان وضلالت بت پرستاں'' میں لکھی ہے کہ۔

بتے دیدم از عاج در سومنات　　مرصع چو در جاہلیت منات

چناں صورتش بستہ تمثال گر　　کہ صورت نہ بندد ازاں خوب تر

اس مندر کے نیچے ایک تہ خانہ میں ایک مہنت ڈوری کو ہلاتا یا کھینچتا تھا تو اس بت کے دونوں ہاتھ خود بخود اوپر اٹھ جاتے تھے اور آواز نکلتی تھی، شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو نظم کرتے ہوئے لکھا ہے

پس پردہ مطرانے آذر پرست　　مجاور سر ریسماں نے بدست

که ناچار چوں در کشد ریسماں بر آرد صنم دست فریاد خواں
برہمن شد از روئے من شرمسار که شفقت بود بخیہ برروئے کار

جس مندر میں سومنات بت تھا اس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی، چنانچہ چھپن کھمبے اس میں تھے، جن میں لعل وزمرد جڑے ہوئے تھے، تاریخ زین المآثر میں لکھا ہے کہ دراصل یہ بت خانہ تیرو تاریک تھا، مگر جواہرات قنادیل کا کام دے رہے تھے جس سے پورا بت خانہ روشن تھا۔

سومنات پتھر کی پانچ گز لمبی مورت تھی دو گز زمین میں گڑی تھی اور تین گز اوپر ظاہر تھی سومنات ہندوؤں کے نزدیک بڑا ہی قابل احترام مقام تھا اور ان کے دل میں اس کی بڑی اہمیت تھی، یوں تو یہاں ہمیشہ پجاریوں کا ہجوم رہتا تھا، لیکن چاند اور سورج گرہن کے وقت یاتریوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی تھی، جن میں اکثریت دور ودراز سے آنے والے عوام کی ہوا کرتی تھی، اس مندر پر عوام وخواص راجے مہاراجے قیمتی تحائف پیش کرتے، علاوہ ازیں اس مندر کے مصارف کے لئے دس ہزار گاؤں بھی وقف تھے، اس مندر کے خزانے میں بے شمار زر وجواہر صدیوں سے جمع ہو رہے تھے دو ہزار پجاری پانچ سو گائیں تین سو گویئے اس کے وظیفہ خوار تھے، تین سو حجام آٹھ سو بھجن گانے والے ہمیشہ موجود رہتے تھے، دو سو من وزنی سونے کی زنجیر میں مندر کا گھنٹہ لٹکا ہوا تھا، جو عبادت کے وقت اطلاع عام کے لئے بجایا جاتا تھا، لنگ کے اشنان کے لئے روزانہ دریائے گنگا سے پانی آتا تھا، جس کی دوری وہاں سے ایک ہزار میل تھی۔

ہندوستان کے اکثر وبیشتر راجے اپنی بیٹیوں کو سومنات کی خدمت کے لئے دان کر دیتے تھے جو ساری عمر کنواری رہ کر مندر کی خدمات انجام دیتیں۔

معرکہ سومناتھ اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ:

سلطان محمود غزنوی نے سومناتھ پر حملہ کیوں کیا؟ اس کی نسبت فرشتہ اور مشہور عرب مورخین ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ کا بیان ہے کہ ہندوؤں کے عقیدہ میں سومناتھ

سارے بتوں کا بادشاہ ہے اور تمام روحیں اجسام سے نکل کر سومناتھ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور سومناتھ ہر روح کو اس کے اعمال و کردار کے مطابق (از روئے تناسخ) نیا جسم عطا کرتا ہے، ہندوؤں کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ دریا کا اتار چڑھاؤ دراصل سومناتھ کی عبادت ہے جو مدوجزر کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

سلطان محمود نے جب ہندوستان پر مدافعانہ حملے کئے اور ان مندروں کو جو اس کے خلاف سازش کا اڈہ بنے ہوئے تھے، سازشوں سے پاک کیا تو سومناتھ کے پرستار یہ غلط پروپیگنڈہ کرنے لگے کہ وہ بت جنھیں محمود نے پاش پاش کیا ایسے بت تھے جن سے سومناتھ ناراض تھا، اس لئے اس نے ان بتوں کی طرفداری نہیں کی ورنہ اس میں اس قدر قوت ہے کہ وہ جسے چاہے ایک لمحے میں تباہ و برباد کر سکتا ہے، سلطان محمود غزنوی کو جب ان لایعنی معتقدات کی اطلاع ملی تو وہ غضبناک ہو گیا اور سنت ابراہیمی کے احیاء کا پختہ عہد کیا اور اس نے ہزاروں سال پرانی جہالت کا پردہ چاک کر کے عقل و آگہی کے اجالے سے اہل ہند کو روشناس کرانا ضروری خیال کیا، چنانچہ جب سلطان محمود غزنوی خراسان کی مہم سے فارغ ہو کر غزنی لوٹا تو اس نے سالار شاہو اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو غزنی بلایا، جب یہ باپ بیٹے سلطان کی خدمت میں پہنچے سلطان سالار شاہو سے تنہائی میں سومناتھ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور مشورہ لیا، سالار شاہو نے فرمایا، درکار خیر ہیچ استخارہ نیست، خدا کا فضل و احسان ہے کہ حضور کا رعب و دبدبہ ہندوستانیوں کے دلوں پر چھایا ہوا ہے، کسی میں مقابلہ کی تاب نہیں، یہ ایک مستحسن اقدام ہوگا، پھر سالار شاہو تو کاہیلر کی نگرانی کے لئے لوٹ گئے کہ وہاں کوئی فتنہ وفساد نہ پیدا ہو، مرأۃ الاسرار میں ہے کہ جب سلطان محمود نے سومناتھ پر لشکر کشی کی تو میر شاہو نے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو کئی ہزار جوانوں پر مشتمل ایک فوج دے کر سلطان کی مدد کے لئے سومناتھ روانہ کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ معرکہ سومناتھ میں شریک تھے اور ان کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی اور آپ نے اس

معرکہ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، سومناتھ پر چڑھائی کی غرض سے سلطان محمود نے اپنا خاص لشکر تیار کیا اور دیگر تیس ہزار سپاہیوں کو ساتھ لیا جو ترکستان وغیرہ سے جہاد کی غرض سے آئے ہوئے تھے اور بیس ہزار بار بردار اونٹ لے کر بیس شعبان ۴۱۵ھ کو غزنی سے سومناتھ کی طرف روانہ ہوا۔

سومناتھ ہندوؤں کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام مقام تھا، جس کا تحفظ وہ اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر کرتے تھے، چنانچہ جب سلطانی لشکر سومناتھ کے مضبوط و مستحکم قلعے کے سامنے فروکش ہوا تو دس ہزار راجپوت میدان میں آگئے عام باشندے مسلح ہو ہو کر سومناتھ کی حفاظت کے لئے اطراف و جوانب سے آنے لگے، رفتہ رفتہ ایک عظیم لشکر محمود کے مقابلہ کے لئے مجتمع ہو گیا، سومناتھ تین طرف سے پانی سے گھیرا ہوا تھا، صرف ایک جانب سے خشکی کا راستہ تھا، جنگ کا آغاز ہوا قلعہ کی فوج میں شکست کے آثار ظاہر ہوئے مگر اسی وقت گرد و نواح کے راجاؤں نے عقب سے سلطانی لشکر پر شدید حملہ کر دیا، اس طرح اسلامی لشکر نرغۂ اعداء میں گھر گیا، محمود غزنوی نے پلٹ کر حملہ آور فوج سے جنگ شروع کر دی، مگر یہ مقابلہ اتنا سخت اور معرکہ اس قدر گرم تھا کہ سلطان محمود جیسا بہادر سپہ سالار کامیابی سے مایوس ہو گیا اور وہ پریشانی کے عالم میں ایک گوشے میں آیا، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی مقدس عبا کو ہاتھ میں لے کر سجدہ میں گر گیا اور انتہائی خلوص کے ساتھ رو رو کر فتح و نصرت کی دعا مانگی۔

دعا سے فارغ ہو کر سلطان لشکر میں آیا اور پورے جوش کے ساتھ حملہ کیا تائید غیبی محمود کے ساتھ ہو گئی اور چالیس ہزار ہندو لشکر نے جلد ہی میدان چھوڑ دیا، اس لشکر کے شکست کھاتے ہی سومنات کا لشکر بھی ہمت ہار گیا اور فرار کی راہ اختیار کر لی۔

سلطان فتح کے بعد جب سومناتھ کے تاریخی مندر میں داخل ہوا تو اس نے اپنے گرز سے ہزاروں سال پرانے بت کو جس سے ہندوؤں کی عقیدت و ارادت کے افسانے وابستہ تھے توڑ کر بتا دیا کہ یہ پتھر کے بت دوسروں کے نفع و نقصان کا اختیار تو دور کی بات

ہے خود اپنی حفاظت کی طاقت بھی نہیں رکھتے، محمود کے اس ابراہیمی اقدام نے صنم پرستوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ مشرکانہ عقائد جاہلیت کی پیداوار ہیں شعور و آگہی اور عقل و فراست سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

جب سلطان نے سومناتھ کے بت کو توڑنا چاہا تو برہمنوں اور خود اس کے ہمراہ آنے والے ہندو راجاؤں نے درخواست کی تھی کہ اس قدیمی بت کو نہ توڑا جائے بلکہ اس کے عوض معقول رقم لے لی جائے، مگر سلطان نے جواب دیا تھا کہ میں دنیا و آخرت میں بت فروش نہیں بلکہ بت شکن مشہور ہونا چاہتا ہوں

مجاہد نے یہ کہہ کے بت توڑ ڈالا ۔۔۔۔ کہ کرتے نہیں بت شکن بت فروشی

معرکہ سومناتھ میں حضرت خواجہ ابو محمد چشتی علیہ الرحمہ کی مدد اور کرامت:

صاحب نفحات الانس کا بیان ہے کہ جب محمود غزنوی نے سومناتھ پر حملہ کیا، حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ جن کی عمر ستر سال تھی، اپنے غلام اور چند فقیروں کو ساتھ لے کر سلطان محمود کی مدد کی خاطر مشرکین سے جہاد فرمایا۔

ایک روز مشرکین کا لشکر غالب ہو گیا اور لشکر اسلام نے ایک جنگل میں پناہ لی قریب تھا کہ اسلامی لشکر شکست کھا جائے، حضرت خواجہ کا ایک مرید چشت میں تھا جس کا نام محمد کاکو تھا اسے پکارا، پھر یہ کرامت دیکھی گئی کہ محمد کاکو آسیابان مجذوب نے چشت سے فوراً لشکر سلطان میں آکر غنیم کو بھگایا، کاکو اپنے مقام ہی پر موجود تھے اور وہیں سے کافروں سے جنگ کرتے تھے، کیونکہ یہ بھی لکھا ہے کہ آسیا اٹھا اٹھا کر دیواروں پر مارتے تھے، یہاں تک کہ کافروں کی شکست ہوئی، ان سے اس کا سبب پوچھا کہ پتھر دیوار پر کیوں مارتے تھے انھوں نے یہ قصہ بیان کیا کہ حق تعالیٰ نے ابو محمد چشتی سا خدا شناس سلطان محمود کی مددگاری کو پہنچا دیا تو کس کی مجال تھی کہ ان کے آگے پیچھے مقابلہ کر سکتا ہے۔ (نفحات الانس ص ۲۰۷) (لطائف اشرفی مترجم ص ۷۶)

راجہ پرم دیو کی سرزنش: معرکہ سومناتھ میں ہندوستان کے ۲۷ راجہ متحدہ محاذ بنا کر سلطان محمود غزنوی کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے، انھیں راجاؤں میں نہروالہ کا راجہ پرم دیو بھی تھا، جس نے ایک بڑا لشکر سومناتھ کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا، اس لشکر سے جنگ کرنے میں تقریباً دو تین ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے، پرم دیو کی یہ جسارت سلطان محمود کے دل و دماغ میں کانٹا بن کر چبھ رہی تھی اور چونکہ نہروالہ واپسی کے راستہ میں پڑتا تھا، اس لئے سلطان محمود نے اس سے بھی نپٹ لینا ضروری خیال کیا۔

سومناتھ کی فتح کے بعد راجہ پرم دیو اپنے دارالسلطنت نہروالہ سے فرار ہو کر کندھ کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا تھا، سومناتھ سے کندھ کا فاصلہ چالیس کوس کا تھا سلطان محمود نے اس فاصلے کی کوئی پرواہ نہ کی اور بدقت تمام سفر کر کے کندھ کے قلعہ پر زوردار حملہ کر دیا، پرم دیو اس حملہ کی تاب نہ لا سکا، اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر بھیس بدل کر مسلمانوں کی آنکھوں سے بچ بچا کر فرار ہو گیا، بہت زیادہ مال و دولت اور جواہرات محمودی لشکر کے ہاتھ آئے اور قلعہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔

قلعہ کندھ کی فتح کے بعد سلطان محمود نے خاص نہروالہ کی طرف کوچ کیا نہروالہ کی سرسبز و شادابی، پاکیزہ آب و ہوا، مال و دولت کی فراوانی کو دیکھ کر سلطان محمود نے اسے اپنی سلطنت کا مرکزی مقام بنانے کا خیال ظاہر فرمایا، لیکن ارکان سلطنت نے یہ رائے پیش کی کہ ہم نے خراسان کو ایک عرصے کے بعد خس و خاشاک سے پاک کیا ہے اور اس گراں قدر مہم پر بہت سی عزیز اور پیاری جانیں قربان کی ہیں لہٰذا ان قربانیوں کے پیش نظر اس ہر دلعزیز شہر کو چھوڑ کر گجرات کو دارالسلطنت بنانا دور اندیشی کے خلاف ہے، سلطان کو ارکان سلطنت کا یہ مشورہ پسند آیا اور وابشلیم مرتاض کو نہروالہ کا حاکم مقرر کر کے غزنی کے لئے روانہ ہو گیا۔ (تاریخ فرشتہ ج ۱)

سلطان محمود غزنوی کی واپسی: سلطان محمود غزنوی سومناتھ اور گجرات کے دوسرے علاقے فتح کر کے تقریباً ڈھائی برس کے بعد حکومت غزنی کی

طرف روانہ ہوا، اس زمانے میں پرم دیو اور راجہ اجمیر نے ایک لشکر جرار تیار کر کے سلطان محمود کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی، لیکن محمود نے اس وقت ان سے جنگ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھا، اس لئے کہ وہ غزنی سے صرف تیس ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا جس میں نصف سے زیادہ مختلف مقامات کی جنگوں میں کام آگئے تھے، اس لئے راستہ بدل کر سندھ کے راستے ملتان کی طرف نکل گیا اور راستہ بتانے کے لئے ایک ہندو رہنما کو ساتھ لیا، اس ہندو راہبر نے عصبیت کی بنا پر قصداً لشکر کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا، جہاں دور دور تک پانی اور چارے کا نام ونشان نہ تھا، ایک ایسے جنگل سے اس لشکر کا گزر ہوا، جہاں سپاہیوں کو ایک دن اور ایک رات تک پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ ہوا، یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ لشکریوں کے لئے وہ جنگل میدان قیامت بن گیا، سلطان محمود نے یہ عالم دیکھ کر اس ہندو راہبر سے پوچھا کہ آخر وہ کس طرف سے لشکر کو لے جا رہا ہے، اس نے جواب دیا، میں سومناتھ کے جاں نثاروں میں سے ہوں، میں اس کی شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے اس بے آب وگیاہ صحرا میں آپ کو اور آپ کی فوج کو لایا ہوں، تاکہ آب ودانہ کے بغیر تڑپ تڑپ کر جان دے دیں۔ سلطان محمود کو راہبر کا یہ جواب سن کر بہت غصہ آیا اور اس راہبر کو فوراً وہیں قتل کر ڈالا۔

سلطان کی کرامت: جب اس بے آب وگیاہ صحرا میں شدت پیاس سے فوجیوں کا برا حال ہو گیا اور سوائے خدائے تعالیٰ کی غیبی مدد کے کوئی اور صورت پانی ملنے کی نہ تھی، اللہ کی قدرت پہ کامل بھروسہ کر کے رات کی تاریکی میں لشکر سے علاحدہ ہو کر ایک گوشے میں آیا اور اپنے سر نیاز کو خاک پر رکھ کر گریہ وزاری کے ساتھ خدائے تعالیٰ سے دعائیں مانگی کہ یا ارحم الراحمین! اپنے ان گنہگار بندوں کو اس بلائے ناگہانی سے نجات عطا فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر اپنی قدرت و رحمت کا کرشمہ دکھا دے اور ہمیں ہلاکت سے بچا، سلطان نے بارگاہ خداوندی میں اس دل سوزی اور خلوص سے دعائیں مانگی کہ رحمت خداوندی نے ایک غیبی اشارہ دیا، کہ ایک روشنی شمال کی

جانب سے ظاہر ہوئی، سلطان نے روشنی کی طرف لشکر کو چلنے کا حکم دیا، لشکر تمام رات کی مسافت طے کرنے کے بعد صبح کے وقت پانی کے کنارے پہنچ گیا اور اس سے اپنی تشنگی بجھائی اور خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا، سلطان کی نیک نیتی اور خلوص کی بدولت لشکر نے اس مصیبت سے نجات پائی اور بخیر و عافیت غزنی پہنچا۔ (تاریخ فرشتہ ج ۱)

سید سالار مسعود غازی اور جنگی تعلیم و تربیت: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بچپن ہی سے بڑے ذہین، فطین، صاحب فہم و فراست، شجاع اور بہادر تھے، تیر و تلوار کے سایہ میں آنکھیں کھولی تھیں، محمود غزنوی جیسے ماہر جنگ شجاع و بہادر سلطان اور سالار شاہو جیسے کامیاب سپہ سالار کی خاص نگرانی میں پروان چڑھے تھے اور آپ کی تربیت پہ ان کی خاص توجہ رہتی تھی، کیا کچھ سیکھا اور حاصل نہ کیا ہوگا؟ ان سے جرأت و ہمت شجاعت و بہادری کا سبق نہ لیا ہوگا، جہاد و جنگ کے ماحول نے ان کی خفیہ صلاحیتوں کو مہمیز لگا کر بیدار نہ کیا ہوگا؟ الغرض جس ماحول میں وہ پرورش پا رہے تھے اس کا اثر ان کے دل و دماغ پہ ہونا فطری امر تھا۔

جس چیز نے سب سے زیادہ ان کے جوہر کو نکھارا اور انھیں عملی تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا، وہ معرکہ سومنات میں ان کی شرکت تھی۔

اس مہم کو سر کرنے اور غزنی واپس آنے تک جو دقتیں، مشکلیں، پریشانیاں پیش آئیں اور ایک بہت بڑے متحدہ محاذ سے مقابلہ آرائی، اس کا کتنا گہرا اثر، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی ذات پر پڑا ہوگا، وہ ظاہر ہے، اس سے انھیں شدائد و مصائب کا سامنا کرنے اور دشوار کن مرحلوں اور راہوں سے گزرنے کا حوصلہ ملا، ملک و وطن عزیز و اقارب والدین سے جدا ہو کر تبلیغ و جہاد کا جذبہ ملا۔

صاحب حیات مسعودی رقمطراز ہیں:

جب سلطان محمود سومناتھ کو روانہ ہوا تو مصالح ملکی کی بنا پر سالار شاہو کو تو واپس کر دیا، مگر سپہ سالار مسعود غازی کو ساتھ لے لیا، سومناتھ کی فتح اور آمد و رفت کے سفر میں

محمود کو کم وبیش چھ ماہ لگے اور وہ اکتوبر ۱۰۲۵ء میں چل کر اپریل ۱۰۲۶ء میں داخل غزنین ہوا، سپہ سالار مسعود غازی بھی یہیں واپس آئے، اس مہم نے سپہ سالار مسعود غازی کو مدرسہ کا کام دیا، کیونکہ سپہ سالار موصوف کو محمود کی ماتحتی اور ذاتی نگرانی میں جنگ کی تدابیر اس کا نقشہ جمانے، فوجی کارگزاری کی عملی تعلیم حاصل کرنے کا یہ پہلا موقع تھا اور یہ تعلیم آگے چل کر ان کے بہت کام آئی، نہ محض اس وجہ سے کہ ان کو کئی ایک لڑائیوں میں شریک ہونا پڑا، بلکہ اس وجہ سے کہ ان کو اپنی ہمت اور قابلیت کے جانچنے کا موقع ملا اور اس سے فائدہ اٹھا کر وہ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے۔

بت سومناتھ کا قصہ اور اس کی حقیقت: بت سومناتھ سے متعلق مورخین نے ایسی بے بنیاد باتیں سلطان محمود غزنوی اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھی ہیں، جو عقل و قیاس، اصول تنقید اور تاریخی حقائق سے بہت دور ہیں مثلاً بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی فتح سومناتھ کے بعد ایک بت غزنی اٹھا کر لے گیا، بعض نے لکھا ہے کہ اس کو جامع مسجد کے سامنے ڈال دیا اور بعض نے لکھا کہ محل کے سامنے، کچھ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے چار ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا مکہ معظمہ بھیجا تاکہ وہاں ڈال دیا جائے، اس سے سیڑھی کا کام لیا جائے اور دوسرا مدینہ منورہ۔ (طبقات ناصری ترجمہ ص ۸۲)

غرض اس قسم کے بہت سے قصے اس بت کی بابت گڑھ لئے گئے ہیں، جن کو ڈاکٹر ناظم صدیقی نے اپنی کتاب کے صفحات ۲۱۹ لغایۃ ۲۲۴ پر بڑے قوی دلائل سے غلط ثابت کیا ہے۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۸۶)

اور اسی من گھڑت افسانے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ سلطان محمود غزنوی جب بت غزنی اٹھا کر لے گیا تو سومناتھ کے پرستاروں کا ایک وفد غزنی جا کر وزیر احمد بن حسن میمندی سے ملا اور کئی گنا سونے کے عوض بت واپس کرنے کا مطالبہ کیا، وزیر نے اس کے لئے سلطان کو بھی راضی کر لیا، مگر جب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا،

انھوں نے کہا کہ کسی طرح بت واپس کرنا مناسب نہیں، کیونکہ کل قیامت کے دن جب آذر بت گر کے ساتھ محمود بت فروش کو بھی پکارا جائے گا، اس وقت آپ کا کیا جواب ہوگا، سلطان نے کہا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں، پھر اس کا حل کیا ہے، آپ نے کہا اس مسئلہ کا تصفیہ میرے سپرد کر دیا جائے، سلطان نے یہ معاملہ آپ کے سپرد کر دیا اور آپ نے بت کے کان ناک کاٹ کر پیسا اور چونا بنا کر ہندوستانی وفد کو پان میں ملا کر کھلایا اور کہا اس صورت میں تمہیں بت واپس دے دیا گیا، یہ بات انھیں بڑی ناگوار گزری اور احمد بن حسن میمندی سے شکایت کی، وزیر نے جھلا کر کہا، ہمارا بادشاہ پاگل ہو گیا ہے، کہ کل جو پیدا ہوا ہے اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے۔

مذکورہ بالا قصہ کئی وجہوں سے عقل و درایت کے بالکل خلاف ہے۔

ابن اثیر اور طبقات ناصری نے جو ابتدائی تواریخ ہیں، چونا والا قصہ کہیں نہیں لکھا، یہ قصہ اس وجہ سے اور بھی غلط ہے کہ احمد بن حسن میمندی وزیر کو سلطان محمود نے سومنات جانے سے قبل ہی ۱۰۲۵ء میں برخاست کر دیا تھا اور اس کی جگہ حنک میکائیل کو وزیر مقرر کر دیا، ایسی حالت میں اپریل ۱۰۲۶ء میں سومناتھ سے واپسی پر اس قصہ سے احمد بن حسن میمندی کا تعلق کیسا؟۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی)

سلطان محمود جس کے تدبر دور اندیشی عقل و ذہانت اصابت رائے، فہم و فراست کے سبھی معترف ہیں جیسا کہ اس کے جنگی کارناموں سے ثابت ہے کہ وہ ایک عظیم الشان فاتح دور اندیش اولوالعزم حکمراں تھا، بھلا اس سے اس قسم کی گھٹیا حرکتیں سرزد ہوں گی، جو اس کی بلند شخصیت کو مجروح کر رہی ہیں، کیا وہ بالکل نادان اور نا تجربہ کار حکمراں تھا، اسے اتنا بھی شعور نہیں تھا کہ کب کیا فیصلہ لینا چاہیے، اس کی قوت فیصلہ بالکل کمزور تھی کہ وہ اپنے فیصلے میں دوسروں کا محتاج تھا۔

تاریخ فرشتہ اور خود مرآۃ مسعودی میں تحریر ہے کہ جب سلطان محمود سومناتھ کے اندر داخل ہوا تو اس زور سے گرز مارا کہ بت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، غور کرنے کی بات ہے

کہ جب بت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو پجاریوں کا سونا دے کر بت کا مطالبہ کرنے کا کیا مطلب؟ کیونکہ ہندو دھرم میں کھنڈت مورتی کی پوجا، مورتی پوجک کے لئے دھرم کے خلاف ہے، لہٰذا ہندوؤں کا سونا دے کر بت خریدنے کی بات بالکل بے بنیاد ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مرأۃ مسعودی اردو ترجمہ کے ابتدائیہ میں جگدیو سنگھ لکھتے ہیں کہ "دوسری بات یہ کہ سومناتھ شنکر جی کا مندر تھا اور شنکر کے مندر میں انسانی مجسمہ نہیں رہتا، ایک لمبوترا پتھر جسے شیولنگ کہتے ہیں، پوجا جاتا ہے اور شیولنگ کے ناک کان یا دوسرے اجزا نہیں ہوتے، لہٰذا بت کا کان ناک کاٹ کر میدہ کر کے پان میں دھوکے سے کھلانے کا الزام بھی بے بنیاد اور لغو ہے۔ (ص ۱۵)

ابوریحان البیرونی نے کتاب الہند جلد دوم میں بت سومناتھ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ پتھر کی بنی ہوئی مہادیو کے لنگ کی شکل تھی، جس کے کچھ حصے پر سونے کا غلاف چڑھا ہوا تھا، سلطان محمود نے ۴۱۶ھ میں اس پتھر کو اکھڑوا دیا، اوپر کے حصے کو توڑ کر مع اس کے سونے کے جڑاؤ اور چمکیلے غلاف کے اپنے دارالسلطنت غزنی لے گئے، اس کا ایک جز غزنی کے میدان میں چکرسوام ایک پیتل کے بت کے ساتھ جو تھانیسر سے لایا گیا تھا پڑا ہے اور ایک جز وہاں کی جامع مسجد کے دروازے پر ہے۔ (ص ۱۷۰/۲۷۱)

اب ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ بت سومناتھ کے قصہ کی کیا حقیقت ہے، پھر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے دینی اور اسلامی مزاج کے پیش نظر قطعاً یہ بات عقل قبول نہیں کرتی کہ انھوں نے ناک کان کاٹ کر چونا بنا کر پجاریوں کو کھلایا ہوگا، خود مرأۃ مسعودی میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ جب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بہرائچ میں قیام کے دوران سورج کنڈ کے قریب جاتے جہاں آفتاب کی پرستش کا بت تھا تو آپ کے بعض جاں نثاروں نے کہا کہ یہاں نماز ہوتی ہے، اگر اجازت ہو تو بت توڑ دیا جائے آپ نے انکار کر دیا اور ان کو سخت ہدایت کی کہ ہرگز نہ توڑا جائے، اس لئے عقل باور نہیں

کرتی کہ آپ سے ایسی حرکت سرزد ہوئی ہوگی، جو اسلام کے اصول تبلیغ کے خلاف ہے۔

سید سالار مسعود غازی کا ورود ہند: سلطان محمود غزنوی یقیناً ایک باہمت اولوالعزم شجاع، بہادر، فنون حرب وضرب کا ماہر، مدبر اور دور اندیش حکمراں تھا، جس نے نہایت شان وشوکت کے ساتھ حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور ایک عظیم الشان فاتح کی حیثیت سے دنیا میں مشہور ہوا لیکن افسوس کہ اسی با اقتدار عظیم سلطان کے آخری دور میں پورا غزنوی خاندان اقتدار کی رسہ کشی کے نتیجہ میں اختلاف وانتشار کا شکار ہوگیا، غزنوی سلطنت جو ایک پائیدار اور مضبوط حکومت بن چکی تھی، اس کی بنیادیں ہلنے لگیں اور قصر سلطانی میں ایک بھونچال آگیا۔

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ حق گوئی و بے باکی مسعود کا شعار تھا، اس وجہ سے وہ اکثر گفتگو میں اپنے باپ سلطان محمود کے ساتھ درشت کلامی کر بیٹھتا تھا، اس لئے سلطان محمود اسے سخت ناپسند کرتا تھا، اس کے برخلاف سلطان، امیر محمد کو بہت چاہتا تھا کیونکہ وہ موقع بےموقع باپ کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتا تھا، مسعود سے محمود کی نفرت اور امیر محمد سے محبت نے یہاں تک طول کھینچا کہ محمود نے مسعود کی ہر طرح سے حق تلفی کی اور خلیفہ بغداد سے یہ سفارش کی کہ فرامین اور خطاب میں امیر محمد کا نام مسعود کے نام سے پہلے لکھا جائے، طبقات ناصری کے مولف نے ابونصر مشکاتی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب سلطان محمود کے مندرجہ بالا خط کا مسودہ سر دربار پڑھا گیا تو اس کو سن کر تمام درباریوں کو افسوس ہوا اور مسعود کی اس حق تلفی کو سبھی نے ناموزوں خیال کیا، جب امیر مسعود دربار سے اٹھ کر باہر آیا تو ابونصر بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا اور اس سے کہا، تمہاری حق تلفی پر مجھے اور تمام اہل دربار کو بہت افسوس ہے مسعود نے اس سے جواب میں کہا، اس کی فکر نہ کرو، کیا تم نے بزرگوں کا یہ قول نہیں سنا کہ تلوار خط سے زیادہ سچی اور مضبوط ہوتی ہے۔ الغرض اقتدار کی رسہ کشی اور آپسی اختلاف نے غزنی سلطنت کے پورے ماحول کو ناخوشگوار بنادیا، سلطان محمود کے انتقال سے پانچ چھ سال قبل سازشوں

کے تانے بانے بنے جانے لگے اور ایک دوسرے کی مخالفتیں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ کسی ممتاز شخصیت کا جس کا تعلق دربارشاہی سے تھا، ان سے دامن بچانا تقریباً ناممکن تھا۔

بالآخر محمود کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سازشوں نے ان کے دونوں بیٹوں کو لڑا کر رنگ دکھایا، چنانچہ بیہقی نے ایک جگہ ذکر کیا ہے، کہ محمود کے زمانہ میں دو پارٹیاں تھیں، جن میں سے ایک کو محمودی یا پدری کہتے تھے اور دوسری کو مسعودی، سلطان محمود نے اپنے بیٹے مسعود سے ناراض ہوکر کچھ روز کے لئے اس کو ملتان کے قلعہ میں قید کردیا تھا، یہ مسلمہ تاریخی واقعہ ہے کہ محمود کے بعد مسعود نے سب سے اول اپنے بھائی محمد کو قید کر کے اندھا کرادیا اور پھر محمودی پارٹی کے آدمیوں کو چن چن کر سولی پر چڑھادیا، اپنے باپ کے تیسرے وزیر حسنک میکائیل کو قرامطی ہونے کا پرانا الزام لگا کر پھانسی دے دی اور سید سالار مسعود غازی کے خاندان سے حسد رکھنے والے پہلے وزیر احمد بن حسن میمندی کو قید سے نکال کر دوبارہ وزیر بنایا۔

خود محمود غزنوی کا طرز حکومت جیسا کہ صاحب آب کوثر رقم طراز ہیں:

محمد بن قاسم کے قریباً تین سو سال بعد سلطان محمود غزنوی نے سرزمین ہند میں قدم رکھا اور فتح ونصرت کے گھوڑے دور دور تک دوڑائے، لیکن محمود کی نگاہ کو بتکدوں کے زرو جواہر نے خیرہ کرر کھا تھا اس نے اپنی شاندار فتوحات سے سوائے جمع اموال کے کوئی ٹھوس فائدہ نہ اٹھایا اور گجرات، کچھ، قنوج کالنجر کانگڑہ کے راجاؤں کو پامال کرنے کے باوجود شمالی ہندوستان میں وسیع اسلامی حکومت کی داغ بیل نہ ڈالی۔ (آب کوثر ص ۸۹)

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ جنھیں حکومت واقتدار سے کوئی دلچسپی نہ تھی آپ کی نظر صرف اسلام کی تبلیغ واشاعت پر مرکوز تھی اور حکومت واقتدار کا بنیادی مقصد بھی آپ دین کی تبلیغ واشاعت ہی سمجھتے تھے، قدرت نے آپ کو اسلامی فکروشعور بخشا تھا، اس لئے اقتدار کی رسہ کشی کے ناخوشگوار ماحول سے دل برداشتہ ہوکر اختلاف و انتشار سے دامن بچاتے ہوئے اپنی مختصر سی افرادی قوت کو سمیٹ کر عازم جہاد ہند

ہوئے، چونکہ فضیلت جہاد ہند کی حدیث بھی آپ کے پیش نظر تھی۔

تبلیغ ہند کی اجازت: جب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے بھرپور محسوس کرلیا کہ غزنوی خاندان میں اختلاف وانتشار کی خلیج دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور اس پر اختلاف ماحول میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام جو آپ کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا خاطر خواہ پورا نہیں ہوسکتا، اس لئے آپ نے تبلیغ کے لئے ہندوستان کی طرف نکلنے کا عزم بالجزم کرلیا اور سلطان سے اجازت چاہی، سلطان چونکہ آپ سے غایت درجہ محبت کرتا تھا، آپ کی جدائی کے تصور سے مضطرب ہوگیا اور کہا پیارے بھانجے اگر یہاں کا ماحول تمہیں راس نہیں آرہا ہے تو دل بہلانے کی غرض سے والدین کے پاس کاہیلر چلے جاؤ اور سیر وشکار کرو، پھر دل بہل جانے کے بعد ہمارے پاس آجاؤ، لیکن جو مرد مجاہد جذبہ اسلامی سے سرشار ہو، ماں باپ کے سایہ عاطفت اور آغوش محبت وشفقت میں کہاں سکون پانے والا، خصوصاً ایک ایسا مجاہد جس کے رگ وریشہ میں شجاعت حیدری کا جوش موجزن ہو۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سلطان سے کہا کہ والدین کے پاس جاکر میں کیا کروں گا، اگر اجازت ہوتو ہندوستان کی طرف جاؤں اور توحید کا ڈنکا بجاؤں، اسلام کا غلغلہ بلند کروں تاکہ ہندوستان کے طول وعرض میں بھی آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

سلطان نے ہر ممکن کوشش کی کہ آپ فی الحال ہندوستان کی طرف نکلنے کا ارادہ ترک کردیں، لیکن کامیابی نہ ملی اور یہ مرد مجاہد جہاد ہند کے عزم پر مضبوطی سے قائم رہا ایسے ہی موقع کے لئے شاعر مشرق نے کہا ہے

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　عجب چیز ہے لذت آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

سلطان نے بادل نخواستہ بچشم تر اجازت دی اور کچھ خاص خلعتیں پانچ عراقی گھوڑے دو زنجیر مست ہاتھی مرحمت فرما کر رخصت کیا۔

سلطان نے سالار شاہو کو لکھا کہ فرزند سالار مسعود کو چند روز کے لئے ایک مصلحت کے تحت بھیج رہا ہوں، ان کی دلجوئی اور نگاہداری ضروری ہے، چند روز کے بعد انھیں پھر اپنے پاس بلالوں گا، الختصر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بہادرانہ انداز سے سلطان کے پاس سے نکل کر سوار ہوئے اور شہر سے باہر خیمہ زن ہوئے، آپ چونکہ سلطان کے منظور نظر، سالار شاہو کے نور نظر، شاہی فوج اور عوام وخواص کے محبوب نظر تھے، قدرت نے آپ کی ذات میں کچھ ایسا مقناطیسی اثر پیدا کر رکھا تھا کہ جونہی یہ خبر پھیلی کہ آپ غزنی چھوڑ کر جہاد ہند پر جارہے ہیں، تو شہر اور اطراف وجوانب کے لوگ کثیر تعداد میں آپ کے ساتھ ہو گئے، شاہی افسران، فوجی عہدیداران پروانہ وار آپ کی محبت میں خود بخود آپ کے لشکر میں آکر شامل ہو گئے، چنانچہ ملک حسن عرب امیر اشرف لاہوری، ملک نصرت پوری، ملک سنجر، ملک ایاز، ملک جانباز، ملک قیصر، ملک سیدن، ملک بیرم، ملک دولت، امیر بازید اپنے اپنے کثیر التعداد دستوں کے ساتھ آپ کے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہو گئے، بہت سے امراء عوام وخواص عزیز واحباب اپنے گھر بار اور ملازمتیں چھوڑ کر آپ کے زیر کمان آگئے، اس طرح آناً فاناً گیارہ ہزار کا ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا، مرأۃ مسعودی فارسی قلمی نسخہ ص ۶۴ پر ہے، تاریخ محمودی می نویسد کہ یازدہ ہزار کس از مردم خواص وعوام در لشکر سالار مسعود بودند۔

اور یہ پورا لشکر آپ کا شیدا و دیوانہ تھا

اندر طلب دوست چوں مردانہ شدم اول قدم از وجود بیگانہ شدم
او علم نمی شنید لب بر بستم اول عقل نمی خرید دیوانہ شدم

آپ کے والدین سلطان کے خط کے بموجب کاہلر سے چل کر آپ کی لشکر گاہ

میں آئے، ملاقات کے بعد جہاد ہند سے روکنے کی بہت کوششیں کیں، لیکن آپ تبلیغ و جہاد کے جذبہ سے اس قدر سرشار تھے کہ والدین کی محبت بھی سد راہ نہ بن سکی جب سالار شاہو اور ستر معلّٰی نے دیکھا کہ لخت جگر اپنے ارادے سے باز نہیں آرہے ہیں تو دونوں حضرات نے کہا کہ پیارے بیٹے! اگر تم نہیں رک رہے ہو تو ہم دونوں تمہارے ساتھ چلیں گے، آپ نے کہا کہ آپ لوگوں کا میرے ساتھ چلنا مناسب نہیں، کیونکہ ہمارے حاسدوں اور بدخواہوں کو سلطان کو بدگماں کرنے کا موقع ہاتھ آجائے گا کہ یہ دونوں باپ بیٹے حکومت غزنی سے بغاوت کر کے جارہے ہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مجھے آپ لوگ جہاد ہند کی اجازت دے دیں، بالآخر سالار شاہو نے بادل نخواستہ اجازت دے دی اور اپنے ایک قریبی عزیز سلطان میی بختیار کی سرکردگی میں چنے ہوئے نوجوانوں کا ایک مسلح دستہ آپ کے ہمراہ کردیا اور بہت سے مال و اسباب اور گھوڑے مرحمت فرما کر رخصت کیا، سالار شاہو اور بی بی ستر معلّٰی فرزند کی جدائی کا غم لے کر کاہیلر واپس ہوئے، فرزند عزیز کی جدائی کے غم نے بی بی ستر معلّٰی کو بے خود کردیا تھا اور ان کا حال زار اس شعر کے مصداق تھا

در و دیوار من آئینہ شد از کثرت شوق
ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ والدین سے اجازت ملنے کے بعد مشرق کی طرف کوچ فرمایا۔

غیبی خزانہ: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کوچ پہ کوچ کرتے ہوئے سیر و شکار کرتے ہوئے مصائب سفر برداشت کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے، ایک روز میر شکار اور چند مصاحبوں کو ساتھ لے کر شکار کے لئے نکلے، باز کو ایک جانور پر چھوڑا، لیکن باز جانور پر حملہ کرنے کے بجائے ایک درخت پر جا کر بیٹھ گیا باز کی خلاف عادت حرکت سے آپ سوچ میں پڑ گئے، پھر خود بھی درخت کے قریب پہنچے،

گھوڑے سے اتر کر درخت کے نیچے آپ نے مراقبہ فرمایا، مراقبہ کے بعد دائیں بائیں نگاہ کیا اور ملک حیدر سے فرمایا کہ بیلداروں کو بلا کر درخت کو جڑ سے کھود دیا جائے، درخت کو جڑ سے کھود کر الگ کر دیا گیا، پھر آپ نے اور گہرا کھودنے کا حکم دیا جب مزید گہرا کھودا گیا تو بے شمار خزانہ نظر آیا، آپ نے اسے نکالنے کا حکم دیا، جب نکالا گیا تو کئی تودے خزانے کے نکلے، آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سارا لشکر بہت متاثر ہوا ان کے ذوق و شوق اور گرویدگی میں مزید اضافہ ہوا۔

اس جگہ چند روز قیام کیا ارکان دولت کو حکم دیا کہ اس خزانہ الٰہی سے نو مہینے کی تنخواہ قدیم دوستوں کو اور چھ مہینے کی تنخواہ تمام لشکر کو اور پانچ مہینے کی تنخواہ پیادوں کو دو، نیز کچھ نئے لوگ لشکر میں شامل ہوئے، انھیں بھی خزانہ سے کچھ نہ کچھ دیا گیا، لیکن اس خزانہ غیبی میں کوئی کمی نہیں ہوئی، خزانے کو لے کر آپ نے اس جگہ سے کوچ فرمایا اور ملک نیک بخت کو سخت تاکید کی کہ ہمارے باورچی خانہ میں اس خزانے سے کچھ بھی خرچ نہ کیا جائے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دنیاوی حرص و آز سے پاک اور زہد و اتقا کے پیکر تھے۔

دریائے سندھ کے پار: دریائے سندھ اور درہ خیبر وہ راستہ ہے، جس سے قدیم قومیں ہندوستان آتی رہی ہیں، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بھی ظاہری و باطنی شوکت و حشمت کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پہنچے امیر بحر کو کشتیاں جمع کرنے کا حکم دیا کشتیاں لائی گئیں، امیر حسن عرب اور امیر بازید جعفر کو حکم دیا کہ پہلے تم دونوں پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دریائے سندھ سے اتر کر شیو پور پر حملہ کر دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، رائے ارجن زمیندار شیو پور پہلے ہی اپنا گھر چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گیا، لشکر امیر حسن عرب نے جا کر اس کا گھر کھود ڈالا، پانچ لاکھ سونے کے سکے اور بہت زیادہ مال و اسباب ہاتھ آئے، دونوں امیر سالار مسعود کی خدمت میں پہنچے، حکم ہوا کہ پہلا دھاوا تمہارا ہے، نقد و جنس میں نے تم لوگوں کو بخش دیا، اس کے بعد خود بھی مع لشکر دریائے سندھ پار کر کے اس کے کنارے چند روز قیام کیا، کیونکہ اس جگہ شکارگاہ

خوب تھی خود شکار کھیلتے اور تر کی بہادر اطراف میں دوڑ دھوپ کرتے، ایک روز محفل جشن آراستہ کیا، تمام لشکریوں کو خلعت فاخرہ عنایت کیا اور افسران فوج سے فرمایا کہ یہ ملک ہمیں خدا نے اپنی مرضی سے عطا فرمایا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ یہاں ہم غزنی حکومت سے باہر اور آزاد ہیں، جس جگہ رہیں ذوق ہے اور جس طرف سیر کریں راحت ہے، یہاں عبادت خداوندی کا عجب لطف ہے، نیز فرمایا یہ ہمارے تجربہ کی بات ہے کہ جو غیر کا محکوم و محتاج ہوتا ہے وہ جلوۂ حق کے مشاہدہ سے محروم ہوتا ہے۔

سلطان الشہداء کے مجاہدانہ کارنامے

فتح ملتان: سلطان الشہداء دریائے سندھ کے کنارے چند روز قیام کرنے کے بعد اگلی منزل کی طرف کوچ کیا، منزلیں طے کرتے ہوئے چند دن میں خطہ ملتان میں پہنچے، جب سے سلطان محمود نے آخری بار ۴۰۳ھ/۱۰۱۲ء میں ملتان کو تاراج کیا تھا اس وقت سے اب تک وہ ویران ہی تھا اور زمیندار رائے انگ پال جو خطہ اوچ میں آکر آباد ہو گیا تھا، اس نے آپ کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ پرائے ملک میں بے روک ٹوک داخل ہو گئے ہو یہ بڑی غیر مناسب اور نازیبا جرأت اور بے باکی ہے، شاید زندگی سے عاجز آگئے ہو۔

آپ نے فرمایا، ملک خدا کا ہے بندہ کا ملک نہیں ہوتا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اسے ملک پر قابض کر دیتا ہے، جد کریم اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہمارے آباو اجداد کا یہ طریقہ رہا ہے کہ ہم پہلے کافروں کو خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دعوت دیتے ہیں، اگر انھوں نے اطاعت قبول کر لی یا ایمان لے آئے، تو خیر ورنہ پھر فیصلہ تلوار سے ہوتا ہے، آپ نے قاصد کو خلعت دے کر رخصت فرمایا اور کہا میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہا ہوں موجود رہنا قاصد کے جانے کے بعد

آپ نے سلطان مہی بختیار و امیر حسن عرب و امیر جعفر بازید و امیر ترکان و امیر تقی و امیر فیروز عمرو ملک محمد امجد کی سرکردگی میں لشکر مرتب کر کے انکپال پر تعینات کیا، مسعودی لشکر کے اوچ کے قریب پہنچنے پر رائے انکپال اپنی بھاری فوج لئے منتظر کھڑا تھا، جاتے ہی جنگ چھڑ گئی، دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی جس میں ہر دو طرف کے بے شمار آدمی کام آئے، مگر آخر رائے انکپال عاجز ہو کر شکست کھا گیا، اہل لشکر نے شہر تک تعاقب کیا اور گیارہ لاکھ سونے کے سکے غنیمت میں لے کر سلطان الشہداء کی خدمت میں واپس آئے، آپ نے سب امیروں کو خلعت و گھوڑے بطور انعام عطا فرمایا، اب چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا، اس لئے چار مہینہ ملتان میں اقامت فرمایا، برسات کے بعد لشکر کو اجودھن کی طرف روانہ فرمایا۔

فتح اجودھن: ملتان کے بعد آپ نے اجودھن کی طرف کوچ فرمایا اجودھن بغیر جنگ کے فتح ہوا، یہ بہت ہی سرسبز و شاداب اور دلکش جگہ تھی، یہاں کی آب و ہوا آپ کو بہت پسند آئی، سیر و شکار کے لئے بھی بڑی موزوں اور عمدہ جگہ تھی، اس لئے آپ نے یہاں نو ماہ پانچ دن قیام فرمایا، حتیٰ کہ دوسری برسات آ گئی، چنانچہ یہ برسات بھی وہیں گزار کر دہلی کی طرف رخ کیا۔

اجودھن کا دوسرا نام پاک پٹن شریف ہے، یہاں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے، یہاں سے دہلی جانے والوں کو راستہ میں بھٹنڈا پڑتا ہے، یہ ریاست پٹیالہ کے علاقہ میں ہے اور یہ وہ مقام ہے جس کو سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۹ھ ۱۰۰۸ء میں فتح کیا تھا اور یہاں کے راجہ بجے رائے نے خودکشی کر لی تھی اور یہاں محمود کا تسلط ہو گیا تھا اور اب موجودہ زمانے میں بھی ملتان سے دہلی کو پاک پٹن بھٹنڈہ ہوتے ہوئے سڑک گئی ہے، یہاں حسب تحریر حیات مسعودی بحوالہ انڈین اینٹی کواری جلد ۸ صفحہ ۲۰۹ پر سر ولیم لیور نے میو قوم کی بابت ریاست الور کے جس پر حال میں بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا ایک مقامی دلچسپ روایت لکھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں سید سالار

مسعود غازی کا جھنڈا رہتا ہے، اور وہ محمود غزنوی کے بھانجے یا بھتیجے تھے، ان کا مزار بہرائچ میں ہے، انھوں نے یہاں کے ۹۸۹ قلعے فتح کیے اور جو راجپوت ان کے زمانے میں مسلمان ہوئے، وہ میو کہلائے، پہلے یہ لوگ سالار مسعود کے جھنڈے کو پوجتے تھے، مگر اب مولویوں کے وعظ سے یہ بات ختم ہوگئی ہے، سو کیا تعجب کی بات ہے کہ بھٹنڈہ سے گزرتے وقت نرائن پور تھانہ غازی سالار پور وغیرہ انھیں کی یادگار ہوں اور ادھر کے دھاوے میں کافی وقت صرف کرکے تبلیغ اسلام کی ہو، ان کے اس طریقہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کو اس جگہ تبلیغ میں کامیابی ہو جاتی تھی، تو آگے بڑھ جاتے تھے اور انھیں ساتھیوں میں سے وہیں آباد کر جاتے تھے۔ (آئینہ مسعودی ص ۶۵)

فتح دہلی: دہلی ہندوستان کا مرکزی مقام تھا، جس کا حاکم راجہ مہی پال رائے تھا اس کی فوجی طاقت بہت زیادہ تھی تمام پڑوسی ریاستیں اور باہری حملہ آور بھی اس کے مقابلہ میں آنے سے گھبراتے تھے، خود سلطان محمود لاہور پر حملہ کر کے اسے قبضہ میں کیا مگر دہلی کی طرف رخ کرنے کی اسے فرصت نہ ملی، تاریخ فرشتہ میں ہے کہ تھانیسر کی فتح کے بعد سلطان محمود نے دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا لیکن امیروں اور وزیروں نے اسے یہ سمجھایا کہ دہلی کو اسی وقت فتح کیا جا سکتا ہے جبکہ سارے صوبہ پنجاب پر مسلمانون کا قبضہ ہو جائے اور انند پال کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہے، سلطان محمود نے امیروں، وزیروں کے اس مشورے کو قبول کیا اور دہلی کی فتح کا ارادہ ترک کر کے واپس غزنی چلا آیا، لیکن بقولے اگر پدر نتوانست پسر تمام کند، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اجودھن سے دہلی کی طرف رخ کیا اور کوچ کرتے ہوئے دہلی کے قریب پہنچے، وہاں سے تقریباً بارہ کوس کے فاصلہ پر رائے مہیپال بھی خبر پا کر ایک کثیر فوج لے کر مقابلہ کے لئے آیا، آپ نے بھی اللہ کا نام لے کر مجاہدین اسلام کی صف بندی کر کے لشکر ترتیب دیا اور نقارہ جنگ بجوادیا، جنگ کا آغاز ہوگیا دونوں طرف کی فوجیں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے لگیں، شام تک معرکہ گرم رہا، مغرب کے وقت جنگ موقوف ہوگئی، دونوں فوجوں

نے رات بھر آرام کیا، صبح کو پھر نقارہ جنگ بجا اور فضاؤں میں تلوار و نیزے چمکنے لگے اور انسانی سر کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہونے لگے، ایک مہینہ دس دن تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا، لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا، بہت سے مسلمان مجاہدین شہادت سے سرفراز ہوئے، راجہ کی فوج کے بھی کشتے کے پشتے لگ گئے، غریب الدیار مختصر سی اسلامی فوج کا مقابلہ ایک بہت بڑے لشکر سے تھا، سلسلہ جنگ طویل ہوتا جا رہا تھا، کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، سخت تشویشناک صورت حال پیدا ہو گئی تھی، حضرت غازی علیہ الرحمہ اس پریشانی کے عالم میں بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر التجا کرنے لگے کہ اے رب العلمین! ہم تیرے عاجز و لاچار بندے تیری ہی ذات پر بھروسہ کر کے تیرے ہی دین کی سربلندی کے لئے تیری راہ میں اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں اور آتش جنگ کے شعلوں سے کھیل رہے ہیں، ہماری لاج تیرے ہی دست قدرت میں ہے، اے رب العلمین! كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً کا کرشمہ دکھاتے ہوئے اپنی فتح و نصرت سے ہمیں ہمکنار فرما، ابھی آپ مصروف دعا ہی تھے کہ امیر سیف الدین سالار، مہی بختیار، میر سید عزالدین، ملک دولت شاہ اور سالار رجب حکومت غزنی میں انتشار و افتراق ہونے کی وجہ سے غزنی چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کا عزم لے کر سلطان الشہداء کے لشکر میں آ کر شامل ہو گئے، یہ ایک تائید غیبی تھی، بروقت ان کی آمد سے سلطان الشہداء علیہ الرحمہ بے پناہ خوش ہوئے، لشکر اسلام کا حوصلہ بڑھ گیا اور ان کے اندر نیا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور دشمن کی فوج پر خوف و دہشت چھا گئی، چالیس روز تک زوردار معرکہ آرائی رہی، چالیسویں روز حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ شرف الملک سے کچھ مشورہ کر رہے تھے کہ مہیپال کا لڑکا گوپال گھوڑا بڑھا کر آپ کے قریب پہنچا اور گرز سے آپ پر حملہ کر دیا، بڑی پھرتی سے آپ نے سر کو بچایا مگر آپ کی بینی مبارک زخمی ہو گئی اور سامنے کے دو دانت شہید ہو گئے، شرف الملک نے اس کے جواب میں فوراً اپنی تلوار آبدار بلند کر کے ایسا زوردار وار کیا کہ گوپال زمین پر ڈھیر ہو گیا، سید سالار مسعود

غازی علیہ الرحمہ نے اپنے زخم پر مرہم پٹی کر کے بپھرے ہوئے شیر کی طرح غنیم پر حملہ کر دیا، گھمسان کا رن پڑا، اسلام کے شیروں نے صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں، خود شہادت کا جام اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا، شام کے وقت جنگ موقوف ہوگئی دوسرے دن پھر جب میدان کارزار گرم ہوا تو میر سید عزالدین جو ہراول دستہ میں تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے، ان کے گلوئے مبارک پر دشمن کا ایک تیر لگا اور شہید ہو گئے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

حضرت غازی علیہ الرحمہ کو جب میر سید عزالدین کے شہید ہونے کی خبر ملی تو بےچین ہو گئے آپ کی اس بے قراری کو ترک بہادروں سے دیکھا نہ گیا، بھوکے شیر کی طرح غنیم پر ٹوٹ پڑے، حملہ اس قدر زوردار تھا کہ غنیم کو بھاگتے نہیں بن رہی تھی رائے مہپال و سری پال دونوں مارے گئے، ایک سخت مقابلہ اور جانی نقصان کے بعد بفضل خداوندی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور دہلی کا تخت آپ کے قبضہ میں آگیا، عیش و عشرت کی زندگی کو تج کر گھر سے نکلنے کا آپ کا مقصد حصول تخت و تاج نہیں تھا، بلکہ پورے ہندوستان میں شمع اسلام کا اجالا پھیلانا مقصود تھا، آپ نے فرمایا میں جہاد تخت و تاج کے لئے نہیں کر رہا ہوں، میرے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے جسے وہ خوب جانتا ہے۔

آپ نے امیر جعفر بازید کو دہلی کے تخت پر بٹھا کر تاج بخشی کی رسم ادا کیا اور سخت ہدایت فرمائی کہ رعایا کے ساتھ مروت و ہمدردی کا سلوک کرنا، بیکسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرنا، معاملات میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دینا خلق خدا کے ساتھ غمخواری کرنا اور انتظامی امور کے لئے تین ہزار سوار آپ کی ماتحتی میں دیا، مزید فرمایا، کہ پانچ چھ ہزار سوار اور مقرر کر لو، میر سید عزالدین کو دہلی ہی میں دفن کیا گیا اور ان کا نہایت بلند روضہ تعمیر کرا کر اس میں چراغ بتی اور جاروب کشی کے لئے چند لوگوں کو مقرر کر دیا گیا۔

حضرت غازی علیہ الرحمہ نے احتیاطاً اپنے رفقاء کے ساتھ چھ مہینے تک دہلی ہی

میں قیام فرمایا۔

میرٹھ کی طرف کوچ: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ دہلی سے چھ ماہ سولہ روز کے بعد تقریباً نصف ۴۲۰ھ/۱۰۲۹ء میں میرٹھ کی طرف کوچ فرمایا، میرٹھ اور اس کے اطراف و جوانب کے راجاؤں کو جب خبر ملی کہ سید سالار مسعود غازی اپنے جاں نثاروں کی فوج لے کر میرٹھ آرہے ہیں تو وہ لوگ بہت گھبرائے، کیونکہ انھوں نے آپ کی شجاعت و بہادری اور فتح و ظفر کے قصے سن رکھے تھے کہ مسعود بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے اور کبھی ہار ماننے کا نام نہیں لیتا، سارے راجاؤں نے عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنی بھلائی اسی میں سمجھی کہ اطاعت و تابعداری کی پیشکش کی جائے، چنانچہ سارے راجاؤں نے متفقہ طور پر اپنے اپنے ایلچیوں کو آپ کی خدمت میں بہت سے قیمتی تحفے دے کر بھیجا اور کہلایا کہ یہ ملک آپ ہی کا ہے، ہم آپ کی اطاعت اور تابعداری قبول کرتے ہیں، حضرت غازی علیہ الرحمہ ان راجاؤں کے متواضعانہ انداز سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایلچیوں کو خلعت سے نواز کر اور معافی نامے عطا فرما کر رخصت کیا، آپ کے ایلچیوں کے اس مصالحانہ رویہ سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب تک کوئی آپ کی راہ میں حائل نہ ہوتا خواہ مخواہ اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتے اور کس قدر آپ صلح جو اور آشتی پسند طبیعت رکھتے تھے۔

میرٹھ کے راجہ کے نرم رویہ کی وجہ ایک اور بھی ہے ڈاکٹر فوہرر اپنی کتاب آکیولو جیکل سروے ہند کی جلد دوم صفحہ ۱۱ پر بحوالہ ایلیٹ جلد دوم صفحہ ۲۱۹ کے لکھتے ہیں کہ گیارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں برن کے راجہ ہردت نے میرٹھ فتح کرلیا تھا اور یہاں بڑا مضبوط قلعہ بنایا تھا یہ ہردت ڈور راجپوت وہی راجہ ہے، جس نے برن (بلند شہر) پر حملہ کے وقت سلطان محمود غزنوی کی اطاعت کرلی تھی اور مع دس ہزار ساتھیوں کے مذہب اسلام قبول کرلیا تھا۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۱۱۱)

ڈاکٹر فوہرر اپنی کتاب کے جلد دوم صفحہ ۱۲ ار پر لکھتے ہیں کہ قطب الدین ایبک نے

۱۹۴۲ء میں میرٹھ میں سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں ایک مقبرہ بنوایا اور یہی روایت ڈسٹرکٹ گزیٹیر میرٹھ نے بھی لکھی ہے، اس کے یہ معنی ہوئے کہ تاریخ فیروز شاہی سفرنامہ ابن بطوطہ اور مرأۃ مسعودی سے قبل یہاں پر حضرت غازی علیہ الرحمہ کے متعلق مقامی روایت موجود تھی، کیونکہ قطب الدین ایبک اور حضرت غازی علیہ الرحمہ کے درمیان ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے۔

ڈاکٹر فوہرر نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرٹھ کی جامع مسجد کو محمود کے وزیر احمد ابن حسن میمندی نے تیار کرایا تھا، ۴۰۹ھ/۱۰۱۹ء میں اگر یہ صحیح ہے تو سپہ سالار کے آنے سے قبل میرٹھ میں مسلمانوں کا وجود ثابت ہے۔(سوانح سید سالار مسعود غازی ص ۱۱۱)

میرٹھ اور قنوج کے درمیانی مقامات: میرٹھ سے قنوج پہنچنے کے لئے دریائے گنگا عبور کرنا ضروری ہے، میرٹھ سے چل کر سید سالار مسعود غازی نے گنگا کو گڈھ مکتیشر پر عبور کیا ہوگا جو آج کل بھی ہندوؤں کی تیرتھ کی جگہ ہے اور جہاں بہت بڑا میلہ ہوتا ہے اس جگہ دریا پار کر کے ضلع مراد آباد کی موجودہ تحصیل حسن پور اور سنبھل ہوتے ہوئے ضلع بدایوں کے قصبہ جات گنور اور سہوان سے گزر کر بدایوں آجاتا ہے، اس راستہ کے قریب ضلع مراد آباد میں کئی ایک مقامات سالار پور کے نام سے مشہور ہیں اور سنبھل کے قریب نیزے کا میلہ آج تک سپہ سالار مسعود غازی کی یادگار میں ہوتا ہے، سنبھل میں جس کا پرانا نام سنبھلیشور تھا اور ہمیشہ سے شیو کی پوجا کا مرکز رہا ہے۔

الغرض اس شاہراہ عام سے گزر کر قصبہ گنور پہنچے، اس کا پرانا نام بمن پوری تھا مگر ایک مسلمان بزرگ کے گنور واقع ملک ایران سے آنے اور یہاں رہ پڑنے کی یادگار میں گنور کہلایا، اس قصبہ میں سالار باری کے نام سے ایک محلہ ہے اور ایک بزرگ تاج الدین ترک کا یہاں مزار ہے جو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے ساتھیوں میں سے بتائے جاتے ہیں، ڈاکٹر فوہرر آرکیولیوجیکل سروے آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ سید سالار مسعود غازی نے ۴۲۰ھ/۱۰۲۹ء میں دھند گڑھ موجودہ ڈبائی ضلع بلند شہر کے

ٹھاکر راجپوتوں کو وہاں سے نکالا، یہ جگہ قصبہ گنور کے محاذ میں دریائے گنگا کے دوسری طرف اور وہاں سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے، اسی روایت کا ذکر کتاب مصنفہ مے بل ڈف (مسز ڈبلیو آر ریکر) نے اپنی کتاب کرونو لوجی آف انڈیا میں صفحہ ۱۱۵ پر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنور کو مستقر بنا کر یا تو سپہ سالار موصوف خود ڈبائی گئے یا اور کوئی تبلیغی مشن وہاں بھیجا، گنور سے چل کر شاہراہ عام پر قصبہ سہسوان ضلع بدایوں آتا ہے، یہ پرانی جگہ ہے، علاء الدین خلجی کی بنائی ہوئی مسجد یہاں موجود ہے، اس راستہ پر ایک موضع سالار نگلہ ہے، سہسوان کے قرب میں بھی سید سالار مسعود کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کا مزار بتایا جاتا ہے، اب بدایوں پہنچے جس کا پرانا نام بوڑھا میوتا تھا، لکھن پور کے کتبے کے مطابق حضرت سید سالار مسعود غازی کے زمانے میں ایک راٹھور خاندان کی راجدھانی تھی، اس سے ۱۰۳۰ء میں خفیف جنگ ہو کر صلح ہو گئی تھی، بدایوں کے قریب موضع لکھن پور میں ایک خطیرہ ہے، کہا جاتا ہے کہ اس میں سید سالار مسعود غازی کی انگلی دفن ہے، مگر یہ بات قابل قیاس نہیں، ممکن ہے کہ اس جگہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا قیام رہا ہو یا راجہ سے بدایوں کے باہر خطیرہ کے قرب وجوار میں جنگ ہوئی ہو، اس موضع میں آپ کے نام سے تھوڑی سی جائداد بھی وقف ہے، یہاں اسی زمانہ میں آپ کی یادگار میں ایک میلہ بھی ہوتا ہے، جس زمانہ میں بہرائچ میں ہوتا ہے اور ایک خطیرہ اس راستہ پر جو بدایوں سے قنوج کو جاتا ہے، موضع گجوائی میں ہے، یہاں بھی میلہ ہوتا ہے، اسی فرخ آباد والی سڑک قصبہ اسیت کے قریب تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں میں ایک موضع مسعود پورہ ہے۔

ایک مقامی روایت کے مطابق سہسوان اور گنور کے درمیان گنگا پار کر کے موجودہ ضلع علی گڑھ میں ایک سڑک دادون ہوتی ہوئی علی گڑھ کو جاتی ہے، اس سڑک کے قریب اور موضع بھیکم پور سے متصل ایک مزار سید سالار مسعود غازی کے ساتھیوں میں سے بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات یہاں آکر شہید ہوئے۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی)

قنوج میں آمد: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بدایوں سے آگے چل کر اور گنگا پار کر کے موجودہ فرخ آباد کا ضلع شروع ہوتا ہے یہاں سے نکلتے ہی شمالی ہند کی پرانی راجدھانی کمپلہ شہر جواب اجڑ چکا ہے اور جہاں درو پدی کے قصے مشہور ہیں، ملتا ہے وہاں سے موجودہ قائم گنج فرخ آباد ہوتے ہوئے قنوج پہنچے، اس زمانے میں قنوج شمالی ہند کا پایہ تخت تھا، اطراف کے تمام راجہ مہاراجہ اس کے زیر نگیں تھے اور اس وقت وہاں کا راجہ جے پال تھا، آپ دریائے گنگا کے کنارے فروکش ہوئے۔

چونکہ پہلے سلطان محمود نے رائے جیپال حاکم قنوج کو جلاوطن کر دیا تھا، لیکن سید سالار شاہو علوی کی سفارش سے اسے معاف کر کے از سر نو قنوج کی حکومت دے دی تھی، اس احسان کی وجہ سے اس نے سلطان الشہداء کی آمد کی خبر سن کر اپنے بڑے لڑکے کے ساتھ تحائف ارسال کئے اور امن کی درخواست کی، سلطان الشہداء نے اس کی درخواست قبول کر لی، آپ نے اس کو ایک گھوڑا اور تحائف عطا فرمائے اور اعزاز کے ساتھ رخصت کر دیا اور فرمایا کہ کشتیوں کا انتظام کیا جائے، جب کشتیاں آئیں تو لشکر اسلام نے دریا عبور کیا اور دوسری سمت میں ڈیرہ ڈال دیا، راجہ جیپال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت قبول کی، آپ نے رائے جے پال کو گلے سے لگایا اپنے قریب بیٹھایا، اسے ہر طرح مطمئن کر کے خاص خلعت دس عراقی گھوڑے عطا فرمایا اور رخصت کیا، نیز فرمایا کہ اس رسم وراہ کو جاری رکھنا اور ہمارے لشکر کے واسطے رسد بھیجتے رہنا، آنے جانے والوں کے ذریعہ خیر خیریت سے آگاہ کرتے رہنا۔

قنوج سے سترکھ تک راستے کے مقامات: مرأۃ مسعودی نے اضلاع ہردوئی ولکھنو بارہ بنکی کے دیگر مقامات کی بابت ذکر نہیں کیا، مگر ان اضلاع کے ڈسٹرکٹ گزیٹیر اور ڈاکٹر فوہرر کی کتاب جلد دوم کے مطابق کئی ایک جگہ اس قسم کی مقامی روایتیں ہیں۔

ان مقاموں میں سانڈی ضلع ہردوئی، منڈیاواں، امیٹھی ضلع لکھنو وغیرہ بھی شامل

ہیں، ملاواں ضلع ہردوئی کی بابت ڈسٹرکٹ گزیٹیر نے لکھا ہے کہ یہ قصبہ ایک عرصہ تک سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں غازی پور کہلاتا تھا۔

مرأۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ سید سالار موصوف قنوج سے سترکھ دس روز میں پہنچے، سترکھ قنوج سے تخمیناً سو سوا سو میل ہوگا، اس حساب سے دس پندرہ میل یومیہ کا سفر ہوا، قنوج سے سترکھ جانے کے لئے سیدھا راستہ بلگرام ملانواں، سندیلہ، ملیح آباد ضلع ہردوئی اور بجنور امیٹھی ضلع لکھنو ہوکر ہے، اس لئے ان مقامی روایتوں کا صحیح ہونا قرین قیاس ہے، اس زمانہ میں شمالی ہند کی طرح سے یہاں اسلام اچھی طرح سے نہیں پھیلا تھا، کیونکہ محمود غزنوی قنوج اور باری (غالباً موجودہ باری ضلع سیتاپور) سے آگے نہیں بڑھا اور جنرل احمد نیال تگین دو ایک سال بعد آیا، اس لئے ان مقامات میں تبلیغ کی ضرورت تھی اور اسی لئے جگہ جگہ فوجی مشن بھیجے گئے، آج کل کے زمانہ سے جبکہ دو ایک پادری، دو ایک مولوی، دو ایک پنڈت، تن تنہا جا کر وعظ اور لکچر دے آتے ہیں، حالت جداگانہ تھی اور اسی غرض سے ہر مبلغ کے ساتھ چھوٹا یا بڑا فوجی دستہ جاتا تھا، ایسے موقعوں پر پہلے کیا اب بھی ایک مرکز قائم کر کے آس پاس مشن روانہ کئے جاتے ہیں۔

ویدیا جلد سوم صفحہ ۳۶۹ اور دیگر مورخین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کے زمانہ سے لے کر ۱۲۰۰ء تک شمالی ہند میں جگہ جگہ مسلمانوں کی بستیاں قائم ہوگئی تھیں، یہ بستیاں قائم کرنے والے محمود غزنوی سید سالار مسعود غازی اور احمد نیال تگین کے ساتھیوں میں سے تھے، یہ حضرات جب ایک مقام سے دوسرے مقام کو روانہ ہوتے تھے تو کچھ موزوں لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے پچھلے مقام پر چھوڑ دیتے تھے، یہ تعینات کئے ہوئے لوگ کہیں تو دست برد زمانہ سے ایک عرصہ تک محفوظ رہ کر قائم رہے اور کسی جگہ اپنے سرداروں کے روانہ ہونے کے کچھ دن بعد ہی تباہ کر ڈالے گئے۔

(سوانح سید سالار مسعود غازی وحیات مسعودی)

سترکھ میں آمد اور قیام: سترکھ بارہ بنکی ضلع میں ایک مشہور قصبہ

ہے، جو اس وقت ہندوستان کا مرکزی مقام تھا اور ہندوؤں کا بہت بڑا تیرتھ استھان تھا، ایک مقامی روایت یہ ہے کہ یہاں رام جی اور لچھمن جی نے تعلیم پائی اور سات رشی کا یہاں استھان تھا، اس وجہ سے اس جگہ کا نام ست رشی مشہور ہوا، پھر رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے سترکھ ہو گیا اور ڈسٹرکٹ گزیٹیر نے سترکھ کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہاں سورشی لوگوں کے استھان تھے بابا سورش منی رہتے تھے۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ قنوج سے بلگرام، ملانواں، سندیلہ، ملیح آباد ضلع ہردوئی اور بجنور، امیٹھی ضلع لکھنؤ ہوتے ہوئے دس روز میں سترکھ پہنچے، بقول مرأۃ مسعودی جب سید سالار مسعود غازی سترکھ میں آئے تو ان کی عمر قریب اٹھارہ سال کی تھی یا یوں کہیے کہ ۴۲۲ھ/۱۰۳۱ء یا ۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء میں وہ یہاں آئے۔

سترکھ ایک آباد پر رونق، انتہائی سرسبز و شاداب، پر فضا اور خوشنما علاقہ تھا، سیر و شکار کے لئے بھی ایک اچھی جگہ تھی، اس لئے یہ علاقہ آپ کو بہت پسند آیا اور یہاں پر قیام کر لیا، پھر یہیں سے اطراف کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت کے لئے تبلیغی وفود بھیجے، جیسا کہ قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ میں ملک عنبر، امیٹھی میں ملک یوسف اور منڈیاون میں آدم کا شہید ہونا اور مدفون ہونا بتایا جاتا ہے۔ (آئینۂ مسعودی، و سوانح سید سالار مسعود غازی و حیات مسعودی)

قلعہ دھند گڑھ میں محصور دوست محمد کی مدد:

ایک دن سترکھ میں مظفر خاں نائب اجمیر کے بھیجے ہوئے قاصد میاں عبد اللہ اس مضمون کی عرضداشت لے کر پہنچے کہ رائے دین دیال و جیپال اور اجمیر کے قرب و جوار کے راجاؤں نے فتنہ و فساد مچا رکھے ہیں اور سرکشی کر رہے ہیں، سردار فوج دوست محمد کو قلعہ دھند گڑھ میں محصور کر لیا ہے، چاروں طرف سے جوق در جوق فوجیں جمع ہو رہی ہیں، اس لئے استدعا ہے کہ امداد فرمائی جائے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ مظلوم انسانیت کی دادرسی کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے اور ظلم و زیادتی کو قطعاً برداشت نہ کرتے، ہندوستان میں آپ کے آنے کا

مقصد ہی یہی تھا کہ جہاں بھی انسانیت پر ظلم ہو رہا ہے، اس سے انسانوں کو نجات دلائی جائے، دین اسلام جو امن و شانتی کا مذہب ہے، جو نا برابری اور اونچ نیچ کے امتیازات کو مٹا کر مساویانہ حقوق عطا کرتا ہے، اس دین رحمت کی تعلیم کو خوب عام کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انصر اخاك ظالما كان او مظلوما یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ یہاں مظلوم کی مدد کی بات تو بالکل ظاہر ہے، لیکن ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔

اس لئے جونہی اپنے مظلوم بھائی مظفر خان اور دوست محمد پر دشمنوں کے یلغار کی خبر ملی آپ نے فوراً اپنے مجاہدین رفقاء کی ایک مجلس مشاورت طلب کی، جس میں حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری اور آپ کے دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ، میر ہاشم و نجم الملک و عین الملک و سراج الملک و نظام الملک و نصر الملک میاں رجب وغیرہ شریک ہوئے، باہم مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ سید ابراہیم جو اجمیر کے گردونواح سے خوب واقف ہیں، اپنی سرکردگی میں ایک فوجی لشکر لے کر وہاں جلد پہنچیں اور ان تمام سرکش راجاؤں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچائیں، سید ابراہیم بارہ ہزاری بارہ ہزار مسلح فوج اور سید بدیع الدین، سید محمود احمد و سید حمید کو ہمراہ لے کر اجمیر و دھند گڑھ کے راجاؤں کی سرکوبی کے لئے مجاہدانہ انداز میں روانہ ہوئے۔

یہ اسلامی لشکر بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنی راہ طے کر رہا تھا کہ اثنائے راہ میں حلبیہ سنا کے مقام پر بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے دشمن کی بیس ہزار فوج نے گھیرے میں لے لیا، دشمنوں نے یہ سوچا کہ قلعہ دھند گڑھ تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ ہی میں اسلامی لشکر کی کمر ہمت توڑ دی جائے تاکہ یہ اجمیر پہنچنے کی جرأت نہ کریں، لیکن انھیں کیا معلوم کہ یہ وہ غازیان اسلام ہیں جو اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکلتے ہیں اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں، انھیں بڑا سے بڑا لشکر اور بڑی سے بڑی مادی طاقت ہراساں نہیں کرسکتی، کیونکہ

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے لڑائی

حضرت سید ابراہیم اور شیر دل مجاہدین غنیم کے ٹڈی دل گروہ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جم کر مقابلہ کیا، اپنے جذبہ شہادت کو دل میں بسا کر اتنا زوردار حملہ کیا کہ دشمن کی فوج کو میدان سے بھاگتے نہ بنی بہت سے لوگ مارے گئے اور کچھ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، لشکر اسلام کے چند سواروں نے بھی جام شہادت نوش فرمایا اور چند زخمی ہوئے، شہید ہونے والوں میں میاں عزیز الدین بھی تھے، ان کو جلیسر میں دفن کیا گیا۔

سید ابراہیم بارہ ہزاری نے جلیسر سے امیر بازید جعفر مقیم دہلی سے فوجی مدد کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک خط لکھا، امیر موصوف نے خط پاتے ہی فوراً دو ہزار جاں باز مسلح سواروں کا دستہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا، ابھی آپ جلیسر سے کچھ آگے بڑھے ہی تھے کہ امیر بازید کی بھیجی ہوئی کمک آپ سے آملی مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے لشکر اسلام تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے دھند گڑھ کے قریب جا پہنچا اور ایک مناسب مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

سید ابراہیم بارہ ہزاری نے نائب اجمیر مظفر خاں کو اپنی اور لشکر اسلام کی آمد کی خبر دی اور لشکر چونکہ سفر کی صعوبت جھیلے ہوئے اور تھکا ہارا تھا، اس لئے اسے رات بھر آرام کرنے کا موقع دیا اور خود ایک گوشے میں بیٹھ کر رات بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہے، صبح کو نماز فجر ادا کرنے کے بعد لشکر اسلام کو ترتیب دے کر دشمن کے مقابلہ میں اتارا۔

غنیم کی دو لاکھ فوج قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھی، لشکر اسلام نے پرزور حملہ کیا شام تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی، گھوڑوں کی ٹاپوں اور بہادروں کی ہاہو نے قیامت کا ماحول پیدا کر رکھا تھا، تلواروں کی ٹکر زخمیوں کی چیخ و پکار سے پورا میدان کارزار گونج رہا تھا، سر دھڑ کی بازی لگ رہی تھی، مجاہدین اسلام نے اپنی ایمانی طاقت اور فولادی بازؤں سے دشمن کے ٹڈی دل لشکر کے حواس گم کر دیئے تھے، تلوار کی کاٹ ایسی تھی کہ جو زد میں آیا دو نیم ہو گیا، پورا میدان دشمنوں کی لاش سے بھر گیا، دین دیال اور اجے پال

نے جب اپنے لشکر کو گاجر مولی کی طرح کٹتے دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور میدان چھوڑ کر بھاگنے ہی میں اپنی نجات سمجھی، انھیں بری طرح شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا اور لشکر اسلام کو عظیم فتح نصیب ہوئی، سید ابراہیم بارہ ہزاری فاتحانہ قلعہ میں داخل ہوئے اور شیخ دوست محمد سے جو محصور تھے، ملاقات کی، ان کے تمام ملازمین کی تسلی وتشفی فرمائی، اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی، ایک ہفتہ تک قلعہ میں قیام فرمایا، دین دیال شکست وہزیمت سے دوچار ہونے کے بعد بھی چین سے نہیں بیٹھا، پھر ایک تازہ دم لشکر لے کر مقابلہ کے لئے میدان میں آیا، سید ابراہیم بھی قلعہ سے باہر نکل کر پیش قدمی فرمائی اور مشرق کی جانب میدان میں ایک ایسے تالاب کے کنارے جو دونوں فوجوں کے درمیان میں حائل تھا، فوجیں آراستہ کیں، دونوں فوجوں میں بڑی زوردار معرکہ آرائی ہوئی، پورا میدان کارزار مقتولین کے خون سے لالہ زار بن گیا، اس خونی جنگ میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور غنیم کے دس ہزار آدمی تہ تیغ ہوئے اور بقیہ راہ فرار اختیار کر کے تیج پال کے ساتھ دین دیال کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور قلعہ کے برجوں پر توپیں نصب کر کے آمادہ جنگ ہوئے، ادھر حضرت سید ابراہیم بھی اپنی فوجی قوت کو سمیٹ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا قلعہ کے اندر سامان رسد تو تھے نہیں باہر سے بھی رسد پہنچنے کی کوئی صورت نہیں تھی، تین دن تک محاصرہ سخت تھا، جس سے دشمن تنگ آچکے تھے، مجبوراً چوتھے دن صبح کو سرکشوں کا سرغنہ تیج پال بیس ہزار فوج کے ساتھ قلعہ سے نکل کر مقابل ہوا، یہ مقابلہ پہلی جنگوں کے بالمقابل اتنا سخت تھا کہ مسلمانوں کو اپنے سر دھڑ کی بازی لگانی پڑی، صبح سے دوپہر تک دس ہزار مسلمان تیر وتلوار کے زخموں کی لذت سمیٹ کر شہید راہ مولیٰ ہوئے، لیکن دشمنوں کو بھی بھاری قیمت چکانی پڑی کہ ان کے اکثر فوجی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، صرف تیج پال اور چند ہزار فوجی اپنی جان سلامت بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، مسلمان شہداء میں سید محمود، بدیع الدین اور ان کے چند رفقاء بھی شامل تھے، جو جہاں شہید ہوا تھا، اسے وہیں دفن بھی کر دیا گیا، قلعہ کے

چاروں طرف کی زمیں گنج شہیداں بن گئی، غازیان اسلام نے اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان تک مٹا ڈالا، غازیان اسلام نے قلعہ کے مغربی سمت تالاب کے کنارے ڈیرہ ڈالا، تالاب کا نام میر سرور رکھا اور اس کے اوپر ایک دمدمہ بنا کر حضرت سید ابراہیم کی عبادت کے لئے ایک خیمہ نصب کیا گیا، آپ جب اس دمدمہ میں داخل ہوئے تو انتہائی مسرور ہوئے، فرمایا، اس سے مجھے بوئے محبت محسوس ہورہی ہے، طبیعت کو یک گونہ سکون واطمینان مل رہا ہے، نیز فرمایا آج میں بطور خاص عبادت الٰہی میں مصروف رہوں گا، خبردار کوئی ہمارے ڈیرے کے اندر آنے کی جرأت نہ کرے، فوج کے سارے لوگ آرام کریں، دن کے تھکے ہارے مجاہدین آرام کرنے لگے، گہری نیند نے انھیں دنیا ومافیہا سے غافل کردیا اور آپ بحضور دل ذکر الٰہی میں محو ہوگئے، کسی کو کیا خبر کہ دشمن گھات میں ہے، رائے تیج پال جو لومڑی کی چال چلنا خوب جانتا تھا، رات کا وقت غنیمت سمجھ کر ایک ہزار فوج کے ساتھ سوئے ہوئے نہتے مجاہدین پر شب خوں مارا، تیج پال کا بھائی کرن پال مردود بے پاؤں حضرت کے عبادت خانہ میں داخل ہوا دیکھا کہ آپ اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں محو ہیں اور یاد الٰہی میں اس طرح گم ہیں کہ انھیں اپنی بھی خبر نہیں ہے، عین حالت سجدہ میں آپ پر تلوار کا وار کر کے شہید کردیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اور موقع پا کر آپ کے برادر حقیقی سید اسمٰعیل کو بھی شہید کردیا، یہ حادثہ جانکاہ سترہ شوال المکرم ۴۲۰ھ کو پیش آیا۔

سید ابراہیم اور سید اسمٰعیل علیہما الرحمہ کی شہادت سے اسلامی فوج میں ایک شور اور کہرام برپا ہوگیا، غم وغصہ سے سبھی مشتعل ہوگئے، طوفانی جوش وخروش کے ساتھ مسلح ہو کر بے تحاشا بپھرے ہوئے شیر کی طرح کافروں کو تہ تیغ کرنا شروع کردیا، کرن پال جو حضرت کا قاتل تھا، اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے اور تیج پال مردود جان بچا کر بھاگ نکلا، ادھر بھی چند سوار اور میاں علاء الدین جام شہادت نوش فرما کر جنت میں اپنا ٹھکانہ بنا لئے۔

حضرت کے خالہ زاد بھائی حضرت حمید الدین اور نانا شیخ دوست محمد اور اسلامی فوج کے باقی ماندہ سواروں نے شہداء کی رسم تجہیز و تکفین ادا کرنے کے بعد مفرور تیج پال کا سراغ لگاتے ہوئے موضع تجارہ پہنچے، جہاں تیج پال اور اس کے ساتھی چھپے ہوئے تھے، مسلمانوں نے موضع تجارہ کا محاصرہ کرلیا، موضع والے انجام سے بے خبر ہوکر تیج پال کی حمایت میں مسلمانوں سے برسر پیکار ہوگئے، مگر جذبہ شہادت سے سرشار موت کو زندگی پر ترجیح دینے والے مسلمانوں کے سامنے باطل پرست طاقت کب تک ٹکتی، تھوڑی ہی دیر میں مقابلہ کے بعد موضع کے لوگ زیر ہوگئے اور تیج پال مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا، اس لڑائی میں چار مسلمان سوار شہید ہوئے سید حمید الدین کے حلقوم مبارک پر ایک آہنی تیر لگا، جس سے کاری زخم آیا، غازیان اسلام اور شیخ دوست محمد، سید حمید الدین کو زخمی حالت میں لے کر تیج پال کو بھی ساتھ لے کر روانہ ہوئے، سید حمید الدین زخم کی تاب نہ لاسکے، راستے ہی میں انتقال ہوگیا، وہیں کوٹ قاسم میں آپ کو دفن کیا گیا، پھر یہ لشکر اسلام سوگوار حالت میں رائے تیج پال کو لے کر حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوا، یہاں شیخ دوست محمد نے تیج پال کو سخت سے سخت سزائیں دے کر اسے اس کی سرکشی کا مزہ چکھانا چاہا، مگر اس نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا تو آپ نے آئین اسلام ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ کے پیش نظر اس کے تمام جرموں کو یکسر معاف کردیئے اور اس کا اسلامی نام جلال خاں خانہ زاد رکھا، اسلام قبول کرلینے کے بعد جلال خاں نے نکاح کیا اور پوری زندگی اس ضلع کی زمینداری پر قائم رہے، کہا جاتا ہے کہ ریواڑی کے اکثر میواتی جلال خاں کی اولاد میں ہیں۔

شیخ دوست محمد اپنی اہلیہ محترمہ، اپنی ایک بیٹی اور سید ابراہیم بارہ ہزاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کے ساتھ سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر سکونت اختیار کی اور یہاں کے مفصل حالات از اول تا آخر لکھ کر حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے پاس سترکھ بھیجا، یہ خط حضرت غازی علیہ الرحمہ کے پاس اس وقت پہنچا جب آپ عبادت

الہی میں مصروف تھے، اسی حالت میں دل گرفتہ ہو کر زار زار رو رہے تھے، تمام سرداران اور خادمان آپ کی یہ حالت زار دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے، تشویش میں پڑ گئے کہ الہی یہ کیا ماجرا ہے، جونہی آپ کی نظر خط کے لفافہ پہ پڑی اپنے جاں نثاروں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اس مکتوب میں خیر نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ایک تخت پر بیٹھے ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں، خط پڑھا گیا، اس میں سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمانے والے تمام شہداء کی مفصل داستان شہادت تحریر تھی، حضرت غازی علیہ الرحمہ اور تمام حاضرین کو سخت صدمہ ہوا، سبھی لوگوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (آئینہ مسعودی)

ستر کھ سے تبلیغی مہم پر سالاروں کی روانگی:

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے سفر ہند کی غرض در حقیقت گم گشتہ راہ انسانوں کو خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کی دعوت دینا تھا اور مظلوم انسانوں کو ظالموں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانا مقصد تھا، حصول مال وزر تاج و تخت اور حکومت کی ہوس نہ تھی، اس لئے کثیر فتوحات اور کثرت فوج کے باوجود کہیں پہ اپنی حکومت قائم نہ کی، اس دور میں تبلیغ بھی کوئی آسان کام نہ تھا، حق کی آواز کو بلند کرنے کے لئے بھی فوجی قوت اور عسکری طاقت کا استعمال بھی ناگزیر تھی، اس لئے ستر کھ میں قیام کرنے کے بعد سب سے پہلے آپ نے سالار سیف الدین سرخرو کو اور ان کے ہمراہ میر سید نصر اللہ جو اپنی قوم کے سردار تھے اور کوتوال لشکر سالار رجب جو آپ کے مزاج شناس، خاص خدمت گار، شجاعت و بہادری میں بے نظیر تھے، لشکر دے کر بہرائچ کی طرف روانہ کیا اور لشکر کے کوتوال کے عہدہ پر سالار رجب کے بیٹے کو مقرر فرمایا، جو کمسنی کے باوجود شجاعت و بہادری میں باپ ہی کی طرح تھے، سالار سیف الدین علیہ الرحمہ نے بہرائچ پہنچ کر حضرت غازی علیہ الرحمہ کے پاس یہ خبر بھیجی کہ یہاں جنگل ہی جنگل ہے، لشکر کے لئے

رسد کا انتظام بڑا مشکل امر ہے، آپ وہاں سے غلہ کا انتظام فرما کر بھیج دیں ورنہ لشکر ہلاک ہوجائے گا، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے خبر پاتے ہی حکم جاری فرمایا کہ پرگنوں کے تمام چودھریوں اور مکھیوں کو حاضر کیا جائے، سات آٹھ پرگنوں کے چودھری اور مکھیا حاضر ہوئے ناسن نامی چودھری سدھور ضلع بارہ بنکی اور مزہر نامی چودھری امیٹھی حاضر کئے گئے، دونوں کو پاس بلا کر سمجھایا کہ کھیتی باڑی میں کافی توجہ کریں اس میں ان کا اور رعایا دونوں کا فائدہ ہے، نیز فرمایا کہ ہم سے روپیہ لو اور ہمارے لئے غلہ مہیا کردو انھوں نے عرض کیا پہلے ہم غلہ لادیں، پھر روپیہ لے لیں گے، مگر آپ نے مبلغ دو لاکھ روپیہ نقدانکار کرنے کے باوجود ان چودھریوں کو غلہ کے لئے پیشگی دے دیئے اور پان وغیرہ سے ان کی خاطر کی، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا یہ برتاؤ نہ محض پولیٹیکل دانائی اور دور اندیشی پر مبنی تھا بلکہ اس سے ان کی ایمانداری اور دیانت داری کا پتہ چلتا ہے، لوٹ مار آپ کی غرض ہوتی تو یقیناً بلا قیمت ادا کئے ہوئے بہت غلہ میسر آجاتا، غلہ کا وعدہ کر کے چودھری لوگ جب واپس ہونے لگے تو حضرت غازی علیہ الرحمہ نے ملک حیدر کو ساتھ میں لگا دیا تاکہ جتنی جلد ہوسکے غلہ آجائے اور ملک فیروز عمر کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ دریائے سرجو کی گزرگاہ پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا کہ جیسے جیسے غلہ فراہم ہوتا رہے، بہرائچ سالار سیف الدین سرخرو کے پاس بھیجتے جائیں۔

تبلیغی مہم پر مزید دستوں کی روانگی: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا ہندوستان آنے کا مقصد نہ حکومت حاصل کرنا تھا نہ سیر و سیاحت کرنا تھا، بلکہ اس تبلیغ کی غرض سے آئے تھے کہ پورے ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیل جائے اور یہاں کا ہر ہر فرد ہدایت یاب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہوجائے، اس لئے آپ جہاں بھی قیام فرماتے وہاں سے تبلیغی مشن بھیجتے، چنانچہ سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ کو بہرائچ بھیجنے کے بعد آپ نے مہی بختیار کو جو آپ کے رشتہ دار تھے، لشکر دے کر ولایت فردوست کی طرف روانہ فرمایا، حسب دستور روانگی کے وقت مہی بختیار کو

آپ نے نصیحت فرمائی کہ ہم نے تمہیں خدا کے سپرد کیا، جاؤ پہلے اپنے طریقہ کے مطابق غیر مسلموں کو دین اسلام کی دعوت دو، اگر قبول کریں اور صلح و آشتی سے پیش آئیں تو تم بھی ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا، ورنہ اتمام حجت کے بعد جہاد کرنا، پھر سلطان مہی بختیار کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ آج کی ملاقات کے بعد خدا جانے کب اور کہاں ملنا نصیب ہو، رخصت ہوتے وقت دونوں حضرات کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے سلطان مہی بختیار ستر کھ سے چل کر ولایت فردوست کا بیشتر علاقہ فتح کرلیا، شہر کا نوروتک بڑھتے گئے اور وہیں پہ جام شہادت نوش فرمایا، آپ کا مزار بھی کا نورو میں ہے اور زیارت گاہ خلائق ہے، اس کے بعد آپ نے امیر حسن عرب کو جنوب میں قصبہ مہوبہ کی طرف روانہ کیا اور میر سید عزالدین کو جواب لال پیر کے نام سے مشہور ہیں، گوپا مئو کے اطراف میں ملک فیصل کو ایک لشکر دے کر بنارس، ملک رحمان شاہ کو بھاگنگر کی طرف روانہ کیا، ملک آدم حضرت کے استاذ نے لکھنؤ میں شہادت پائی جن کا مزار صحبتیہ باغ راجہ بازار میں ہے۔

حضرت غازی علیہ الرحمہ کا یہ دستور تھا کہ جس کسی کو محاذ پہ بھیجتے اسے اپنے طریق کار کی نصیحت ضرور فرماتے، سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، اگر قبول کرلیں یا پھر صلح و آشتی سے پیش آئیں تو ٹھیک ہے ورنہ اگر تمہارے مقابلہ میں آئیں تو تم بھی قدم پیچھے نہ ہٹاؤ، جہاد کرو، ان دستوں کی روانگی کے بعد ستر کھ ہی میں آپ کا قیام رہا اور سیر و شکار میں مشغول رہے۔

کٹرا و مانک پور کے راجائوں کی دھمکی: ستر کھ میں آپ کے قیام سے کٹرا اور مانک پور کے راجاؤں کو یہ تشویش ہوئی کہ کہیں یہ شخص ہمارے لئے خطرہ نہ بن جائے اس لئے ان راجاؤں نے طرح طرح کی شرارتیں اور شرانگیزیاں کرنی شروع کردیں کہ آپ عاجز آکر ستر کھ سے نکل جائیں، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری شرانگیزیوں کا کوئی اثر نہیں ہورہا ہے اور یہ یہاں سے جانے کا نام نہیں لے

رہا ہے، تو انھوں نے دھمکی دینے کی غرض سے ایک روز اپنے قاصد کے ذریعہ سحر کر کے دو زین اور لگام بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ یہ ملک زمانہ قدیم سے نسلاً بعد نسلٍ ہمارے باپ دادوں کے قبضے اور تصرف میں رہا ہے، اس لئے ہم کسی کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتے۔ ہماری تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر ذوالقرنین رومی نے ادھر کا ارادہ کیا تھا، مگر قنوج پہنچ کر گنگا پار نہ کر سکا اور رائے کید سے صلح کر کے واپس چلا گیا، یہاں اب تک کبھی بھی کسی مسلمان نے قدم رکھنے کی جرأت نہیں کی سلطان محمود غزنوی اور تمہارے والد سالار شاہو بھی اجمیر قنوج گجرات تک آئے، مگر ادھر کا رخ نہیں کیا، ایک تم ہو کہ بڑی بے باکی سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئے ہو شاید تمہیں اپنے انجام کی خبر نہیں یا تم اپنی زندگی سے اکتائے ہوئے ہو، اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہو تو ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ ستر کھ تمہارے رہنے کے قابل نہیں ہے، تم یہاں سے چلے جاؤ، ہمیں اس بات کا بھی لحاظ ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے ہو، ہوش و گوش سے کام لو، کہیں اور جانے کی فکر کرو، ورنہ سوچ لو کہ ہمارے پاس نولاکھ کا لشکر ہے اور بہرائچ کے اطراف کے راجگان کے پاس بھی کچھ کم فوج نہیں اگر دونوں طرف کی فوجیں تم پر چڑھائی کر دیں تو تمہیں زندہ بچ نکلنا بڑا مشکل ہوگا، دھمکی آمیز یہ باتیں سن کر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح پر غضب ہو کر فرمایا کہ افسوس تو ایلچی ٹھہرا، اگر کوئی اور ہوتا تو اس کے پرخچے اڑا دیتا لہٰذا تم جاؤ اور جا کر اپنے راجاؤں سے کہہ دو کہ ملک کا حقیقی مالک خدائے قادر و قہار ہے وہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے، ہم یہاں محض سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں آئے ہیں، بلکہ اس ملک کو اپنا وطن بنائیں گے، خدا کے حکم اور مدد سے یہاں سے شرک و کفر کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں گے، اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہاں اسلام کا اجالا پھیلے گا اور کفر و شرک کی تیرگی دور ہو جائے گی، جنگ و جدال قتل و غارتگری کے لئے ہم یہاں نہیں آئے ہیں، ہماری غرض یہاں اسلام کی تبلیغ کرنا ہے، اگر زبردستی ہم پر جنگ تھوپی گئی اور دعوت مبارزت دی گئی

تو ہم بھی اللہ کے فضل سے قوت مدافعت رکھتے ہیں، جوابی کارروائی میں ہم بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے، کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہم نے اس کفرستان میں قدم رکھا ہے ؎

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل پہ ہے

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سحر کردہ زین اور لگام واپس کردیا ایلچی سے پوچھا کہ تمہارے راجاؤں کا نام کیا ہے، ایلچی نے بتایا کہ راجہ کٹرہ کا نام دیونرائن اور مانک پور کے راجہ کا نام بھوجپیر ہے۔

ایلچی نے واپس جاکر راجاؤں سے جنھیں جواب کا بڑی شدت سے انتظار تھا آپ کی بے باکانہ گفتگو اور اپنے تاثرات بیان کئے کہ یہ نوجوان غیر معمولی جرأت و ہمت کا حامل ہے، اسے قوت و طاقت اور جنگ کی دھمکی دے کر ہراساں نہیں کیا جاسکتا، وہ تو ایک شیر دل بہادر انسان معلوم ہوتا ہے، تمہاری نولاکھ فوج کی کچھ بھی پرواہ نہ کرے گا ایلچی کی بات سن کر راجاؤں کے ہوش اڑ گئے، ان کے چہروں پر اداسی چھا گئی راجاؤں کو بہت زیادہ متفکر اور خوف زدہ دیکھ کر ایک حجام جو اس وقت حاضر تھا، کہا اس قدر فکرمند ہونے کی کیا بات ہے، اگر حکم ہوتو میں اپنی حکمت عملی سے اس لڑکے کا کام تمام کرآؤں، راجاؤں نے کہا اگر واقعی تم اس کے لئے کوئی تدبیر کرسکتے ہوتو ہماری طرف سے اجازت ہے، اس کے صلہ میں تمہیں ایک گاؤں انعام میں دیا جائے گا۔

زہر آلود نحرنی: حرص و طمع انسان کے اندر ایک ایسی مذموم صفت ہے کہ حریص اور لالچی انسان گھٹیا سے گھٹیا حرکتیں کرنے میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کرتا اور انتہائی رذالت پہ اتر آتا ہے، حجام مذکور انتہائی لالچی اور حریص طبیعت کا انسان تھا انعام و اکرام کی لالچ میں راجاؤں کے دربار سے گھر آکر حسب وعدہ ایک نحرنی زہر میں بجھا کر اور خوب تیز کرکے اپنے پاس رکھی اور ستر کھ کے لئے چل دیا، ادھر حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ حسب معمول شکار کھیل کر نماز ظہر کے وقت ستر کھ میں اپنی قیام گاہ پر

واپس آئے تو یہ حجام بھی آپ کی خدمت میں پہنچا، تملق بازی کرتے ہوئے خدمت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی اور بطور نذر زہر آلود نحرنی پیش کی، آپ نے مروتاً نحرنی لے لیا اور اس سے پوچھا کہ تم اب تک کس کی خدمت میں تھے، اس نے کہ چند روز تک مسلمانوں کی خدمت میں تھا، اب چند روز سے ہندوؤں کی خدمت میں لگا ہوں، آپ نے اس کے اندر خلوص کا جوہر نہیں پایا، سونے کے چند سکے دے کر واپس کر دیا، اس کے جانے کے بعد آپ نے اس کی نحرنی سے ہاتھ کی انگلی کا ناخن تراشنا چاہا، نحرنی بہت تیز تھی وہ ناخن پار کر کے گوشت میں اتر گئی، زخم ہو گیا، نحرنی کا زہر اثر کرنے لگا، آپ سخت بےچین ہو گئے، انگلی میں سخت جلن ہونے لگی اور پورا جسم بخار سے جلنے لگا، دھیرے دھیرے زہر پورے جسم میں پھیل گیا، چہرہ متغیر ہو گیا، آپ کے رفقاء سخت تشویش میں پڑ گئے، یکبارگی آپ کی یہ کیفیت ہونے کا کوئی ظاہری سبب سمجھ میں نہیں آرہا تھا، بہت دیر میں یہ حقیقت سمجھ میں آئی اور سبب کا انکشاف ہوا کہ جو نحرنی حجام دے گیا تھا، اس سے آپ نے اپنے ناخن تراشے ہیں، وہ درحقیقت زہر میں بجھائی ہوئی تھی انگلی میں زخم آنے سے اس کا زہر پورے جسم میں سرایت کر گیا ہے، فوراً لوگوں نے زہر مہرہ پانی میں دھو کر پلایا اور زہر مہرہ آپ کے منہ میں رکھا دو تین مرتبہ اس کا لعاب نوش کیا، جسم کی حرارت زائل ہونا شروع ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں زہر کا اثر جاتا رہا، آپ کے شفایاب ہونے پر امیران لشکر نے خدا کا شکر ادا کیا، خوشی منائی اور صدقات تقسیم کئے چونکہ ابھی ملک نیا نیا قبضہ میں آیا تھا، اس لئے آپ نے اسی وقت غسل کیا نفیس اور عمدہ لباس زیب تن فرما کر دیوان خانہ میں جلوس عام فرمایا تاکہ بدخواہوں اور کوتاہ اندیشوں کو بدامنی اور فساد پھیلانے کا موقع نہ مل جائے، آپ نے منشی کو حکم دیا کہ سرحدوں کے امیروں کے پاس خطوط لکھو کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے کافروں کی زہرناک سازش اور فتنہ انگیزی سے مامون و محفوظ رکھا اور میں ہر طرح بخیر و عافیت ہوں، خطوط دے کر قاصدوں کو ادھر ادھر سرحدوں کی طرف روانہ کئے گئے، نیز ایک خط ایک قاصد کے ذریعہ آپ نے والدین کی خدمت میں بھیجا۔

آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال پر ملال: قاصد جب آپ کا خط لے کر سالار شاہو کے پاس پہنچا، اسے دیکھ کر سالار شاہو بہت خوش ہوئے اور قاصد کو گلے لگا کر مسرت کا اظہار کیا، لیکن جب انھیں آپ پر حجام کی زہر آلود نحرنی کے زہریلے اثر اور آپ کی تکلیفوں کی خبر ہوئی تو انھیں بے پناہ صدمہ ہوا حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہوگئی، تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا اور گھر کے اندر جا کر بیٹے کا حال زار آپ کی والدہ محترمہ کو سنایا تو انھیں بھی تاب ضبط نہ رہی، بے ہوش ہو کر گر پڑیں جب ذرا ہوش آیا تو سالار شاہو نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، زہر کا اثر بالکلیہ زائل ہو چکا ہے اور ہمارا نور نظر بخیر و عافیت ہے، تب انھیں قدرا طمینان ہوا، لیکن بیٹے کی جدائی کے غم اور صدمہ نے دائمی مریض بنا دیا، بالآخر علاج و معالجہ کے باوجود بارہ روز کے بعد اسی غم میں ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ع دیکھا اس بیماری دل نے آخر کا تمام کیا

پورے احترام وعزت کے ساتھ آپ کے جنازہ کو محمود غزنوی کے پاس غزنی بھیج دیا گیا اور وہیں پہ تجہیز و تدفین ہوئی، ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں اس باشرف خاتون اسلام پہ جنھوں نے اپنی آغوش میں ایک ایسے بچے کو پالا جس نے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر ہندوستان میں شمع اسلام کو روشن کر دیا۔

سالار شاہو کی سترکھ میں آمد: حضرت بی بی سترمعلیٰ علیہا الرحمہ کے انتقال کے کچھ ہی دن بعد سلطان محمود غزنوی کا انتقال بقول فرشتہ و روضۃ الصفا وغیرہ بالاتفاق ربیع الآخر ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء میں ہوا اور سالار شاہو علیہ الرحمہ اپنی شریک حیات کے انتقال کے فوراً بعد سترکھ آئے، اس لئے قیاس یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے انتقال سے کچھ دن پہلے یا بعد میں سترکھ آئے۔

سترکھ آنے کی اصل وجہ: ایک شریف اور پاکیزہ صفات شریک

حیات کا سفر زندگی میں ساتھ چھوڑ کر چل بسنا ایک شوہر کے لئے کس قدر رنج وغم کا باعث ہوا ہوگا اسے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے اور اس ناقابل برداشت صدمہ اور غم کو غلط کرنے کے لئے ولد عزیز کے پاس سترکھ آنے کا خیال پیدا ہوا ہو، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی خلاف قیاس نہیں ہوگی کہ سالار شاہو چونکہ محمودی پارٹی کے آدمی تھے اور محمود کے آخری دور میں بیٹوں کے مابین اقتدار کی جنگ چھڑ چکی تھی، پھر سلطان محمود احمد بن حسن میمندی کو جسے حضرت سالار شاہو علیہ الرحمہ اور حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے حسد اور پرانی عداوت تھی، وزارت سے معزول کر کے قید کردیا تھا، مسعود جب تخت نشین ہوا تو اسے دوبارہ عہدۂ وزارت پر بحال کردیا، بہت ممکن ہے کہ انھیں حالات نے سالار شاہو کو کاہیلر چھوڑنے پر مجبور کئے ہوں اور ان کا اپنے اکلوتے بیٹے کے پاس آنا ایک قدرتی فعل تھا۔

الغرض سالار شاہو علیہ الرحمہ کا ہیلر کا انتظام وانصرام چند معتمد لوگوں کو سپرد کر کے اپنے مخصوص لشکر کو لے کر ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے، جب سترکھ کے قریب پہنچے، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے آگے بڑھ کر والد بزرگوار کا پرجوش استقبال کیا اور ساتھ میں قیام گاہ پر لائے، آپ کی آمد کی خوشی میں تین روز تک جشن مسرت منایا گیا تمام لشکریوں اور سرحدی امیروں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، ان کے حوصلے بڑھ گئے اسلامی لشکر کی طاقت وقوت میں اضافہ ہوگیا، قرب وجوار کے راجہ مہاراجہ جو سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے وجود کو برداشت نہیں کر رہے تھے، اب سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ کے آجانے سے بہت زیادہ گھبرا گئے، چند روز کے بعد ملک فیروز عمر جنھیں دریائے سرجو پہ اس لئے لگایا گیا تھا کہ جو غلے ان تک پہنچیں، وہ بہرائچ حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے جائیں، اسی دوران انھیں تین ایسے شخص ملے جن پر دشمن کے جاسوس ہونے کا شبہ ہوا انھیں گرفتار کرلیا، جب یقین ہوگیا کہ واقعی یہ لوگ جاسوس ہی ہیں، انھیں سترکھ بھیج دیا گیا، خادموں نے انھیں پہچان لیا کہ ان میں

دو جاسوس وہ ہیں جو کٹرا اور مانک پور کے راجاؤں کی طرف سے زین اور لگام لائے تھے اور ایک وہ حجام نانجار ہے، جس نے زہر آلود نحرنی پیش کی تھی، حضرت سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے پرغضب ہو کر فرمایا کہ تینوں کو پھانسی دے دی جائے، لیکن سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ان کے مارنے سے کوئی فائدہ نہیں انھیں چھوڑ دیا جائے، سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہاری سفارش سے ان دو کو تو چھوڑ دے رہا ہوں، لیکن اس حجام فرجام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا، چنانچہ اسی وقت اسے قتل کر دیا گیا، ان کے پاس سے وہ خطوط برآمد ہوئے جو کٹرا اور مانک پور کے راجاؤں نے بہرائچ کے گرد و نواح کے راجاؤں کے نام لکھے تھے، ان میں تحریر تھا کہ بدیشیوں کا لشکر ہمارے و تمہارے ملک میں آکر بے خوف و خطر جما ہوا ہے، کبھی بھی ہمیں ان سے خطرہ ہو سکتا ہے، مطمئن ہو کر خاموش رہنا عقلمندی نہیں، لہٰذا قبل اس کے کہ وہ ہم پر چڑھائی کریں ادھر سے تم چلو اور ادھر سے ہم بڑھ کر ان کو گھیر لیں اور ان کا صفایا کر دیں، خطوط پڑھ کر جب ان راجاؤں کے ناپاک عزائم کی جانکاری ہوئی، سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ نے پرغضب ہو کر فرمایا کہ دشمنوں کے ان ناپاک ارادوں کو ہم خاک میں ملا دیں گے چنانچہ اسی وقت کٹرا اور مانک پور کے راجاؤں کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے ان کے پیچھے دو مخبروں کو لگایا، تحقیق حال کرنے کے بعد مخبروں نے واپس آکر بتایا کہ دونوں راجہ اس وقت ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو کر لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کی تقریبات میں مصروف ہیں۔

سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ غیر معمولی جنگی صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کی فوجی مہارت کے ثبوت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی جیسے فاتح اعظم کی فوج کے ایک کامیاب سپہ سالار تھے، جنگی حکمت عملی سے خوب واقف تھے، آپ نے فوراً نقارہ جنگ بجوایا، نور نظر کو ستر کھ چھوڑ کر خود سوار ہوئے اور ایک عظیم لشکر لے کر کٹرا اور مانک پور کی طرف روانہ ہوئے، مانک پور اب ضلع پرتاب گڑھ میں ہے اور کٹرا جو دریا

کے اس پار ہے ضلع الہ آباد میں شامل ہے۔

کٹرا و مانک پور کی فتح: سالار شاہو علیہ الرحمہ قریب پہنچ کر اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا، فوج کا ایک دستہ کٹرا کی طرف اور دوسرا دستہ مانک پور کی طرف روانہ کیا دونوں دستے اپنے اپنے مقام پہ پہنچ کر محاذ جنگ سنبھالا، دشمن کی فوج بھی اپنی پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ میں آئی، گھمسان کا رن ہوا، لشکر اسلام نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے، غنیم کے ہزاروں لوگ مارے گئے، فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے دیونرائن اور بھوجنیر کو زندہ گرفتار کر کے سالار شاہو علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا آپ نے اسی وقت بیڑیاں ڈال کر انھیں ستر کھ بھیج دیا، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو لکھا کہ ان قیدیوں کو سخت نگرانی میں رکھا جائے، حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے انھیں حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہرائچ بھیج دیا۔

سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں علاقوں پر مکمل قبضہ جمانے کے بعد ملک عبداللہ راجو کو کچھ فوج دے کر کٹرا کی نگرانی سپرد کر دی اور مانک پور کا انتظام ملک قطب حیدر کو سونپ کر خود شان و شوکت کے ساتھ ستر کھ واپس آئے۔

ڈالمؤ رائے بریلی کی فتح: بقول ڈسٹرکٹ گزیٹیر رائے بریلی کے سالار شاہو نے ڈالمؤ ضلع رائے بریلی کو بھی فتح کر کے ملک عبداللہ کی ماتحتی میں دیا، غالباً کٹرا مانک پور سے واپسی پر وہ اس طرف تشریف لائے ہوں گے، ستر کھ سے تبلیغی وفد دیگر مقامات کو بھی بھیجے گئے، مثلاً دیوا، اپچولی، صبحہ، مہند ضلع بارہ بنکی کہ جن کی بابت مقامی روایتیں ضلع بارہ بنکی کے ڈسٹرکٹ گزیٹیر نے درج کی ہیں۔

(سوانح سید سالار مسعود غازی)

کٹرا اور مانک پور میں آپ کے ساتھیوں کے مزارات:

ان مقامات پر دیگر جگہوں کی طرح سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے بارے میں مقامی روایتیں ہیں، جن کا ذکر عبداللہ خاں علوی نے اپنی کتاب تاریخ کٹرا مانک پور میں

کیا ہے، اس کتاب کی رو سے آپ کے دو ساتھیوں کے مزارات اب تک کڑا میں موجود ہیں، جن میں سے ایک بزرگ کا نام حاجی جمال تھا، مانک پور میں ایک مقامی روایت یہ ہے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد یہاں کے راجہ نے جو بھر قوم کا تھا، آپ کے ایک ساتھی مَلِک امام الدین کے ساتھ گستاخی کرنی چاہی تو ان کی دعا سے زمین شق ہوگئی، ملک امام الدین اور ان کی ایک لڑکی اس کے اندر سما گئے اور اس وقت سے لوگ اس قبر پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، بحسب تحریر عبداللہ خاں علوی اس مزار کی مرمت کیقباد بادشاہ دہلی نے کرائی۔ (ایضاً)

شیر سے مقابلہ: سترکھ میں قیام کے دوران حضرت سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ اور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیر و شکار کے لئے نکلے، شکار کھیلنے کے بعد نماز ظہر ادا کر کے باپ بیٹے دونوں اپنی قیامگاہ کی طرف لوٹ رہے تھے، کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی نظر ایک شیر پر پڑی جو ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا آپ نے والد محترم کو خبر نہ ہونے دی، ان سے کہا آپ قیامگاہ پر تشریف لے چلیں میں ابھی تھوڑی دیر میں آرہا ہوں، والد محترم تو آگے بڑھ گئے، لیکن آپ گھوڑا بڑھا کر شیر کی طرف چلے، جب آپ قریب پہنچے اور شیر سے آنکھیں چار ہوئیں تو شیر آپ کو دیکھ کر غرایا اور زوردار گرج کے ساتھ ایک جست مار کر آپ پر جونہی حملہ کیا، آپ نے بہادرانہ ہنرمندی سے اپنی تلوار خارشگاف سے شیر پر ایسا کاری وار کیا کہ پلک جھپکتے ہی شیر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا، شیر کی بھیانک چنگھاڑ سے پورا جنگل گونج اٹھا، شیر کی چنگھاڑ سن کر سالار شاہو علیہ الرحمہ پلٹ کر فرزند کے قریب آئے تو دیکھا کہ شیر دل فرزند نے ایک شیر ببر کو بچھاڑا ہے، بہت زیادہ خوش ہوئے اور داد شجاعت دی۔

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شجاعت و بہادری کا یہ تو ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، ورنہ تو آپ کی پوری زندگی شجاعت و بہادری کے کارناموں سے معمور ہے شجاعت و بہادری تو آپ کو اپنے جد امجد حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وراثتاً

ملی تھی، کسی نے کیا خوب کہا ہے

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ جس گھر کا ہر ایک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

اس وقت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی۔

حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ

کی درخواست: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غزنوی سے یہ وعدہ کر کے ہندوستان کا رخ کیا تھا کہ سیر و شکار سے دل بہلا کر بہت جلد واپس آجاؤں گا، لیکن ہندوستان آنے کے بعد تبلیغی مہمات کا سلسلہ طول پکڑ گیا اور حالات نے واپسی کا موقع ہی نہیں دیا، پھر سلطان اور مشفقہ ماں کے انتقال نیز والد محترم کی آمد واپسی کے خیال پر اثر انداز ہوئے اور ہندوستان میں مستقلاً تبلیغ کا خیال دل و دماغ میں سما گیا، ہندوستان میں آپ کی غرض صرف تبلیغ تھی، تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے کبھی تلوار اٹھانے میں پیش قدمی نہیں کی، مگر جب آپ کے تبلیغی مشن کو دھمکی یا لڑائی سے روکنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اور آپ کے رفقاء نے مدافعانہ طور پر تلوار اٹھائی اور حملے کیے۔

چنانچہ جب کڑا و مانک پور کے راجاؤں نے بہرائچ کے راجاؤں کو حملے کی ترغیب دی تو آپ نے جنگی مصلحت کے پیش نظر بہرائچ کے راجاؤں کی نقل و حرکت پہ نظر رکھنے اور پیش قدمی روکنے کی غرض سے سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک فوجی دستہ دے کر بہرائچ روانہ کیا تھا۔

کڑا و مانک پور کے راجاؤں کی گرفتاری سے قرب و جوار کے راجاؤں میں بے چینی پھیل گئی، انھیں فکر ہوئی کہ مسلمان غیر ملک سے آکر ہمارے ملک میں اپنے پیر جمالئے ہیں، ہمارے لئے مستقل خطرہ بن چکے ہیں، انھیں یہاں سے بھگانا ضروری ہے، چنانچہ تمام راجہ اپنے لشکر کے ساتھ بہرائچ پہنچے اور چاروں طرف سے سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر لیا، سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ نے ستر کھ سید سالار

مسعود غازی علیہ الرحمہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، ہمارے بچنے کی کوئی راہ نکالئے اور مدد کیجیے، اب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ آپ خود بہرائچ جائیں۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی بہرائچ آمد:

حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر غور کرنے کے بعد سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے یہی فیصلہ لیا کہ ایسی خطرناک صورت حال سے نمٹنے کے لئے میرا خود بہرائچ جانا انتہائی ضروری ہے، والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہرائچ کی صورت حال سے باخبر کرتے ہوئے اجازت چاہی، گوکہ انھیں ایک لمحہ کیلئے بیٹے کی جدائی گوارانہ تھی، لیکن بہرائچ کی خطرناک صورت حال کے پیش نظر یہ سوچتے ہوئے کہ

ع من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال

بادل ناخواستہ اجازت دے دی، والد محترم سے اجازت پاکر جذبہ اسلامی سے سرشار ستائیس رمضان المبارک ۴۲۳ھ/۱۰۳۲ء جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، بہرائچ کے لئے روانہ ہو گئے۔

جنگ کے بادل چھٹ گئے: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ والد بزرگوار سے اجازت ملنے کے بعد حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کے لئے اپنا مخصوص لشکر لے کر بہرائچ پہنچے، جب آپ کی آمد کی خبران راجاؤں کو ہوئی جنھوں نے حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر رکھا تھا، ان کے دلوں پر پہلے ہی سے آپ کی شجاعت و بہادری کا رعب اور ہیبت چھائی ہوئی تھی، آپ کے مقابلہ سے ان کی ہمت جواب دے گئی، بغیر جنگ کے میدان چھوڑ کر اپنے اپنے مقام کی طرف واپس ہو گئے، بہرائچ جنگلی علاقہ تھا، یہاں شکار کی کمی نہ تھی، شکار آپ کا محبوب مشغلہ تھا، مطمئن ہو کر سیر و شکار میں مشغول ہو گئے۔

یتیمی کا صدمہ: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو بہرائچ آئے ہوئے

تقریباً دو مہینے ہوئے تھے کہ ستر کھ سے عبدالملک فیروز کا ایک قاصد خط لے کر آیا، سب سے پہلے قاصد کی ملاقات معظم خاں سے ہوئی، قاصد کو پریشان حال دیکھ کر انھوں نے حال دریافت کیا، قاصد نے بڑے اندوہ گیں لہجہ میں حضرت سالار شاہو رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پرملال کی خبر سنائی معظم خاں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور خط اپنے پاس رکھ لیا اور منع کر دیا کہ کسی اور جگہ یہ نہ بیان کرنا دوسرے دن معظم خاں شرف الملک، نظام الملک، ظہر الملک، عین الملک، ملک نیک بخت اور بڑے بڑے ارکان دولت سب ایک جگہ جمع ہو کر عبدالملک فیروز کا خط حضرت غازی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیا، خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا کہ بتاریخ گیارہ شوال ۴۲۳ھ کو سالار شاہو علیہ الرحمہ کے سر میں درد پیدا ہوا تو انھوں نے وصیت فرمائی کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے، جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے، مجھے ستر کھ ہی میں دفن کرنا بالآخر ۲۵ر شوال ۴۲۳ھ میں جان جان آفرین کو سپرد کر دیا اور وصیت کے مطابق ستر کھ میں دفن کیا گیا، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ شفیق باپ کی موت کی جانکاہ خبر سن کر بے حال ہو گئے، مارے غم اور صدمہ کے آپ پر غشی طاری ہو گئی، چند ساعت کے بعد جب افاقہ ہوا اور ہوش وحواس بجا ہوئے صبر وشکر سے کام لیتے ہوئے فرمایا رضینا بقضاء اللّٰہ تعالیٰ یعنی اللہ کے فیصلہ سے ہم راضی ہیں۔

باپ کی موت پر ایک بیٹے کو غم اور صدمہ ہونا ایک فطری امر ہے، پھر ایسا بیٹا جس کے شب وروز میدان جنگ میں گزر رہے ہوں، جہاں قدم قدم پر ایک تجربہ کار فوجی سردار کے مشورہ کی ضرورت ہو، حضرت غازی علیہ الرحمہ کے دل پر باپ کے سانحۂ ارتحال سے کیا قیامت ٹوٹی ہوگی، اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، مگر قربان جائیے اس جواں سال اولوالعزم مرد مجاہد پر کہ ماں باپ دونوں کی شفقتوں سے بظاہر محروم ہو گئے لیکن مجاہدانہ حوصلے پست نہ ہوئے، ابتلا وآزمائش کے اس آتشیں سمندر کو بھی صبر واستقلال کے ساتھ پار کر گئے اور دشمنوں کے مقابلہ میں مرد میدان بنے رہے، غازی تیری بلند ہمتی اور اولوالعزمی کو صد سلام۔

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو والد بزرگوار کے انتقال کے بعد جب قدرے اطمینان ہوا عبدالملک فیروز کو سترکھ کا والی بنایا، گھوڑا اور خلعت خاص مرحمت فرما کر تسلی تشفی دی اور لکھا کہ صبر و شکر سے کام لیجیے اور راضی برضا رہیئے۔

سیر و شکار گو کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا محبوب مشغلہ تھا، مگر باپ کا سایہ شفقت اٹھ جانے کے بعد دس روز تک سیر و شکار کے لئے نہیں گئے، علما و صلحا کی مجلس علم و معرفت میں منہمک رہتے، برابر صدقہ و خیرات کرتے، تلاوت قرآن سے شغف رکھتے، پورے دس روز گزر جانے کے بعد شکار کھیلنے کے لئے نکلے اور تبلیغی مشن کی طرف متوجہ ہوئے بہرائچ کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد اکثر آپ یہ فرماتے کہ اے دوستو! جب سے ہم ہندوستان میں آئے ہیں کبھی فراغت نصیب نہیں ہوئی، ایک روز بھی بغیر تکلیف اور بے فکری کے ساتھ نہیں گزرا، خاص کر اس دیار بہرائچ میں کہ جہاں جنگل اور ویرانہ ہی ویرانہ ہے، ایک گھڑی بھی ہمیں دلجمعی اور اطمینان خاطر نصیب نہ ہوا، مگر اس کے باوجود ہمارا دل اس کی طرف مائل ہے اور اس زمین سے محبت اور خلوص کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے، یہاں کی خاک اور آب و ہوا میں عجیب کشش ہے، آپ کی گفتگو جن لطیف اشاروں کی غمازی کر رہی تھی، حاضرین مجلس انھیں بھرپور سمجھ گئے اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ان کی حالت متغیر ہونے لگی اور چہروں پر حزن و ملال کے آثار چھا گئے، پھر آپ نے حاضرین کی بدلتی ہوئی حالت کو دیکھ کر روئے سخن دوسری طرف پھیر دیا، آپ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے مطابق موت کی فکر میں رہتے۔

خواب شہادت: انسانی زندگی دکھ تکلیف، آرام و راحت، رنج و خوشی سے عبارت ہے، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے یونہی دو تین ماہ رنج و خوشی میں گزارے جب محرم کا چاند دیکھا گیا اور نیا سال ۴۲۴ھ/۱۰۳۳ء کا سورج طلوع ہوا آپ نے صبح کے وقت ایک جلسہ عام کیا تمام لشکری حاضر ہوئے انھیں کھانا کھلایا اور عطر و انعام

عطا فرما کر رخصت کیا اور خود تازہ وضو کر کے قیلولہ کی غرض سے لیٹ گئے، آنکھ لگ گئی، آنکھ لگتے ہی خواب دیکھ رہے ہیں کہ دریائے گنگا کے کنارے پدر بزرگوار کا خیمہ لگا ہوا ہے، جو نہایت آراستہ و پیراستہ ہے، ہر طرف مسرت کا سماں ہے، آپ خیمہ میں تیزی سے داخل ہوتے ہیں، کیا دیکھتے ہیں کہ مادر مہربان پھولوں کا خوشنما سہرا لئے کسی کے انتظار میں کھڑی ہیں اور ان کا نورانی چہرہ خوشیوں سے چمک رہا ہے، آپ کو دیکھ کر ان کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی، کہنے لگیں، بیٹے مسعود! جلدی آؤ ہم نے بڑے ارمان سے تمہاری شادی رچائی ہے، آپ بھی مسرت بھرے انداز میں ماں کے قریب پہنچ گئے، ماں نے پیارے بیٹے کے سر پر سہرہ باندھ دیا، پھر شادیانے بجنے لگے، خوشی کا غلغلہ بلند ہوا، شور و غوغا سے اچانک آپ کی نیند کھل گئی، حیرت زدہ ہو کر خدمت گاروں سے پوچھا کیا وقت ہے؟ بتایا گیا ظہر کا وقت ہے، آپ فوراً وضو کر کے نماز ظہر با جماعت ادا کی، پھر درویشوں، عالموں، مصاحبوں کو طلب کیا، ان سے اپنا خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی، سبھی لوگوں نے بیک زبان یہی تعبیر بتائی کہ آپ شہادت سے سرفراز ہوں گے، خواب کی تعبیر سن کر آپ نے سرد آہ کھینچی اور خدا کا شکر ادا کیا، حاضرین کی طرف رخ کر کے فرمایا کُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے) اس شخص کی سعادت و خوش بختی کا کیا کہنا جو شہادت کا جام پی کر زندۂ جاوید ہو جائے بارگاہ خداوندی میں یہی دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اسد اللہ الغالب وائمہ کرام رضی اللہ عنہم کی میراث یعنی نعمت شہادت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

ع ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر

■◆■

سورج کنڈ : صوفی عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ سورج کنڈ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

وایں سورج کنڈ قبلہ جمیع کافران ہند بود یک شکل آفتاب برسنگ نقش کردہ کنارۂ آں حوض داشتہ بودند آنرا بالا رکھ می گفتند و بہرائچ را باسم ہموں بالارکھ آباداں ساختہ وروز کسوف آفتاب از مشرق تا مغرب جمیع کفار برائے پرستش او می آمدند وروز یکشنبہ از طرف بہرائچ وغیرہ ہزار در ہزار از عورت و مرد حاضر آمدند وسرہائے خود را در بہ سنگ می مالید و بجائے معبود خود می پرستیدند۔

(مرأۃ مسعودی قلمی نسخہ ص ۴۲)

اور یہ سورج کنڈ ہندوستان کے تمام کافروں کا قبلہ تھا، ایک پتھر پر سورج کی شکل کا نقش بنا کر اس حوض (تالاب) کے کنارے لوگوں نے رکھا تھا، لوگ اس کو بالارکھ کہتے تھے اور بہرائچ کو اسی بالارکھ کے نام سے آباد کیا گیا تھا اور سورج گرہن کے دن مشرق سے مغرب تک تمام کفار اس کی پرستش کے لئے آتے تھے اور اتوار کے دن بہرائچ وغیرہ کے اطراف سے ہزارہا ہزار عورت اور مرد حاضر ہو کر اپنے سروں کو اس پتھر پر ملتے تھے اور اپنا خدا بنا کر اس کی پرستش کرتے تھے۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بہرائچ کے قیام کے دوران اکثر و بیشتر سورج کنڈ کے اردگرد سیر و شکار کرتے، یہ خطہ آپ کو بڑا پرکشش خوشنما اور بھلا لگتا، یہاں یک گونہ آپ کو سکون و اطمینان ملتا، سورج کنڈ کے کنارے ایک مہوے کا درخت تھا، جب کبھی آپ رنجیدہ خاطر ہوتے اور طبیعت اداس ہوتی اسی مہوے کے درخت کے سایہ میں آکر بیٹھتے، قلبی سکون و اطمینان اور آرام پاتے، نیز فرماتے، اس سرزمین سے بوئے محبت محسوس ہو رہی ہے، بعد میں اسی مقام کو آپ کی ابدی آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا، یہ خطۂ ارضی آپ کو یہاں تک پسند آیا اور اس سے اس قدر انسیت پیدا ہو گئی کہ ولایتی طرز پر ایک باغ لگانے کا حکم دیا۔

سورج کنڈ پر ولایتی طرز کا باغ: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سالار رجب کوتوال لشکر کو حکم دیا کہ سورج کنڈ کے ارد گرد تمام پرانے درخت کاٹ ڈالے جائیں، صرف مہوے کے درخت کو باقی رکھا جائے اور اس کے نیچے میرے بیٹھنے کے لئے ایک چبوترہ بنایا جائے، سالار رجب نے تین چار روز میں تمام درختوں کو کٹوا کر تالاب کے چاروں طرف تقریباً پانچ سو بیگھہ سے زائد زمین برابر کر کے ولایتی طرز پر ایک خوبصورت باغ لگانا شروع کیا اور قسم قسم کے پودے لگائے جانے لگے، آپ جب رنجیدہ خاطر ہوتے دل بہلانے کے لئے اکثر سوار ہو کر باغ کی سیر کے لئے چلے آتے، اپنے سامنے کیاریاں بنواتے پودے لگواتے باغ کی درستی میں لگے رہتے، اکثر اوقات نماز بھی یہیں ادا فرماتے۔

صاحب مرأۃ مسعودی تحریر فرماتے ہیں:

زیر درخت گلچکاں برلب آب حوض سورج کنڈ ساعتے آرام گرفتہ بزبان مبارک فرمود کہ سایہ ایں درخت مارا بسیار خوش آمدہ است وازیں زمیں بوئے آشنائی می آید بہتر است کہ بطریق ولایت دریجا باغ بسازیم واکثر ہمیں جاباشیم کہ ازدہام کفار وظلمت کفر ازیں مقام برطرف شود۔

(مرأۃ مسعود قلمی نسخہ ص ۴۷)

(سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ) نے سورج کنڈ تالاب کے کنارے درخت گلچکاں (مہوا) کے سایہ میں تھوڑی دیر آرام فرمایا اور اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس درخت کا سایہ ہمیں بہت بھلا لگتا ہے اور اس زمین سے بوئے محبت محسوس ہوتی ہے، بہتر ہے کہ یہاں ولایتی طرز کا ہم باغ لگائیں اور اکثر اوقات یہیں گزاریں تا کہ کفار کا ہجوم اور کفر کی تاریکی اس مقام سے دور ہو جائے۔

سالار رجب کوتوال نے اس باغ سے آپ کی انسیت اور وابستگی دیکھ کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو سورج کنڈ کے بت بالارکھ کو توڑ دیا جائے، آپ نے ان کو سختی سے منع

فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کیا جائے، اگر مذہب اسلام کی ترویج ہوگئی تو بت پرستی خود بخود دور ہوجائے گی، یہ باغ آپ نے پہلی جنگ سے واپسی کے بعد لگوایا۔

سورج کنڈ کی حقیقت: بہرائچ کے سورج کنڈ کی اصلیت واہمیت جیسا کہ ابھی آپ پڑھ چکے ہیں، صاحب مرأۃ مسعودی صوفی عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ اس تالاب کے کنارے لوگوں نے ایک پتھر رکھ لیا تھا، جس کے اوپر سورج کی شکل کا نقشہ بنا ہوا تھا، اس کو بالارکھ کہتے تھے، اس پتھر کے نام پر اس مقام کا نام بہرائچ پڑگیا تھا، سورج گہن کے موقع پر اہل ہند مشرق و مغرب دور دراز سے یہاں زیارت کے لئے آتے تھے، خاص کر اتوار کے دن بہرائچ کے اطراف سے ہزاروں مرد اور عورتیں آکر سورج کنڈ میں نہاتے اور اسی پتھر (بالارکھ) کے آگے سرنیاز خم کر کے پرستش کرتے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ واقعی اس پتھر (بالارکھ) پر سورج کی شکل بنی ہوئی تھی تو اس کو بالارکھ کہنا درست نہیں اور اگر اس پتھر کا نام بالارکھ ہی تھا تو اس پر سورج کی شکل کا ہونا غلط ہوگا، کیونکہ بالارکھ یہ مرکب ہے بال اور ارک سے بال کا معنی ہے بیٹا اور ارک کا معنی سنسکرت میں سورج تو بالارکہ کے معنی ہوئے سورج کا بیٹا، جیسے ہندوستان کے مشہور مصنف براماہر اپنی کتاب سنگھٹ میں ریونت اور ادت پتر لکھا ہے۔

اس طرح بالارکہ اور ریونت ایک ہی چیز کے دو نام ہوئے، اہل ہنود کے اعتقاد میں ستارۂ زحل یا سینچر ستارۂ شمس یا ادت کا بیٹا ہے، اسی کے بت یعنی مورتی کا ذکر برہان الحق ابوالریحان محمد ابن احمد البیرونی جو ہمہ جہت شخصیت کے مالک بیک وقت ایک ریاضی داں، ماہر فلکیات، جغرافیہ داں، مورخ، معدنیات طبقات الارض اور خواص الادویہ کے ماہر اور آثار قدیمہ کے عالم تھے، آپ نے ہندوستان آکر ہندو مذہب کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد ہندو مذہب کے اصول، رسم ورواج تہذیب وتمدن کی

حقیقت کو اپنی معرکتہ الآرا کتاب ''کتاب الہند'' میں پیش کیئے ہیں اور براہمر کی کتاب سنگھٹ کے حوالہ سے بت سازی اور اس کے اصول کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

''آفتاب کے بیٹے ریونت کا بت گھوڑے پر سوار شکاری کی صورت ہو آفتاب کا بت چہرہ نیلوفر سرخ کے منتر کے مثل سرخ جواہر کی طرح چمکتا ہوا اعضاء کھلے ہوئے دونوں کانوں میں آویزے، گلے میں لڑیاں پڑی ہوئی جو سینہ تک لٹکتی ہوں، سر پر کئی درجہ کا تاج دونوں ہاتھوں میں دو نیلوفر کے پھول اتر والوں کا لباس ٹخنے تک نیچا پہنے ہوئے۔

صاحب مرأۃ مسعودی نے بالارکھ کی جو شکل بتائی ہے مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے خلاف ہے، لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر اس پتھر کا نام بالارک ہی تھا تو اس کی سورج والی شکل غلط ہے اور اگر اس پر شکل سورج ہی کی تھی تو اس کا نام بالارکھ صحیح نہیں ہوسکتا۔

البیرونی ملتان کے مشہور بت آدت کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ

''مشہور بتوں میں ایک آفتاب کے نام کا بت ملتان کا تھا اور اسی نسبت سے اس کا نام آدت رکھا گیا، یہ بت لکڑی کا بنا ہوا اور بکری کی سرخ رنگ کی کھال میں منڈھا ہوا تھا، اس کی دونوں آنکھوں میں دو یاقوت سرخ جڑے ہوئے تھے، ملتان میں یہ ہندوؤں کی بہت بڑی زیارت گاہ تھی، اس سے معلوم ہوا کہ متذکرہ بالا بالارکھ، بت ادت کے بھی مطابق نہیں تھا، تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بالارکہ کی حقیقت و اصلیت کیا تھی؟ اس کا جواب خود مرأۃ مسعودی میں موجود ہے کہ یک شکل آفتاب بر سنگ نقش کردہ کنارۂ آں حوض داشتہ بودند آں را بالارکھ می گفتند، یعنی سورج کنڈ کے تالاب کے کنارے لوگوں نے ایک پتھر رکھ لیا تھا، جس کے اوپر سورج کی شکل کا نقشہ بنا ہوا تھا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بالارکھ کوئی مورت یا مجسمہ نہیں تھا، محض ایک معمولی پتھر تھا، جس پر سورج کی شکل بنی ہوئی تھی، جیسا کہ عام طور سے اس طرح کے مٹھ یا چوکے ہندوؤں کے اشنان کے استھان پر ہوتے ہیں، اس لئے سورج کنڈ کی جو اہمیت دی جارہی

ہے وہ بے بنیاد ہے، یہ سورج کنڈ بھی بہرائچ کے اور بھی دسیوں تالاب بکھسیل، چتورا، میلا، دھورا، انارکلی وغیرہ جواب تک موجود ہیں، اسی طرح کسی زمانہ میں وہ بھی رہا ہوگا، کتاب الہند جو اسی زمانہ کی تصنیف ہے، اس میں علامہ البیرونی نے ہنود کے تمام مقدس مقامات، زیارت گاہوں، دریا، پہاڑ، تالاب، شہر، مندروں اور مورتیوں کی مفصل فہرست الگ الگ لکھی ہے۔

لیکن اس میں کسی حیثیت سے بھی بہرائچ کا ذکر نہیں ملتا، اگر واقعی یہ سورج کنڈ اتنی اہمیت کا حامل تھا کہ دور دراز مقامات سے لوگ یہاں آتے تھے تو کتاب الہند میں اس کا ذکر ضرور ہونا چاہیے تھا، ہندو مذہب کی اتنی جامع کتاب میں ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہندو دھرم میں اس جگہ کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی۔

بہرائچ کے راجاؤں کا پیغام: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ بہرائچ والد محترم سے یہ وعدہ کر کے آئے تھے کہ جلد ہی واپس آجاؤں گا، لیکن حالات نے اس موڑ پہ پہنچا دیا کہ اب واپسی کا خیال دل سے نکل گیا، والدین کی عدم موجودگی اور دربار غزنیں سے بے تعلقی نے اب ان کو اور بھی آزاد کر دیا اور اس کی پروا نہ رہی کہ بہرائچ میں رہنا خطرناک ہے یا یہاں سے چلا جانا مناسب ہے۔

آپ پوری آزادی کے ساتھ بے خوف وخطر بہرائچ میں سیر و شکار میں مصروف رہنے لگے، یہ بات یہاں کے راجاؤں کو کھٹکنے لگی اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ نوجوان یہاں پیر جمالے اور آگے چل کر ہمارے لئے خطرہ بن جائے، کیونکہ وہ لوگ سلطان محمود غزنوی، آپ کے والد محترم اور خود آپ کی شجاعت و بہادری سے خوب واقف بھی تھے اور مرعوب بھی؛ اس لئے بہرائچ کے اطراف کے تمام راجاؤں نے باہم مشورہ کر کے متحدہ محاذ بنایا اور متفقہ طور پر پیغام دے کر آپ کے پاس ایک قاصد بھیجا، قاصد جب پہنچا اس کی ملاقات ملک حیدر سے ہوئی انھوں نے اسے بارگاہ غازی علیہ الرحمہ میں پہنچایا، قاصد نے راجاؤں کا خط خدمت میں پیش کیا، انھوں نے اپنی طاقت و

قوت کے غرور میں لکھا تھا کہ تم یہاں چڑھ کر آئے ہو، تمہیں اس ملک کا حال نہیں معلوم، یہ ترائی کا علاقہ ہے، یہاں حریف ٹکنے نہیں پاتا، لہٰذا حقیقت پر غور کرو اور یہاں سے جانے کی فکر کرو۔

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے قاصد سے دریافت فرمایا کہ کون کون سے راجے جمع ہیں اور ان کے نام کیا ہیں؟ قاصد نے مندرجہ ذیل راجاؤں کے نام بتائے۔ (۱) رائے رائب (۲) رائے سائب (۳) رائے ارجن (۴) رائے بھیکن (۵) رائے کنک (۶) رائے کلیان (۷) رائے نگرو (۸) رائے سکرو (۹) رائے کرن (۱۰) رائے بیربل (۱۱) رائے اجپال (۱۲) رائے سرپال (۱۳) ہرپال (۱۴) رائے ہرکن (۱۵) رائے ہرکھو (۱۶) رائے نرہو (۱۷) رائے رجودھاری (۱۸) رائے دیونرائن (۱۹) رائے نرسنگھ۔

قاصد نے راجاؤں کے نام گنانے کے بعد کہا کہ یہ تمام راجہ آٹھ لاکھ سوار اور تین لاکھ پیادہ فوج کے ساتھ جمع ہیں اور جنگ کا منصوبہ بنا چکے ہیں، آپ نے تحریری طور پر جواب نہ دیا، بلکہ قاصد کے ہمراہ ملک نیک دل کو سات سواروں کے ساتھ راجاؤں کے پاس بھیجا، ملک نیک دل کو راجاؤں کے پاس بھیجنے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ حریف کی جنگی قوت کا اندازہ لگایا جا سکے، ملک نیک دل نے تمام راجاؤں کے سامنے رسمی گفتگو کے بعد یہ کہا کہ ہمارے سردار نے آپ کا مزاج پوچھا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اس ملک کی تعریف و توصیف سن کر شکار کھیلنے کے لئے آئے ہیں، ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ جنگل اور خرابہ ہے، ہم یہاں بسنے کے لئے نہیں آئے ہیں، چند دن شکار کھیلیں گے اور لوٹ جائیں گے، اگر آپ لوگ ہم سے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں تو اس تھوڑی سی مدت کے لئے عارضی صلح نامہ مرتب کر لیا جائے اور دوستانہ ماحول میں رہ کر ملک کو آباد کیا جائے، یہ ایک معقول تجویز تھی مگر راجاؤں نے اس پیش کش کو قابل اعتنا نہ سمجھا بلکہ اس کے جواب میں یہ کہا کہ جب تک ہمارے تمہارے درمیان جنگ نہ ہو جائے، صلح مصالحت کی پیشکش

فضول ہے، تم لوگ زبردستی ہمارے ملک میں آکر ڈیرا جمائے ہو اب تک ہم نظر انداز کرتے رہے، مگر اب ہم زیادہ دیر تک تمہارے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے ہیں، اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنا راستہ لو اور دریائے سرجو پار نکل جاؤ، نہیں تو آج ہی کل میں جنگ چھڑا چاہتی ہے، ان راجاؤں میں رائے کلیان کچھ سنجیدہ فکر و خیال کا آدمی تھا، اس نے کہا کہ اے رایو! تمہاری عقلیں کہاں گم ہو گئی ہیں؟ آخر تم لوگ کیا سوچ کر جنگ کے لئے مُصر ہو؟ کیا تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ سید سالار مسعود نے ڈر کر صلح کی پیشکش کی ہے، اگر یہ سوچ رہے ہو تو سراسر بھول ہے، یہ غور کرنے کی بات ہے کہ کل کا لڑکا جو نہایت عزم و ہمت کا مالک ہے، وہ کسی طاقت کے سامنے سر جھکا دے، یہ غیر ممکن ہے، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ سلطان محمود غزنوی کا محبوب نظر ہونے کے باوجود ذرا سی بات پر شاہی عیش و آرام کو لات مار کر غزنی سے چل دیا، ماں باپ کی محبت بھی سد راہ نہ بن سکی، ایسا جیالا کہ تھوڑی سی فوج لے کر بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دے کر ملک ہند پر قبضہ جما لیا، باپ سترکھ میں فوت ہوا اور ماں بیٹے کی جدائی کا صدمہ سہتے سہتے دنیا سے چل بسی، لیکن اپنے عزم اور دھن کے آگے کسی بات کی پرواہ نہ کی، اگر وہ ہم سے صلح و مصالحت کی بات کرتا ہے تو صرف انسانیت کے تقاضے سے ورنہ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ ہم سب کا مذاق اڑا رہا ہے، لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ واقعی اگر وہ صلح پر تیار ہے تو ہمیں اسے ٹھکرانا نہ چاہیے، رائے کلیان کی اس نرم گفتگو سے تمام راجہ اس سے برہم ہو گئے اور اس کو بزدل قرار دینے لگے، اس نے اکثریت کو اپنے خلاف پایا تو خاموشی اختیار کر لی، راجاؤں کی رایوں میں اختلاف ہونے کی وجہ سے صلح کی کوئی راہ نکلتی نظر نہ آئی، بالآخر ملک نیک دل کو جواب دیا گیا کہ تم اپنے سالار سے کہہ دو کہ ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ ہمارے ملک سے خاموشی کے ساتھ نکل جائیں ورنہ پھر ہمارے اور ان کے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی، ملک نیک دل نے ان راجاؤں کے ناپاک ارادوں کو بخوبی سمجھ لیا اور آکر سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو ان کے نظریات و خیالات سے آگاہ کیا۔

پہلا معرکہ: دامان ہمالہ کی تمام ریاستوں کے راجہ اپنی اپنی منتخب فوجوں کے ساتھ متحدہ محاذ بنا کر مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی غرض سے بھرپور مسلح ہو کر جنگل میں دریائے بھکلہ کے کنارے ڈیرا جمالیا۔

اسلام کی یہ مدافعانہ جنگی تعلیم ہے کہ جو کوئی تمہارے انسانی حقوق چھیننے کی کوشش کرے تم پر ظلم و ستم ڈھائے، تم سے ایمان و ضمیر کی آزادی سلب کرے، تمہیں اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکے اور اس وجہ سے تمہارے درپے آزار ہو کہ تم اسلام کے پیرو ہو تو اس کے مقابلہ میں ہرگز کمزوری نہ دکھاؤ اور اپنی پوری طاقت اس کے اس ظلم کو دفع کرنے میں صرف کر دو۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ ہ

(جو لوگ تم سے لڑتے ہیں، ان سے خدا کی راہ میں جنگ کرو، مگر لڑنے میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی ظلم پر نہ اتر آؤ)

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے اسی اسلامی جنگی تعلیم کے پیش نظر جب آپ کی صلح کی تجویز کو ٹھکرا دیا گیا اور جنگ کی دھمکی دی گئی تو مدافعانہ جنگ کی غرض سے مجلس مشاورت منعقد کی، تمام امیروں کے سامنے آپ نے مختصر سی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ دشمن ہمارے درپے آزار ہیں اور ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے متحدہ محاذ بنا کر گھات لگائے بیٹھے ہیں، صلح کی پیشکش کے باوجود وہ لوگ جنگ کی دعوت دے رہے ہیں اور ہمیں جنگ کے لئے مجبور کر رہے ہیں، اب ہمارے لئے بھی سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم بھی مدافعانہ جنگ کے لئے کمربستہ ہو جائیں، اور آپ لوگ اپنی اپنی رائے دیجیے کہ جنگ کیسے لڑی جائے، کیا ہم اپنے ٹھکانے ہی کو محاذ جنگ بنائیں یا دشمن پر چڑھ کر حملہ کریں، بعض امیروں نے مشورہ دیا کہ دشمن کو اور بڑھ آنے کا موقع دیا جائے، مگر اکثریت کی یہ رائے ہوئی کہ دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع دیئے بغیر ان پر چڑھ کر حملہ

کر دیا جائے، اسی رائے پر اتفاق ہوا اور لشکر کو تیار ہونے کا حکم دے دیا گیا۔

دشمنوں کی فوجیں بھکلا ندی کے کنارے خیمہ زن تھیں، مجاہدین اسلام نماز مغرب باجماعت ادا کرنے کے بعد کوچ کیے، راتوں رات سفر کر کے صبح کے وقت ان کے مقابل پہنچ گئے، لشکر اسلام تھکا ہارا تھا، راجاؤں نے ان کی تھکن سے فائدہ اٹھایا اور اسی وقت مقابلہ کے لئے صف آرا ہو گئے، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے بھی جنگ سے پہلو تہی نہ کی حالانکہ اصول کے تحت باقی دن اور رات گزار کر مقابلہ ہونا چاہیے تھا، مگر وہ لوگ جو خدا کی کبریائی کا اعلان کرنے کے لئے سروں پر کفن باندھ کر نکلے تھے، ان کو رات دن، دشت و جبل سب ایک تھے۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

فریضے کی ادائیگی بہر حال مقدم تھی، حریف ان کو میدان میں بلا رہا تھا ایک شب کیا ہزار راتوں کے جاگے اور مسلسل سفر کئے ہوئے ہوتے تو بھی جنگ سے منہ نہ موڑتے۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے لشکر کو کچھ اس طرح ترتیب دیا، سالار سیف الدین سرخرو کو ہراول دستہ دیا اور امیر نصر اللہ و سالار رجب، نصیر الدین، بہاء الدین، امیر خضر کو مقدمۃ الجیش بنایا اور دوسرے امیروں کو عقب، میمنہ، میسرہ سپرد کیا اور خود قلب کی کمانڈ ہاتھ میں لے کر حملہ کر دیا۔

سالار سیف الدین سرخرو سے دو گھنٹے تک مقابلہ ہوتا رہا، کبھی مخالفین کا پلہ بھاری پڑ جاتا، مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑتا اور کبھی مسلمان آگے بڑھ جاتے اور انھیں پیچھے ہٹنا پڑتا، فتح و شکست کے آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے، تو سالار رجب، امیر نصر اللہ اور امیر خضر نے داہنی طرف سے اور امیر احمد، امیر محمد بلخی، امیر فتح الدین ملک فیروز، ملک یعقوب، امیر ترک و امیر جعفر بازید نے بائیں طرف سے گھوڑے بڑھا دیئے اور ایک ساتھ شدید حملہ کر دیا، پھر تو گھمسان کی لڑائی ہونے لگی، دونوں طرف کے بہادر اپنی بہادری کے جوہر

پہلی جنگ کی وجہ: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہاں فارسی کی یہ مثل صادق آئی کہ تنگ آمد بجنگ آمد سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے مشن عزت و ہمت نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ راجاؤں کے پیام سے مرعوب ہو کر یہاں سے چلے جاتے، بلکہ اپنی طرف سے عہدنامہ کی تجویز پیش کی، جس میں جانبین کے لئے بھلائی اور لڑائی سے بچنے کا ذریعہ موجود تھا، مگر جب ان کی یہ بات نہ مانی گئی تو چلے جانے پر لڑائی کو اور بزدلی پر موت کو ترجیح دی، اگر ہندو خوددار سورما اس حالت میں ہوتے تو غالباً وہ بھی یہی کرتے، تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے پہلے حملہ کر کے جارحانہ کارروائی کی نہ کہ مدافعانہ مگر یہ خیال غلط ہوگا کیونکہ جنگ میں اکثر مرتبہ بجائے غنیم کے حملہ کا انتظار کرنے کے اس کی حالت اور موقع کا لحاظ کر کے اس کے حملہ کو روکنے کی غرض سے پہلے چڑھائی کردی جاتی ہے، چنانچہ پہلی لڑائی کا نتیجہ بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ سید سالار مسعود غازی کی یہ کارروائی راست آئی۔

پہلی جنگ کہاں ہوئی

عباس خاں شیروانی رقم طراز ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ جغرافیہ اور نقشے کے لحاظ سے لڑائی کس جگہ ہوئی دریائے کتھلہ بھکلہ کی خرابی ہے جو آج کل تحصیل نانپارہ ضلع بہرائچ کے شمالی مغربی گوشہ میں جنگل میں چودہ پندرہ میل بہہ کر دریائے راوتی میں مل جاتا ہے مرأۃ مسعودی کے ہیلیے والے نسخے میں ہم کو اس جنگل کا نام تارامنی ملا، مگر اور نسخوں میں یہ نام نہیں پایا، موجودہ زمانہ میں اس نام کا کوئی جنگل بہرائچ کے جنگلوں میں سے نہیں ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ سرحد بہرائچ اور نیپال پر بہرائچ سے شمال و مغرب میں پچیس تیس میل کے فاصلہ پر

جنگل میں ایک جگہ تاراماں مشہور ہے، کیا تعجب ہے کہ اس زمانہ میں کوئی ہندو بزرگ فقیر تارامنی ہوں، جو یہاں اپنا استھان جمائے ہوئے ہوں یا جنگل کا نام تارابن ہو اور کتابت کی غلطی سے تارامنی ہو گیا ہو، دریائے بھکلہ موجودہ پرگنہ چرداہا تحصیل نانپارہ میں ایک تالاب سے نکلتا ہے جس کو بج بجا کہتے ہیں، قدیم گاؤں چرداہا بہرائچ سے ۲۶؍ میل پر ہے، بقول ڈاکٹر فوہرر جلد دوئم صفحہ ۲۹۳؍ کے چرداہا میں راجہ سہردیو یا سہل دیو نے ایک قلعہ بنایا تھا اور یہ وہی راجہ ہے جس کا ذکر آگے آئے گا اور جو بعد کی لڑائیوں میں سید سالار مسعود غازی سے لڑا، فاصلہ کے لحاظ سے رات بھر سفر کے لحاظ سے دریائے بھکلہ کے لحاظ سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی جنگ پرگنہ چرداہا میں دریائے کتھلہ سے جنوب میں ہوئی، اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس وقت کھلی جگہ جو لڑائی کے لئے موزوں تھی کہاں کہاں تھی اور جنگل کس کس جگہ تھا، اس قدر تفصیلات کا ہی نو سو برس کے بعد معلوم ہو جانا کیا کم غنیمت ہے“۔

کوہ جملہ کے راجگان کی اطاعت: مٹھی بھر پردیسی مسلمانوں نے جب پہلا معرکہ سر کر لیا تو اطراف میں ان کی شجاعت و بہادری کی دھاک جم گئی اور جو راجہ اس جنگ میں شریک نہیں تھے وہ بھی خوف کھانے لگے، جیسا کہ کوہ جملہ کے راجگان جوگی داس اور گوبند داس نے ایک ایلچی کے ذریعہ سے سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجے اور نہایت ہی پرشوق انداز میں ملاقات کی خواہش ظاہر کئے، آپ نے دونوں راجگان کو ان کے ایلچی کے ذریعہ یہ کہلایا کہ آپ لوگ ہم سے کوئی خطرہ محسوس نہ کریں اگر آپ نے اطاعت قبول کر لی ہے تو مطمئن رہئے اور رہی ملنے کی بات تو آپ لوگ جب چاہیں بے کھٹک یہاں آ جا سکتے ہیں اور ملاقات کر سکتے ہیں، لیکن بلاوجہ تکلیف اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ اطمینان سے اپنے ملک پر قابض رہیں۔

کوہ جملہ کے راجہ کے ایلچی کے آنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ کے بھوئی

نسل کے لوگ اپنے مذہب میں اتنے پکے ہندو نہ تھے جیسے کہ دامن کوہ کے اور میدان کے کوہ جملہ ایک زمانہ میں ملک تبت کا جز تھا اور یہاں کے بھوٹی تبت کے بدھ مذہب اور ہندوستان کے ہندو دھرم کے مجموعہ کے زیر اثر تھے، وہ گورکھوں کی فتح سے محفوظ رہے اور اسی وجہ سے کمایوں گڈھوال کی طرح یہاں پر ہندو دھرم پوری طرح سے رائج نہ ہوسکا، مرأۃ مسعودی نے لکھا ہے کہ سہر دیو راجہ گونڈہ اور ان راجگان کا خاندان ایک تھا، مگر اس سے نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ پہلی جنگ میں ہندو پانسہ پلٹ جانے نے یہ اثر ضرور دکھایا کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھنے لگا، ورنہ اس خوشامد کی کیا ضرورت تھی۔

دوسرا معرکہ: پہلے معرکہ میں جب بہرائچ اور اطراف کے راجاؤں کو مٹھی بھر پردیسی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست و ہزیمت کی ذلت و شرمندگی و ندامت اٹھانی پڑی اور ارشاد قرآنی کے مطابق كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً (مسلمان باوجود تھوڑی تعداد میں ہونے کے کثیر تعداد فوج پر بتائید خداوندی غالب آگئے) تو ان راجاؤں کے سینوں میں آتش انتقام کے شعلے بھڑک اٹھے اور انتقامی کارروائی کے جذبہ سے اپنی جمعیت کو مضبوط بنانے کی غرض سے ملک کے تمام راجاؤں کو خطوط لکھے۔

مرأۃ مسعودی فارسی نسخہ میں تحریر ہے کہ

الغرض رایان کہ از جنگ ہزیمت خوردہ رفتہ بودند از شرمندگی خود جمیع رایان ہند راخطہا نوشتند کہ ملک ما و شما است ایں کودک می خواہد کہ بزور متصرف شود صلاح آنست کہ زود امداد ما بکنید و اِلّا ملک از دست میرود جمیع رایان بنوشتند کہ ما موجود شدہ زود میرسیم شما سرانجام بکنید رائے	الغرض وہ راجے جو پسپا ہوئے تھے انھوں نے اس شرمندگی سے اپنے تمام راجاؤں کو خط لکھا کہ یہ ملک ہمارے تمہارے باپ دادا کا ہے اس لڑکے نے اپنے زور سے قبضہ کرلیا ہے صلاح یہ ہے کہ جلد ہماری مدد کرو ورنہ ملک ہاتھ سے جاتا ہے سب راجاؤں نے لکھا کہ ہم مدد کے لئے بہت جلد پہنچ رہے ہیں، تم

سہر دیو از سجولی ورائے بہر دیو از سنبلونہ باجمعیت بے شمار پیشتر در لشکر کفار آمدند۔

بھی جنگ کی تیاری بنائے رکھو، رائے سہر دیو بھولی سے اور رائے بہر دیو سنبلونہ سے بے شمار لشکر کے ساتھ دوسروں سے پہلے ہی لشکر کفار سے آملے۔

سلطان سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کی شجاعت و بہادری اور ہندوستان میں ان کی فتوحات سے یہاں کے راجاؤں کے دلوں پر ایک خوف چھایا ہوا تھا، اس لئے ہندوستان کے تمام راجہ بہرائچ کے راجاؤں کے خطوط پر غور وفکر کرنے پر مجبور ہوئے اور یہ سوچ کر امداد کا یقین دلایا کہ سید سالار مسعود غازی کہنے کو تو ایک کمسن نوجوان ہے، لیکن شجاعت و بہادری میں اپنا جواب نہیں رکھتا، بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے وہ سر جھکانے پر موت کو ترجیح دینے کا حوصلہ رکھتا ہے، اگر ہم نے اول مرحلہ میں اپنی پوری اجتماعی طاقت سے اس کے حوصلہ و ہمت پر ضرب کاری نہیں لگائی تو ہمارے اقتدار کے لئے خطرہ بن جائے گا اور اس سے مقابلہ دشوار ہوگا اور کوئی بات بنائے نہ بنے گی، اسی خیال سے ہندو راجہ بہرائچ کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ان راجاؤں میں تین راجہ ایسے ہیں جو زمانہ وسطی کی تاریخ ہند میں مشہور تھے، یعنی گنگ دیو، کرن دیو، ارجن۔

رائے گنگ اور رائے کرن کوئی مقامی راجگان نہیں ہیں، بلکہ گنگ دیو کالا چھری ریاست چھیدی کا راجہ تھا اور کرن دیو اس کا بیٹا تھا اگر چہ گنگ دیو کے زمانہ میں تھوڑا بہت اختلاف ہے مگر اس کے اور اس کے بیٹے کے کتبوں کے ذریعے سے گنگ دیو کا زمانہ گیارہویں صدی عیسوی کے پہلی ربع سے لے کر تیسری ربع تک قرار پاتا ہے، بقول مؤرخ ونسنٹ کے گنگ دیو نے ۱۰۱۵ء سے ۱۰۸۰ء تک راج کیا، مگر بقول کتاب اپی گریفیا انڈکا جلد دوم صفحہ ۲۹۷ لغایۃ صفحہ ۳۰۴ کے کرن دیو کی حکومت ۱۰۴۲ء سے ۱۰۸۰ء تک تھی، بہر حال ان دونوں کی رو سے گنگ دیو اور سپہ سالار مسعود غازی کا زمانہ ایک قرار پاتا ہے، علاوہ ان کے بقول مورخ بیہقی صفحہ ۴۹۴ تا ۴۹۷ کے بنارس راجہ گنگ دیو کی حکومت میں شامل تھا، جبکہ مسعود غزنوی کے جنرل احمد نیال تگین نے بنارس پر حملہ کیا،

یہ حملہ ۱۰۳۳ء میں ہوا، گنگ دیو کا ذکر ابوریحان البیرونی نے بھی اپنی کتاب تحقیق ماللھند میں کیا ہے، کرن دیو کے کتبہ سے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے ثابت ہے اور اس ثبوت کی بنا پر مؤرخ وید یا نے اپنی تاریخ جلد سوم کے صفحات ۱۲۹ تا ۱۸۸ پر لکھا ہے کہ گنگ دیو اور کرن دیو دونوں ترکوں سے لڑے ارجن راجہ بقول پروفیسر کیل ہارن (ایپی گریفیا انڈکا جلد ۸ صفحہ ۲۴۸) کے محمود غزنوی کے زمانہ میں کچھواہا راجپوت گوالیار کا راجہ تھا اور جس نے بقول ڈاکٹر ناظم صدیقی کے محمود کی اطاعت کرلی تھی، جب وسط ہند اور قنوج کے راجگان سبکتگین اور محمود غزنوی سے لڑنے کے لئے پشاور تک پہنچے تو بنارس سے گنگ دیو اور کرن دیو کا بہرائچ پہنچنا کیا تعجب کی بات ہے، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ کرن دیو ملک کیرا (کانگڑہ پنجاب) تک گیا، کتبہ ترجمہ ایپی گریفیا انڈکا جلد دوم صفحات ۲۹۷ تا ۳۰۵ تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا، محمود کے قصے تازہ تھے، اس لئے بہرائچ میں مسلمانوں کے قدم نہ جمنے دینے کی کوشش ہندو راجگان کے لئے ایک قدرتی امر تھا۔

بہرائچ پہنچنے والے راجاؤں میں سب سے پہلے راجہ سہر دیو بھولی سے اور رائے بہر دیو سنبلونہ سے بہرائچ پہنچے، پہلی جنگ کے نتیجہ کو سامنے رکھتے ہوئے، آپس میں صلاح و مشورہ کیا، اسباب ہزیمت پر غور وخوض کے بعد طریقہ جنگ پر گفتگو کرتے ہوئے سہر دیو نے کہا، جنگ صرف فوجی قوت اور عسکری طاقت ہی سے نہیں جیتی جاتی اس کے لئے بڑی ہوشیاری، چالاکی اور عقل وتدبیر سے کام لینا ہوگا اور کوئی ایسی جنگی چال چلے بغیر کہ جس سے دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر پریشان نہ کیا جاسکے، جنگ جیتنا آسان نہ ہوگا، اس لئے جنگی چال کے طور پر میرا یہ مشورہ ہے کہ دشمن کو مقابلہ میں آنے سے پہلے زہر میں بجھائی ہوئی لوہے کی کیلیں پورے میدان جنگ میں گاڑ دی جائیں، کیونکہ ترک لوگ اپنے گھوڑے بے تحاشا دوڑاتے ہیں، جب وہ لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آئیں گے اور زہریلی کیلیں گھوڑوں کے پاؤں میں چبھیں گی، وہ لڑکھڑائیں گے سوار زمین پر آرہیں گے، پھر اس طرح ہم باآسانی ان کا کام تمام

کردیں گے، اس کے علاوہ بارودی گولے بھی کافی تعداد میں تیار کئے جائیں، ان بارودی گولوں سے بھی ہم ترکوں کو کافی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جنگ اور عشق میں سب کچھ جائز ہے، اس فارمولے کو اپناتے ہوئے، راجاؤں نے اپنی مکمل جنگی تیاری کر لینے کے بعد اپنی بیشمار فوج لے کر دریائے بھکلہ کے کنارے ڈیرے جمائے اور اپنا ایک ایلچی سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے پاس بھیجا، ایلچی نے آکر کہا کہ تمہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ تم اگر اپنی عافیت چاہتے ہو تو سرجو پار چلے جاؤ یعنی علاقہ بہرائچ خالی کردو، اسی میں تمہارے جان کی سلامتی ہے، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے وہی پہلا جواب دیا اور ایلچی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ ملک خدا کا ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، ایلچی نے واپس جا کر حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی دلیرانہ گفتگو کی پوری تفصیل راجاؤں کو بتائی، راجے منہ توڑ جواب پا کر سخت حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے یہ نوجوان تو بڑا بیباک اور نڈر ہے جواب دینے میں ذرا بھی نہیں دبتا ہے۔

ایلچی کے رخصت ہونے کے بعد آپ نے سمجھ لیا کہ اب بغیر جنگ کے فرصت نہیں، لہٰذا آپ نے ملک حیدر سے فرمایا کہ سیف الدین سرخرو، امیر نصر اللہ، امیر خضر امیر سید ابراہیم، نجم الملک، ظہیر الملک، عین الملک، شرف الملک، نظام الملک، قیام الملک و نصیر الملک و ملک رجب کو جلد جمع کرو، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو باہم مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ دشمنوں کا یہاں چڑھ کر آنا ٹھیک نہیں بلکہ ہم آگے بڑھ کر چڑھائی کریں انشاء اللہ فتح ہماری ہوگی۔

دوسرے روز حملہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اسی وقت خبر ملی کہ دشمن نے ہمارے لشکر کے مویشی کھول لے گئے ہیں، اس خبر نے زخم پر نمک کا کام کیا، حضرت غازی علیہ الرحمہ شیر کی طرح بپھرے اور جوش میں آکر جنگ کا نقارہ بجوایا خود مسلح ہو کر سوار ہوئے فوجوں کو آراستہ کر کے فوراً چڑھائی کے لئے کوچ بول دیا۔

جب دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں، گھمسان کا رن چھڑ گیا، مسلمان

پورے جوش وخروش کے ساتھ لڑ رہے تھے، حضرت غازی علیہ الرحمہ خیبر شکن حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کے سچے وارث اور امین تھے، پوری دیدہ دلیری کے ساتھ نرغۂ اعداء میں گھس کر اپنی تلوار حیدری سے ایسا وار کرتے تھے گویا کوئی قہر و غضب کی بجلی ہے جو دشمنوں کے خرمن وجود پر گر کر خاکستر کر رہی ہے، گو کہ میدان جنگ میں زہریلی کیلیں گڑی ہوئی ہیں اور آتشیں گولوں کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جس سے مسلمانوں کا بھی کافی جانی نقصان ہو رہا ہے، مگر پھر بھی مجاہدین اسلام ہمت نہیں ہارے اور پورے جوش جہاد سے سرشار ہو کر داد شجاعت دیتے رہے اور دشمنوں کے ٹڈی دل فوج کو میدان سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، دشمنوں کے سارے جنگی منصوبے جنگی چالیں خاک میں مل گئیں، نصرت خداوندی سے فتح مبین نے مسلمانوں کے قدموں کے بوسے لئے، دشمنوں سے میدان خالی ہو چکا تھا، حضرت غازی علیہ الرحمہ میدان ہی میں رہے اور دوسرے امیروں نے دور تک دشمن کا تعاقب کیا، جب مجاہدین تعاقب سے واپس آئے تو آپ نے میدان سے چل کر بھکلہ کے کنارے ڈیرہ ڈلوایا اور شہداء کو شمار کرنے کا حکم دیا، شمار سے معلوم ہوا کہ فوج کا ایک حصہ شہید ہو گیا اور دو حصہ فوج باقی ہے، آپ نے تین روز وہیں قیام کر کے شہیدوں کی تدفین کی اور چوتھے روز بہرائچ آئے۔

مرأۃ مسعودی فارسی قلمی نسخہ میں صفحہ ۵۰ پر ہے۔ "القصہ سہ روز آنجا ماندہ و فاتحہ بر روح پاک شہداء خواندہ چہارم روز در بہرائچ باز آمد"۔

رفقاء کی جدائی کا غم: اب تک کی جنگوں میں مسلمان ظفریاب و فتحمند ہوتے رہے اور اپنی شجاعت و بہادری کی تاریخ رقم کرتے رہے، کاروان غازی جو غزنی سے چل کر ہندوستان پہنچا تھا پھر بہرائچ پہنچنے تک اسے کئی ایک جنگوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی تعداد چاہے جتنی رہی ہو کچھ نہ کچھ جاں نثار رفقاء اپنے سر اور دھڑ کی بازی لگا کر جام شہادت نوش فرماتے خاص طریقے سے بہرائچ کی ان دو جنگوں میں بہت سے جاں نثار دوست و احباب غم گسار شہید ہو گئے تھے، جس کا بہت زیادہ اثر، حضرت سید سالار مسعود

غازی علیہ الرحمہ پر ہوا اور ایسے مخلص جاں نثار احباب جنھوں نے قدم قدم پر آپ کا ساتھ دیا اور جب وقت آیا تو اپنی جانیں بھی خدا کی راہ میں قربان کردیں اور صفحہ دہر پر اپنی وفاداری کے زندہ نقوش ثبت کردیئے، ایسے مخلص جاں نثاروں کی جدائی کا غم ہونا فطری امر تھا۔ ع

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

صاحب مرأۃ مسعودی رقم طراز ہیں۔

چوں اکثر یاران قدیم وبعضے مصاحبان دریں جنگ شہید شدند مغموم می بود وبرائے دفع غم اکثر سوار شدہ بدیدن باغ می رفت خیابان وراہ روموجود ساختہ بودند نہالہا جابجا حضور خود نصب می کردند وترتیب می فرمودند بعد ازاں از درخت گلچکاں چبوترہ وسیع و مصفا راست کردہ بودند ہمانجا می نشست وایں درخت گلچکاں قریب سورج کنڈ واقع شدہ بود۔

چونکہ اکثر قدیم دوست اور بعض مصاحب اس جنگ میں شہید ہوگئے تھے، سلطان الشہداء مغموم رہتے تھے اور غم دور کرنے کی غرض سے اکثر سوار ہوکر باغ دیکھنے جاتے تھے، کیاریاں اور راستے بنائے جاتے تھے اور درخت جابجا حضور اپنے سامنے نصب فرماتے تھے، درخت گلچکاں کے نیچے ایک وسیع چبوترہ تھا اور مصفا بنوایا گیا تھا اس جگہ بیٹھتے تھے اور یہ درخت گلچکاں سورج کنڈ کے قریب واقع تھا۔

آپ نے بالارکھ بت توڑنے کی اجازت نہیں دی:۔ صوفی عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

وبت بالارکھ برلب آنحوض بود کہ دراں سورج کنڈ غسل کردہ کفار بت مذکور را پرستش می کردند ہر وقت کہ نظر حضرت سلطان الشہداء براں حوض وبراں بت

اور بالارکھ بت تالاب کے کنارے تھا اکثر غیر مسلم سورج کنڈ میں غسل کرکے بت مذکور کی پرستش کرتے تھے، جس وقت سالار مسعود کی نظر اس بت اور

می افتاد خیلے غیرت می گرفت چوں میاں رجب بندہ شوخ بود از قیاس مزاج صاحب خود را دریافتہ التماس کرد خداوند بندہ الحال ایں جا باغ ساختند وگاہ گاہ کہ می آیند اینجا نماز ہم ادا نمودہ می شود ایں مقام دارالاسلام شد اگر حکم شود ایں بت و بتکدہ را در سازیم حضرت سلطان الشہداء فرمود تو نمی دانی مرا با حق تعالیٰ یک راز یست کہ نمی توانم گفت ایں مقام مرا بردش دیگر نمودہ اند چنانکہ ظاہر خواہد شد چند روز می شوند کہ فرشتگان از حکم پروردگار عالم ظلمت کفر ازیں مقام بر طرف می سازند و نور اسلام کہ مانند آب حیات است می پاشند و حقیقتاً کفر و شرک ازیں مقام رفتہ است وصورتاً چند روز ست آں ہم خود بخود بر طرف خواہد شد مرا ہر قدر کہ امر می شود دست و پا می جنبانم نظر ما سوئے توحید ست چوں ازیں بت و بتکدہ بوی شرک می آید ازاں جہت غیرت وحدت پارہ در جوش می آرد و باز ادب احدیت فرو می نشاند ازیں حرف رنگ بروی حضرت سلطان

حوض پر پڑتی تھی، بہت غیرت ہوتے تھے، ملک رجب شوخ بندہ تھا، قیاس سے اس نے اپنے مالک کا مزاج سمجھ کر کے عرض کیا کہ آقا اب اس جگہ باغ تیار ہو گیا ہے اور اکثر سیر وتفریح کے لئے آیا کرتے ہیں اور اس جگہ نماز بھی ادا فرماتے ہیں، یہ مقام دارالاسلام ہو چکا ہے اگر حکم ہو تو اس بت اور بتکدہ کو مٹا دوں، سلطان الشہداء نے فرمایا، تمھیں نہیں معلوم مجھ کو خدا سے ایک راز ہے جس کو کہہ نہیں سکتا، یہ مقام مجھ کو دوسری طرح سے دکھلایا گیا ہے، جیسا کہ ظاہر ہوگا، چند ہی دنوں میں خدا کے حکم سے فرشتے اس مقام سے کفر کی تاریکی کو دور کریں گے، نور اسلام جو آب حیات کے مثل ہے چھڑکیں گے اور حقیقتاً کفر و شرک یہاں سے دور ہو چکا ہے، یہ ظاہری حالت بھی ختم ہونا چاہتی ہے، میں تو جس قدر حکم ہوتا ہے اتنی جدوجہد کرتا ہوں، میری نظر توحید کی طرف ہے اس بت اور بتکدہ سے بوئے شرک آتی ہے، اس سبب سے غیرت وحدت مجھ کو جوش میں لاتی ہے اور پھر ادب احدیت اس کو فرو کر دیتا ہے۔ اس بات سے حضرت سلطان الشہداء کا

الشہداء راز عالم دیگر تجلی بخشید ند سکری و حالتے بروظاہر گشت میاں رجب متحیر شدہ التماس کرد کہ بندہ از نقصان بینائی خود عرض کردہ بود حق ہماں است کہ حضرت بدولت می فرمایند۔

چہرہ اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف تجلی بخشنے لگا اور آپ پر جذب وسکر کی حالت طاری ہوگئی، ملک رجب یہ دیکھ کر بہت گھبرائے اور پشیمان ہوکر عرض کیا کہ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق گزارش کی تھی لیکن درست وہی جو آپ فرماتے ہیں۔

چند گھڑی کے بعد جذب وسکر کی کیفیت دور ہوئی اور آپ سوار ہوکر اپنے مقام پر آئے اور تین مہینے تک اللہ کی یاد اور ذکر وفکر میں گزارے، کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔

ملک رجب آپ کے بھانجے نہیں تھے: بعض تذکرہ نویسوں نے ملک رجب کو حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا بھانجہ بتایا ہے، جبکہ صوفی عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ اس کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

الغرض مردم عوام درحق میاں رجب چیز ہائے دروغ بعد از شہادت وی بسیار بستہ اند بعضے ناقصاں می گویند کہ او خواہر زادہ حضرت سلطان الشہداء بود، نعوذ باللہ ایں ہمہ غلط است وبعضے نام او را منقلب کردہ اند کہ رجب نام پدر سلطان فیروز شاہ بودہ است ایں ہموں پدر سلطان فیروز شاہ است بہر کیف ایں ہم دروغ است رجب کمتریں چاکراں حضرت سلطان الشہداء بودہ بسبب مردم آزاری و درشتی طبیعت در خلق عوام شہرت گرفتہ است پیش اہل بصیرت قدرے ندارد

الغرض عام لوگ ملک رجب کے حق میں ان کی شہادت کے بعد کچھ نامناسب باتیں کرتے ہیں اور بعض ناقص کہتے ہیں کہ وہ آپ کے بھانجے تھے، نعوذ باللہ یہ سب غلط ہے اور بعضوں نے ان کا نام بدل دیا ہے کہ رجب سلطان فیروز شاہ کے باپ کا نام ہے اور یہ وہی رجب ہیں یہ بھی سراسر غلط ہے ملک رجب حضرت سلطان الشہداء کے ادنیٰ خادموں میں سے تھے مردم آزاری اور درشتی طبیعت ہونے کے سبب لوگوں میں مشہور تھے لیکن اہل بصیرت کے نزدیک ان کی کوئی خاص قدر و منزلت نہ تھی۔

تیسرا اور آخری معرکہ: مٹھی بھر نہتے مسلمان جو محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے وطن سے نکلے تھے، کشور کشائی اور تخت و تاج پہ قبضہ کرنا قطعاً ان کا مقصد نہ تھا۔

مگر قوت و اقتدار کے زعم میں بہرائچ کے راجگان ان امن پسند اور صلح و آشتی کا پیغام دینے والے مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہیں کر رہے تھے، جبکہ مسلمان یہاں آ کر اصولی انداز میں محض اپنے دین کی اشاعت میں لگے تھے اور موقع پا کر سیر و شکار میں مشغول رہتے، پھر بھی مسلمانوں کو بہرائچ سے چلے جانے کی دھمکی دیتے، مسلمانوں نے اپنی دفاع میں دو جنگیں لڑیں اور دونوں میں فتح و ظفر سے ہمکنار ہوئے، ایک طرف ہندوستان کے نامی گرامی راجاؤں کا متحدہ محاذ ان میں ایک سے ایک جنگجو ماہرین، جنگی طاقت، قدم قدم پر پورے ملک سے انھیں مدد بھی مل رہی تھی ان کے پاس مضبوط قلعے محفوظ پناہ گاہیں اور بھرپور جنگی وسائل ان سے مقابلہ کوئی آسان کام نہ تھا۔

دوسری طرف مٹھی بھر نہتے مسلمان وطن سے دور بہت دور کہیں سے امداد ملنے کی بھی کوئی امید نہیں، کوئی قلعہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں، کسی بادشاہ اور راجہ کی پشت پناہی بھی حاصل نہیں، ان کا کمانڈر ایک انیس سالہ نوجوان جس کی کمسنی کے پیش نظر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اسے بہت زیادہ جنگی تجربہ تھا اور اپنی کسی جنگی چال سے کامیابی اور فتح حاصل کرتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہوتا ہے اور تائید ربانی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

شکست و ہزیمت کے صدمے سے راجگان ہند کی نیندیں حرام ہو گئیں، شرمندگی و ندامت کا طوق ان کی گردنوں میں پڑ چکا تھا، اپنی پسپائی کو سوچ سوچ کر انگشت بدنداں تھے، غیظ و غضب سے پیچ و تاب کھا رہے تھے، ان کے سینوں میں آتش انتقام شعلہ جوالہ بن کر بھڑک رہی تھی اور پھر تیسری جنگ کے بادل منڈلانے لگے۔

شکست خوردہ راجاؤں نے تیسری فیصلہ کن جنگ کے لئے پورے ہندوستان کے

راجاؤں سے مدد کی اپیل کر کے کثیر فوج جمع کر لیا اور اپنی اپنی ریاست میں یہ اعلان کر دیا کہ ہر گھر کے دس آدمیوں میں سے نو کو میدان جنگ میں جانا ضروری ہے، کیونکہ ہمارے ملک اور وجود کو عظیم خطرہ لاحق ہے، اگر اس بار ہم نے جرأت و ہمت سے کام نہیں لیا تو ہمیشہ کے لئے ہماری گردنیں جھکی کی جھکی رہ جائیں گی، غرضیکہ اس مرتبہ چاروں طرف سے فیصلہ کن جنگ کے لئے بے شمار فوجوں کا سیلاب امنڈ پڑا، سرحد نیپال سے لے کر دریائے گھاگرہ تک فوج ہی فوج نظر آ رہی تھی۔

صوفی عبد الرحمٰن چشتی رقم طراز ہیں۔

الغرض کافران ہند از ہر طرف جمع شدہ یک دل گشتند و با لشکر بے شمار بمثل مور و ملخ یکجا شدہ روی بطرف بہرائچ آوردند

خطبہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ: سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو جب یہ خبر ملی کہ کفار و مشرکین ہمیں نیست و نابود کر دینے کی قسم کھا کر بہت بڑی جمعیت اور بھرپور جنگی تیاری کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہونے والے ہیں، گو کہ گزشتہ جنگوں میں آپ کے اکثر رفقاء شہید ہو چکے تھے، بچی کچھی فوج راجاؤں کی متحدہ کثیر فوج کے مقابلہ کے لئے بہت کم اور ناکافی تھی، مگر واہ رے اولوالعزمی اور ثبات قدمی کہ یہ مرد مجاہد دشمنوں کی کثیر فوج اور بہت بڑی جنگی طاقت سے ذرا بھی ہراساں اور مرعوب نہیں ہوا اور پورے عزم و ہمت کے ساتھ مقابلہ کی ٹھان لی اور اپنی خاندانی غیرت وحمیت پر آنچ نہ آنے دی، حکم ہوتا ہے سارے سردار اور فوجی ایک جگہ جمع ہو جائیں، حکم کی تعمیل ہوتی ہے، پھر آپ ان کے سامنے جا کر قلب کو گرما دینے والا اور روح کو تڑپا دینے والا خطبہ دیتے ہیں کہ اے میرے جاں نثار دوستو! یقیناً تمہاری جاں نثاری عہد و وفاداری حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے، جس کے انمٹ نقوش میرے لوح دل پر ثبت ہیں، غزنی سے لے کر ہندوستان تک تم لوگوں نے مخلصانہ میرا ساتھ دیا اور طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مرد میدان بن کر دشمنوں کا مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ کا ہم پہ

یہ خاص فضل و کرم رہا ہے کہ ہم نے کبھی شکست نہیں کھائی اور بڑے سے بڑے دشمن کے مقابلہ میں ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہے، لیکن آج ہم ایک ایسے نازک موڑ پہ پہنچے ہیں کہ ہماری تعداد بہت تھوڑی ہے اور دشمن ایک کثیر فوج لے کر صفحۂ ہستی سے مٹانے کی قسم کھا کر ہمارے سر پہ کھڑا ہے، اب آگے کیا مقدر ہے، خدا ہی جانے، مگر دوستو! اس طویل مدت رفاقت کے دوران مجھ سے تمھیں تکلیف واذیت بھی پہنچی ہوگی، مجھ سے کچھ کوتاہیاں بھی ہوئی ہوں گی اور کبھی میرے منہ سے ایسی کوئی بات بھی نکلی ہوگی جس سے تمہارے دلوں کے آبگینوں کو ٹھیس لگی ہوگی، لہٰذا تم میں سے جس کسی کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہو، خدا را معاف کردے، ہم میں سے جو کوئی بھی وطن لوٹنا چاہے وہ بخوشی جاسکتا ہے، مجھے اس کے جانے پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ کوئی اعتراض ہوگا۔

قدرت نے مجھے وہ ہمت اور حوصلہ بخشا ہے کہ بڑی سے بڑی طاقت مجھے ہراساں نہیں کرسکتی ہے، ہمارے آبا و اجداد کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ میدان جنگ سے منہ نہیں موڑتے تھے، اس لئے ہم اپنے موقف پر قائم رہیں گے، مگر ہم کسی کو مجبور بھی نہیں کرتے کہ وہ جنگ میں بجبر واکراہ ہمارا ساتھ دے، حضرت غازی علیہ الرحمہ کی تقریر اتنی پرتاثیر تھی کہ پتھر دلوں میں بھی اثر کرجائے، آپ کے جاں نثار جو عہد کے پکے اور عشق و وفا کے پیکر تھے، کیوں نہ متاثر ہوتے، آپ کو چھوڑ کر جانا انھیں کب گوارا ہوسکتا تھا وہ لوگ تو لیلائے شہادت کی آرزو اور تمنا لے کر ہی گھر سے نکلے تھے اور ان کا مقصد زندگی اس شعر کے مصداق تھا کہ

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اس لئے مسلماں اور اسی لئے ہوں غازی

سبھی ہمراہیوں نے بیک زبان کہا کہ اے ہمارے سالار اعظم! ہم بزدل نہیں جو آپ کو تن تنہا چھوڑ کر اپنی جان بچا کر کہیں اور لوٹ جائیں، ہم آپ کے زیر کمان رہ کر شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھانا چاہتے ہیں کہ دشمن بھی داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ

سکے گا، ہم اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا کر شجر اسلام کی آبیاری کرتے رہیں گے، ہمیں گھر کا عیش و آرام نہیں بلکہ تیر و تلوار کی چھاؤں راس آتی ہے پھر بھلا کیونکر ہم آپ کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں۔

الغرض حضرت غازی علیہ الرحمہ کی تقریر سن کر ہر لشکری کا دل جذبہ جاں نثاری سے لبریز تھا اور آنکھیں اشک ریز تھیں، حضرت غازی علیہ الرحمہ نے سارے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیں، پھر آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ سب فوج کو بخش دیا اور ایک دستہ کو بطور ہراول کے مقرر کر کے حکم دیا کہ وہ بہرائچ سے دو کوس کے فاصلہ پر فوجی چوکی قائم کرے اور خود عبادت میں مشغول ہو گئے۔

صوفی عبدالرحمٰن چشتی رقم طراز ہیں۔

حضرت سلطان الشہداء غلغلہ کفار شنیدہ در دیوان خانہ برآمد و ارکان دولت را حکم کرد کہ امروز جمیع مردم لشکر را از خرد و بزرگ پیش ما حاضر آرند ہمچناں کردند تمام مردم خاص و عام صفہا بستہ استادہ شدند آنزماں خود برخاست و پیش آنہا آمدہ آغاز کرد کہ اے عزیزاں مدت چند سال است کہ ما با شما ہمراہیم واز ہیچ کس با ہیچ نوع آزاری و کدورتے نداریم واز نیک سلوکی و وفاداری شمایان راضی و شاکریم آنچہ حق برادری و دوستی بود شما بواقعی آنجا آوردید اگر از جانب من شمایانرا آزاری رسیدہ باشد از برائے خدا معاف بکنید فراق صوری قریب دیدہ می شود ازیں سخن درد آلودہ ہر ہمہ آبدیدہ شدہ و روی بر زمین آوردہ ثنا خوانی کردن گرفتند کہ تقصیرات از ما بود از جانب آنحضرت ہمیشہ راضی و شاکریم حق تعالیٰ آنقبلہ را بر سر مایاں سلامت دارد کہ از مادر و پدر مہربان تر ہستید باز حضرت سلطان الشہداء فرمود کہ یاراں تا ایں زماں چند جنگ با کافراں کردیم حق تعالیٰ فتح داد و دریں مرتبہ کفار جمیع ہندوستان جمع شدہ می آیند قرار داد آبا و اجداد ما آں بوود کہ میدان جنگ نگزارند پس مرا ہم ضرورست کہ متابعت پدران بجا آوریم وایں وجود کہ پیرایہ حجاب است در محبت حق پذیریم شمایانرا بخدا سپردیم راہ بالا دست بگیرید و بروید و کسی کہ محض برائے

محبت حق تعالیٰ ذوق شہادت داشتہ باشد ما با ہمراہی کند والا نہ خدا حاضر و ناظر ست کہ من از رضائے خود شما یا نرا رخصت میکنم ایں بگفت وچشم پرآب کرد کدام سنگدل و بے سعادت باشد کہ دریں حال از وجدائی اختیار کند یکبار گریہ از خلق برخاست و بزبان اخلاص گفتن گرفتند کہ اگر ہزار ہزار جان داشتیم پس فدائے قدم آنحضرت می کردیم یک جان چہ چیز است کہ بخاطر آں از مشاہدۂ حضور بے بہرہ مانیم سبحان اللہ آں روز نمونہ حشر بود بلکہ ازاں ہم دشوار تر بعد ازاں ہر دو دست برداشت کہ فاتحہ مزید عشق بخوانید فاتحہ خواندند پس آنچہ در بساط خود داشت از نقد و جنس ہمہ را بحاضراں قسمت کرد و فرمود کہ زود خرچ کنید کہ عیسیٰ علیہ السلام از سبب کاسہ چوبیں و سوزن بار نیافت من با چندیں بلا چوں بار خواہیم یافت بعد ازاں مردم را رخصت کرد کہ برائے حرب موجود شوید و چند ہزار جوانان بہادر را متعین ساخت کہ دو گروہے از بہرائچ بطریق چوکی مقابلہ لشکر کفار باشید و خود بدولت در خلوت رفت بشغل باطن مشغول گشت۔

اسی وقت سے آپ نے کھانا پینا ترک کر دیا تھا، صرف پان نوش فرماتے اور عطر کا بکثرت استعمال رکھتے اور جوں جوں وقت گزرتا آپ کا ذوق شہادت بڑھتا جاتا، کیونکہ

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

سنی جو بانگ جرس تو بقتل گاہ جفا کفن بدوش اسیران زلف یار چلے

۱۴رجب ۴۲۴ھ/ ۱۰۳۳ء کو عین صبح کاذب کے وقت مخالفین نے اپنی پوری طاقت سے مسلمانوں کی اس فوجی چوکی پر جو بہرائچ سے دو کوس کے فاصلہ پر تھی جہاں مسلمانوں کا ہراول دستہ تعینات تھا، حملہ کر دیا، مسلمان جذبہ شہادت سے سرشار کھڑے تھے مقابلہ میں ڈٹ گئے، معرکہ کارزار گرم ہو گیا، جب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو اس جنگ کی خبر ملی تو آپ نے فوراً نقارہ جنگ بجوا دیا، فوراً تمام سردار اپنے اپنے مسلح لشکر کو لے کر حاضر ہو گئے، آپ نے سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ کو چوکی کے دستہ کی مدد کے لئے بھیجا اور خود غسل فرما کر کپڑے بدلے عطر ملا نماز فجر ادا کی، تلوار باندھی لیکن آج

خلاف عادت سلاح جنگی پہنے بغیر اپنی خاص سواری اسپ نیلی پہ سوار ہوکر اپنے مخصوص لشکر کو لیکر شہر سے باہر نکلے، لشکر کو مقدمہ میمنہ، میسرہ، عقب میں ترتیب دے کر روانہ ہوئے، سورج کنڈ پر اپنے لگائے ہوئے باغ میں پہنچے تو بے پناہ خوش ہوئے، آپ کو اپنے مدفن کا غیبی اشارہ ہو چکا تھا، لہٰذا جب بھی مہوہ کے درخت کے پاس پہنچتے بہت خوش ہوتے اور وہاں تھوڑی دیر ضرور ٹھہرتے، حسب معمول اس دفعہ بھی اس درخت کے نیچے ٹھہرے اور آپ کی ہمراہ فوج دشمنوں پر باز کی طرح جھپٹ پڑی، مسلمان مجاہدین اپنی جان سے بے پرواہ ہوکر لیلائے شہادت کو گلے لگانے کے لئے کفن بدوش شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے، ان کی تلواروں کی کاٹ ایسی تھی جو سامنے آیا دونیم ہوا، دشمنوں کے جم غفیر تقریباً ہندوستان کے اکیس راجاؤں کی متحدہ فوج کے مقابلہ میں اگرچہ مسلمان دال میں کے نمک کی طرح تھے، لیکن حق کے پرستار رضائے الٰہی کے طلبگار حضرت غازی علیہ الرحمہ کے جاں نثار سبحان اللہ، اللہ کی صد ہزار رحمتیں ہوں ان پر قابل صد آفریں تھا ان کا مجاہدانہ کردار پورے جوش جہاد کے ساتھ بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے، مخالف فوج کی کمان سہر دیو اور بہر دیو کے ہاتھ میں تھی، جنہیں اپنی فوج کی کثرت پہ بڑا ناز تھا، مٹھی بھر غریب الدیار مسلمانوں کی شجاعت و بہادری کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے، شام تک گھمسان جنگ کا سلسلہ جاری رہا، جانبین کے کافی آدمی جنگ میں کام آئے، مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، آخر رات ہوگئی، پھر بھی دونوں لشکر میدان ہی میں پڑے رہے، کوئی میدان خالی کر کے نہیں ہٹا۔

ہندو فوج کی تعداد اس مرتبہ بہت زیادہ تھی، ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی، صبح کا اجالا پھیلتے ہی نقارہ جنگ بجا، دونوں طرف کی فوجوں میں نقل و حرکت شروع ہوگئی، معرکہ کارزار گرم ہوا، مسلمان مجاہدین اپنے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے، بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے تھے، ان کی تلواریں برق تپاں بن کر دشمنوں پر گر رہی تھیں، اتنی بھاری فوج کا مقابلہ کوئی آسان کام نہ تھا، یہ متحدہ فوج بھی پہاڑ کی طرح

میدان جنگ میں جمی رہی، دوپہر تک دو تہائی مسلمان شہید ہو گئے، جن میں سالار سیف الدین سرخرو علیہ الرحمہ، سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے مشیر خاص اور دست راست تھے، بہت سے کفار کو جہنم رسید کرنے کے بعد شہادت کا جام نوش فرمالیا، حضرت غازی علیہ الرحمہ پہ کیا گزری ہوگی، اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، مگر آپ کے پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔

حضرت سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس زیارت گاہ خلائق ہے اور بڑا ہی بافیض آستانہ ہے، قدیم طرز کا گنبد بنا ہوا ہے، شہر بہرائچ سے دس فرلانگ جانب شمال ریلوے گمٹی کے اس پار اور درگاہ شریف سے چھ سات فرلانگ جنوب مغرب میں ہے، حضرت غازی علیہ الرحمہ کی مختصر سی فوج نے دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے، لیکن پورے ہندوستان سے لاکھوں میں آئی ہوئی فوج کا مقابلہ کب تک کرتے، لشکر مسعودی کا ہر سردار بڑے بے جگری سے لڑ رہا تھا اور زخموں کی لذت سمیٹ کر شہید ہوتا جا رہا تھا۔

امیر نصر اللہ، امیر خضر، سید احمد وسید محمد بلخی وسلطان فتح الدین وامیر بیرم وابی نصر اللہ وامیر بہاء الدین، امیر یعقوب، امیر نصیر الدین، امیر مبارز، امیر ترکان، امیر بلاقی، امیر سعید، امیر رجب وغیرہم نے راہ مولیٰ میں اپنی جانیں قربان کر دیں تو حضرت غازی علیہ الرحمہ نے بچشم تر الحمد للہ کا ورد فرمایا اور کہا یہ میرے جاں نثار رفقاء اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے، اب ان کے بغیر زندگی کا لطف جاتا رہا، انشاء اللہ میں بھی جلد ہی ان کے پاس پہنچوں گا، اس کے بعد فرمایا کہ سالار سیف الدین اور ان کے تمام ساتھیوں کو جو بھی صورت بن آئے دفن کیا جائے، خادموں نے انھیں کسی نہ کسی طرح دفن کر کے عرض کیا کہ حضور دشمن بہت غالب آ چکے ہیں اور مسلمان کافی تعداد میں جاں بحق ہو چکے ہیں، اب فرمایئے کہ ہم جنگ کریں یا شہیدوں کے دفن کرنے کی فکر کریں، بڑے نازک حالات در پیش ہیں، چونکہ چاروں طرف سے دشمن ان کو گھیرے ہوئے تھے، اتنا موقع نہ

تھا کہ قبریں کھود کر انہیں دفن کیا جائے، آپ نے فرمایا شہداء کی لاشوں کو سورج کنڈ میں بطور دفن ڈال دو انشاء اللہ ان کی شہادت کی برکت سے اس مقام سے کفر وشرک کی تاریکی قیامت تک کے لئے دور ہو جائے گی، حکم کی تعمیل کی گئی، جب سورج کنڈ لاشوں سے بھر گیا تو آپ نے شہداء کی بقیہ لاشوں کو غاروں و کنوؤں میں دفن کرا دیا تا کہ ان کے پاک جسموں کو کافروں کے نجس ہاتھ نہ لگیں اور بے حرمتی نہ کریں، اس کے بعد آپ گھوڑی سے اتر کر تازہ وضو کر کے نماز ظہر ادا کی اور تمام شہداء کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کی روحوں پر فاتحہ پڑھی۔

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت:

شہادت ہے مطلوب مقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

غزنی سے سفر کرنے والا مجاہد یوں تو امن کا پیغام اور تبلیغی مشن لے کر نکلا تھا لیکن باطل پرست طاقتوں کو اس کا پیغام امن اور تبلیغی مشن ایک آنکھ نہ بھایا اور ہر مقام پر اس کے بڑھتے ہوئے قدم کو پابہ زنجیر کرنے کی کوششیں کی گئیں، قدم قدم پر حوصلہ شکن حالات پیدا ہوتے رہے کوئی معمولی عزم و ہمت کا انسان ہوتا تو بھاگ کھڑا ہوتا، مگر قربان جایئے اس مرد مجاہد کی ثبات قدمی، اولوالعزمی، بلند حوصلگی، عالی ہمتی، شجاعت و بہادری پر کہ مخالف لہروں سے ٹکراتے ہوئے آگے بڑھتا رہا، ہر محاذ پر فتح و نصرت کے جھنڈے لہراتے ہوئے اپنی آخری منزل بہرائچ پہنچا، جہاں رحمت خداوندی اپنی آغوش میں لینے کے لئے منتظر تھی اور عروس شہادت گلے لگانے کے لئے بے چین تھی، آج کی تاریخ میں آپ کی شہادت مقدر ہو چکی تھی۔

نماز ظہر اور شہداء کی نماز جنازہ ادا فرمانے کے بعد سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اپنی بچی کھچی فوج کو سمیٹ کر ایک شیر دل بہادر کی طرح دشمن کی فوج پر جو چٹان کی طرح جمی ہوئی تھی، اتنا زوردار حملہ کیا کہ دشمن کے ہوش اڑ گئے ان کی فوج کے اندر ابتری پھیل گئی، سیف الدین سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے سرداروں کے ہاتھوں بہت

سے بڑے راجہ موت کے گھاٹ اتر چکے تھے، اس کے بعد آپ نے بھی بہتوں کو اپنی تیغ جوہر دار سے موت کی نیند سلا دیا، حریف جو بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، آپ نے اسے اپنی طوفانی حملے سے پیچھے قدم ہٹانے پر مجبور کر دیا، یہاں تک کہ اسے اپنی سرحد ہی پر جا کر ٹھہرنا پڑا، آپ بھی مہلت پا کر اپنی جگہ پر واپس آ کر کھڑے ہوئے عجیب قیامت خیز منظر نگاہوں کے سامنے تھا، پورا میدان جنگ لاشوں سے بھرا پڑا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا گویا روئے زمین نے لاشوں کی فصل اگا دی ہو، کتنے نیم جان تڑپ رہے تھے، زخمیوں کی چیخ و پکار سے پورا میدان گونج رہا تھا، کتنے جانکنی کی حالت میں زندگی کی آخری ہچکیاں لے رہے تھے، جو زندہ و سلامت تھے وہ بھی عجیب کشمکش کا شکار تھے۔

حضرت صوفی عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ اس خاص موقع کی منظر کشی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ایں قسم واقعہ جگر سوزمی دید و اصلا بر چہرہ مبارک حضرت سلطان الشہداء از غلبات شوق مشاہدۂ الٰہی تغیر ظاہر نمی شد بلکہ ذوقیں می گشت محض استغناء الوہیت بر دل او تجلی کردہ بود و الا بشر را ایں قسم حالت و بلند پردازی ممکن نیست الحال از سمع آں واقعہ جگر می لرزد و آفریں باد بر استقامت آنمردم کہ بچشم ظاہر می دیدند و بحال خودی ماندند۔

رائے سہردیو اور رائے بہردیو اور کئی دوسرے راجاؤں نے جب دیکھ لیا کہ اس غزنوی نوجوان کے اکثر رفقاء شہید ہو چکے ہیں، اب صرف چند لوگ رہ گئے ہیں موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے اپنے دستہ کو لے کر آپ پر گھیرا تنگ کرتے ہوئے قریب آئے اور چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کیا، ہر چند کہ آپ کے رفقاء پوری شجاعت و بہادری کے ساتھ سینہ سپر ہو کر تیروں کی بارش کو روک رہے ہیں کہ آپ تک کوئی تیر پہنچنے نہ پائے، لیکن یہ چند دیوانے تیروں کی یلغار سے کب تک بچتے ہر دیوانہ تیروں کے زخم سے چور چور ہو چکا تھا اور حضرت غازی علیہ الرحمہ بھی زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے، مگر ہزار مجروح ہونے کے باوجود آپ زخمی شیر کی طرح صف اعداء میں تہلکہ مچا دیتے، آپ کا ہر

وار مقابل کو موت کی آغوش میں پہنچادیتا، آپ کی تیغ آبدار دشمن پر برق خاطف بن کر گرتی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو جاتا، جب تک دم میں دم رہا بہادرانہ شان سے مقابلہ کرتے رہے، چرخ نیلگوں نے روئے زمین پر شجاعت و بہادری کے ایسے مناظر کم ہی دیکھے ہوں گے، جنگ کا سلسلہ جاری تھا عصر کا وقت ہو گیا دشمنوں کا سردار سہر دیو ٹیلوں کی آڑ میں چھپتا ہوا آپ کے بہت قریب پہنچ کر ایک نپا تلا تیر اس طرح مارا کہ آپ کے گلوئے مبارک میں ترازو ہو گیا، تیر لگتے ہی خون کے فوارے جاری ہوئے، پورا جسم خون سے تربتر ہو گیا، آپ اپنی وفادار گھوڑی (اسپ نیلی) پہ سوار تھے خون کافی بہہ جانے کی وجہ سے آپ پہ غشی طاری ہونے لگی آپ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، گھوڑی کی پشت سے آپ کا جسم لڑھکنے ہی والا تھا کہ سکندر دیوانہ نے بڑھ کر آپ کو سنبھالا اور گھوڑی سے اتار کر سورج کنڈ کے قریب مہوے کے درخت کے نیچے لٹا کر آپ کا سر مبارک اپنے زانو پہ رکھا اور زار زار رونے لگے، یہ وہی دیوانہ ہے جسے دنیا برہنہ شاہ بابا کہتی ہے، آپ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر ننگے سر ننگے پیر رہا کرتے تھے اور فقر میں ممتاز مقام حاصل تھا، ہاتھ میں ایک سونٹا لئے ہمیشہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کے جلو میں پیدل چلا کرتے تھے، حضرت غازی علیہ الرحمہ سے انھیں بے پناہ محبت تھی جس کی وجہ سے انھیں بارگاہ غازی میں خاص تقرب حاصل تھا، جس پر دوسرے لوگوں کو رشک آتا تھا۔

آج اس دیوانے پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی، کیونکہ وہ محبوب دلنواز جس کے وجود سے دل کی دنیا آباد تھی وہی لباس ہستی بدل کر آخرت کی منزل کی طرف محو خرام تھا، قوت صبر و ضبط جواب دے رہی تھی، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں تھیں، سسکنے کی آہٹ سے حضرت غازی علیہ الرحمہ نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں کھول دیں، لبوں پہ ایک دلنواز تبسم مچل رہا تھا اور زبان پہ نغمۂ توحید جاری تھا۔

ایسے ہی موقع کے لئے علامہ اقبال نے کہا ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم   چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اسی وجد آفریں کیفیت کے ساتھ چودہ رجب ۴۲۴ھ/۱۰۳۳ء کو جبکہ آپ کی عمر کے انیس سال پورے ہونے میں ابھی ایک ہفتہ باقی تھا، بروز اتوار عصر و مغرب کے مابین اپنے عاشق زار سکندر دیوانے کے زانو پہ سر رکھے ہوئے راہی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

موت خاصان خدا کے نزدیک انعام خداوندی ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست
روزے رخش بہ بینم و تسلیم می کنم

قرآنی آیت بل احیاء عند ربهم سے آپ کی تاریخ شہادت نکلتی ہے۔

۴۲۴ھ

ذیل کی رباعی سے سن ولادت اور سن شہادت نکلتا ہے۔

محبوب خدا بود امیر مسعود — در چار صد و پنج در آمد بہ وجود
تا مدت بست در جہاد افزود — در چار صد بست و چار رحلت فرمود

سالار کارواں حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد وہ چند رفقاء جو دشمنوں کی یلغار سے محفوظ تھے، آپ کے بعد زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دے رہے تھے، سو سو جان سے قربان ہونے کا جذبہ ان کے سینے میں مچل رہا تھا اور اس خیال سے کہ جب ہمارا سالار ہی دنیا میں نہیں رہا، جس کے لئے ہم نے ماں باپ بھائی بہن عزیز و اقارب کو چھوڑا، پیارے وطن زر و مال جائداد، عیش و آرام سب کچھ چھوڑ کر یہاں آئے تھے، اب اس کے بغیر ہمیں زندگی کا لطف ہی کیا؟ لہٰذا ہمیں بھی اس کی ڈگر پر چل کر اپنی جانیں راہ مولیٰ میں قربان کر کے سعادت اخروی سے سرفراز ہو کر وفاداری اور جاں نثاری کا تمغہ حاصل کر لینا چاہیے، چنانچہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کے یہ چند دیوانے

اپنی جانوں کی پرواہ کیئے بغیر دشمن پر ٹوٹ پڑے، دشمن چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر تیروں کی بارش شروع کردی یہ چند نفوس بھی تیروں کا شکار ہو کر شہید ہو گئے مغرب تک مسعودی لشکر کا ایک نفر بھی زندہ باقی نہ رہا۔

اے دل عشق ز پروانہ بیا موز
کہ آں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

چاند کے گرد ستاروں کے مثل سلطان الشہداء کے گرد جاں نثاروں کی لاشیں بے گور و کفن بکھری پڑی تھیں، سکندر دیوانہ وفور محبت میں سرکار غازی کا سر مبارک زانو پہ لیے بیٹھے تھے، تیروں کے وار ہوتے رہے، زخم پہ زخم سہتے رہے، مگر غیرت عشق نے ذرا بھی جنبش کی اجازت نہ دی اور اسی حالت میں اپنے محبوب کے قدم ناز پہ جان قربان کردی۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اللہ لوٹنے کی جائے ہے

اسپ نیلی حضرت غازی علیہ الرحمہ کی وفادار اور محبوب سواری تھی، اسے بھی اپنے آقا سے بے پناہ انسیت اور محبت تھی، آپ کی نعش مبارک کے قریب سوگوار کھڑی رہی، تیروں سے لہولہان ہو کر اس نے بھی اپنے آقا کے قدموں میں جان دے دی۔

سورج یہ خونی منظر دیکھنے کے بعد دامن مغرب میں منہ چھپا لیا، افق سے شفق کی سرخی بھی غائب ہو چکی تھی، رات کی سیاہ زلفیں کائنات کے رخ پہ بکھر چکی تھیں، ایک جانباز سالار اور اس کے چند جاں نثاروں کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں، بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ یہ چند نفوس قدسیہ جن کا رشتہ حیات منقطع ہو چکا ہے، اور ان کی بے گور و کفن لاشیں اپنی بے بسی و بے کسی کا منظر پیش کر رہی ہیں، لیکن قرآن ان کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

هرگز نه میرد آنکه دلش زنده شد بعشق ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

رات کا اندھیرا ہو جانے کے باوجود سہر دیو اور اس کے ساتھی باغ کے اندر گھس آئے، انھیں سلطان الشہداء کے جسد اطہر کی تلاش تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی نعش کو دشمنوں کے ناپاک ہاتھوں سے بچائے رکھا، اندھیرے میں وہ آپ کی نعش کو نہ پا سکے، سہر دیو میدان جنگ ہی میں رات گزارنا چاہتا تھا، لیکن یہ توہم پرست قوم تھی، اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا جہاں پہ مسلمانوں کا خون گرا ہو وہاں ہمارا ٹھہرنا قطعاً مناسب نہیں، اب ہمیں لوٹ چلنا چاہئے اور اپنے لشکر کی بھی خبر لینا چاہئے کہ کتنے مارے گئے، کتنے زندہ بچے، کتنے گھائل اور زخمی ہیں، کچھ ان کے علاج و معالجہ کی بھی فکر کرنی چاہئے کل پھر دن کے اجالے میں یہاں آئیں گے، سہر دیو اپنے ساتھیوں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے سب کو لے کر اپنے ڈیرے پر لوٹ گیا۔

مسلمان شہداء کی لاشوں کے بیچ میں دو تین زخمی مجاہدین غشی کی حالت میں بے حس و حرکت مردوں کے مثل پڑے تھے، لیکن انھیں جب کچھ ہوش آیا اور آنکھیں کھلی تو دیکھا کہ میدان دشمنوں سے خالی ہے، افتاں و خیزاں بہرائچ اس ڈیرے کی طرف چلے جہاں دشمنوں سے حفاظت کی غرض سے جنگ میں جانے سے قبل حضرت غازی علیہ الرحمہ نے سید میر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک حفاظتی دستہ دے کر نگراں مقرر کیا تھا کہ دشمنوں پہ نظر رکھیں، اب باغ میں سوائے شہداء کی نعشوں کے کوئی متنفس موجود نہ رہا صرف آپ کا وفادار کتا (سگ سنگھل) آپ کی نعش کے قریب کھڑا رہا اور رات بھر درندوں اور جنگلی جانوروں سے نعشوں کی حفاظت کرتا رہا، انھیں بھونک بھونک کر دور بھگاتا رہا، یہ کتا گویا سگ اصحاب کہف کے مثل تھا۔

زخمی مجاہدین موقع پا کر میدان جنگ سے اٹھ کر گرتے پڑتے کسی طرح بہرائچ مدیرے پہ پہنچے اور حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غازی علیہ الرحمہ کے شہید ہو جانے کی المناک خبر سنائی کیمپ کے اندر کہرام مچ گیا، حفاظتی دستہ کے سارے لوگ زار و قطار رونے لگے، حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کے ہم عمر

ہم مذاق ہم خیال مخلص اور بے تکلف دوست تھے، مزاج میں کافی یکسانیت تھی دلی اعتبار سے دونوں حضرات ایک دوسرے سے بہت قریب تھے، خبر شہادت سنتے ہی آپ کے دل پہ غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، شدت غم سے ہوش وحواس بجانہ رہے، صدمہ برداشت نہ کرسکے، بے ہوش ہوگئے، کچھ دیر بعد جب افاقہ ہوا اور دل پہ قابو پایا، فوراً سواری کا مطالبہ کیا، لوگوں نے اندھیری رات اور خطرات کی وجہ سے کچھ تامل سے کام لیا، آپ پہ اضطرابی کیفیت طاری تھی، فرمایا، تم لوگ میرا ساتھ دو یا نہ دو، مجھے ایک لمحے کی تاخیر گوارا نہیں، جن ظالموں نے ہمارے سالار کو شہید کیا ہے، میں ان سے انتقام لئے بغیر اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتا، خواہ اس کے لئے مجھے اپنی جان بھی گنوانی پڑے، سوچو تو صحیح جن کی الفت و محبت خون بن کر ہمارے رگ و ریشے میں دوڑ رہی ہے اور جس کے وجود کی بدولت ہماری زندگی زندگی تھی، اور دل کی دنیا آباد تھی، اب اس کے بغیر ہمیں جینا دشوار اور زندگی بے کیف ہے، صبح کے انتظار میں بیٹھ کر رات کاٹنا قیامت سر سے گزرنے کے مرادف ہے۔

لوگوں نے سمجھایا کہ حضور ہم آپ کے قدم بقدم چل کر راہ مولیٰ میں قربان ہونے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور آپ کے اشارہ ابرو پر مرمٹنا ہماری زندگی کا نصب العین ہے، ہم آپ کو تنہا چھوڑ دیں، ایسا ہم سے کبھی بھی نہیں ہوسکتا، ہم تو آپ کے تابع فرمان ہیں، لیکن ذرا صبر و ضبط سے کام لیجئے اور سوچئے، جنگ کا بھیانک ماحول، رات کا وحشتناک گھٹاٹوپ اندھیرا، ہر طرف جنگل اور ویرانہ، چاروں طرف ہو کا عالم، درندے بھی شکار کی تلاش میں اپنی کمین گاہوں سے نکل پڑے ہوں گے ہمارا جانی دشمن بھی گھات لگائے بیٹھا ہوگا، ایسے پرخطر ماحول میں نکلنا ہمارے لئے قطعاً مناسب نہیں، رات گزر جانے دیجئے، صبح آپ کے ہمرکاب ہوں گے، ہم بزدل نہیں، ہمارے سینوں میں شیر دل جوانوں کے جذبات مچل رہے ہیں، سرکار غازی علیہ الرحمہ کا خون ہماری جان سے زیادہ قیمتی ہے، اس کا بدلہ لئے بغیر ہم چین سے نہیں بیٹھ سکتے، حضرت غازی

علیہ الرحمہ سے ہماری محبت دیوانگی کی حد کو پہنچی ہوئی ہے، ہم تو ان کے نام پہ مر مٹنے کا حوصلہ لے کر ہی گھر سے نکلے ہیں، ان باتوں سے حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے مضطرب دل کو قدرے اطمینان ہوا اور رات میں نکلنے کے فیصلہ کو صبح کے لئے ملتوی کر دیا، لیکن ایک عاشق زار کے لئے رات کاٹنا بڑا دشوار کام تھا، ایک اہل دل کے لئے ایک ہی صورت تھی کہ یاد الٰہی میں مشغول ہو جائیں، چنانچہ آپ ایک گوشہ میں بیٹھ کر خدا کی عبادت میں محو ہو گئے، معبود برحق کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کے ساتھ سر جھکائے ہوئے عزم و استقلال اور ثبات قدمی کی دعائیں مانگتے رہے۔

خواب حقیقت: حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ صبح کے انتظار میں محو عبادت تھے، رات کے پچھلے پہر جبکہ باد سحر کے جھونکے چلنے لگے، آپ پہ غنودگی طاری ہو گئی آنکھ لگتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت ہی پر بہار سر سبز و شاداب خوبصورت مقام پر آراستہ و پیراستہ مرصع نورانی تخت بچھا ہوا ہے، جس پر حضرت غازی علیہ الرحمہ لباس شاہی میں ملبوس پوری وجاہت کے ساتھ جلوہ فگن ہیں اور آپ کے گرد مسعودی لشکر کے تمام شہدائے کرام شاداں و خنداں حلقہ بنائے بیٹھے ہیں، یہ خوبصورت منظر دیکھنے کے بعد حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نہایت پُر شوق انداز میں اس نورانی مجلس میں شریک ہونے کے لئے کوشش کرتے ہیں، قدم بڑھاتے ہیں، لیکن قدم نہیں اٹھتے، گھبرا کر حضرت غازی علیہ الرحمہ کو آواز دیتے ہیں، جواب ملتا ہے ابھی تمھیں اس مجلس میں آنے کے لئے انتظار کرنا ہوگا، پھر مجلس برخاست ہو گئی اور سرکار غازی علیہ الرحمہ گھوڑی پر سوار ہو کر کسی طرف جانے لگے، حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ پکارتے ہیں اور پوچھتے ہیں بندہ کے لئے کیا حکم ہے، حکم ہوتا ہے میرا ظاہری جسم سورج کنڈ کے باغ میں مہوہ کے نیچے چبوترے پر ہے، اسے وہیں دفن کر دو، سکندر دیوانے کو بھی میرے برابر مغرب جانب دفن کر دینا، میری گھوڑی جس جگہ ہے وہیں دفن کر دینا، نیز فرمایا کہ میرا قاتل سہر دیو تمھارے مقابلہ میں ضرور آئے گا تم اسے تہ تیغ کر دینا، تمہارے ہاتھوں ہی اس کا

قتل ہونا مقدر ہو چکا ہے، بالآخر تمہیں بھی جام شہادت نوش کر کے ہمارے پاس آنا ہے"
اتنا سننا تھا کہ آپ کی آنکھ کھل گئی، خواب کا منظر نگاہوں میں ناچ رہا تھا، اب مزید تاخیر صبر سے باہر تھی، حضرت غازی علیہ الرحمہ کے حکم کی تعمیل کے لئے مضطرب ہو گئے، فوراً غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور اپنے حفاظتی دستہ کو لے کر باغ میں پہنچے، حسب الحکم سلطان الشہداء کے جسد اطہر کو درخت مہوہ کے نیچے چبوترہ پر دفن کیا اور سکندر دیوانہ کو آپ کے برابر پچھم جانب دفن کیا اور دیگر شہداء کی لاشوں کو سورج کنڈ میں دفنا کر اوپر سے مٹی ڈال دی تاکہ کسی دشمن کو شہیدوں کی نعش کے ساتھ گستاخی اور بے حرمتی کا موقع نہ ملے۔

چونکہ خواب میں آپ کو اپنی شہادت کی بشارت مل چکی تھی، اس لئے سکندر دیوانہ کی قبر کے متصل پہلے ہی اپنے لئے بھی ایک قبر تیار کرائی، سہر دیو لشکر مسعودی پہ کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا، جب اسے خبر ہوئی کہ لشکر مسعودی کے کچھ افراد ابھی زندہ ہیں تو سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے بڑی تیزی سے اپنا فوجی دستہ لے کر میدان جنگ میں آ پہنچا اور ادھر سے حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اور مردمیداں بن کر پورے عزم و ہمت کے ساتھ دعوت مبارزت دی اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی اور غیظ و غضب میں سہر دیو پہ تلوار سے ایسا کاری وار کیا کہ چشم فلک نے دیکھا کہ قاتل غازی کا سر تن سے جدا تھا اور پورا جسم زمین پر تڑپتے تڑپتے ڈھیر ہو گیا، جنگ کا سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ آپ بھی لڑتے لڑتے دشمن کے ہاتھوں پندرہ رجب ۴۲۴ھ/۱۰۳۳ء بروز دوشنبہ شہید ہو گئے، رفقاء نے حسب وصیت پہلے سے تیار کی گئی قبر میں دفن کیا اور پھر سب کے سب یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے، کوئی متنفس زندہ و سلامت نہ بچا، صرف دو تین خادم جو میدان جنگ میں زخمی پڑے رہ گئے تھے وہی اچھے ہونے پر آپ کے مزار کی خدمت و حفاظت میں آ کر مشغول ہو گئے اور یہاں اپنی عمر گزار دی۔

صاحب مرأۃ مسعودی رقم طراز ہیں۔

الغرض ازیں کار دریکپاس روز فارغ شد آنزماں خبر بکفار رسید کہ لشکر اسلام باز

بدستور سابق درمیدان جنگ موجود ایستادہ است رائے سہر دیو چوں مار پیچیدہ با جمیع کفار مسلح شدہ متوجہ بجنگ گشت چوں فوج کافراں نمودار شد میر سید ابراہیم یک قبر متصل سکندر دیوانہ برای خود موجود ساختہ درمیداں برآمد طرفین جواناں بجنگ پیوستند جنگ عظیم شد آخر میر سید ابراہیم اسپ خودرا تاخت واز اں طرف رای سہر دیو برآمدہ اتفاقاً میر مذکور رائے سہر دیورا تہ تیغ آوردہ بیجان ساخت وخود نیز شہید شد میر مذکور را برداشتہ در قبرگاہ آوردند وموافق وصیت او درہماں قبر کہ حضور خود ساختہ رفتہ بود میر سید ابراہیم رانیز مدفون ساختند بعد ازاں خود ہم شہید شدند ہیچ کس از مردم زندہ نماند طرفین درمیداں کشتہ شدن مگر خدمتگار و دوسہ غلام سلطان الشہداء کہ زخمی ماندہ بود چوں بہ شدند در جاروب کشی آستانہ متبرکہ عمر خود صرف کردند۔

پھر کچھ دنوں کے بعد حاجی سید احمد اور حاجی سید محمد جو حضرت غازی علیہ الرحمہ کے مقربین میں سے تھے اور سترکھ میں قیام پذیر تھے، آپ کا غیبی اشارہ پاکر بہرائچ آئے اور پوری عقیدت ومحبت کے ساتھ آپ کے آستانہ کی خدمت میں مصروف ہوگئے، ان پہ آپ کی خاص نظر کرم رہتی، ان دونوں حضرات نے بکمال محبت پوری زندگی آستانہ غازی کی خدمت اور جاروب کشی میں گزاردی۔

سیرت و اخلاق: حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ پاکیزہ سیرت، بلند اخلاق اور عالی ہمت تھے، قدرت نے بڑی فیاض طبیعت عطا فرمائی تھی، ہر ملنے جلنے والے اور لشکریوں، فوجیوں کو انعام واکرام سے نوازتے رہتے، کبھی کسی کو محروم نہ کرتے، حسب ضرورت ولیاقت اسپ جواہر وخلعت وشمشیر وخنجر عطا فرماتے، آپ کی جود وسخا دیکھ کر لوگ آپ کو فخر حاتم کہتے، آپ بہت خوش تقریر تھے، فصیح وبلیغ انداز میں گفتگو فرماتے اور ہر قسم کی روزمرہ اصطلاحات کا برمحل استعمال ہوتا، مجلس مذاکرہ میں مختلف امور وعلوم کے متعلق گفتگو ہوتی، کبھی امور سلطنت اور طریق جنگ موضوع بحث ہوتے، کبھی سلوک ومعرفت کا تذکرہ چلتا، کبھی شعر وادب اور دیگر علوم وفنون کے متعلق گفتگو ہوتی،

ایسے نکات بیاں فرماتے کہ اہل مجلس حیرت میں ڈوب جاتے، تقویٰ شعاری اور پرہیز گاری میں یکتائے روزگار تھے، ہمیشہ باوضو رہتے، نماز پنجگانہ کو وقت پر ادا کرنے کا التزام رکھتے، کثرت سے نوافل پڑھتے، آپ کا ظاہر و باطن نہایت پاکیزہ اور صاف تھا، مزاج میں حد درجہ نظافت و نفاست تھی، جائے نشست و برخاست نہایت صاف ستھری ہوتی، لباس نفیس اور صاف و شفاف ہوتے، عطر و خوشبو کا نہایت شوق اور پان کا بہت ذوق تھا، جمال محمدی آپ کے چہرۂ انور سے ٹپکتا تھا۔

آپ کی مجاہدانہ زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اعتراف کئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا کہ یقیناً آپ نے فکر و بصیرت، تدبر، اعلیٰ ظرفی اور بھرپور قائدانہ صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے ہیں، ایک عظیم فوج آپ کے زیر کمان ہے، جن میں اکثر لوگ عمر میں آپ سے بڑے ہیں، لیکن کوئی ایک فرد بھی آپ سے کبیدہ خاطر اور بددل نظر نہیں آتا، یہ آپ کی اعلیٰ قائدانہ صلاحیت کا ثبوت ہے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

شجاعت و بہادری: ۔حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ جس طرح اپنے دیگر اوصاف میں امتیازی شان رکھتے تھے، اسی طرح شجاعت و بہادری میں بھی ممتاز تھے، کیوں نہ ہو آپ کو تو شجاعت و بہادری اولوالعزمی اپنے جد امجد حضرت شیر خدا فاتح خیبر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ورثہ میں ملی تھی، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے جس گھر کا ہر ایک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

آپ ایک بارعب حکمراں سلطان محمود غزنوی کے بھانجے اور اس کے مقرب عزیز اور اس کی فوج کے معتمد اور پروقار افسر کے اکلوتے بیٹے تھے، کتنے ناز و نعم میں آپ کی پرورش ہوئی ہوگی، وہ ظاہر ہے، آپ چاہتے تو پوری زندگی ایک شہزادے کی طرح

گزارتے، قدم قدم پر خدام حاضر ہوتے، اسباب عیش و عشرت فراہم ہوتے اور جوانی کی امنگوں میں ڈوب کر دادِ عیش دیتے، لیکن عیش و عشرت کی زندگی آپ کی افتاد طبع کے خلاف تھی، قدرت نے آپ کے سینے میں ایک مجاہد اور غازی کا دل دے کر پیدا کیا تھا، دینی حمیت و غیرت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی، عیش و عشرت کی زندگی کیونکر راس آتی تیرہ چودہ سال کی عمر میں سلطنت غزنویہ سے بے نیاز ہوکر مصائب و شدائد کی پرواہ کئے بغیر پر ہیبت پہاڑوں، خطرناک دریاؤں، طول وطویل مسافتوں کو طے کرتے ہوئے اور قدم قدم پر مخالف طاقتوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور عظمت اسلام کا جھنڈا لہراتے ہیں۔

آپ کی پوری زندگی عزم واستقلال جوانمردی اور ثبات قدمی کی زندہ مثال ہے، معرکہ بہرائچ سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پورا منظر نگاہوں میں لائیے تو دل لرز اٹھتا ہے، تمام جاں نثار رفقاء بے یارومددگار وطن سے دور نرغۂ اعداء میں گھر کر ایک ایک کرکے شہید ہوجاتے ہیں، ان کی بے گوروکفن لاشیں آپ کی نگاہوں کے سامنے پڑی ہیں، کس قدر دل ہلادینے والا قیامت خیز منظر ہے، آپ کے دل پر کیا گزری ہوگی پھر بھی آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی، نہایت عزم وہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے کہ ”ہر چہ بادا باد کشتی در آب انداختیم“ اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض انجام دیتے ہیں۔

آپ حرص وطمع سے پاک نہایت فیاض، سیر چشم وسیع النظر، عالی ظرف، خلوص و محبت اور حسن اخلاق کے پیکر جمیل تھے، یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کے جان ودل سے گرویدہ تھے مرکزی حکومت سے تعاون لئے بغیر جب آپ نے جہاد ہند کا قصد فرمایا تو لوگ بغیر دنیاوی منفعت کے جوق در جوق آپ کے ساتھ ہوگئے۔

آپ کی ایمانداری، انصاف اور راست بازی سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ جب آپ کو غلہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو مفت نہیں لیا بلکہ واجبی قیمت ادا کی اور زمینداروں

کے انکار کے باوجود بطور پیشگی واجبی قیمت ادا کی۔

آپ طبعاً امن پسند اور صلح جو تھے، کبھی بھی جنگ کے لئے پیش قدمی نہیں کی جب بہرائچ کے راجگان نے آپ پہ زور ڈالا کہ بہرائچ چھوڑ کر چلے جائیں ورنہ پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں، اس کے جواب میں آپ نے صلح و آشتی کے پیش نظر عارضی صلح کی پیشکش کی جسے قبول نہیں کیا گیا۔

میرٹھ اور قنوج کے راجگان نے حسن سلوک کا برتاؤ کیا تو آپ نے بھی ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، آپ کی مروت اور رواداری کی یہ بھی ایک مثال ہے کہ کوہ جملہ کے راجگان جوگی داس، گوبند داس نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے جواب ارسال فرمایا کہ میں ملاقات سے روکتا نہیں مگر زحمت اٹھانے سے کیا فائدہ، آپ لوگ میری طرف سے مطمئن رہیں، لیکن جب آپ کو بہت زیادہ مجبور کر دیا گیا تو سیاسی ضرورتوں اور عدل وانصاف کی بنا پر اپنے یا اپنے رفقاء کے ساتھ زیادتی اور سختی کرنے والوں کو سزا ضرور دی جیسا کہ آپ نے قصبہ راول کے راجہ شیوکن کے اوپر چڑھائی کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچایا ورنہ عفو و درگذر آپ کی عام پالیسی تھی، اس کی تائید زہر آلود ناخن تراش پیش کرنے والے حجام کے واقعہ سے ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے والد محترم سے سفارش کی کہ اس گستاخ حجام کو جو دوسروں کے بہکاوے میں آکر اس جرم کا ارتکاب کیا ہے، معاف کر دیا جائے۔

آپ اسلام کے اصول وقانون کے پابند تھے، اسلام نے ظلم وزیادتی اور دین میں جبر واکراہ کی قطعاً اجازت نہیں دی، اسلام کی تعلیم ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ) یعنی دین میں زبردستی نہیں درست راہ گمرہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے، مگر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ

لِلتَّقْوٰی (المائدۃ) اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔

اسلام میں تبلیغ کی تلقین ضرور کی گئی ہے مگر اس حکم کے ساتھ کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (النحل) یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعہ بلاؤ اور بہت پسندیدہ طریقہ سے بحث کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں بھی ان تعلیمات کے بھرپور عملی نمونے موجود ہیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں جب پورا جزیرۃ العرب آ گیا تو نجران کے عیسائیوں کے ساتھ آپ کا پہلا معاملہ ہوا آپ نے ان کو یہ حقوق دیئے کہ نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کی عورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ عورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف یا راہب اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا، ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ فوجی خدمت لی جائے گی، نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی، نہ ان پر ظلم ہوگا جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط کئے گئے ہیں ان کی پابندی کی جائے گی، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ۷۲ مطبوعہ مصر)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب حضرت خالد بن ولید نے حیرہ کو فتح کیا تو اہل حیرہ کو یہ ضمانت دی گئی کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ ڈھائے جائیں گے اور نہ ان کے عید کے دن ان کو ناقوس بجانے اور صلیبیں نکالنے سے روکا جائے گا۔ (کتاب الخراج ص ۸۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں کے عیسائیوں کو یہ حقوق دیئے کہ ان کی جان کی امان ہوگی، ان کے گرجوں میں سکونت اختیار نہ کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے اور نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے معاملہ میں ان پر جبر کیا جائے گا، نہ ان کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ (طبری ج ۵، ص ۲۴۰۵)

انھیں اسلامی تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ نے بالا رکھ بت توڑنے سے منع فرمایا آپ کی پوری زندگی رواداری اور تعصب سے پاک عمل و کردار کا نمونہ ہے۔

روحانی مقام

سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کمال ظاہر و باطن کا دلکش انسانی نمونہ تھے، دن کے مجاہد اور غازی تھے، تورات کے عابد و زاہد تھے، معرفت خداوندی اور محبت الٰہی کے نور سے آپ کا سینہ معمور تھا، تقرب الی اللہ کا درجہ آپ کو حاصل تھا، پھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد فرما کر شہید فی سبیل اللہ کا بلند مقام حاصل کرلیا اور روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہو گئے۔

رتبہ شہید عشق اگر جان جایئے
قربان ہونے والے پہ قربان جایئے

آپ کی روحانی عظمت کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھیں خدائے تعالیٰ نے چشم بصیرت اور دل بینا عطا فرمایا ہے۔

لطائف اشرفی مترجم جلد سوم ص ۲۸ پر مرقوم ہے، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اتفاقاً حضرت سالار کے مزار مبارکہ کی زیارت کے لیے بہرائچ جانے کا اتفاق

ہوا، شرف زیارت کے بعد حضرت سید جعفر (امیر ماہ) کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ فقیر اور سید مذکور تفریح کے طور پر میدان سے گزر رہے تھے کہ حضرت خضر سے ملاقات ہوگئی، ہم آپس میں علوم دینی سے استفادہ کررہے تھے، ناگاہ عزازیل ظاہر ہوا اور ہم سے مصافحہ کیا اور اپنے واقعات رجامت سے کچھ بیان کیا، ایک پہر کے قریب اس ماجرا میں گزرا تھا کہ حضرت خضر چند صورتوں میں متمثل ہوئے کبھی بوڑھے کی صورت میں کبھی جوان کی صورت میں اور کبھی بچے کی صورت میں۔

سید موصوف اشرف الاشرف الجیلانی حیات غوث العالم سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ص ۱۶۴ پر رقم طراز ہیں۔

حضرت غوث العالم بہرائچ بھی تشریف لے گئے، ایک مرتبہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر تشریف فرما تھے، ایک دن میں ستر بار حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے جتنی ملاقاتیں بہرائچ شریف میں ہوئی ہیں روئے زمین پر کہیں نہیں ہوئیں ہیں، اس کے بعد آپ سید جعفر بہرائچی کی خدمت میں گئے اور ان سے ملاقات فرمائی، صوفی عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ در غازی پہ فیروز شاہ کی حاضری کا واقعہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں، پس جاننا چاہیے کہ ظاہری بدن کے انتقال کے بعد ہدایت دینا اور خصوصا بادشاہوں کے دلوں پر تصرف کرنا سلطان الشہداء کے کمالات میں سے ہے۔

(مرأۃ الاسرار ص ۴۵۹)

آگے لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں شیخ مرتضٰی حضرت میر سید سلطان کے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ میر سید سلطان بہت سفر کرنے کے بعد حضرت شیخ علاء الدین چشتی مذکور کی اجازت سے بارہ سال تک حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے متصل پرانے قبرستان میں ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہے، لیکن کامیابی نہ ہوئی، ایک دن وہ حیران و پریشان

قبر کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی کو جو مرض برص میں مبتلا تھا، جاتے دیکھا اچانک ایک خوب صورت نوجوان تیز گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا اس سوار نے اس کے چند چابک مارے جس سے وہ گر گیا، لیکن وہ بدستور اسے چابک مارتا رہا، حتیٰ کہ اس کی برص سے خراب شدہ کھال نکل گئی، اور نئی تندرست کھال نمودار ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ بیمار ہی نہیں تھا، میر سید سلطان اس واقعہ سے بہت حیران ہوئے اور اس جوان کے پاس جا کر ماجرا دریافت کیا، انھوں نے فرمایا کہ اس مریض نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر جا کر صحت کے لیے استدعا کی تھی اور آنحضرت نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا کام کردو، چنانچہ میں نے آکر اسے بیماری سے نجات دلائی، انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، فرمایا میں وہ شخص ہوں کہ ہر شخص کی ولایت کو میری ولایت سے حصہ ملتا ہے اور مجھے سالار مسعود کہتے ہیں اور میرا مقام بہرائچ ہے، یہ کہہ کر گم ہو گئے، اس کے بعد میر سید سلطان کمال شوق اور بے قراری سے بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے اور مدت دراز تک آپ کے آستانہ پر مقیم رہے حتیٰ کہ مطلوب حقیقی تک باریابی ہو گئی۔

مزید لکھتے ہیں:

میں نے قطب الولایت میر سید علی قوام قدس سرہ کے ملفوظات میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے اکمل خلفاء مثلاً شاہ موسیٰ وغیرہ کو وصیت کی کہ حصول قرب احدیت کے لیے سالار مسعود کی روحانیت کی طرف توجہ کرنا چاہیے، کیونکہ ان کی روح پاک آفتاب کی طرح عارفین پر چمکتی ہے اور یہ قوم (صوفیا) ان سے فیض حاصل کرتی ہے۔

(مرآۃ الاسرار ص ۴۶۰)

اکثر اہل بصیرت اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد ملک ہندوستان میں جو کوئی مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوتا ہے، آپ کی متابعت پر مامور ہو جاتا ہے۔

(مرآۃ الاسرار ص ۴۶۰)

تاریخ مرأۃ سکندری میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ محبوب عالم گجراتی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب اکثر لوگ اپنی حاجات قطب الاولیا حضرت خواجہ معین الدین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، حضرت خواجہ ان کو سالار مسعود غازی کی روحانیت کے حوالہ کر کے خود آزاد ہو جاتے ہیں۔ (مرأۃ الاسرار ص ۴۴۰)

ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں۔

آپ کے دل پر تجلی ذات کا استغراق اس شدت سے طاری رہتا تھا کہ تمام موجودات میں آپ مطلوب حقیقی کا مشاہدہ کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۴۴۱)

نقل ہے کہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا اس نے پوچھا کہ یہ کیا رسم ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر میں لوگ حضرت سلطان الشہداء کی قبر بناتے ہیں، حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایسا تصرف کمال حضرت سالار مسعود غازی کو دیا ہے کہ اگر تمام آدمی دنیا کے ہر گھر میں ان کی قبر بنالیں، تو بھی اپنے تصرف ولایت سے سب جگہ حاضر ہوں اور فیض پہنچائیں۔ (مرأۃ مسعودی فارسی ص ۴۷)

مولوی عنایت حسین بلگرامی حضرت سرکار غازی علیہ الرحمہ کی روحانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت مسجع اور مقفی عبارت میں تحریر فرماتے ہیں۔

سلطان الشہداء جام مشاہدۂ الٰہی سے سرشار، کون ومکاں سے بے خبر، احکام الٰہی سے خبردار، جو حکم خدا پاتے عمل میں لاتے، یوسفی جمال تھے، فرشتہ خصال تھے علماء امتی کانبیاء نبی اسرائیل آپ کی شان تھی، عقل رسا حیران تھی، ظاہر میں ہزاروں پرستار زلیخا وار، لاکھوں خدمتگار جاں نثار، باطن میں فرشتے تابعدار، گوش دل متوجہ الہام پروردگار، ظاہر احکام شریعت میں درست جہاد پر چشت، باطن میں شراب وحدت سے مخمور ماومنی سے دور، ظاہر میں مظہر جلال سے احتراز، باطن میں عالم صلح جلال وجمال سے ہمراز، اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات بابرکات کو اوصاف باطن سے آراستہ فرمایا تھا۔ (ایضاً ص ۴۱)

شارح بخاری حضرت علامہ الحاج مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تذکرۂ غازی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فاتحین نے سرخم کرائے، عرفانے دل جیتے، یوں اسلام پھیلا، مگر اسلام کی اشاعت کرنے والوں میں کچھ ایسے بھی مردان خدا کا تذکرہ ملتا ہے، جو بیک وقت ان دونوں ہتھیاروں سے لیس تھے، تلواروں کی کاٹ ایسی تھی کہ جو اس کی زد پر آیا دونیم ہوا نگاہ ایسی پر تاثیر کہ جس پر پڑی وہ بندۂ بے دام ہوگیا، انھوں نے تلواروں کی دھار سے سروں کو جھکایا اور نگاہوں کی مقناطیسیت سے دلوں کو موم کیا، انھیں پاک نہاد افراد میں حضرت سید سالار مسعود غازی شہید قدس سرہ بھی ہیں۔

ادیب شہیر حضرت علامہ بدر القادری رقم طراز ہیں۔

حضرت غازی میاں علیہ الرحمہ والرضوان سرزمین ہند پر مبلغین اسلام کے مقدمۃ الجیش بن کر آئے، وہ شجاعت و بسالت کے ساتھ ساتھ روحانیت و ولایت کے بھی تاجدار تھے۔

■❖■

سلاطین ہند آئے اس در پہ گدا بن کر

سلطان محمد شاہ تغلق در غازی پہ: سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا روحانی مقام اتنا بلند ہے کہ حکومت و سلطنت کے تاجدار اور روحانیت و ولایت کے علمبردار عقیدت و محبت کے ساتھ حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا ہے اور کرتے ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی (ضیاء الدین برنی) کے صفحہ ۴۹۱ پر تحریر ہے۔

سلطان محمد بعد فراغ فتنہ عین الملک از بنگر مؤعزیمت ہندوستان فرمودو در بہرائچ رفت و سپہ سالار مسعود شہید را کہ از غزاۃ سلطان محمود سبکتگین بود زیارت کرد و مجاوران روضۂ اور اصدقات بسیار دادو در بہرائچ احمد ایاز را نامزد فرمود۔

ابن بطوطہ اور محمد شاہ تغلق: دنیا کے عظیم ترین سیاح ابن بطوطہ نے اپنے مشہور سفرنامہ میں لکھا ہے کہ پھر بادشاہ (محمد شاہ تغلق) نے بہرائچ کی طرف جانے کا ارادہ کیا یہ ایک خوب صورت شہر دریائے سرجو کے کنارے واقع ہے، سرجو ایک بڑا دریا ہے جو اکثر اپنے کنارے گراتا رہتا ہے، بادشاہ نے شیخ سالار کی قبر کی زیارت کے لیے دریا پار کیا، شیخ سالار نے اس نواح کے اکثر ملک فتح کیے تھے، اور ان کی بابت عجیب عجیب باتیں مشہور ہیں، لوگوں کے دریا پار ہوتے وقت بڑی بھیڑ ہوئی، چنانچہ ایک بڑی کشتی جس میں تین سو آدمی تھے، ڈوب گئی اور ان میں سے ایک عرب جو امیر غدا ہمراہ تھا، بچ گیا، ہم ایک چھوٹی کشتی میں تھے، اس سبب سے اللہ نے ہمیں بچالیا، اس عرب کا نام جو ڈوبنے سے بچ گیا تھا سالم تھا اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا، اس کا ارادہ تھا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھے لیکن ہماری کشتی ذرا آگے بڑھ آئی تھی، اس سبب سے وہ بڑی کشتی میں بیٹھ گیا تھا، جو ڈوب گئی، جب وہ دریا سے نکلا تو

لوگوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری کشتی میں تھا، اس لیے ہمارے ساتھیوں میں شور مچ گیا، سب لوگوں نے خیال کیا کہ ہم بھی ڈوب گئے۔ لیکن جب انھوں نے ہمیں صحیح وسالم دیکھا تو ہم کو مبارک باد دی پھر ہم نے شیخ سالار کی قبر کی زیارت کی، ان کا مزار ایک برج میں ہے، لیکن میں اژدحام کے سبب سے اس کے اندر داخل نہ ہوسکا، پھر اس نواح میں ہم بانس کے جنگل میں داخل ہوئے تو ہم نے گینڈا دیکھا، لوگوں نے اس کو مارا اور اس کا سر لائے وہ ہاتھی سے چھوٹا تھا، لیکن سر اس کا چندر در چند ہاتھی کے سر سے بڑا تھا۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ مترجم ص۱۹۱)

سلطان فیروز شاہ در غازی پہ: خواجہ شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی حصہ پنجم کے پہلے باب میں رقم طراز ہیں۔

واضح ہو کہ سلطان فیروز شاہ حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین عبسہ، حضرت شیخ فریدالدین اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

بادشاہ نے اپنے تمام عہد حکومت میں اولیائے کرام کی متابعت کی، چنانچہ آخر زمانے میں حلق بھی کیا بادشاہ ہر وقت اولیا کی پیروی اور ان کی محبت کا دم بھرتا رہا اور چالیس سال کامل انھیں بزرگان دین کی پیروی میں حکومت کی، فیروز شاہ ہر سفر سے قبل تمام مشائخ و اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، مختصر یہ کہ بادشاہ نے ۷۷۶ ہجری میں بہرائچ کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر بندگی سید سالار مسعود کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔

بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی، سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ اب پیری کا زمانہ آگیا، بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے، صبح کو بادشاہ نے حلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت و اتباع میں اس روز اکثر خانان و ملوک نے سر منڈایا۔

آستانہ غازی پہ فیروز شاہ وامیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ:

آستانہ غازی علیہ الرحمہ پہ فیروز شاہ کی حاضری کے متعلق صاحب مرأۃ مسعودی ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

جن دنوں سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ کی جنگی مہم میں مصروف تھا، اسی دوران ایک روز اس کی والدہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی، اتفاقاً اس کی نظر ایک ایسے جلوس پہ پڑی جس میں لوگ نیزے اور رنگ برنگ کے جھنڈے نشان وعلم لیے ہوئے اچھلتے کودتے گاتے بجاتے جارہے تھے، اس دھوم دھام کو دیکھ کر فیروز شاہ کی والدہ کو بڑی حیرت ہوئی، پوچھا اتنے ذوق وشوق کے ساتھ جلوس لے کر لوگ کہاں جارہے ہیں اسے بتایا گیا کہ یہ لوگ روحانیت کے تاجدار سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے آستانہ پہ حاضری کی غرض سے بہرائچ جارہے ہیں، جہاں سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، وہ اتنے بڑے باکرامت شہید فی سبیل اللہ ہیں کہ ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکلوں سے نجات عطا فرماتا ہے، مشہور ہے کہ ان کے آستانے سے اندھوں کو آنکھیں، کوڑھیوں اور جذامیوں کو شفا ملتی ہے یہ بات سن کر فیروز شاہ کی والدہ کے دل میں حضرت غازی علیہ الرحمہ کی محبت وعقیدت پیدا ہوگئی اور اسے خیال پیدا ہوا کہ جب وہ اتنے صاحب تصرف اور مقرب بارگاہ رب العزت ہیں تو کیوں نہ اپنے بیٹے کی کامیابی اور فتح کے لیے ان کی روحانیت کی طرف رجوع کیا جائے، چنانچہ اس نے سرکار غازی علیہ الرحمہ کی دہائی دیتے ہوئے دل میں یہ نیت کرلی کہ اگر میرا بیٹا فتح مند ہوکر آئے گا تو اسے ضرور آپ کے آستانے پر حاضری کے لیے بہرائچ بھیجوں گی، ادھر والدہ بیٹے کی کامیابی کے لیے سرکار غازی علیہ الرحمہ کی دہائی دے رہی تھی ادھر بادشاہ کی فوج شکست کے قریب پہنچ چکی تھی، معاً کسی غیبی طاقت نے سہارا دے کر کامیاب و کامران بنادیا، فتح ونصرت نے بادشاہ کے قدم چومے، بادشاہ مظفر ومنصور گھر لوٹا تو اس کی والدہ نے کہا کہ بیٹے آج تم ایک بہت مشکل جنگی محاذ سے فتح مند ہوکر لوٹے ہو، میرا

وجدان کہتا ہے، تمھاری تمام تر یہ کامیابی اور فضل خداوندی سرکار غازی علیہ الرحمہ کی روحانی تائید کی بدولت ہے، اس لیے جلد از جلد ان کی بارگاہ میں حاضر ہوکر خراج عقیدت پیش کر کے اپنی نیازمندی کا ثبوت دو۔

فیروز شاہ کو پہلے ہی سے اللہ والوں سے یک گونہ محبت وعقیدت اور تعلق خاطر تھا والدہ محترمہ کا حکم پاکر اس کے دل میں بھی حضرت غازی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ دہلی سے سفر کر کے بہرائچ پہنچا، لیکن جب مزار پاک کے قریب پہنچا تو کچھ بدبختوں نے سلطان کو بدگماں کر دیا کہ اس مقبرہ میں حضرت غازی علیہ الرحمہ کا جسد اطہر مدفون نہیں ہے، بلکہ وہ کہیں نامعلوم مقام پر ہے، یہاں ان کی اصلی قبر نہیں ہے، سلطان کو سخت تردد ہوا، کشمکش اور تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ آخر حقیقی قبر کہاں ہے، خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی عارف کامل صاحب باطن مل جاتا تو وہ اپنے نور باطن اور کشف کے ذریعہ ہماری صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔

تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت بہرائچ میں عارف باللہ ولی کامل صاحب کشف وکرامت حضرت سید افضل الدین ابو جعفر امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان سے ملاقات کی جائے تو یقیناً وہ صحیح رہنمائی اور نشاندہی کر سکتے ہیں، سلطان بذات خود حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مدعا بیان کیا، حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق فرمائی کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کی اصلاً مزار وہی ہے، جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں کیونکہ اسی مزار سے نکل کر تمھاری امداد کے لیے فلاں تاریخ اور فلاں دن ٹھٹھہ کی طرف تشریف لے گئے تھے اور پھر مہم سر ہونے کے بعد واپس ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ اسی مزار میں داخل ہوئے، سلطان نے جب شاہی روزنامچہ دیکھا تو بعینہٖ جنگ کی وہی تاریخ درج تھی، جو امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی تھی، سلطان کو پورا یقین ہو گیا کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کی قبر جہاں مشہور ہے وہیں ہے، پھر بادشاہ نے امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں آستانہ غازی پہ حاضری کی خواہش ظاہر کی تو حضرت امیر ماہ رحمۃ

اللہ علیہ فیروز شاہ کو ساتھ میں لے کر چل پڑے۔

حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ملتا ہے کہ جب آپ بہرائچ میں چلتے تو انگلیوں کے بل چلتے پورا قدم نہ رکھتے، جب بادشاہ حضرت کی معیت میں آستانہ غازی پہنچا اور کہا کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کی کچھ کرامتیں بتائیے، حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ اس سے بڑی کرامت اور کیا چاہتے ہو کہ مجھ سا فقیر اور تم سا باجبروت بادشاہ دونوں گداگر کی حیثیت سے حاضر ہیں، دربانی کر رہے ہیں، بادشاہ اس بات سے بہت محظوظ ہوا اور اکتساب فیض کی غرض سے کچھ دنوں آستانہ غازی پہ قیام کیا۔

در غازی پر اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری:

۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء تا ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء کے درمیانی زمانہ میں اورنگ زیب عالمگیر شاہ دہلی سے بہرائچ آیا، قلعہ درگاہ شریف سے باہر شمال مغرب گوشہ پر مسجد عالمگیری کے نام سے تعمیر کرائی جو اس کی یادگار ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ غازی میاں کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

التمش کا بیٹا نصیر الدین محمود دہلی کے خانوادے کا اولین شہزادہ تھا، جس نے بہرائچ میں اقامت اختیار کی، اس کے صوبہ داری کے زمانہ میں بہرائچ کے اطراف میں مسلمانوں کی بستیاں قائم ہوئیں، لیکن منہاج سراج نے شاہزادے کے جو حالات لکھے ہیں، ان میں سالار مسعود کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ کا بیان ہے۔

کہ سالار مسعود کے مزار پر پختہ عمارت سب سے پہلے نصیر الدین محمود نے تعمیر کرائی تھی، اور محمد بن تغلق ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء دہلی کا اولین سلطان تھا، جو مزار کی زیارت کے لیے آیا تھا، فیروز شاہ تغلق بھی زیارت کے لیے ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء میں بہرائچ آیا تھا، وہ یہاں کے روحانی ماحول سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے درویشوں کی طرح سر بھی منڈا لیا، اور آخرت کے خیال میں مگن رہنے لگا۔

(ارخ: تاریخ فیروز شاہی عفیف ص۳۷۲)

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بعض عمارتیں، کنویں، قبرستان اور برآمدے تعمیر کرائے تھے، برصغیر میں سالار مسعود کا مقبرہ ایک مقبول ترین زیارت گاہ ہے، ہر سال لاکھوں ہندو اور مسلمان یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں، غازی میاں (جو بالا میاں، بالا پیر، ہٹیلہ پیر وغیرہ کے ناموں سے بھی معروف ہیں) کی داستان شمالی ہند کی ثقافتی زندگی خاص طور سے مشرقی اتر پردیش بہار اور مشرقی بنگال بنگلہ دیش کے دیہات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے، عوام میں ان کے متعلق کئی لایعنی حکایات مشہور ہیں، لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ان کی شہادت اس وقت ہوئی جبکہ ان کی شادی کی تقریبات ہو رہی تھیں، اس لیے اس واقعہ نے دوہرے عرس کی شکل اختیار کر لی ہے، ان کی یاد میں بعض مقامات پر جیٹھ کے مہینے (مئی، جون) کی پہلی اتوار کو علموں (جھنڈوں) کے ساتھ عروسی جلوس نکالے جاتے ہیں، چونکہ اس تہوار میں بعض غلط رسوم شامل ہو گئی تھیں، لہٰذا سکندر لودھی ۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء تا ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء نے اس کو بند کر دیا، لیکن بعد میں پھر ہونے لگا، ایک دفعہ شہنشاہ اکبر نے پہچانے بغیر اس تہوار کو آگرہ کے نواح میں دیکھا تھا، غازی میاں کی شہادت کا دن ہر سال بارھویں تیرھویں اور چودھویں رجب کی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔

■❖■

کراماتِ غازی

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ہندوستان میں ان شہدائے اسلام میں سے ہیں جن کی ذات روحانی فیضان اور عظیم کرامتوں کا مرکز ہے، آپ کا روحانی فیضان ابر کرم بن کر خلق خدا پہ شب و روز برستا ہے، آپ کے آستانہ سے لاعلاج مریض شفا پاتے ہیں بالخصوص جذامی اور مبروص مکمل طور سے صحت یاب ہوتے ہیں آنکھوں سے محروم آنکھ جیسی بے بہا نعمت اور دولت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، آپ کے صدقے اور وسیلہ سے مانگی مرادیں ملتی ہیں، گونگے کو زبان بے اولاد کو اولاد عطا ہوتی ہے، درحقیقت آپ کی ذات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مظہر اور کرامات کا آئینہ ہے، قضائے حاجات اور مشکل کشائی کے لئے آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے، بلاتفریق مذہب وملت مسلم، غیر مسلم سبھی آپ کی بارگاہ سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اپنی خالی جھولیاں بھر کر جاتے ہیں۔

جاسو کی گود بھر گئی غازی کے فیض سے

حضرت غازی علیہ الرحمہ کی سب سے پہلی کرامت جو مشہور ہوئی وہ یہ ہے کہ موضع نگرور ضلع بہرائچ میں نند مہرا ہیر جو نگرمل کا چرواہا تھا، اس کی شادی ہوئے کئی برس ہو گئے تھے لیکن اس کے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، اس کی عورت جاسو کی گود ایک زمانہ تک خالی تھی، پاس پڑوس کے لوگ اسے بانجھ پن کا طعنہ دینے لگے، لاولدی کا غم مزید اس پر لوگوں کے طعنے زخم پر نمک کا کام کرنے لگے، وہ ہمیشہ غمگین اور رنجیدہ رہتی، ایک روز اسکی ساس بھی طعنہ دیتے ہوئے کہنے لگی کہ تو منحوس ہے میرے گھر سے دور ہو جا تو بانجھ ہے تیری کوکھ سے کوئی بچہ جنم لے یہ ناممکن ہے، میں اپنے لڑکے کی شادی دوسری جگہ کر دونگی تجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہیگا، عورت کے دل پر چوٹ لگی فوراً وہ آنکھوں میں

آنسو بھرے گھر سے نکل کھڑی ہوئی، تین چار میل چلنے کے بعد حضرت غازی علیہ الرحمہ کے مزار کے قریب تھک کر بیٹھ گئی، خادمان درگاہ سید حاجی احمد وسید حاجی محمد اسے بہت زیادہ رنجیدہ اور غم زدہ دیکھ کر سبب پوچھا؟ تو اسنے رورو کر اپنی حالت زار بیان کی! آپ حضرات نے کہا کہ صبر وتحمل سے کام لو یہ ایک عارف ربانی کا آستانہ ہے یہ اللہ کی محبت میں شہید ہوئے ہیں انکا مقام ومرتبہ اللہ کے یہاں بہت بلند ہے، اپنا دامن پھیلا کر اپنی مراد مانگ انشاء اللہ آپ کی دعا کی برکت سے تیرے دل کی کلی کھل جائیگی اور تیری گود بھر جائیگی، جاسو نے اپنی بھیگی پلکوں کے ساتھ صدق دل سے حضرت غازی علیہ الرحمہ کی دہائی دیتے ہوئے اپنی مراد مانگنی شروع کردی، اتنے میں اس کا شوہر نندمہر جسے واقعی اپنی عورت سے دلی محبت تھی، ڈھونڈھتے ہوئے آستانہ غازی پر آپہونچا بیوی سے دکھ بھری داستان سننے کے بعد اس نے دعا کی اور منت مانی، پھر دونوں گھر لوٹ آئے خدا تعالیٰ کا فضل ہوا اسی رات عورت امید سے ہوگئی اور نو ماہ بعد ایک بچہ پیدا ہوا، انہیں یقین ہوگیا کہ مالک نے ہمیں جو بچہ عطا فرمایا ہے یہ حضرت سید سالار کی دعا کی برکت ہے، اسی تاریخ سے یہ دونوں میاں بیوی بصد عقیدت ہر شب دوشنبہ کو آستانہ غازی پر حاضر ہوتے عقیدت کے پھول پیش کرتے، مشہور ہے کہ انہیں لوگوں نے گائے کے دودھ اور چونے کے گارے سے حضرت غازی علیہ الرحمہ کی مزار کو پختہ بنایا اور یہ لوگ مارے خوشی کے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے حضرت غازی علیہ الرحمہ کی اس کرامت کا چرچا کرتے، یہ کرامت اس قدر مشہور ہوئی کہ جو بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا آستانہ غازی پہ حاضر ہو کر استمداد کرتا، اس طرح روز بروز زائرین کا ہجوم بڑھتا گیا۔

یہ وہ در ہے جہاں اندھے کو آنکھ ملتی ہے

داستان بی بی زہرہ

بیان کیا جاتا ہے کہ انہی ابتدائی ایام میں خاندان سادات سے تعلق رکھنے والے دد

بزرگ سید رکن الدین و سید جمال الدین ولایت ترک وطن کر کے قصبہ ردولی ضلع فیض آباد (بارہ بنکی) میں سکونت اختیار کر لئے تھے، سید رکن الدین صاحب کے دو صاحبزادے تھے اور سید جمال الدین صاحب کے یہاں صرف ایک لڑکی تھی جس کی عمر بارہ سال ہو چکی تھی، اس کا نام زہرہ تھا خدا نے اسے بے پناہ حسن و جمال سے آراستہ فرمایا تھا اس کا حسین و جمیل چہرہ قدرت کی صناعی کا عجیب و غریب نمونہ تھا، شومی قسمت زہرہ نام زہرہ جمال لڑکی بایں حسن و جمال بینائی سے محروم تھی اسے خود بھی نابینائی کا غم ستا تا رہتا اور گھر والوں کو بھی بڑا ملال اور قلق رہتا، خدا کا دیا ہوا گھر میں بہت کچھ تھا دنیاوی آرام واسائش میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں تھی زہرہ ایک ہونہار لڑکی تھی گھر کے سبھی افراد اسے حد درجہ پیار کرتے اور محبت و شفقت سے پیش آتے، اس کی ادنیٰ تکلیف بھی کسی کو گوارہ نہ تھی ہمیشہ اس کا ناز اٹھانے کے لئے تیار رہتے لیکن جب والدین اور اہل خاندان کو اس کی معذوری اور مجبوری کا احساس ہوتا سارے عیش و آرام بے معنیٰ ہو کر رہ جاتے دل تڑپ اٹھتا، نگاہوں تلے بے بسی اور مایوسی کا اندھیرا چھا جاتا، دنیاوی طریقہ علاج سے زہرہ کو بینائی ملنی ممکن نہ تھی، صرف ارحم الراحمین خدا کی بارگاہ سے امید وابستہ تھی، حسن اتفاق کہئے کہ انہیں دنوں کچھ زائرین آستانہ غازی علیہ الرحمہ پہ حاضری دیکر شاداں وفرحاں لوٹے تو ان لوگوں نے زہرہ کے والدین اور گھر والوں سے حضرت غازی علیہ الرحمہ کے روحانی تصرفات، فیوض و برکات، فضل و کرامات کے تذکرے بڑے ہی والہانہ انداز میں کیئے جس سے ان کے دلوں میں حضرت غازی کی عقیدت و محبت موجزن ہوگئی اور یاس و ناامیدی کے ماحول میں امید کی کرن جگمگاتی ہوئی نظر آئی، سید رکن الدین و سید جمال الدین صاحبان نے دل میں یہ نیت کرلی کہ حضرت غازی علیہ الرحمہ کرم فرمادیں اور دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری بچی کو بینا کردے، تو ہم بھی ان کے آستانہ پہ حاضر ہو کر نذر پیش کرینگے اور ان کے روضہ کی تعمیر کرائینگے گھر کے اندر صبح و شام حضرت غازی علیہ الرحمہ کا تذکرہ چلتا زہرہ بھی سنتیں اور محظوظ ہوتیں، دل ہی

دل میں بی بی زہرہ نے بھی منت مانی اور نیت کر لی کہ اگر حضرت غازی علیہ الرحمہ کا روحانی فیضان ہو جائے اور میں آنکھوں سے دیکھنے لگوں تو اپنی تمام عمر حضرت کے آستانہ پر جاروب کشی کر کے گزار دونگی، اسی امید پر بی بی زہرہ کو حضرت غازی علیہ الرحمہ سے غائبانہ عقیدت اور سچی محبت پیدا ہو گئی، دھیرے دھیرے اس محبت نے عشق کامل کا رنگ اختیار کر لیا، اب بی بی زہرہ رات دن خیال محبوب اور یاد جاناں میں محو رہتیں اور یار کے دیدار کی حسرت لئے گوشہ تنہائی میں بیٹھی رہتیں۔

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھی رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

آخر ایک دن تصور جاناں کئے ہوئے خلوت نشین تھیں کہ انہیں ایسا محسوس ہوا کہ حضرت سید سالار مسعود غازی سامنے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں زہرہ دیکھتی کیوں نہیں صدائے غازی کانوں میں گونجنے لگی لیکن آنکھوں میں روشنی کہاں جو جلوہ جاناں کو دیکھ سکیں، بیچین ہو گئیں آنکھوں سے اشکوں کے گہر بکھرنے لگے، دل گرفتہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں عاجزانہ التجا کرنے لگیں کہ اے میرے خالق و مالک تو ارحم الراحمین ہے اگر میں محبت غازی میں سچی ہوں تو مجھے آنکھ عطا فرما دے تا کہ میں غازی کا جلوہ زیبا اپنی ظاہری نگاہوں سے دیکھ سکوں ورنہ مجھے موت دیدے، دیدار یار سے محرومی کا غم اب سہا نہیں جاتا درد دل کی سوزش نے وہ اثر دکھایا کہ فوراً آنکھوں میں روشنی آ گئی۔

عشق سچا ہو تو پھر ارمان نہ کیوں پورا ہو

آنکھ اٹھایا تو دیکھا کہ واقعی حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمنہ تمام تر رعنائیوں کے ساتھ سامنے کھڑے ہیں اور انکا چہرہ آفتاب و مہتاب کی طرح روشن اور درخشندہ ہے۔

کام آخر جذبۂ بے اختیار آہی گیا
دل کچھ اس صورت سے تڑپا ان کو پیار آ ہی گیا

وارفتگی شوق میں بی بی زہرہ آگے بڑھیں مگر فوراً ہی حضرت غازی کا جلوہ زیبا نظروں سے اوجھل ہوگیا سارا سکون وقرار جاتا رہا، آتش شوق اور بھڑک اٹھی آنکھوں میں روشنی ملنے کے بعد بھی نگاہوں میں بے کیف سماں چھا گیا، زار زار رونے لگیں زبان حال سے کہنے لگیں

کیوں رخ کو چھپا بیٹھے کر کے مجھے دیوانہ

بی بی زہرہ کو بینائی ملنے کے بعد اہل خانہ بہت خوش ہوئے ایک دیرینہ غم سے نجات مل گئی لیکن بی بی زہرہ کے دل پہ غم کی گھٹا چھا گئی، حضرت غازی کا جلوہ زیبا دیکھ لینے کے بعد دل پرشوق میں ایک ہنگامہ بپا ہو چکا تھا، لذت نظارگی یاد کر کے اور تڑپ جاتیں، ایک شب خیال جاناں میں گم تھیں اور آنکھ لگ گئی خواب میں حضرت غازی تشریف لائے اور کہہ رہے ہیں زہرہ اگر تم میری محبت میں سچی ہو تو بہرائچ آجاؤ، خواب سے بیدار ہوئیں تو بہرائچ پہونچنے کے لئے بے قرار ہوگئیں، والدین سے اپنا خواب بیان کیا نیز تعمیر روضہ کی نیت اور منت یاد دلائی۔ پرشوق انداز میں بہرائچ جانے کی اجازت طلب کی اجازت مل گئی، سید جمال الدین نے بخوشی پورے انتظام کے ساتھ بی بی زہرہ کو اپنے بھائی کے لڑکے اور ان کے ماموں کے ہمراہ بہرائچ بھیج دیا۔

بی بی زہرہ بصد عقیدت و احترام آستانہ غازی علیہ الرحمہ پہ حاضر ہوئیں بچشم تر مزار پاک کا بوسہ لیا عقیدت و محبت کے ہار اور پھول پیش کئے، صاحب آستانہ نے بھی اپنی اس عاشقہ صادقہ کی حاضری کو اس انداز میں قبول فرمایا کہ اپنے فیضان سے مالا مال فرما کر ان کے سینہ کو معرفت کے نور سے معمور کر دیا۔ ایک محبّ نے اپنے محبوب کو محبت کا انمول تحفہ عطا کر کے شاد کام کر دیا، مزار غازی کی زیارت سے فراغت کے بعد بی بی زہرہ نے اپنی منت پوری کرنے کی غرض سے تعمیرات شروع کیں، پہلے حضرت غازی علیہ الرحمہ کا روضہ تعمیر کرایا اس کے بعد حضرت سیف الدین سرخرو سالار علیہ الرحمہ کا مقبرہ اور مقبرۂ گنج شہیداں تعمیر کرایا، حضرت غازی علیہ الرحمہ کی مزار شریف کے قریب میں

جانب مغرب ایک مقبرہ بنوا کر وصیت کی کہ میری آخری آرامگاہ یہی ہے، مرنے کے بعد مجھے اسی میں دفن کیا جائے۔ بالآخر بی زہرہ نے اپنی زندگی کے دن پورے کرنے کے بعد اسی در جاناں پہ اپنی جان نچھاور کردی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۴ ر رجب بروز اتوار بحساب ہندوستان یکم جیٹھ کو اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمایا اور حسب وصیت اپنے بنائے ہوئے مقبرہ کے اندر دفن کی گئیں، حضرت غازی علیہ الرحمہ کی ذات سے سچی محبت اور گہری وابستگی کا ہی نتیجہ ہے کہ جس تاریخ دن اور مہینہ میں حضرت غازی نے جام شہادت پیش فرمایا تھا اسی تاریخ، دن اور مہینہ میں بی بی زہرہ نے بھی وصال فرمایا آپ کے چچازاد بھائی اور ماموں نے بھی در غازی پہ مرنا پسند کیا، آپ کی مزار کے مغرب جانب مدفون ہیں۔

بڑے بڑے سلاطین و بادشاہ در غازی پہ حاضری کے دوران یہ تمنا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر اجازت مرحمت ہو تو اس پرانے گنبد کو توڑ کر اس آستانہ کے شایان شان نیا گنبد تعمیر کردیا جائے، مگر انہیں باطنی اشارہ سے روک دیا گیا۔ جس خلوص اور محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر بی بی زہرہ نے اس گنبد کی تعمیر کرائی تھی وہ دوسروں کی تعمیر میں کہاں؟ اس لئے حضرت غازی علیہ الرحمہ کو بی بی زہرہ کا بنوایا ہوا گنبد محبوب ہے۔ دولت کا سہارا لیکر عالیشان عمارت تو بنائی جاسکتی ہے لیکن بی بی زہرہ کی محبت اور خلوص کا جواب ممکن نہیں۔

نخل امید ہرے ہوتے ہیں ان کے در پر

حضرت شیخ محمد فیاض سے منقول ہے کہ قطب الوقت حضرت راجی سید نور محمد مانکپوری کے گھر میں کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی، ہزار تدبیر کرنے ک بعد بھی اولاد سے محرومی رہی آپ کی اہلیہ محترمہ نے حضرت غازی علیہ الرحمہ کی روحانیت کی طرف رجوع کرتے ہوئے منت مانی کہ یا غازی سرکار! اگر آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فرزند عطا فرمادے تو میں فرزند کو لیکر آپ کے آستانہ عالیہ پہ حاضری دونگی، بفیض غازی

اللہ تعالیٰ نے ایک مبارک فرزند عطا فرمایا اب منت پوری کرنے کی فکر ہوئی مگر تنگ دستی کی وجہ سے منت میں تاخیر ہوتی گئی اس لئے راجی سید نور محمد صاحب رنجیدہ اور ملول رہتے، ایک روز سید صاحب اپنے حجرہ عبادت میں مشغول عبادت تھے کہ حضرت سلطان الشہداء اپنی نورانی صورت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے فرزند ارجمند کو میرے پاس لاؤ اب تکلیف اٹھا کر بہرائچ جانے کی ضرورت نہیں ہے، تمہاری منت یہیں پوری ہوجائیگی۔ سید نور محمد صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی بصد احترام اپنے نور نظر سید مبارک کو لاکر قدموں میں ڈال دیا ہے حضرت غازی علیہ الرحمہ نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرا دعائیں دیں اور باہر تشریف لائے، باہر ایک مرد فقیر سر و پا برہنہ گھوڑی پکڑے کھڑا ہے، سید نور محمد نے سوال کیا کہ حضور یہ کون بزرگ ہیں آپ نے فرمایا یہ سکندر دیوانہ ہیں، زندگی میں بھی جاں نثارانہ ہمارے ساتھ تھے اور بعد شہادت بھی ساتھ ہیں، پھر آپ گھوڑی پہ سوار ہوکر نظروں سے غائب ہوگئے۔

انجام برا ہوتا ہے منکر کرامت کا

حضرت غازی علیہ الرحمہ کی کرامتوں کا جب شہرہ دور دور تک پھیل گیا، بنارس سے کثیر تعداد میں لوگ ایک جلوس کی شکل میں نیزے اور نشان لئے ہوئے دیوانہ وار اپنی ترنگ میں بہرائچ آرہے تھے، جب جلوس جونپور پہونچا وہاں سے بھی لوگ ہزاروں کی تعداد میں نیزے اور نشان کے ساتھ اس جلوس میں شامل ہوگئے، تماشہ دیکھنے والوں کی ایک بھیڑ جمع ہوگئی شہر میں ایک شور مچ گیا، مکتب میں پڑھانے والے ایک ملا کو جب خبر ہوئی تو وہ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ آیا اور جلوس کے قریب پہنچ کر کفر و شرک اور بدعت کے فتوے لگانے لگا، اہل جلوس نے اس کی باتوں پہ کوئی توجہ نہ دی، برافروختہ ہوکر دست درازی کرنی چاہی بارگاہ غیب سے ایک زوردار طمانچہ اس کے منھ پہ پڑا، جسکی وہ تاب نہ لا سکا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس کا پورا چہرہ سیاہ ہوگیا، سچ

ہے کہ اولیاء سے عداوت رکھنے والوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اس ملا کی ساری کوشش اولیاء اللہ سے عداوت کی بنیاد پر تھی اس لئے اس کا یہ انجام ہوا۔

کوئی نہ ہرگز روک سکے گا غازی تیرے دیوانوں کو

قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مخدوم بندگی میاں کا ایک حجام تھا جو ہفتہ میں ایک مقررہ دن آکر حضرت کے بال بنانے اور ناخن تراشنے کی خدمت انجام دیتا، اتفاقاً ایک بار مقررہ وقت سے ایک روز پہلے ہی آیا اور کہنے لگا حضور آج ہی بال بنوالیں، چونکہ مجھے کل صبح بہرائچ جانا ہے، بہت لوگ جا رہے ہیں انہیں کے ہمراہ مجھے بھی جانا ہے۔

حضرت بندگی میاں نے بطور آزمائش حجام سے کہا کہ کیا ضروری ہے کہ ہر سال جاؤ امسال ناغہ کردو آئندہ سال چلے جانا، حجام نے کہا سال بھر کا وقفہ بہت ہوتا ہے زندگی وفا کرے نہ کرے، مجھے اجازت دیدیجئے میں ہر صورت میں بہرائچ جاؤنگا، جی لگا ہوا ہے حضرت نے دیکھا اسے بہرائچ جانے سے روکنا بڑا مشکل ہے۔ بال بنوایا اور اجازت مرحمت فرمادی، پھر حضرت نے کہا جب تم بہرائچ جا ہی رہے ہو تو میرا ایک خط لیتے جاؤ چنانچہ آپ نے ایک خط لکھا اور حجام کو کہا کہ اسے بہرائچ لیتے جاؤ، فلاں باغ میں چلے جانا وہاں سرخ لباس میں ملبوس ایک شکیل و جمیل نوجوان گھوڑے پر سوار ملیگا، اسے یہ خط دیدینا اور اگر جواب دیں تو لیتے آنا۔

حجام دوسرے دن صبح سویرے بہرائچ جانے والے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا، بہرائچ پہنچ کر مزار کی زیارت مراسم عرس ادا کیئے، فراغت کے بعد گھوڑا سوار نوجوان سے ملاقات کے ارادے سے باغ میں آیا ادھر ادھر نظر دوڑا ہی رہا تھا کہ معاً ایک خوبصورت نوجوان سرخ لباس میں ملبوس گھوڑے پر سوار سامنے آ کھڑا ہوا حجام پہ اس کی ہیبت چھا گئی وہ گھبرا گیا نوجوان نے آتے ہی خط کا سوال کیا فوراً حجام نے خط پیش کر دیا۔ نوجوان نے

خط پڑھے بغیر اپنا جوابی خط حامل رقعہ کو دیتے ہوئے یہ کہا کہ یہ جواب ہے اس خط کا جو تم لائے تھے اسے حضرت بندگی میاں کو دیدینا، پھر اس نوجوان نے اپنی راہ لی اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہیبت کی وجہ سے حجام کو کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

امیٹھی آنے کے بعد حجام نے جواب نامہ حضرت بندگی میاں کی خدمت میں پیش کردیا، حجام کے دل میں یہ بات معمہ بن کر کھٹک رہی تھی کہ آخر یہ نوجوان کون تھا، پھر خط پڑھے بغیر اس کا جواب دیدیا، ازخود مجھے پہچان لیا اور خط مانگ لیا، جرأت کر کے حجام نے حضرت بندگی میاں سے پوچھ ہی لیا کہ حضور یہ مکتوب الیہ کون تھا اور خط میں آپنے کیا لکھا تھا اور اسنے خط پڑھے بغیر خط کا جواب دیا اور کیا لکھا تھا؟ حضرت بندگی میاں نے کہا کہ وہ گھوڑسوار نوجوان حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ تھے، جن کے عرس میں تم گئے تھے۔ خط میں میں نے یہ لکھا تھا کہ کیوں خلق خدا کو بے فائدہ بلا کر پریشان کرتے ہو۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جب تم اپنے ایک حجام کو نہیں روک سکے تو میں کیسے اتنے بڑے ہجوم کو روک سکتا ہوں۔ حجام نے کہا حضور پھر آپنے مجھے پہلے ہی کیوں نہ آگاہ کردیا کہ جو خط تم سے مانگے گا وہ خود حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ہونگے، آخر آپنے ظاہر کیوں نہیں فرمایا؟ حضرت بندگی میاں نے کہا نادان تمہارے لئے یہی شرف کیا کم ہے کہ تم نے انکی زیارت کرلی اس سے آگے تیرا ظرف متحمل نہ ہوتا کیونکہ

دیتا ہے بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

روک سکا نہ ہرگز کوئی غازی تیرے دیوانوں کو
کیسے کوئی روک سکے گا شمع سے پروانوں کو
جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا

سردار علی ممبر کمیٹی درگاہ کا بیان ہے کہ ۱۸۹۷ء میں ۹ ربجے شب کو میں نے بچشم خود دیکھا کہ ایک عورت برقع پوش اور ایک مرد آئے اس وقت درگاہ میں کوئی نہ تھا اور مجھ سے کہا کہ دروازہ کھول دو میں نے کہا کہ خلوت ہو چکی ہے اس وقت دروازہ نہیں

کھل سکتا ہے، تو مجھ سے کہا کہ مجھکو حکم ہوا ہے کہ اس وقت سردار علی ہیں تم جاؤ اور ان سے کہو میں متعجب تھا کہ میرا نام کیوں کر معلوم ہوا مگر میں نے کہہ دیا کہ جب تم بلائے ہوئے آئے ہو تو دروازہ بھی اپنے آپ کھل جائیگا جایئے، چنانچہ دونوں اندر گئے اور دروازہ خود بخود کھل گیا، کچھ دیر بعد وہ واپس آئے اور مجھ سے کہا کہ مزار کے اندر جاؤ کچھ رکھا ہے لے لو جب میں گیا تو دیکھا کہ ایک سینی گرم گرم جلیبیوں سے بھری ہوئی رکھی ہے اور پانچ روپیہ موجود ہے، جسے میں نے لے لیا۔

اسی طرح ۱۹۰۱ء میں ایک نابینا عورت فخر پور کے پاس کی رہنے والی اس کا شوہر اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے درگاہ شریف میں آئے کچھ عرصہ مزار مقدس کے پاس رہے اور جو نکلے تو خوش وخرم اور اس کی دونوں آنکھیں بینا تھیں میں نے بچشم خود دیکھا۔

اور کئی بار یہ بھی دیکھا ہے کہ رات کو شہیدوں کا لشکر حاضر دربار ہوا اور پھر چلا گیا، شرقی دروازہ صبح کو کھلا پایا (آئینہ مسعودی)

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ روحانیت کے تاجدار ہیں، حیات ظاہری میں بھی آپ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا تھا اور جام شہادت نوش کرنے کے بعد آج بھی کرامتوں کا صدور ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

کرامتوں کا ظہور ظاہری زندگی میں بھی ہوسکتا ہے اور وصال فرمانے کے بعد بھی اس پہ علمائے کرام کی تشریحات موجود ہیں۔

☆ امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے یہ مزارات اولیاء کیلئے سنت ہے، اور ان کے لئے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۸۸)

☆ علامہ نابلسی قدس سرہٗ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا "کرامات الاولیاء

باقیۃ بعد موتھم ایضاً و من زعم خلاف ذٰلک فھو جاھل متعصب " اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہے ہٹ دھرم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۸۸)

☆ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ "اولیاء خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بہ در بقا زندہ اند نزد پروردگار خودو مرزوق اند و خوشحال اند مردم را ازاں شعور نیست" ترجمہ۔ اولیاء اللہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور خوش و خرم ہیں لیکن لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۸۸)

☆ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں۔ "حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جس سے اس کی زندگی میں مدد لینا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی مدد طلب کرنا جائز ہے" مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یا اس سے بھی بڑھ کر حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی دو اور بزرگ شمار کئے اور ان چار میں حصر مقصود نہیں جو کچھ اس بزرگ نے دیکھا اور پایا اس کا بیان کر دیا۔

(اشعۃ اللمعات اردو ص ۹۲۲۔۹۲۳)

☆ امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنّت کے نزدیک علم و ادراک موتی کی تحقیق کر کے فرمایا" ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار" اسی لئے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۸۸)

☆ رد المختار میں امام محمد غزالی سے ہے " انھم متفاوتون فی القرب من اللہ

تعالیٰ و نفع الزائرین بحسب معارفھم و اسرارھم" ارواح طیبہ اولیاءِ کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائرین کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۹۱)

☆ اولیائے کرام وصالحین عظام کا فیض بعد وصال جاری رہتا ہے۔ تفسیر عزیزی پارہ عم صفحہ ۵۰ پر ہے "از اولیائے مدفونین ودیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہارا افادہ واعانت نیز متصور"۔ (بحوالہ انوار الحدیث ص ۲۸۶)

☆ صاحب تفسیر مظہری بیان فرماتے ہیں یعنی ان اللہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قـــوة الاجساد فیذھبون من الارض و السماء و الجنة حیث یشائو ن و ینصرون اولیائھم و یدمرون اعدائھم ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کی (شہیدوں) روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ زمین وآسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ (شہید) اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

(بحوالہ ضیاء القرآن جلد ۱ ص ۱۰۸)

■❖■

۷۸۶/۹۲ ۹۱۷

مرآۃ مسعودی

فارسی متن

از

صوفی عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی سنہ ۱۰۹۴ھ)

یہ قدیم و غیر مطبوعہ متن مرآۃ مسعودی فارسی پانچ قلمی نسخوں کی مدد سے نقل کیا گیا ہے جس میں جواہر میوزیم کے قلمی نسخہ نقل سنہ ۱۱۲۳ھ کو بنیاد بنایا گیا ہے سب مخطوطہ نسخوں کی زیراکس کاپیاں مع سند ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

الفقیر محمد علی مسعودی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین عالم الغیب والشھادۃ وھو بکل شئی علیم خوش احدی کہ ذات احدیت را در عالم وحدت بر حقیقت محمدی متجلی گردانید وہماں حقیقت محمدی کہ جامع جمیع اسما وصفات بود در عالم واحدیت بصورت ظاہر گشت ہمدراں حین از سوئے مطلق بر مقید خطاب رسید وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ، الصلوٰۃ والسلام بر آل واصحاب او سبحان اللہ آں ذات پاک احمد کہ رحمت ہر عالمیاں را باشد بلکہ وجود عالم و آدم بسبب وجود او در وجود آمدہ است، چنانچہ صادر است لولاک لما خلقت الافلاک والارضین وچنیں می فرماید قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ اکرم الشھداء بخمس کرامات لم یکرم بھا احدا ولا انا یعنی یکے آنست بدرستی کہ حق تعالیٰ گرامی کردہ است شہیداں را بہ پنج کرامت کہ گرامی نکردہ است ہیچ کس را ونہ مرا، احدھا ان ارواح جمیع الانبیاء یقبضھا ملک الموت وارواح الشھداء یقبضھا اللّٰہ تعالیٰ یعنی یکے آنست بدرستی کہ ارواح ہمہ پیغمبراں قبض می کند ملک الموت وارواح شہیداں را قبض می کند حق تعالیٰ والثانی ان جمیع الانبیاء یغسلون بعد موتھم وانا کذلک والشھداء لا یغسلون دویم آنکہ بدرستی کہ ہمہ پیغمبراں را غسل دادہ می شود بعد مردن ایشاں ومن ہمچنیں ہستم وشہیداں را غسل دادہ نمی شود والثالث ان جمیع الانبیاء یکفنون وانا کذلک والشھداء لا یکفنون سویم آنکہ بدرستی کہ ہمہ پیغمبراں را نیز کفن دادہ می شود ومرا نیز وشہیداں را کفن دادہ نمی شود والرابع یسمون الانبیاء بالموتی وانا کذلک یقال مات محمد والشھداء لا یسمون بالموتی بل یقال احیاء چہارم آنکہ بدرستی کہ می نامند ہمہ پیغمبراں را مردہ ومن ہمچنیں ہستم مرا نیز گفتہ می شود کہ مرد محمد وشہیداں را نمی نامند مردہ بلکہ گفتہ می شود زندہ والخامس ان جمیع الانبیاء یشفعون یوم القیمۃ وانا کذالک والشھداء یشفعون کل

یوم و یوم القیٰمۃ پنجم آنکہ بدرستی کہ ہمہ پیغامبراں شفاعت می کنند در روز قیامت و من هم چنیں ہستم و شفاعت می کنند شہیداں در ہر روز و روز قیامت از یں جا باید فہمید کہ مرتبہ کشتگان راہ حق جل و علیٰ عجب متاعی عظیم الشان است چنانچہ در کلام قدسی خبر دادہ من قتل نفسہ فانادیتہ پس انبیا صلوٰت اللہ علیہ حسرت نبرند چوں نزدیک حق تعالیٰ ہیچ مرتبہ از مرتبہ شہادت بزرگ تر نبود ازاں جہت ایں نعمت مخصوص خاصہ باہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب گردانید اول حضرت حمزہ عم آں سرور کہ سر کردہ جمیع مبارزان جنگ بود بحکم وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال) شربت شہادت چشیدہ بمرتبہ لازوال متمکن گشت بعد ازاں اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہ ہدایت کنندۂ راہ بشریعت و طریقت و سر حلقہ واصلان حقیقت بود شربت شہادت بید سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوْراً (دھر) چشیدہ با دوست یکرنگ گشت و تا ایں زمان عالم دورنگ را فیض یکرنگی میرساند و تا قیامت خواہد رساند و احوال نور دیدۂ ہائے اسد اللہ الغالب حسن رضا و حسین مرتضیٰ اظہر من الشمس است کہ جان شیریں را بحکم لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران) براہ حق باختند و جمیع ائمۂ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین بطریق آبا و اجداد خود جان بحق سپردند و اسد اللہ الغالب را حق تعالیٰ ہژدہ پسر عطا کردہ بود و ہر ہمہ در محبت حق جل و علیٰ پروانہ وار جانباز بودند مخصوص محمد حنفیہ و عباس بن علی را عجب عشق امیر حسین رضی اللہ عنہ بود کہ در جنگ کربلا تا آنکہ عباس بن علی زندہ بود ہیچکس از منافقاں بجانب امیر حسین رضی اللہ عنہ نگاہ کردن نتوانست چوں او بسیار منافقاں را کشتہ خود شربت شہادت چشیدہ، آنزماں امیر حسین رضی اللہ عنہ گفت الحال پشت من شکست چنانچہ در کتاب تواریخ روضۃ الشہداء مفصل بیان کردہ است کہ بعد از شہادت امیر حسین رضی اللہ عنہ تردد و جانسپاری کہ مختار بہ نیابت محمد بن حنفیہ غازی نمودہ کردہ بر تمام عالم ظاہر ست مشروحاً تا کجا نویسد اما ثمرہ آنجانبازی ایں ظاہر شد کہ حق تعالیٰ سالار مسعود را از صلب او آفتاب لازوال پیدا گردانید کہ تمام عالم و عالمیاں از نور

ولایت او منور اند محمد بن حنفیہ غازی را امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ علم ظاہری و باطنی و طریقہ سپاہ خود تلقیں و تربیت کردہ بود و یک خرقہ نیز معہ شتر و دلدل و تیغ ذوالفقار بوی عطا فرمودہ بود چنانچہ فضائل و کرامات محمد حنیفیہ غازی در کتب تواریخ مکرر ذکر افتادہ است بروایتے امیر حسین رضی اللہ عنہ نیز خرقہ خلافت بوے دادہ بود الغرض محمد بن حنفیہ غازی دو پسر داشت پسر بزرگ عبد المنان و پسر خرد عبد الفتاح، خواجہ احمد یسوی پیر ترکستان در اولاد عبد الفتاح بودہ است و سالار مسعود شمع ہندوستان از اولاد عبد المنان است چنانچہ شجرہ انساب او نوشتہ می آید آں ایں است۔

شجرۂ نسب: سالار مسعود غازی بن سالار شاہو غازی بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد غازی بن عمر غازی بن ملک آصف غازی بن شاہ بطل غازی بن شاہ عبد المنان غازی بن محمد حنیفیہ غازی بن اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

وسالار مسعود را خرقہ ارادت و خلافت از پدر پدراں خود رسیدہ، و والدۂ سالار مسعود کہ ستر معلیٰ نام داشت خواہر سلطان محمود بن سبکتگین بود مصنف تاریخ جہاں آرائی سلسلہ نسب او را یزدجرد شہریار بن خسرو بن ہرمز بن نوشیرواں کسریٰ میرساند و صاحب کتاب روضۃ الشہداء در آخر کتاب مذکور جائیکہ اولاد امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعداد نمودہ است آنجا سلطان محمود سبکتگین را نیز در اولاد امام حسن بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ می نویسد پس ہر دو حال مقبول است سبحان اللہ آن قسم بلند ہمتی و شجاعت و عشق و جانبازی براہ حق جل وعلا کہ سالار مسعود غازی را بودہ غیر از خاندان اسد اللہ الغالب دیگرے را ممکن نیست بعد از ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین آن نعمت دو جہانی و خاصہ عطائے سبحانی کہ مطلوب جمیع واصلان حق است بر سالار مسعود غازی بے پردہ متجلی گشت تا امروز از ثمرات کرامات آں خواص و عوام بر ولایت او ایمان می آرند قولہ تعالیٰ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ” بَلْ اَحْيَاءٌ “ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ استشہادی در باب اوست

زندہ نہ آنست کہ جانے دروست
اوست کہ از عشق نشانے دروست

بعدہ عرض می دارد حقیر الفقیر عبدالرحمٰن چشتی از کمترین معتقداں محبوب رب العلمین فیض رسانندۂ دنیا ودین سر حلقہ مردان اہل یقین برگزیدۂ حضرت معبود سلطان الشہداء سالار مسعود قدس سرہ العزیز کہ ایں نامراد را از ابتدای حال حلقہ محبت و بندگی آستانہ متبرکہ مطہرہ حضرت سلطان الشہداء بودہ است چوں احوال تولد و تشریف آوری آنحضرت در ملک ہندوستان وواقعہ شہادت اکثر مردم بروش دیگر مختلف بیان می نمودند ودر کتب تواریخ معروف جائے یافتہ نمی شد ازاں جہت ہموارہ در تجسس می بود کہ بیان واقعی معلوم شود آخر بعد از تفحص بسیار کتاب تواریخ کہنہ تصنیف ملا محمود غزنوی بہم رسید وملا مذکور ملازم سلطان محمود و سبکتگین بود اما آخر عمر بخدمت سالار شاہو وسلطان الشہداء بسر بردہ بود بعد از شہادت سلطان الشہداء برحمت حق پیوست۔

الغرض تواریخ مذکور را از اول تا آخر حرف بحرف مطالعہ نمودہ محظوظ گشت وشبہات کہ داشت برطرف شدہ فاما چوں کتاب بسیار طول بود واکثر جنگہای سلطان محمود غزنوی سالار شاہو نوشتہ جابجا ذکر سلطان الشہداء آوردہ وختم کتاب بر واقعہ شہادت سلطان الشہداء سالار مسعود کردہ بود ازاں جہت بعضے محبان کہ حلقہ بندگی واعتقاد بآستانہ متبرکہ سلطان الشہداء داشتند بایں فقیر مقید شدند کہ از قصص سلطان محمود غزنوی کسے چنداں مطلب ندارد بہتر آنست کہ انتخاب کردہ احوال سلطان الشہداء جدا بنویسید مطلوب بندہ ہم ہمیں بود فاما بے اشارت باطن کہ فیض خاص است نمی توانست، آخر درباب جمع کردن ایں کتاب بجانب سلطان الشہداء متوجہ شدہ استخارہ کرد ثلث شب آخر حضرت ایشاں را در معاملہ دید از مہربانی تمام بلسان وحدیث نثار اجازت فرمودند بعد ازاں فقیر وقت فرصت یافتہ التماس کرد کہ بندہ حسب الحکم آنحضرت نوشتن آغاز می کند اما جائیکہ سخن بلند ولپست ویا کم وزیادہ از بیان واقعی باشد آنجا بندہ را اشارت خواہد شد کہ موافق حکم

آنحضرت در قلم آوردہ بندہ نوازی نمودہ بکمال توجہ فرمودند کہ بنویس من ترا خبردار خواہم کرد الغرض بحکم باطن حضرت سلطان الشہداء بیان واقعی در کسوت حروف ظاہری آرد و ایں بیان روح افزای را مرأۃ مسعودی نام نہادہ حق تعالیٰ خوانندہ ایں را نیز مسعود گرداند و مناجات فقیر ایں است

بحق کاشف اسرار مرداں　　الٰہی عاقبت مسعود گرداں

الغرض احوال سلطان الشہداء از تواریخ مذکور منتخب کردہ در پنج داستان ذکر کردہ می شود و بعضے احوال و خوارق عادات سلطان الشہداء کہ در کتب معتبر دیدہ و یا از مردم اہل باطن خود شنیدہ از اں ہم چیدہ چیدہ از عالم معنوی تحقیق نمودہ مندرج می سازد حق سبحانہ تعالیٰ از سہو و خطا نگاہ دارد واللہ اعلم بالحقیقت والصواب۔

داستان اول در بیان متوجہ شدن سالار شاہو پہلوان لشکر از طرف غزنی بطرف ہندوستان حسب الحکم سلطان محمود غزنوی برائے امداد مظفر خاں و متولد شدن سلطان الشہداء در اجمیر۔

داستان دویم در بیان بازگشتن سالار شاہو و حضرت سلطان الشہداء بطرف غزنی و عناد گرفتن خواجہ احمد حسن میمندی با سلطان الشہداء بسبب بت سومنات۔

داستان سویم در بیان رخصت شدن حضرت سلطان الشہداء از سلطان محمود و رو آوردن بطرف ہندوستان و رسیدن بملتان و فتح کردن دہلی و گذشتن آب گنگ و اقامت فرمودن در سترکھ و تعین کردن فوجہا بہ اطراف۔

داستان چہارم در بیان رسیدن سالار شاہو در سترکھ و متوجہ شدن حضرت سلطان الشہداء بطرف بہرائچ و فوت شدن سالار شاہو در سترکھ و جنگہائے عظیم کردن حضرت سلطان الشہداء با کافراں حربی و شربت شہادت چشیدن در بہرائچ۔

داستان پنجم در بیان اظہار کرامت حضرت سلطان الشہداء بعد از شہادت و بنائے عمارت روضہ منورہ مطہرہ و بعضے احوال و خوارق آں محبوب رب العلمین۔

داستانِ اوّل

در بیان متوجه شدن سالار شاہو پہلوان لشکر بطرف ھندوستان حسب الحکم سلطان محمود غزنوی برائے امداد مظفر خاں و متولد شدن حضرت سلطان الشہداء در مقام اجمیر۔

چوں سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ ملک زنگبار و ملک لبنان و ملک روم وتمامی ممالک ایران وتوران در تحت فرمان خود آوردہ وہمہ جا شریعت محمدی جاری ساختہ بحکم جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ منتظر بر تخت سلطنت نشستہ بود ناگاہ چہار مرد شتر سوار الغیاث گویاں از طرف ملک ہندوستان پیدا شدند طلب حضور شد آنہا بعد از ادائے زمیں بوسی معروض داشتند کہ مظفر خاں صاحب ہر مز بود چوں سلطان ابوالحسن بالشکر انبوہ بر فیلاں سوار شدہ ہر مز را قتل کرد و قریب بود کہ مظفر خاں را معہ زن و بچہ وسائر مردم ہلاک سازد لاچار مابہ تمام اقربا خود ازاں جا بر آمدہ رو بصحرا نہادہ چند سال می شود کہ در اجمیر سکونت گرفتہ است دریں ایام رای بھیرون ورای سوم کرن چہل و چہار رایاں دیگر از اطراف و جوانب جمع شدہ بر سر مظفر خاں آمدہ می خواہند کہ مسلمان را ہلاک سازند چوں ہر چہار جانب کفر است غیر از ذات عالم پناہ ہیچکس در نظر نمی آید کہ از برائے خدا غور رسی اہل اسلام نماید سلطان فرمود کہ خاطر جمع دارید انشاء اللہ تعالیٰ من امداد مسلمانان می نمایم خواجہ حسن میمندی کہ وزیر سلطان بود پرسید کہ آنجا خطبہ کہ رامی خوانند آیندۂ جواب گفتند کہ تا الیٰ زماں بعد از وحدانیت حق سبحانہ وتعالیٰ ونعت حضرت رسالت پناہ آسامی خلفاء الراشدین در خطبہ می خوانند الحال کہ سلطان امداد فرماید خطبہ باسم سلطان محمود غازی خواہند خواند سلطان ازیں کلمہ خوشدل شدہ خواجہ حسن را فرمود کہ زود یک سردار تجویز کردہ بیارید تا

ہمراہ او لشکر متعین سازم بعد از گفت وشنید بسیار سرداری باسم پہلوان لشکر سالار شاہو مقرر شد و چند امراء معتبر باہفتاد ہزار سوار جنگ آزمودہ ہمراہ سالار شاہو دادہ رخصت فرمود ویک شمشیر و کمر خنجر خاص بانہ اسپ عراقی مرحمت کرد و دیگر امیران را نیز از خلعت واسپ سربلند گردانیدہ وصیت فرمود کہ رضائے مادر رضامندی برادرم سالار شاہو است بہر کیف اورا از خود راضی داشتہ خدمت پسندیدہ بجا آرید و برادرم سالار شاہو مردی کارگزار و نیک کردار مدبر و مزاج داں ماست از وی غیر از حرف دولت خواہی و نیک سلوک چیزی دیگر بوجود نخواہد آمد۔

الغرض بتاریخ نہم ماہ ذی الحجہ ۴۰۱ھ احد واربع مائہ سالار شاہو بالشکر آراستہ از قندھار متوجہ اجمیر شد سلطان دراں ایام از غزنی بقندھار تشریف بردہ بود وآں چہار مرد شتر سوار کہ از نزد مظفر خاں آمدہ بودند آنہا رہبر کردہ براہ ٹھٹھہ روانہ اجمیر گشت منزل و مراحل می رفتند چند سوار قراول کہ پیشتر می رفتند چہ بینند کہ یک فوج از عالم غیب پیدا شد جمیع اہل فوج پیران و معمران بودند چوں گاہے قرولان ایں قسم واقعہ ندیدہ بودند دہشت گرفتہ متحیر ماندند پیران اہل غیب پرسیدند کہ سرلشکر شما کیست قرولان التماس کردند کہ سالار شاہو نام دارد پس پیران اہل غیب فرمودند کہ سرلشکر شمارا دریں سفر دو کار می شود یکے فتح از کافراں دویم فرزند نرینہ ایں سخن گفتہ از نظر قرولان غائب شدند قرولاں آمدہ واقعہ حال بخدمت پہلوان لشکر معروض داشتند پہلوان لشکر ازیں مژدہ روح افزا خرم شد روز دویم بطریق معہود می رفتند ناگاہ یک فوج دیگر از عالم غیب پیدا شد جمیع اہل فوج مردان خوش روی بودند از مشاہدہ آنہا قرولان را دوچند تحیر پیدا شد آں مرداں نیز بطریق پیران مذکور سوال کردہ بشارت فتح از کافراں وتولد فرزند نرینہ دادہ از نظر قرولاں غائب شدند قرولاں باز واقعہ حال پیش سالار عرض کردند پہلوان لشکر باذوق تمام دوگانہ شکرانہ ادا نمودہ رواں شدند بعد از دو روز باز یک فوج از عالم غیب دیگر پیدا شد تمام اہل فوج مردان بے سر بودند سرہائے خود را در زیر بغل گرفتہ سوار می آمدند از دیدن آنہا قرولان را زیادہ تحیر پیدا شد

سواران بے سر بروش مذکور سوال کردہ بشارت فرزند و فتح از کافراں فرمودند چوں قرولاں
دوسہ مرتبہ مردان غیب را دیدہ پارہ دلیر ہم شدہ بودند دل قوی کردہ التماس نمودند کہ حضرت
سلامت از برائے خدا تحیر مارا برطرف سازید سواراں بے سر گفتند کہ چہ حیرت ست آنہا
عرض کردند کہ اول مرتبہ سران پیراں را دیدیم ایشاں چہ مردم بودند باز مردان خوش رو
رادیدیم الحال بطریق شمارا می بینم حیرانیم مردان غیب فرمودند کہ آں پیراں را اہل غیب می
گویند خبردار عالم اند و مردان خوش روی را مردان مناف می گویند چوں دو فوج مقابلہ بجنگ
مشغول می شوند آن زماں ایں مرداں مناف از حکم باری تعالیٰ درمیان آمدہ روی مرداں و
اسپان می گردانند یک طرف فتح و یک طرف ہزیمت می شود مرا کہ می بینید ما شہداء یم باز
قرولاں وقت مرحمت یافتہ التماس کردند کہ حضرت سلامت شما در دین کدام پیغمبر اید و
سردار لشکر کیست شہیداں فرمودند کہ در دین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم و در گروہ
امام حسن و امام حسین نظر ما سوئے توحید است و سردار ایں فوج امجد شہید است و سر لشکر ما
محمد بلخی نام دارد او عقب ما شکار باختہ می آید و بادشاہ لشکر سالار مسعود است و ہنوز از صلب
پدر در رحم مادر نیامدہ است باز وقت مرحمت یافتہ سوال کردند کہ نام پدر سالار مسعود چیست
فرمودند کہ ہمیں سالار شاہو سر لشکر شما در ہمیں گفت و شنود بودند کہ لشکر سالار شاہو قریب رسید
سواران بے سر از اسپاں فرود آمدند و بجانب سالار شاہو رسیدند سلام و زمیں بوسی کردہ
غائب شدند، ایں زمیں بوسی ایشاں متعین حضرت سلطان الشہداء سالار مسعود را بود چنانچہ
کاشف اسرار شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ فرمودہ است، بیت

گر نبودے ذات حق اندر وجود
آب و گل را کے ملک کردے سجود

الغرض قرولاں واقعہ حال مفصل بخدمت سالار شاہو بعرض رسانیدند ازیں کلمات
روح افزا سالار شاہو را شادی و ذوق از عالم دیگر پیدا آمد الغرض چوں سہ شبانہ راہ اجمیر
ماند آں شتر سواراں را پیشتر برائے خبر پیش مظفر خاں فرستادہ و خود برلب جوئی مقام نمود

دراں روز از خضر علیہ السلام ملاقات شد آنچناں بود کہ یکے از مصاحبان پہلوان لشکر آمدہ التماس نمود کہ درتہ کوہ زیر درخت برلب جوئی پیرے بانورانی کمال از واصلان حق نشستہ و احوال پرسی شما از راہ مہربانی می کرد صلاح دولت آنست کہ اورا ملازمت نمائید پہلوان لشکر از کمال اخلاص و نیازمندی بخدمت آں درویش رفت بمجرد دیدن فرمود کہ بیائید پدر سالار مسعود نیک ہستی سالار شاہو آداب خدمت حضرت خضر علیہ السلام بجا آوردہ بہ نشست درویش فرمود دریں مسافرت ترا دو نعمت حاصل شود یکے فتح از کفار دویم فرزند نرینہ ابریقے پر آب پیش حضرت خضر علیہ السلام بود پہلوان لشکر را اشارت کرد کہ ازیں آب وضو جدید بساز و بعد از ادائے شکر الوضو دو رکعت نماز نفل بگذار در ہر رکعتے بعد از فاتحہ یازدہ بار اذا جاء نصر اللّٰہ۔ الخ بخواں بعد از سلام ہفت بار در سجدہ سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح وسہ بار درود گفتہ از حق تعالیٰ حاجت بخواہ انشاء اللہ تعالیٰ فرزند مسعود قطب وقت بافتح فیروزی میسر گردد و بعد ازاں فرمود کہ دست بریں درخت بینداز چوں پہلوان لشکر دست انداخت یک میوہ بدست آمد حضرت خضر علیہ السلام فرمودند کہ ایں میوہ نگاہ دار چوں اہل خانہ تو از غزنی اینجا بیاید نصف میوہ بوی دہی و نصف خود خواہی خورد و دراں ایام اکثر مردان غیب ایں نوع بشارتہا بسالار شاہو رسانیدند چنانکہ در تواریخ محمودی مفصل ذکر کرد ازاں وقت در حال خود ذوقی از عالم دیگری یافت و ہر قسم ارادہ کہ در دل گذرایند در ساعت بوجودمی آمد چنانچہ در اکثر کتب ذکر افتادہ است نقل است تا آنکہ عیسیٰ علیہ السلام در شکم مریم بود ہر چہ در ارادہ می گذشت ہماں وقت ظاہر می شد و ہر گاہ کہ زیر درختان میوہ دار می گذشت درختاں از خود سر نگوں می کرد تا مریم تناول فرمایند سبحان اللہ من سعد سعد فی بطن امہ ورشان ایں قسم مسعود ازل است

الغرض چوں خبر تشریف آوردن پہلوان لشکر بمظفر خاں رسید باغ باغ گشتہ شادیانہا نواختند و کفار کہ در نواحی اجمیر محاصرہ کردہ فرود آمدہ بودند دست و پا گم کردہ ہمہ یک جا شدہ قرار دادند کہ ازاں اطراف لشکر سلطان محمود غازی رسیدہ وازیں طرف

مظفرخاں دل قوی شدہ می برآید بادو لشکر جنگ راست نمی آید بہتر آنست کہ بالفعل گوشہ
بگیرید بعد از جمع شدن ہردو لشکر فہمیدہ یک جنگ خواہم کرد پس محاصرہ اجمیر گذاشتہ
بفاصلہ ہفت فرسنگ کوہ کھوکھرا پیش دادہ دیرہ کردند بعد ازاں مظفرخان استقبال کردہ
پہلوان لشکر را با جمیر آوردہ التماس نمود کہ من باوابستگان خود از قلعہ اجمیر برآمدہ جائے دیگر
می باشم صاحب بدولت در قلعہ منزل فرمائید پہلوان لشکر سالار شاہو ایں مقدمہ قبول نہ کرد
کہ من بواسطہ امداد شما آمدہ ایم چہ لائق کہ فرزندان شما از قلعہ بیروں آیند و من آنجا منزل
سازم پس سالار شاہو برلب حوض بہکر کہ معبد کفار بود آنجا ڈیرہ کرد چند روز آرام گرفتہ
بصلاح مظفرخاں برسر کفار سوارے نمود آنہا نیز فوجہا آراستہ کردہ پیش آمدند از طرفین
جوانان بہادر بجنگ درافتادند تا سہ روز میدان حرب از کوشش و کشش گرم بود سویم روز نسیم
فتح فیروزی بجانب پہلوان لشکر وزیدن گرفت کفار سرہا سنگ زدہ فرار نمودند لشکر اسلام تا
چند فرسنگ تعاقب کردہ اکثر سرداران را کشتہ و بعضے را اسیر نمودہ برگشتہ آمدند پہلوان لشکر
آں روز برڈیرہ کفار فرود آمد و اہل اسلام کہ بدولت شہادت فائز گشتہ بودند آنہا را مدفون
ساختہ اسباب و اموال و تمام غنائیم کفار بمردم لشکر قسمت نمودہ روز دیگر بجانب اجمیر
معاودت فرمود و بردر قلعہ اجمیر مسجد موجود ساختہ خطبہ باسم سلطان محمود غازی خواندہ شد و
تمام حقیقت گذشتہ معہ مبارکباد فتح و ہزیمت کفار بخدمت سلطان عرض داشت کرد و در
نواحی اجمیر اکثر جاہا کہ در تصرف مظفرخاں نبود جابجا مردم خود تعیین نمود در تحت تصرف خود
آورد و گماشتہائے پہلوان لشکر در ہرجا نشستند خراج از ہر طرف آمدن گرفت و متمردان
کہ گریختہ بودند بجانب قنوج رفتہ در پناہ رائے اجیپال ماندند۔

الغرض چوں عرض داشت سالار شاہو بخدمت سلطان رسید از مژدہ فتح بغایت خرم
شدہ خلعت خاص با چند اسپ عراقی مرحمت کرد و فرمان از مہربانی تمام صادر فرمود کہ
ریاست آں دیار بآں برادر مبارکباد باشد و نیز فرمود کہ اگر رائے اجیپال والی قنوج
اطاعت قبول کند بہتر والا نہ عرض داشت نماید کہ ماخود بالشکر ظفر اثر یک مرتبہ سیر آں

ولایت نمایم، وستر معلیٰ رانیز حکم فرمود کہ پیش شوہر خود بروید چوں ستر معلیٰ باخلعت خاص و فرمان سلطان دراجمیر رسید سالار شاہو را اتمام شادی وآرام روئے نمود و بقدرت حق سبحانہ وتعالیٰ ہموں شب بتاریخ نہم ماہ شوال سنہ اربع و اربع مائہ سالار مسعود از پشت پدر دررحم مادر قرار گرفت نہ ماہ بعیش وسلامتی گذشتند دہم ماہ بتاریخ بست دیکم ماہ رجب سنہ خمس و اربع مائہ روز یکشنبہ وقت صبح صادق اول ساعت آفتاب کہ سعداکبر است سالار مسعود سعید ازل بشکل آفتاب جہانتاب متولد گشت حسن یوسفی ونمک ابراہیمی ونور محمدی برجبین او تاباں بود بیکبار از ہر طرف شادیانہا نواختند تا سہ شبانہ روز خانہ بخانہ در ہرکوچہ و بازار اجمیر شادی بود پہلوان لشکر از غایت شوق آنچہ نقد وجنس در بساط خود داشت ہمہ رابدرویشاں وفقیراں ایثار کرد تا چندروز باجمعیت ہر فرقہ چہ اہل دنیا وچہ اہل آخرت مجلس جشن آراستہ داشت چنانچہ در تواریخ محمودی ایں مقدمہ رامفصل ذکر کردہ است دریں مختصر گنجائش آں ندارد بعد ازاں منجماں راحضور طلب فرمود کہ طالع فرزند مسعود بہ بینند آنہا در علم نجوم تفتیش کردہ معروض داشتند کہ ایں فرزند سعادت مند دراول ساعت آفتاب کہ سعداکبر است بشکل قطب فلک دردنیا نزول کردہ است بسیار غیور بود وہیچ سر کشے پیش او نماند بعد از بلوغ از وزیر سلطان عناد گیرد بعد ازاں ملکے کہ در تصرف ہیچ مسلمانے نیامدہ باشد او در تصرف خود بیارد و در معاملہ دین بغایت ثابت قدم باشد پہلوان لشکر ازیں مژدہ باغ باغ گشتہ منجماں رابسیار بخشش کردہ وحقیقت رامعہ سوغات بخدمت سلطان عرض داشت نمود سلطان نیز از ولادت خواہرزادہ بغایت خرم گشت وسروپا شاہانہ برائے پہلوان لشکر وستر معلیٰ و سالار مسعود مرحمت کردہ فرمان بدستخط خاص بانواع توجہات صادر فرمود کہ ریاست ملک ہندوستان باآں برادر معہ فرزند آں مبارک باشد بعد از چند روز سلطان بلشکر آراستہ متوجہ ہندوستان گشت سالار شاہو و مظفر خاں بالشکر خودہا استقبال کردہ سلطاں را اول اجمیر در آوردند سالار مسعود رابنظر کیمیا اثر سلطان منظور گردانیدند بعد ازاں پیشکش از ہر اقسام نقد وجنس پیش آوردند سلطان ہمہ رابہ سالار مسعود

بلکہ چند روز کہ در اجمیر تشریف داشت یکساعت سالار مسعود را از پیش خود جدا نمی فرمود بعد ازاں از قہر و غلبہ تمام با لشکر آراستہ متوجہ قنوج گردید پہلوان لشکر و مظفر خاں را مقدمہ لشکر ساختہ رواں شد اول متھرا در آمد کہ کان کفر و معبدۂ تمام اہل ہند بود بعد ازاں در نواحی آں ہر جا زمینداران متمردان سرکش را نشان دادند دراں ملک تاخت و تاراج نمودہ بر سر رائے اجپال والی قنوج توجہ فرمود او تاب مقاومت نیاوردہ فرار نمود، چنانکہ ایں مقدمہ در تاریخ روضۃ الصفا مفصل نوشتہ است، چوں سلطان محمود از مہم خوارزم فارغ گشت و زمستاں در قلعہ بست وسکنا بسر بردہ تا لشکر از محنت سفر آسودہ شد و ہنگام بہار و استوالیل و نہار با سپاہ خاصہ رواں گشت و بست ہزار مردان اقصی بلاد ماوراء النہر بہ نیت جہاد منتظر حرکت سلطان نشستہ بودند بجانب قنوج رواں شدند و درمیان ارباب تاریخ مشہور است کہ در قنوج ہیچ بادشاہ بیگانہ استعلاء نیافتہ مگر گستاسپ کہ بزرگ ترین ملوک عصر بود چنانکہ در حکایت ملک گیری اسفندیار ذکر افتادہ است و از عبارت سکندر نامہ معلوم می شود کہ سلطان سکندر رومی تا قنوج آمدہ بود و دختر رائے کید والی قنوج گرفتہ برگشتہ رفت اما در امت پیغمبر ما علیہ السلام پیش از سلطان محمود دیگر ہیچ سلاطین تا قنوج نیامدہ بود از غزنی تا قنوج سہ ماہ راہ است فی الجملہ چوں سلطان محمود در نواحی متھرا رسید کہ معبدۂ اہل ہند بود و ظاہر امراد ازیں معبدہ شہر متھرا باشد کہ مجملا ذکر افتادہ است دراں جا غرائب عمارات دیدند و از جملہ بناہائے آں شہر ہزار قصر بود از سنگ رخام و مرمر ساختہ و پرداختہ بودند و بت خانہا از کثرت در شمار نمی آمدند سلطان محمود باشراف غزنی نامہ نوشتہ بود دراں جا ذکر کردہ اگر کسے خواہد کہ مثل ایں عمارت شروع نماید بعد از صرف صد ہزار دینار در مدت دو بست سال بسعی پانصد استادان چابکدست با تمام نہ رسید، و از جملہ اصنام پنج صنم یافتند از زر سرخ ساختہ و در چشم خانہائے ہر یک ازاں بتاں دو یاقوت تعبیہ کردہ بودند، اگر یکے ازاں سلاطین عرض کردند از سر وفور و رغبت بمبلغ پنجاہ ہزار دینار بخریدے و بر صنم دیگر یک قطعہ یاقوت از زر آبدار کہ بوزن چہار صد مثقال طلا حاصل شد و اصنام سیمیں از صد عدد

زیادہ بود پس سلطان فرمود تا آتش در بت خانہا زدند و بجانب قنوج متوجہ شدند و معظم سپاہ خود را عقب گذاشت تا اجیپال رائے قلت اعوان وانصار دید ثبات نماید و از ہزیمت عار دارد وجہ او مقدم ملوک ہند بود دریں یورش سلطان بہر قلعہ قصبہ کہ رسید خراب کرد و اجیپال از توجہ سلطان خبر یافتہ از مقابلہ و مقاتلہ بگوشہ بیروں رفت، وسلطان بتاریخ ہیودہم ماہ شعبان سنہ ست و اربع مائۃ بقنوج رسید بر کنارہ دریا ہفت قلعہ دید کہ ہر یک از اں قلعہ در رفعت با فلک البروج دم مساوات می زدند دراں جادہ ہزار بت خانہ یافتند و اعتقاد ہندواں رسوخ یافتہ بودند و از تاریخ عمارات آں بت خانہ سہ صد ہزار سال گزشتہ است فی الجملہ رائے اجیپال با مردم اعیان گوشہ گرفت اہل حصار درواز ہا بر کشیدہ اظہار تمرد کردند سلطان چناں تلاش آں نمود کہ در یک روز ہر ہفت قلعہ مسخر شدند و خلائق بسیار کشتہ شدو غنائم بے شمار داخل سرکار کردید۔

بعد از اں بجانب رائے چند پال توجہ نمود کہ او بہ سلطنت و ملک و کثرت جنود از اقران امتیاز داشت و چند پال رائے قنوج بجانب او لشکر کشیدہ بعجز باز گشتہ بود چوں چند پال صلابت لشکر اسلام دید قلعہ را گزاشتہ رو بگریز نہاد و لشکر سلطان تعاقب نمودہ لبے از اموال و فیلہائے بسیار بغنیمت روند، چوں قلعہ چند پال بتصرف گماشتہائے بادشاہے قرار گرفت سلطان روی بقلعہ چندرائی کرد کہ از مشہور بے باکان روزگار بود باوجود کثرت عدد خزائن و بسیاری ملک فرار نمودہ بہ بیشہا پناہ برد لشکر اسلام تا سہ شبانہ روز تعاقب نمودہ کفار را می کشتند و اموال و اسلحہ آنہا می گرفتند و فیلہائے بے شمار بدست افتادند و از خزانہ چندرائے مبلغ سی صد ہزار دینار بسر کار سلطان رسید سلطان چوں از بلاد ہندوستان باز گشت در غزنی مسجد جامع بزرگ بنا نہاد و قریب آں مدرسہ عالیشان راست ساخت و کتابہائے نفیس از ہر علم دراں گذاشت تا مردم بہرہ برند صاحب تاریخ محمودی می نویسد کہ چوں سلطان از مہم ہندوستان فراغت حاصل کردہ متوجہ غزنی شد سالار شاہو پہلوان لشکر درخواست برکاب سعادت نمود سلطان فرمود کہ در معنیٰ ایں ملک مفتوح ساختہ آں

برادراست من ریاست ایں دیار بشما تسلیم نمودیم از قریب لاہور پہلوان لشکر را خلعت خاص باہیزدہ اسپ عراقی مرحمت کردہ رخصت فرمودودرحق سالار مسعودتوجہات بیکراں مرعی داشت و مظفرخاں را نیز بخلعت و اسپ سربلند گردانیدہ ہمراہ پہلوان لشکر داد کہ پرداخت احوال اوکماحقہ نماید۔

الغرض پہلوان لشکر دراجمیر آمدہ امیراں راجابجا بجہت تسلی رعایاوغوررسی مظلوماں درملک قدیم وجدید تعین نمودو بررائے اجیپال نیز پیشکش ہرسالہ مقرر کردہ بشرط خدمت درقنوج آبادساخت وخود باحشمت وشوکت دراجمیر نشستہ بکامرانی وعیش مشغول می بود درنیابت سلطان محمود سلطنت ہندمی کرداماعشق بافرزند دلبند داشت چوں عمر سالار مسعود بہ چہار سال وچہار ماہ وچہار روز رسید پیش حضرت میر سید ابراہیم برد کہ بسم اللہ گویاند وچند ہزار تنکہ نقرہ باچہار اسپ عراقی نذر میر مذکور گزرانید و ہر قسم طعام و بخشش کہ دروقت ولادت کردہ بود ازاں زیادہ کرد حق تعالیٰ اوراعلم لدنی عطا کردہ بود چوں بنہ سالگی رسید اکثر علم صوری ومعنوی بروی مکشوف گشت ودردہ سالگی چناں درعبادت مولیٰ مقید بود وشبہا درشغل باطن می گزرانید تایکپاس روز از حجرہ بیروں نمی آمد کہ درویشاں اہل یقین حسرت می بردند بعد از ادائے چاشت بیروں آمدے وصحبت بادرویشان کامل وعلمائے عامل می داشت وطعام ہمراہ ایں طائفہ تناول نمودہ برائے قیلولہ می خواست و بعد از نماز ظہر در دیوان خانہ می آمد پسران امراء وملوک کہ ہم عمر او بودند حاضر می شدند گاہے برائے شکار سواری شدندو گاہے در تیر اندازی و نیزہ بازی مشغول می گشت وگاہے چوگان می باخت۔

الغرض ہم درطریق جہاد اکبر وہم درطریق جہاد اصغر باجمیع امور آراستہ بودواز ہرقسم کہ درمجلس وے ذکرمی افتاد خواہ سلوک درویشی وخواہ علم مسائل ونکتہ دانی واشعارخواہ معاملہ سلطنت بادشاہاں وامراء وروش سپاہ ومنصوبہائے جنگ وطریقہ ملک گیری و پرورش رعیت واحسان بافقیراں و مساکین در ہر اصطلاح ہریک گروہ عالم و عامل بود در ہر اصطلاحے چندیں نکات غیر مکرر بیان می نمود کہ حاضراں راغیراز حیرانی فراہم نمی آمد،

حضرت سلطان الشہداء خیلے بلند ہمت بود مردم آنزمانہ حاتم ثانی می گفتند ہر کس کہ
بخدمت اومی آمد ممکن نہ بود کہ اوراچیزے ندہد خواہ زر خواہ سروپا خواہ اسپ خواہ شمشیر خواہ
خنجر موافق احوال آیندہ یک چیزے می بخشید بزرگے خوش گفتہ است۔

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد

ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

حضرت سلطان الشہداء ظاہر و باطن مصفا می بود باطن صفا شغل الٰہی و پاک از
معصیت وظاہر آنکہ ہمیشہ باوضومی بودو اکثر نماز غسل کردہ ادا می نمود و در جائے نشست و
خاست بساط مصفا می داشت و جامہای نفیس می پوشید و عطریات بسیار می مالید و برگ تنبول
رابسیار دوست می داشت، چندیں ہزار جواناں فرشتہ شکل وشایستہ روزگار کہ بخدمت او
بودند ہر ہمہ را ہمیں طریق بود اگر آیندہ در مجلس اومی آمد حیران می ماند کہ سلطان الشہداء
کدام است ہر کہ جمال یوسفی سلطان الشہداء می دید عاشق نیک سلوک وافعال پسندیدہ او
تا پایان عمر می ماند، مگر کسے کہ سیہ دل بودہ است بنور ولایت اوایمان نمی آورد۔

بعد از ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین جمال محمدی بزیور برجبین ہمیں قسم
مرداں غازی واہل صفا متجلی بود کہ مشرکان رابسوئے توحید ہدایت می کردند۔

(رباعی)

آنکس کہ جمال مصطفٰے را بیند شک نیست کہ عالم صفا را بیند
اینست کمال مرد در راہ یقیں در ہرچہ نظر کند خدا را بیند

واللہ اعلم بالحقیقت والصواب

داستان دویم

در بیان بازگشتن سالار شاہو و سالار مسعود بجانب غزنی و عناد گرفتن حسن میمندی با حضرت سلطان الشہداء بسبب بت سومنات

چوں پہلوان لشکر در مدت دہ سال اکثر ممالک ہند را در ضبط آوردہ وخاطر از تفرقات کفار جمع نمودہ چنانکہ بے تکلف خراج آمدن گرفت و سلطان محمود دراں ایام بملک خراسان تشریف بردہ بود متمردان کوہ دامن متفق شدہ خواستند کہ نواحی کاہیلر را تاراج سازند ملک چھجو حاکم کاہیلر حقیقت را بخدمت سلطان عرض داشت نمود بجر درسیدن عرض داشت فرمان او قضا جریان باسم پہلوان لشکر ورود یافت کہ نصف لشکر برائے محافظت دیار اجمیر گزاشتہ خود بانصف لشکر جنگ طلب متوجہ کاہیلر شود و کافراں را گوشمال دہد کہ دوبارہ راہ تمرد پیش نہ گیرند ما برسر مہم ہستیم والا نہ خود می رسیدیم وایں کاہیلر در دامن کوہ کشمیر واقع شدہ جائے قلب وقلعہ بغایت رفیع داشت در تصرف رائے کالی اچند[1] فرعونے بود از کثرت مال و ملک و لشکر مغرور بود چوں در سنہ سبع واربع مأتہ سلطان محمود بجانب قنوج متوجہ گشتہ در نواحی کشمیر رسید دراں ایام ہزار تلاش وتردد قلعہ رائے کالی چند را مفتوح ساخت دکاشتہائے خود در انشاند چنانکہ واقعہ گرفتن قلعہ مذکور وہلاک شدن رائے کالی چند با پنجاہ ہزار مشرک در تاریخ روضۃ الصفا مفصل ذکر کردہ است دریں مختصر گنجائش آں ندارد۔

القصہ پہلوان لشکر ہماں وقت می رسید ابراہیم ومظفر خاں ودیگر امیران اعتمادی کہ در سرحد ہا بودند بخدمت سالار مسعود گذاشتہ خود بدولت واقبال بکوچ متواتر متوجہ کاہیلر شد

---

[1] کچھ نسخوں میں کل چند ہے۔

کافران بے قیاس جمع شدہ نواحی کاہیلر را خاک وسیاہ ساختند ملک چھجو طاقت صف جنگ نداشت درکاہیلر قلعہ بند شدہ ماند کافران ملک را بغارت بردہ رخ بطرف خانہا کردہ بودند کہ پہلوان لشکر دررسید مقابلہ شد تا یکپاس جنگ کردند لشکر اسلام قوی آمد کافراں لاعلاج شدہ فرار نمودند چہل و چند سردار در بند آمدند و کفار بے شمار کشتہ شدند فتح عظیم شد سالار شاہو درکاہیلر آمدہ فتحنامہ بخدمت سلطان ارسال داشت سلطان بسیار خرم شد وہماں وقت فرمان بدستخط خاص صادر فرمود کہ دیار کاہیلر را باآں برادر سوائے جاگیر وانعام کردیم دراں مقام برائے خود وطن سازد چوں پہلوان لشکر را اقامت کاہیلر متشخص شدہ قاصداں رابطرف اجمیر برائے آوردن سالار مسعود روانہ ساخت ونوشت کہ آں فرزند نوردیدۂ زود معہ والدہ خود متوجہ حضور شود وامیراں کہ تعینات ہند اند آنہارا جابجا گذاشت بیائید چوں قاصداں دراجمیر رسیدند سالار مسعود خرم شدہ زود روز دیگر معہ والدہ خود باچند ہزار سوار ہمنشینان خود کہ ستارہ وار گرد آں ماہ لازوال می بودند متوجہ کاہیلر شد منزل بمنزل شکار باختہ می رفت چوں درقصبہ راول رسید سیوکن وبشنو خسر پورۂ خواجہ حسن میمندی کہ زمیندار قصبہ مذکور بودند باستقبال حضرت سلطان الشہداء آمدہ مقید شدند کہ بندہ نوازی کردہ درخانہ بندہ امروز منزل فرمائید کہ درمیان جمیع زمینداران بندہ را عزت شود چوں نفاق بدنہادے حسن میمندی برناصیہ سیوکن تاباں بود حضرت سلطان الشہداء ہیچ نوع قبول نہ کرد کہ درخانہ آں کافر دغاباز فرود آید ڈیرہ برسم معہود بیرون شہر فرمود باز سیوکن التماس کرد کہ طعام برائے خدمتگاراں موجود کردہ ایم حضرت سلطان الشہداء فرمود کہ من موافق مذہب اہل بیت از خانہ ہندو طعام نمی خوریم باز عرض نمود کہ آرد و برنج وجمیع اسباب طعام بندہ بیارد باورچیان سرکار طعام موجود سازند چوں درباطن سیوکن نفاق بود ایں معنی ہم قبول نیفتاد وصبح دم وقت کوچ باز سیوکن دوصدمن شیرینی انواع طریق راست کنانیدہ آورد وشیرینی کہ قسم اول بود تمام زہرآلودہ بودند حضرت سلطان الشہداء از نور ولایت دریافت وشیرینی حوالہ بکول کردہ تاکید فرمود کہ ہیچکس ازیں شیرینی چیزے نخورد

سیوکن راسر و پا دادہ رخصت فرمود خود کوچ کردہ در منزل دیگر آمد ملک نیک بخت را فرمود
کہ شیرینی بابت سیوکن بیارید چوں شیرینی آوردند سگان شکارے را پیش خود طلبید و
شیرینی کہ از قسم اول بود سگاں را داد بمجر دخوردن شیرینی تمام سگان از زہر ہلاک شدہ مردند
حضرت سلطان الشہداء روئے بحاضراں آوردہ بلسان وحدت نثار فرمود کہ مردک کافر
مراہم درجر کہ مردم ظاہر بیں خیال کردہ بود جمیع حاضراں خدمت ازیں کرامت حضرت
سلطان الشہداء متحیر شدہ رو بر زمیں آوردہ ثناخوانی کردن گرفتند چوں ایں خبر بخدمت
ستر معلیٰ رسید زار زار گریستن گرفت کہ الٰہی ایں چہ قہر شدہ بود کافر مردود باشارت حسن
میمندی دغا کرد حضرت سلطان الشہداء را پیش خود طلبیدہ در کنار گرفت وصدقات وافر
برائے فقرا و مساکین عنایت فرمود شب ہماں جا گذاشت چوں وقت صبح برائے کوچ
آراستہ شدند حضرت سلطان الشہداء بخدمت والدہ التماس کرد کہ امروز ایں جا مقام
فرمایند شکار گاہ خوب است من شکار باختہ می آیم ہمچناں کردند حضرت سلطان الشہداء معہ
چند ہزار جواناں نوخاستہ فرشتہ شکل و جانباز شکار باختہ بطرف قصبہ راول متوجہ گشت
جاسوساں را تعین فرمود کہ خبر سیوکن بیارید کہ در چہ حال است وخود بدولت واقبال قریب
قصبہ مذکور رسید جاسوسان خبر آوردند کہ سیوکن مردود غسل کردہ در بت پرستی مشغول است
از ہمونجا اسپان تاختند کافراں راہم خبر شد از قصبہ برآمدہ جنگ آغاز کردند جوانان جانباز
تیغہا علم کردہ از ہر طرف پروانہ وار برجستند کفار نابکار طاقت نتوانست آورد منہزم گشتند
غازیان سرہا کافراں را برنگ گوئے می انداختند چندیں کفار را در تہ تیغ آوردند وسیوکن
مردود را زندہ گرفتہ بخدمت سلطان الشہداء آوردند سلطان الشہداء فرمود کہ اے سیوکن
باشیر بچگان باز ندانستہ بودی کہ فرزند اسد اللہ الغالب است باز حکم کرد کہ ایں کافر را معہ
زن و بچہ بستہ در لشکر گاہ برند و تمام شہر را تاراج کردند۔

القصہ سیوکن معہ زن و بچہ بستہ در لشکر گاہ آوردند، اول کرامت واول فتح حضرت
سلطان الشہداء ہمیں بود ستر معلیٰ حکم کرد کہ شادیانہا بنوازند وصدقات بسیار داد و جمیع

لشکریاں حضرت سلطان الشہداء را اسپان و سروپا وزرونقد مرحمت فرمود دراں ایام عمر مبارک دوازدہ سال بود واقعہ حال بخدمت سلطان محمود عرض داشت کردہ قاصداں را روانہ ساخت وخود بدولت وحشمت بطرف کاہیلر کوچ بکوچ متوجہ شد۔

القصہ پیش از رسیدن قاصداں سالار مسعود باتفاق حسن میمندی نرائن برادر سیوکن بخدمت سلطان فریاد کرد کہ سیوکن برادر بندہ را معہ زن و بچہ سالار مسعود بستہ بردو قصبہ راول را غارت کرد سلطان ازیں معنی حیران ماند ہماں وقت عرض داشت حضرت سلطان الشہداء رسید حرام نمکی سیوکن ظاہر شد سلطان بدستخط خاص خود سلطان الشہداء را فرمان صادر فرمود کہ پیش از آمدن عرض داشت آں فرزند ایں جانرائن برادر سیوکن بطریق دیگر بعرض رسانیدہ بود گنہگار را خوب طریق در قید دارید کہ من بحضور خود تحقیق کردہ بسزا خواہم رسانید از مطالبہ فرمان حضرت سلطان الشہداء خرم شد و ماتم درخانہ حسن میمندی افتاد کہ نفاق مخفی آشکارا شد۔

القصہ چوں یک گروہ کاہیلر ماند خبر بہ پہلوان لشکر رسید از غلبہ شوق دیدن فرزند یوسف ثانی بمثل یعقوب بے اختیار بہ استقبال برآمد چوں نظر سلطان الشہداء بر پہلوان لشکر افتاد از اسپ فرود آمد وتسلیمات کناں متوجہ قدم بوس پدر گشت پہلوان لشکر نیز از اسپ فرود آمد محبوب رب العلمین را در کنار گرفت بعد ازاں جامہ شاہانہ بپوشانید و کلاہ مرصع و مکلل بر سر نہاد و کمر بند زریں در کمر بست و اسپ خنگی برائے سواری آورد چوں سوار شدند حکایت کناں متوجہ خانہ گشت اسپ عراقی حسن پائداری خود قدم بقدم بطرزی دیگر مجرامی کرد و سوار چوں فرشتہ شکل باآں زیب و زینت دو جہانی نظارہ کناں می رفت و ہر طرف کہ آں محبوب رب العلمین نیم نگاہ می کرد چندیں مردم از حسن یوسفی او بیدست و پا می افتادند و ہر کہ می دید متحیر می گشت کہ آیا عیسیٰ علیہ السلام از آسمان چہارم فرود آمدہ است و یا صاحب زمان محمد مہدی آشکار گشتہ آیا چہ معنی بر چہرۂ ایں پسر متجلی کردہ کہ تمام عالم پروانہ وار است وایں رانمی فہمیدند کہ آں گنج مخفی باایں

زیبا ظاہر شدہ چنانچہ بزرگے می فرماید بیت

آں بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم　　پوشید دلق آدم ناگاہ بردر آمد

آرے عالم سفلی را کجا ایں بینائے می باشد کہ ساکنان عالم علوی از تجلیات خلق آدم علی صورتہ محظوظ اندو بہرہ می برند۔

مردے باید کہ باشد شہ شناس　　تا شناسد شاہ را در ہر لباس

القصہ پہلوان لشکر معہ حضرت سلطان الشہداء در خانہ فرود آمد چندروز مجلس جشن بود پہلوان لشکر صدقات و بخشش وافری فرمود سالار مسعود محض خاطر داشت والدین صورتا در عالم کثرت می بود فامامعنا از عالم بے نشان اورا نشان دادہ بودند کہ از سرتا پائے غرق در دریائے وحدت گشتہ بود حضورے تمام داشت۔

القصہ سلطان محمود از مدت ارادہ داشت کہ بطرف نہروالہ و گجرات لشکر نماید و بت خانہ سومنات کہ معبود تمام اہل ہند بود خراب سازد چوں از مہمات خراسان فارغ شد بسوی غزنی برگشت فرمان باسم پہلوان لشکر صادر فرمود کہ مردم اعتمادی را در قلعہ کاہیلر گذاشتہ خود با فرزند سالار مسعود روانہ حضور شود چوں وے بخدمت سلطان رسید بانواع مہربانی محظوظ گشت و در حق سالار مسعود چنداں شفقت وافرمرعی داشت کہ سلطان مسعود و سلطان محمد ہر دو پسراں سلطان رشک می بردند فی الجملہ سالار شاہو را در خلوت طلبیدہ بجہت لشکر کشیدن جانب سومنات مصلحت پرسید وے التماس کرد کہ بعنایت الٰہی حشمت و صلابت خداوند عالم بر دل کفار چناں مستولی گشتہ است کہ ہیچکس تاب مقاومت ندارد دریں امر صلاح دولت فرمودنست سلطان را ایں معنی بسیار خوش آمدہ و خواجہ حسن را مخالف طبع افتاد بعد از گفت و شنود قرار چناں یافت کہ پہلوان لشکر بجانب کاہیلر رفتہ از فتنہ و فساد اہل ہند خبردار باشد و حضرت سلطان الشہداء اورا با لشکر ظفر اثر برکاب سعادت گذارد بعد از رخصت نمودن سالار شاہو سلطان با لشکر ظفر اثر جانب سومنات حرکت فرمود سالار مسعود با چند ہزار جوانان نوخاستہ دریں یورش بخدمت سلطان قیام داشت اکثر ترددات نمایاں

ازوی بظہور پیوست کہ باعث زیاد مرحمت وعنایات سلطان گشت پس سلطان اول در ملتان آمدہ لشکر بجانب سومنات کشید وسومنات اعظم اصنام ہند بود حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ نقل می کند کہ سومنات موضعے بود ولات نام بت آنمواضع چناں می فرماید

یافتند آں بت کہ نامش بود لات لشکر محمود اندر سومنات

فی الجملہ مورخان معتبر گفتہ اند کہ سومنات را در بت خانہ نہادہ بودند بر کنارۂ دریا واہل ہند در شب خسوف بزیارت آں صنم می آمدند زیادہ از صد ہزار کس در حوالی آں بت خانہ جمع می گشتند ودہ ہزار قریہ وقف آں بت خانہ بود وچنداں ہزار جواہر دراں جا جمع گشتہ بودند کہ عشر عشیر آں در خزانہ ہیچ بادشاہ نہ بود وہزار زنار دار دراں بت خانہ بعبادت مشغول می بودند یک زنجیر از طلا بوزن دوصد من دراں جا آویختہ بودند وچندیں جرسہا بروتعبیہ کردہ وسی صد سر تراش وسی صد مغنی وپانصد کنیزک رقاص مقرر بود کہ ملازمت آں بت خانہ نمایند ونہر گنگ کہ شرق دہلی وقنوج است درمیان سومنات ونہر گنگ مسافت بعید واقع شدہ است چنداں مردم درراہ گذاشتہ بودند کہ ہر روز آب گنگ تازہ برائے شستن سومنات میر سید القصہ چوں سلطان درسنہ ست وعشر واربع مائتہ در ملک ہند اکثر بت خانہائے را می شکست معتقدان سومنات می گفتند کہ سومنات ازاں بتاں رنجیدہ است والا نہ لشکر بادشاہ راہلاک می ساخت چوں ایں خبر بسلطان رسید فرمود کہ الحال مرا بہر رنگ سومنات را باید شکست تا ظن فاسد ہندواں برطرف شود، سلطان درسنہ مذکور از ملتان بطرف سومنات متوجہ شد چوں درراہ آب وعلف نبود بر شتران بار کردہ رواں شد ودرراہ بیابان خونخوار بود جابجا قلعہائے قلب پیش می آمدند بعنایت الہٰی اہل آں قلعہ باستقبال آمدہ ملازمت نمودند ورہنمائی می کردند دریں میان ہر بت خانہ کہ در نظر سلطان می افتاد برہم می ساخت تا بسومنات رسیدند بر کنارۂ دریا قلعہ بزرگ دیدند چنانچہ موج دریا بفصیل قلعہ می رسید خلائق بسیار سر برآوردہ تفرج مسلماناں می کردند۔

معتقدان ہندواں آنکہ معبود ما تمام لشکر سلطاں را در ہلاکت انداز دروز دیگر لشکر

اسلام بپائے قلعہ رسیدہ بجنگ مشغول شدند تمام روز جنگ شد چوں شب درآمد غازیان در
لشکرگاہ آمدند روز دیگر سلطان خود متوجہ قلعہ گشت غازیان بے محابا خود را درمیان قلعہ
رسانیدند و ہندواں لاعلاج شدہ دویدہ درمیان بت خانہ می رفتند وسومنات را زیر بغل
گرفتہ گریہ می کردند و بر در بت خانہ برآمدہ جان می دادند از پنجاہ ہزار زیادہ ہندواں بقتل
رسیدند باقی ماندہا بر کشتیہا سوار شدہ گریختند و در خانہ کہ سومنات بود عرض وطول بسیار
داشت چنانچہ شش ستون مرصع از لعل وزمرد نصب کردہ بودند وسومنات صنمے بود از سنگ
تراشیدہ طولش بمقدار پنج گز سہ گز ازاں ظاہر بود و دو گز زیر زمیں سلطان خود در بت خانہ
درآمد و گرز بردست گرفتہ بر سومنات زد و پارہ کرد چندیں ہزار دینار کہ در خزانہ سومنات بود
بدست سلطان افتاد و چند قلعہ دیگر کہ دراں نواحی بودند سلطان بضرب شمشیر مسخر گردانید
چوں سلطان دید کہ ملک وسیع است وزر خالص از کان کوہ پیدا می شود و جواہر نفیس کہ در ہیچ
ملک نیست دریں جا بے تکلف بدست می آید خواست کہ چند سال دراں جا مقیم شود ارکان
دولت بعرض رسانیدند کہ ملک خراسان را چندیں خونخواری بدست آوردید لائق نیست کہ
آنرا خالی گذاشتہ دارالملک دریں جا سازند سلطان فرمود کہ برائے ضبط وحفظ ایں ملک
کسے را باید گزاشت اعیان حضرت گفتند کہ دریں ملک ماندن کسے را ممکن نیست بہتر
آنست کہ از وارثان ایں مملکت کسے را باید گزاشت، دریں جا سخن بسیار است تا کجا نویسد
حاصل کلام آنکہ وابشلیم نام شخصے کہ از نسل پادشاہاں آں دیار بود او را در قلعہ سومنات
نصب کردہ و خراج بر سروی مقرر فرمود کہ سال بسال خزانہ در سرکار می رساندہ باشد و خود
خواست کہ بطرف سندھ براہ بیاباں لشکر اسلام ازاں دیار برآرد چنانکہ در تواریخ فیروز
شاہی کلاں یک مناقب سلطان ہمیں نقل کردہ است کہ چوں قرار متوجہ شدن لشکر براہ
بیاباں افتاد یک ہندو را آوردند او را پیش کردہ لشکر اسلام عقب او رواں شد چوں
یکشبا روزی راہ آمدند وقت آں رسید کہ دیرہ کنند ہر چند تفحص کردند ہیچ طرف آب نبود
واقعہ حال بخدمت سلطان معروض داشتند حکم شد کہ آں ہندو را بیارید چوں آوردند فرمود تو

چرا چنیں راہ آوردی کہ ہیچ طرف آب و آبادانی نیست آں ہندو گفت کہ من خود را
فدائے بت سومنات کردیم و ترا دریں بیاباں آوردیم کہ ہلاک کردند سلطان حکم کرد تا ہندو
را دو پارہ کنند و خود ہماں جا ڈیرہ کرد چوں شب شد سلطان از ڈیرہ بیروں آمد مشغول بحق
شد و روبرزمیں نہاد بحضرت ذوالجلال بتضرع خلاصی طلبید چوں پاسے از شب بگذشت
ناگاہ بطرف شمال از لشکر روشنائی ظاہر شد سلطان فرمود تا لشکر ہموں طرف رواں شود حق
تعالیٰ لشکر اسلام را بمنزلے رسانید کہ آب بود ہمہ مسلماناں از بلا خلاصی یافتند حق تعالیٰ
آں بادشاہ را کرامت عطا کردہ بود و کمالات سلطان ازیں جا باید فہمید کہ صاحب نفحات می
نویسد وقتے کہ سلطان محمود بغزوہ سومنات رفتہ بود خواجہ ابو محمد چشتی را در واقعہ نمودند کہ
بمددگاری وے باید رفت خواجہ در عمر ہفتاد سالگی با درویش چند متوجہ شد چوں آنجا رسید
بنفس مبارک خود مشرکاں و عبدۂ اصنام جہاد کرد روزے مشرکاں غلبہ کردند لشکر اسلام پناہ بہ
بیشہ آوردند نزدیک بود کہ شکست برایشاں آید خواجہ ابو محمد چشتی را در قصبہ چشت مریدے
بود آسیابان محمد کاکو نام خواجہ آواز داد کہ کاکو دریاب در حال کاکو اضطراب می کرد و محاربہ می
نمود تا لشکر اسلام نصرت یافتند و کافراں ہزیمت کردند ہماں وقت محمد کاکو را دیدند کہ
اضطراب می کرد و محاربہ می نمود دراں ساعت کہ محمد کاکو لکہ لکہ آسیا را برداشتہ بر دیوار می زد
از وی سبب آں پرسیدند ہمیں قصہ را گفت ہرگاہ کہ حق تعالیٰ بمثل ابو محمد عارف کامل را
بمددگاری سلطان امر فرماید پس پیش او مقابلہ کہ تواند نمود در تواریخ محمودی می نویسد کہ بعد
از چند روز سلطان در غزنی رسید و بت سومنات را بر در جامع مسجد انداخت تا ہمہ مسلماناں
برائے نماز بر سینہ آں بت پا نہادہ بیایند و بروند چوں خبر بردن بت بکافراں رسید قاصداں
را پیش خواجہ حسن فرستادند کہ بت از سنگ است بکار شما نمی آید وزن کردہ دو چند طلا از من
بگیرید و بت را بما بدہید خواجہ حسن بخدمت سلطان معروض داشت کہ کافراں دو چند طلا
می دہند و خدمت قبول می کنند صلاح دولت دریں است کہ طلا بگیریم و آنہا را از خود سازیم
سلطان بموجب التماس خواجہ حسن ایں معنی قبول کرد کافراں طلا را آوردہ در خزانہ داخل

کردند روزے سلطان بر تخت نشستہ بود کہ قاصدان کفار آمدہ عرض کردند کہ خداوند عالم طلا بوض بت سومنات در سرکار رسانیدیم امانت نیافتیم سلطان را گفتار آنہا خوش نیامد تغافل کردہ برخاست و دست سالار مسعود گرفتہ بحل درون رفت و پرسید کہ در خاطر آں فرزند چہ می آید بت بدہم یا نہ چوں سالار مسعود سعید ازل بود بر فور التماس نمود کہ شاہا حق تعالیٰ روز حشر پیش قضا کرسی خواہند طلبید کہ آذر بت تراش و محمود بت فروش را حاضر آرند آں زماں چہ جواب خواہید داد ایں سخن در دل سلطان جائے گرفت متحیر شدہ گفت کہ من قول کردہ ام عہد شکنی می شود سالار مسعود عرض کرد کہ بت را حوالہ بندہ فرمایند و کافراں را نیز فرمایند کہ رفتہ از و بگیرید سلطان قبول کرد و سالار مسعود بت را در خانہ خود آوردہ گوش و بینی بت را شکستہ مایدہ ساختہ۔

چوں خواجہ حسن کافراں را ہمراہ کردہ بخدمت سلطان آمدہ معروض داشت کہ اگر حکم شود بت را حوالہ کافراں بکنیم سلطان فرمود کہ سالار مسعود در خانہ خود بردہ است آنہا را بفرستید کہ رفتہ از و بگیرند خواجہ حسن سر بجنبانید و ایں حدیث بخواند الضدان لا یجتمعان کافراں را گفت کہ بت پیش سالار مسعود است رفتہ از و بگیرید آنہا بر در سالار مسعود آمدہ طلب بت کردند سالار مسعود ملک نیک بخت را فرمود کہ آنہا را بتعظیم بنشانید و مایدہ کہ از گوش و بینی بت شکستہ در صندل و در چونہ برگ تنبولی آمیختہ پیش آنہا فرستاد کفار خرم شدہ صندل مالیدند و برگ تنبول خوردند بعد از ساعتے التماس بت کردند سالار مسعود فرمود کہ من بت شما دادیم آنہا متحیر شدہ گفتند کہ من کے یافتیم ملک نیک بخت واقعہ حال بگفت کہ در صندل و در چونہ برگ تنبول بت شما بود بعضے کفار قے کردند و بعضے گریاں و نالاں پیش حسن میمندی رفتہ واقعہ حال باز گفتند خواجہ چوں مار پیچیدہ گفت کہ بادشاہ ما دیوانہ شدہ است کہ از گفتہ بچہ دہ روزہ کار می کند من بخاطر شما نوکری سلطان را ترک کردیم شما ہم رفتہ بر ولایت سلطان بتازید کہ چشم سلطان کشادہ شود۔

القصہ چوں کفار برخاستہ پیش رایاں خود رفتند خواجہ حسن از وزارت دست کشید خیلے

متغیر و دلگیری بود چنانچہ در تواریخ فیروز شاہی دو تردد سلطان محمود را مقدم داشتہ است یکے آنکہ متمردان ہندرا مقہور گردانید و قلعہائے رائے کالی چندر امعہ بت خانہا تاراج ساختہ ملک ہندرا در ضبط آوردہ دوئیم آنکہ سلطان لشکر بطرف نہروالہ و گجرات بردایں ہر دو کار از تردد و تلاش سالار شاہو بود و پارچہ پارچہ کردن بت سومنات محض از صلاح سالار مسعود بود چنانچہ ذکر افتادہ است در امیراں سلطان سپہ سالار پہلوان لشکر بودند ہر طرف کہ سلطان لشکر کشید و ملک گیری کرد فتح از تردد جاں سپاری پہلوان لشکر و اقربا اومی شد چنانچہ در تواریخ محمودی عداوت حسن میمندی و شجاعت و ملک گیری و نیک سلوکی پہلوان لشکر سالار شاہو مفصل بیان نمودہ است اگر دریں جا مندرج سازم کتاب طول شود ازاں جہت مختصری گذارم و ایں بعضے تردد سلطان محمود و سالار شاہو بسبب سالار مسعود نوشتہ شدہ است کہ ایشاں ہم دریں واقعات شریک بودند والا نہ ایں قدر طول عبارت نمی نوشت، واللّٰہ عالم بالحقیقت والضواب۔

■❖■

داستان سوم

در بیان رخصت شدن حضرت سلطان الشہداء از سلطان محمود ورونہ آوردن بطرف ہندوستان ورسیدن بملتان وفتح کردن دہلی وگذشتن آب گنگ واقامت فرمودن در سترکھ و تعین کردن فوجہا باطراف

القصہ چوں حسن میمندی از مدتہا در کار و بار وزارت واقف بود از دلگیر شدن خواجہ حسن ہر طرف بنیاد فساد پیدا شد سلطان ازیں معنی آگاہ شد و ہر چند دلجوئی خواجہ حسن نمود ہیچ نوع تسلی او نمی شد ہر وقت کہ حضرت سلطان الشہداء را در مجلس می دید والطاف سلطان درحق وی نگاہ می کرد چوں مار پیچیدہ و متغیری گشت کہ دیدن سالار مسعود را طاقت ندارم سلطان ازیں صحبت متحیر شدہ روزی سالار مسعود را در خلوت طلبیدہ واز راہ شفقت فرمود کہ حسن میمندی بدنہاد است از غایت خجالت با تو عناد پیدا کردہ است ارادہ دور از کار بنیاد نہادہ است می خواہم کہ بتدریج او را از خدمت وزارت معزول ساختہ امیر حسنک میکائیل را بایں خدمت سربلند گردانم تا آں وقت شما بجانب کاہلیر رفتہ شکار بباز ید و والدین را ملازمت نمائید بعد از چند روز شما را خواہم طلبید و توجہ ما را درباب خود بیش از بیش متصور دارید حضرت سلطان الشہداء مزاج سلطاں را دریافتہ معروض داشت کہ پیش والدین چہ کار داریم اگر حکم شود بطرف ہندوستان رفتہ ملک غیر عملی را از دست کفار برآوردہ اسلام کنم وخطبہ باسم خداوند عالم خواندہ شود سلطان فرمود ما را جدائی آں فرزند دریں مرتبہ خوش نمی آید کہ از خود جدا سازم چند روز پیش پدر بروید زود طلب حضور خواہیم فرمود روز دیگر سالار مسعود بالشکر خود مسلح شدہ بدربار سلطان آمدہ بعد از ادائے خدمت سلام درخواست رخصت نمود سلطان بغایت متحیر شدہ مہربانی بسیار اظہار کرد اما آں غیرت حیدری در دماغ

حضرت سلطان الشہداء چناں مستولی گشتہ بود کہ آں تواضع و مہربانی سلطان را در خاطر راہ
نداد مکرر التماس رخصت نمود کہ چند روز سیر کردہ باز بہ خدمت می رسیم بہر قسم سلطان خلعت
خاص با چند اسپ عراقی و دو زنجیر فیل مرحمت کردہ رخصت فرمود و لیکن از جدائی آں محبوب
رب العلمین خیلے دلگیری بود و فرمان بدستخط خاص برائے پہلوان لشکر صادر فرمود کہ فرزند
سالار مسعود را بجہت مصلحتے فرستادہ ایم دلجوئی بسیار کردہ پیش خود نگاہدارید بعد از چند روز
خواہم طلبید فی الجملہ سالار مسعود ہمچو شیر شرزہ از پیش سلطان بر آمد و ہماں وقت ڈیرہ
بیرون شہر کرد پس ازیں واقعہ غوغا و شور در شہر و لشکر افتاد کہ سالار مسعود از بہر تعصب دین
محمدی بت سومنات را بکافراں نداد حسن میمندی بروایں قہر کرد کہ او روبجہاں نہادہ است
و میرود اکثر خلائق شہر و اطراف رو بہ سالار مسعود آوردند بعضے امراء و ملوک و ترکان بہادر از
اقربا حضرت سلطان الشہداء ہر ہمہ اختیار ہمراہی کردند و از لشکر سلطان بر آمدند جمال
جہاں آرائے حضرت سلطان الشہداء حیات تمام آں مردم بود عاشقاں را صبر ممکن نیست
غیر از وصال محبوب مصلحت دیگر گنجائش ندارد بے اختیار ہمراہ حضرت سلطان الشہداء شدند
و بکوچ متواتر بسوئے مشرق رواں شدند صاحب تواریخ محمودی می نویسد کہ یازدہ ہزار کس
از مردم خواص و عوام در لشکر سالار مسعود بودند وطن و اقربا ہر کدامی در ملک غزنی بود فاما از
مشاہدہ حسن یوسفی حضرت سلطان الشہداء چناں با ذوق می رفتند کہ گاہے کسے را فکر گذاشتن
وطن و با اہل عیال و اقربا در وہم و خیال نمی گذشت دریں باب بزرگے خوش گفتہ است۔

رباعی

اندر طلب دوست چوں مردانہ شدم اول قدم از وجود بیگانہ شدم
او علم نمی شنید لب بر بستم او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

القصہ ایں خبر بہ پہلوان لشکر رسید سالار شاہو معہ ستر معلیٰ بے طاقت و بے قرار از
کاہیلر بہ لشکر گاہ حضرت سلطان الشہداء آمدند بعد از ملاقات ہر چند والدین گریہ و زاری
کردند کہ سالار مسعود ایں جا باشد اصلا قبول نیفتاد چوں دیدند کہ نمی ماند مقید شدند کہ من

بخاطر کہ ایں جا می باشم ہمراہ آں فرزندی شویم آخر حضرت سلطان الشہداء گفت اگر شما باما ہمراہ خواہید شد حسن میمندی تحقیق بخدمت سلطان خواہد گفت کہ ایشاں باغی شدند من از سلطان عرض کردہ ایم و بخدمت شما ہم التماس می نمایم انشاء اللہ تعالیٰ بعد از یکسال سیر کردہ می آیم الغرض لاچار شدہ قبول کردند و لشکر خوب مسلح کہ اکثر ہم عمر و ہم صحبت حضرت سلطان الشہداء بودند و بعضے از اقربا خود جمیع ترکاں بہادر را سالار شاہو چیدہ چیدہ ہمراہ حضرت سلطان الشہداء داد خزائن و اسپاں و اسباب از ہر قسم مرحمت کردہ پہلوان لشکر معہ ستر معلٰی گریاں و دیوانہ وار برگشتہ متوجہ کاہیلر گشت سالار شاہو از احتشام بیطاقتی اظہار نمی کرد اما ستر معلٰی از غلبہ فراق اصلا کسے را نمی شناخت ہر کہ را میدید مسعود مسعودی گفت۔

در و دیوار من آئینہ شد از کثرت شوق　　دیدہ ہر جا کہ نہم روئے ترا می بینم

واز کثرت گریہ بینائی ہم نماندہ بود او در عشق فرزند یعقوب ثانی گشتہ بود کہ پروائے کون و مکاں نداشت ہر چہ اورا الہام می کردند ہماں در عمل می آورد چنانچہ احوال یوسف علیہ السلام کہ یعقوب و زلیخا از بہر او کباب می گشتند واورا از غلبۂ شوق الٰہی ازیں چیزہا خبر نبود حضرت سلطان الشہداء نیز صورتا و معنا یوسف ثانی بودہ است حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل درشان ایں قسم علمائے حقیقی وارد است کہ ظاہر بادشاہ خلق و باطن باحق حضور مطلق ظاہر مردم ہزار در ہزار ایستادہ برائے خدمتگاری و باطن فرشتگان حاضر بفرمان برداری ظاہر از خلق مشغول بکلام و باطن گوش دل متوجہ بسوئے الہام ظاہر در احکام شریعت آراستہ و باطن از ما و من برخاستہ ظاہر از مظہر جلال احتراز و باطن در عالم صلح با جلال و جمال ہمراز حق تعالیٰ از جمیع اوصافہا شایستہ ظاہر و باطن آراستہ بود ایں قسم جوانان شایستہ اطوار و محرم اسرار را خلیفہ الٰہی تواں گفت۔

رفتہ ز مسعود یک جملہ صفات بشر　　چونکہ ہماں ذات بود باز ہماں ذات شد

القصہ حضرت سلطان الشہداء بکوچ متواتر بطرف ہند رواں شد روزی فوجہا آراستہ کردہ خود از لشکر جدا شدہ معہ چند مصاحب و میر شکار صید کناں میرفت باز را

بر جانورے انداخت باز بدخوئی کردہ بر درختے نشست سالار مسعود متوجہ بسوئے درخت شد چوں زیر درخت رسید از اسپ فرود آمد میر شکاراں را فرمود کہ باز را بدست آرند خود ساعتے در تہ درخت مشغول شد بعد ازاں چشم بکشاد و چپ و راست نگاہ کرد حکم فرمود کہ بیلداراں را حاضر آرند چوں بیلداراں حاضر شدند فرمود کہ ایں درخت را از بیخ کندیدہ بر طرف سازند باز حکم شد کہ بیشتر بکاوند چوں بسیار چاہ دار کندیدند دفینہ گنج بیقیاس برآمد فرمود کہ ایں خزائن را بیروں آرند الغرض مبلغ بدر آوردہ چند تودہائے زر آراستند سبحان اللہ شخصے را کہ حق تعالیٰ ایں قسم تصرف ظاہر و باطن دادہ باشد او را چہ افتادہ است کہ بر مملکت سلطان محمود نظر کند و یا او را در خاطر آرد ازیں کرامت حضرت سلطان الشہداء تمام لشکر را تقویت از عالم دیگر پیدا آمد الحق آں قوم را چہ غم است کہ بخدمت ہمچو شاہبازی قیام داشتند بزرگے خوش گفتہ است۔

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیباں

چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیباں

القصہ چند روز ہماں جا اقامت فرمود ارکان دولت را حکم کرد کہ ازیں خزانہ الٰہی نہ ماہہ یاران قدیم را بدہید و شش ماہہ دیگر تمام لشکر را و دیگر مردم جدید نگاہ دارید آنہارا چہار ماہہ بدہید چند ہزار کس دیگر نگاہ داشتند تمام مردم قدیم و جدید را آنچہ حکم بود زر ادا نمودند فاما تودہ زر ہمچناں بحال بود خزائن مذکور را ہمراہ گرفتہ ازاں جا کوچ کرد و ملک نیک بخت را بتاکید تمام فرمود کہ ازیں زرہا در باورچی خانہ ما چیزے خرج نکنند و حضرت سلطان الشہداء را رسم بود کہ از ہر کس کہ کلام می کرد البتہ او را چیزے انعام می فرمود خواہ زر خواہ اسپ خواہ سرو پا حق تعالیٰ اخلاق محمدی خاصہ نصیب او گردانید کہ در سواری ہمیں شغل داشت از ہر کدام کہ ہم سخن می شد یا بطریق احوال پرسی و یا بطریق مطایبہ و یا بروش دیگر موافق استعداد ہر کسے اما مقصود محض ہمیں کہ چیزے بخشش کند و تمام لشکریاں را راہ سخن بخدمت آں محبوب رب العٰلمین بود و ہر کدامی از اخلاق حمیدہ او بہرہ مندمی شدند و فیض

ظاہر و باطن می ربودند و چوں از جہاد بڈیرہ فرود آمد طعام وافر از ہر قسم حاضر می آوردند و تمام مردم چوکی ہمراہ طعام می خوردند و بعضے فقرائے کامل و علمائے عامل کہ محض بسبب محبت محبوب رب العلمین در لشکر می بودند آنہا را ہر روز وقت طعام می طلبید و قریب خود جائے میداد و بعد از طعام مذکور علم سلوک و حقائق و نکات توحید با آنہا می نمود و ذوق می گرفت و بعد از ادائے نماز عشا خود تنہا در خرگاہ می درآمد و جمیع مردم بیروں می رفتند مگر چند خدمتگار بمثل میاں ابراہیم کہ قبر او در قصبہ کنتور است درمیان سراپردہ آب وضو موجود می داشتند دراں وقت ہیچکس را مجال نبود کہ گرد و پیش سراپردہ دم برآرد تمام شب خلوت با محبوب حقیقی داشت اگر احیانا کسے از مصاحبان دراں وقت می رفت پس از غلبۂ سکر مشاہدۂ الٰہی اورا نمی شناخت بلکہ خطر بود سبحان اللہ عجب ذوق و خلوت با حق داشت قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل حضرت سلطان الشہداء ہم در قرب الٰہی و ہم جہاد اکبر و ہم جہاد اصغر قدم بقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشتے حق تعالیٰ حضرت سلطان الشہداء را عجب استغنا دادہ بود کہ اکثر علما و امراء بخدمت او مقید می شدند کہ صاحب دوازدہ ہزار سوار مستحق بادشاہی خطبہ می شود و صاحب بدولت چندیں ہزار سوار با خود دارید بہتر آنست کہ بر تخت سلطنت جلوس فرمائید ہرگز قبول نیفتادو می فرمود کہ تخت و سلطنت سلطان محمود را مبارک باد من برائے گرفتن بادشاہی نہ برآمدہ ام محض برائے محبت حق و تعصب دیں محمدی رو بجہان نہادہ ایم کہ مشرکاں را بسوی وحدانیت حق دعوت کنیم و در عشق پروردگار عالم پروانہ وار جاں ببازیم کہ ازیں سرگردانی عالم کون خلاصی یابیم مطلوب ما بادشاہی دنیا نیست مقصود ما پیدا کنندۂ بادشاہاں دنیا است ہر کہ پیدا کنندۂ کون و مکاں را یافت روئے از باشاہی نیافت۔

~~~
مے وحدت کسے نوش کرد     کہ دنیا و عقبٰی فراموش کرد
~~~

القصہ حضرت سلطان الشہداء با حشمت و شوکت ظاہر و باطن برلب آب سندھ رسید حکم کرد کہ اسباب بحر حاضر آرید تجسس کردہ کشتیہا آوردند امیر حسن عرب و امیر بازید

جعفر را فرمود کہ شما ہر دو کس پانچ ہزار سوار بیشتر دریائے سندھ گذشتہ بر ستپور بتازید ہمچناں کردند رائے ارجن زمیدار ستپور اول خانہا گزاشتہ طرف جنگل رفتہ بود ۔ نہار فتہ خانہائے اورا کندید ند پنج لکہ تنکہ زر بر آمد و اسباب بسیار بدست آوردہ ہر دو امیراں بخدمت حضرت سلطان الشہداء رسیدند حکم شد کہ ایں اول تاخت شما است بشما بخشیدیم بعد ازاں خود ہم معہ لشکر از آب سندھ گذشتہ چند روز بر لب آب اقامت فرمود دراں جا شکارگاہ خوب بود شکار می باخت و ترکان بہادر در اطراف تاخت باخت می کردند یک روز مجلس جشن کردہ بود طعام وافر از ہر قسم خرج کردہ ہر یکے را بخشش بے اندازہ عطا فرمود و گفت یاران الحمد للہ ! ایں ملک از نوک قلم حسن میمندی بیرونست ہر جا کہ باشم ذوق است و ہر طرف کہ سیر کنم راحت و نیز فرمود بندہ را بندگی حق بس است ایں چہ معنی دارد کہ بندۂ خدا باشد محتاج مخلوق گردد مرا ایں معاملہ تجربہ شدہ است تا آنکہ از محتاجی مخلوق بر نیاید ہرگز مشاہدۂ حق رو نہ نماید چرا کہ ایں کار بجمعیت دل تعلق دارد ہرگاہ کہ ایں کس محتاج بغیری باشد جمعیت چہ نوع دست دہد ۔

القصہ حضرت سلطان الشہداء ازاں جا کوچ کردہ بخطۂ ملتان رسید ملتان ویران بود ازاں وقت کہ فوج سلطان محمود غازی مرتبہ ثانی ملتان را تاراج کردہ بود باز آباداں نشدہ رائے انکپال زمیدار ملتان در خطہ اوچ آباداں شدہ بود ازاں جا رسول خود پیش حضرت سلطان الشہداء فرستاد کہ در ملک بیگانہ ایں نوع دویدہ می آئید چہ لائق است مبادا جامہ گراں شود حضرت سلطان الشہداء فرمود کہ ملک خدا است بندہ را ملک نباشد ہر کہ را خدا بدہد ہموں متصرف شود طریق آبا و اجداد ما از وقت اسد اللہ الغالب تا ایں زماں ہمیں است کہ کافراں را بسوئے وحدانیت حق و شریعت محمدی دعوت کنیم اگر ایمان آرند بہتر است والا نہ در تہ تیغ آریم رسول را سروپا دادہ رخصت نمود و فرمود کہ من متعاقب می رسم موجود باشید بعد از رواں شدن قاصد امیر حسن عرب و امیر ترکان و امیر بازید جعفر و امیر تقی و امیر فیروز عمرو ملک امجد ہر شش امیراں را با چند ہزار سوار بر سرے رائے انکپال

نمین نمود چوں فوج ظفر اثر قریب اوچ رسید رائے انکپال با جمیعت خود مسلح شدہ از شہر برآمدہ بجنگ مشغول گشت تا یکپاس جنگ شدہ اکثر ترکان بہادر روبشہادۃ آوردند و کافراں بیقیاس کشتہ شدند رائے انکپال لا علاج شدہ منہزم گشت لشکر اسلام در شہر آمدند تمام شہر را غارت کردند اموال و اسباب بیقیاس بدست آوردہ بخدمت حضرت سلطان الشہداء آمدند ہر شش امیراں را ابرو پا و اسپان مرحمت فرمود چوں برسات ہم رسیدہ بود چہار ماہ در ملتان اقامت فرمودہ بعد از برسات لشکر بطرف اجودھن کشیدہ دراں ایام اجودھن و نواحی آں خیلے آباداں بود و بے منازعت مفتوح گشت حضرت سلطان الشہداء را آب و ہوائے اجودھن بسیار خوش آمدہ و شکارگاہ ہم خوب بود مدتہا اقامت فرمود تا آنکہ برسات دیگر رسید ہماں جا ماندہ بعد از برسات بجانب دہلی متوجہ گشت دراں ایام مملکت دہلی در تصرف رائے مہپال بود و او جمیعت بیقیاس داشت و پر غیور بود و خیلان جنگی بسیار داشت سلطان محمود و سالار شاہو ہم کہ در ہندوستان آمدند و شہر لاہور را فتح نمودہ دارالاسلام ساختند اما قصد دہلی نتوانستند کرد تغافل کردہ رفتند۔

القصہ حضرت سلطان الشہداء بکوچ متواتر سیر وار قریب دہلی رسیدہ بود کہ رائے مہپال ہم بالشکر خود پیشتر آمدہ مقابلہ کرد میان ہر دو لشکر چند کروہ مفاصلہ ماندہ بود فاما جوانان بہادر ہر روز از طرفین می برآمدند و از صبح تا شام جنگ می کردند تا مدت یکماہ و چند روز ہمیں طور گذشتند حضرت سلطان الشہداء خیلے متحیر می بود و امداد از حق می خواست ناگاہ خبر رسید کہ سلطان السلاطین مہی بختیار و سالار سیف الدین، و میر سید عز الدین و ملک دولت و میاں رجب ہر پنج امیراں از طرف غزنی بالشکر بسیار می آیند چوں بخدمت سالار مسعود رسیدند تمام لشکر را شادی و ذوق روئے داد و ایشاں نیز از بدخوئی حسن میمندی ملک غزنی گذاشتند سالار سیف الدین عموی خرد حضرت سلطان الشہداء بود و مہی بختیار، سید عز الدین نیز بخدمت حضرت سلطان الشہداء مکرر نسبت خویشی داشتند و ملک دولت بندہ سلطان محمود بود و میاں رجب موالی سالار شاہو بودہ است و بروے اعتماد تمام داشت

ازاں جہت اورا بہ سالار مسعود بخشیدہ بود و سالار مسعود رجب را برائے اہتمام جاگیر تعین نمود چوں حضرت سلطان الشہداء ایں طرف آمد خواجہ حسن جاگیر ایشاں بے اطلاع سلطان تغیر کرد و میاں رجب ازاں جا بخدمت حضرت سلطان الشہداء آمد چو بندہ اعتمادی و درشت طبیعت بود ازاں جہت اورا خدمت کوتوالی لشکر فرمود واز سبب دشمنی حضرت سلطان الشہداء خواجہ حسن از جمیع اقربا ایشاں عناد ظاہر کرد لاچار ہر ہمہ جدا شدند سلطان ہم پیر شدہ بود شب و روز صحبت با ملک ایاز داشت از کاروبار سلطنت چنداں ملتفت نہ بود حسن میمندی عالم را برہم ساخت اما در تواریخ روضۃ الصفا می نویسد کہ سلطان آخر از خواجہ حسن آزاد گرفتہ اورا از منصب وزارت معزول کردہ در قلعہ از قلعہائے ہند محبوس گردانید و وزارت را با میر حتک میکائیل داد و خواجہ حسن در حبس ہلاک شد یقین است شخصے کہ فرزند مرتضی علی را ناحق آزار دہد او چرا ہلاک نشود۔

القصہ رائے مہپال از آمدن لشکر نو متغیر گشت چہلم روز از طرفین فوجہا آراستہ کردہ بجنگ مشغول شدند حضرت سلطان الشہداء با شرف الملک در حکایت متوجہ بود کہ گوپال پسر رائے مہپال اسپ ازاں طرف تاخت و گرز بر حضرت سلطان الشہداء انداخت زخم بر بینی مبارک رسید و دو دنداں آنحضرت مجروح شدند شرف الملک شمشیر علم کردہ بر گوپال زد چنانکہ ہماں ساعت بدوزخ رفت حضرت سلطان الشہداء بر زخم بینی روپاک بستہ باز بجنگ مشغول گشت زہے شجاعت و جوانمردی سالار مسعود زخم را اصلا در خاطر نیاورد تا نماز شام جنگ کرد و شب ہم در میدان ایستادہ ماند چندیں ترکاں نو خاستہ رو بشہادت آوردند کافراں بسیار کشتہ شدند وقت صبح باز نقارہائے جنگی کوفتند و جواناں بہادر بجنگ در آمدند میر سید عزالدین در فوج ہراول بود ناگاہ تیر در گلوئے مبارک ایشاں رسید شہید شدند از خبر شہادت میر مذکور حضرت سلطان الشہداء بیقرار شدہ خود اسپ را تاخت و از ہر طرف امیراں و ترکان جانباز پروانہ وار برجستند کافراں طاقت نتوانستند آورد منہزم گشتند اما رائے مہپال و رائے سری پال با چند کس دیگر در میداں ایستادہ ماندند ہر چند مردم آنہا گفتند

کہ اگر حیاتست باز جنگ میکنم آنہا ہمیں جواب دادند کہ ما میداں گذاشتہ کجا رویم۔

الغرض ہر دو رایاں در میداں کشتہ شدند فتح عظیم شد و آں روز تخت دہلی بدست آمد فاما حضرت سلطان الشہداء بر تخت نہ نشست فرمود کہ من ایں جہاد بخاطر تخت نمی کنم مارا با خدائے تعالیٰ رازیست کہ او می داند و میر سید عزالدین را در دہلی دفن کردند و روضہ عالی راست کردہ و چند کس برائے خدمت جاروب و چراغ متعین فرمود و امیر بازید جعفر را باسہ ہزار سوار خاصہ در دہلی نصب کرد و حکم فرمود کہ پنج شش ہزار سوار مردم ایں جائے جدید نگاہدارید و از کمال مہربانی فرمود کہ غمخوارگی دہلی بتو تعلق دار در راہ روان داری کہ خلق خدارا آزار نرسد بعد از ششم ماہ و شانزدہم روز از دہلی بطرف میرٹھ لشکر کشید رایان میرٹھ پیشتر شنیدہ بودند کہ از بندگان سالار مسعود ہیچ کس ظفر نمی یابد بہر طرف او با بندگان او توجہ می فرمایند فتح می شود آنہا دہشت خوردہ رسولان خود معہ سوغات بخدمت حضرت سلطان الشہداء فرستادند کہ ملک از آنحضرت و من بندۂ بندگاں درگاہیم اطاعت و خدمت قبول داریم سلطان الشہداء ازیں تواضع آنہا خوشحال شدہ ملک میرٹھ را باآنہا بخشید و خود بشوکت و حشمت متوجہ بطرف قنوج گشت چوں رائے اجیپال زمیدار قنوج را سلطان محمود جلاوطن ساختہ بود و سالار شاہو عفو تقصیر اورا بخدمت سلطان درخواست کردہ آباداں ساخت باآں نسبت احسان رسول خود با سوغات پیشتر بخدمت حضرت سلطان الشہداء فرستاد چوں حضرت سلطان الشہداء قریب قنوج رسید برلب آب گنگ ڈیرہ کرد رائے اجیپال پسر کلاں خود را معہ سوغات و پیشکش میزبانی بخدمت آنحضرت فرستاد و سلطان الشہداء التفات بسیار کرد و محض برائے خاطر داشت او میزبانی قبول کرد و پسر رائے اجیپال را سرو پا معہ اسپ دادہ رخصت فرمود و گفت کہ سامان بحر زود موجود سازید کہ آب گنگ گذشتہ پیشتر شکار بازیم کشتیہا موجود کردہ عرض داشت نمود ہماں وقت لشکر را حکم کرد کہ آب گنگ گذشتہ آں طرف ڈیرہ کنند ہمچناں کردند بعد ازاں خود ہم آب گنگ گذشتند آں زماں رائے بادہ اسپ پیشکش آوردہ ملازمت کرد حضرت سلطان الشہداء رائے

اجپال را کنار گرفت و قریب خود جائے داد و تسلی بسیار نمود و جامہ خاصگی باآں دہ اسپ رائے مذکور را

مرحمت کردہ رخصت فرمود و گفت کہ راہ روان دارید و غلہ برائے لشکر ما فرستادہ باشید واز آیندہ و روندہ خوب طریق خبردار خواہید بود تا اوصاف مرداں روز بروز زیادہ شود بعد ازاں کوچ کردہ بطرف سترکھ متوجہ شد دہم روز در سترکھ رسید دراں ایام بملک ہند غیر از سترکھ دیگر ہیچ قصبہ و شہر آبادی بیشتر نداشت و شکارگاہ ہم خوب بود و آں مقام ناف اقلیم ہنداست و معبدۂ معتبر کفار بود ازاں جہت حضرت سلطان الشہداء در سترکھ اقامت فرمود و فوجہا باطراف جوانب تعین نمود سالار سیف الدین و میاں رجب سالار را بطرف بہرائچ رخصت فرمود و پسر میاں رجب را بجائے او کوتوال بہ لشکر کرد اگرچہ خرد سال بود فاما شعور و غیرت بسیار داشت۔

الغرض سالار سیف الدین و میاں رجب در بہرائچ رسیدہ عرض داشت کردند کہ دریں جا غلہ بہم نمی رسد چیزے امداد غلہ فرمایند کہ لشکر ہلاک نشود حضرت سلطان الشہداء حکم کرد کہ چودھریان و مقدمان پرگنات و نواحی را حضر آرند ہفت ہشت پرگنہ را چودھریاں و مقدمان بحضور آوردند تا س نام چودھری سدھور، و نرہر نام چودھری ایٹھی ہر دو کس را پیش خود طلبیدہ تسلی بسیار کرد کہ زراعت را کاہلی نکنید کہ بہبود شما و رعایا دریں است و نیز فرمود کہ زر از ما بستانید و غلہ بدہید آنہا التماس کردند کہ اول من غلہ بخدمت میرسانم بعد ازاں زر بگیریم حکم شد کہ اول زر بگیرید۔

الغرض مبلغ نقد حوالہ چودھریاں و مقدمان مذکور نمودند و ہر کدامی را جامہ و برگ تنبول مرحمت فرمود و مردم ہمراہ داد کہ غلہ زود بیارند و ملک فیروز عمر را رخصت فرمود کہ رفتہ برگزر سرو بباش ہر جنس غلہ کہ بیاید بخدمت سالار سیف الدین در بہرائچ میرساندہ باش بعد ازاں سلطان السلاطین مہی بختیار بسوئے فرودست تعین کرد گفت کہ شما را بخدا سپردیم ہر جا کہ بروید اول سلوک پیش آرید اگر کفار دین محمدی قبول کنند و یا از شا

آشتی پیش آیند بہتر است شما ہم شفقت خواہید کرد والا نہ در تہ تیغ خواہید آورد بعد ازاں
مہی بختیار را در کنار گرفت و فرمود کہ یک ملاقات امروز است باز معلوم نیست کہ شود یا
نشود ازیں کلمہ درد آلودہ ہر دو آبدیدہ شدند و تا دیرے بدیں گونہ ماندند مہی بختیار رخصت
شد عجب وقت و عجب رسوخت در راہ حق داشتند کہ محض برائے وحدانیت حق خود را در کان
کفر می انداختند و گویند کہ مہی بختیار اکثر ملک فردوست متصرف شدہ تا کانور رفت و
آنجا شربت شہادت چشید مرقد پاک او در کانور و مشہور است بعد ازاں امیر حسن عرب را
بطرف مہوبہ تعین فرمودند و میر سید عز الدین کہ الحال بہ لال پیر مشہور است بطرف گوپامئو
و نواحی آں تعین نمود و ہر کدام بطریق مذکور وصیت کرد و خود با شوکت و حشمت در نواحی
سترکھ شکاری باخت روزے رسول کڑہ مانکپور معہ دوزین و چند لگام سوغات بخدمت
حضرت سلطان الشہداء رسید و از جانب رایان مذکور معروض داشت کہ ایں ملک قدیم از
آباو اجداد ماست و دریں ملک گاہے مسلماناں نیامدہ بودند و در تواریخ نامی نویسد کہ سلطان
سکندر رومی قصد ایں ملک کردہ بود تا قنوج رسیدہ بارائے کید والی قنوج صلح صلاح نمودہ
برگشتہ رفت اما از آب گنگ نتوانست گذشت و سلطان محمود غزنوی و پدر شما ہم تا اجمیر و
گجرات و قنوج آمدند ایں جانب را معاف داشتند شما کہ بے محابا در ملک غزنی آمدہ نشستہ
اید از بزرگے شما دور می نماید و مرا ہمیں درد می آید کہ در خانہ پدر خود شما فرزند اید دیگر اولاد
ندارد فکر بر اصل بکنید سترکھ مقام تنگ است لائق ماندن شما نیست نہ لکھ ہا لشکر ما داریم و
دیگر رایان نواحی بہرائچ وغیرہ از ہر طرف لشکر زیادہ از ما دارند چوں از ہر طرف مردم قاصد
خواہند شد آں زماں بودن شما مشکل است بہتر آنست کہ از خود راہ بالا دست بگیرید و بروید
سلطان الشہداء چوں شیر شرزہ در جوش آمدہ بلسان غیرت فرمود تو رسول شدہ آمدی اگر
کسے دیگر اینقسم سخن بے ادبانہ گفتے پرچہ پرچہ می ساختم برو برایاں خود بگو کہ ملک ازاں قادر
القہار است ہر کہ را خواہد بدہد من ایں جا برائے سیر نیامدہ ایم وطن می سازیم و از حکم
پروردگار عالم ازیں ملک کفر کا فرے را بر طرف ساختہ ایم انشاء اللہ تعالیٰ از امروز رواج

دین محمدی روز بروز زیادہ شود و کفر زائل گردد و کافراں مقہور شوند و اگر شما ارادہ جنگ داشتہ باشید، بس تاخیر نکنید من موجودم و دوزین کہ پر سحر و جادو ساختہ آوردہ بودند واپس داد و فرمود کہ مردان فکر بر اصل کردہ درین کان کفر قدم نہادہ اند کہ ظلمت ایں دیار را از نور اسلام منور سازند بعد ازاں رسول را رخصت فرمود رسول واقعہ حال پیش رایان خود باز نمود و گفت کہ آں بچہ اصلا دہشت کسے ندارد شما ہوشیار باشید ایں نہ لکہ دہار شما نزدیک او چیزے وجود ندارد کافراں متغیر شدند یک حجام حاضر بود گفت اگر بفرمائید من کار آں بچہ ساختہ بیایم رایاں گفتند کہ بدیہا بتو انعام کردہ بدہیم اگر بدست تو آید تقصیر مکن پنجاہ تنکۂ زر انعام دادہ رخصت کردند حجام مذکور یک ناخن بر زہر آلودہ راست کنانیدہ با خود گرفتہ رواں شد حضرت سلطان الشہداء شکار باختہ وقت نماز پیشیں در ستر کھ بدیرۂ خود نزول فرمودہ بود کہ حجام کافراں ناخن بر بنظر مبارک او گزرانیدہ ارادہ خدمت اظہار کرد حضرت سلطان الشہداء ناخن بر را بدست مبارک خود گرفتہ و اورا پرسید کہ تا ایں زماں نوکر کہ بودی حجام التماس کرد کہ چندروز خدمت مسلمانان کردہ بودم و چندروز خدمت ہندواں الحال ارادہ خدمتگاری بندگاں درگاہ آنحضرت داریم حضرت سلطان الشہداء جوہر اخلاص درونیافت یک تنکہ زر دادہ رخصت فرمود و گفت کہ من ہندو را بخدمت نمی داریم و ناخن بر را بدست مبارک خود گرفتہ بر ناخن انگشت مبارک بدست چپ خود راند چوں ناخن بر بسیار تیز بود بضرب در ناخن در آمد جراحت شد زہر تاثیر کرد انگشت طپیدن گرفت چنانچہ در تمام اندام زہر سرایت کرد چہرہ حضرت سلطان الشہداء مانند ہلال سفید گشت و حرارت بسیار از بسیار در بدن نیلوفرے او پیدا شد چنانکہ گاہے بر چہار پائے می رفت و گاہے برزمین می افتاد حاضراں را معلوم شد کہ ناخن بر زہر آلودہ است در ساعت زہر مہرہ آوردہ آب شستہ دادند و زہر مہرہ در دہن انداختند دو سہ مرتبہ کہ لعاب فرو برد حرارت زائل شدن گرفت در یک دو ساعت زہر فرو نشست حق تعالیٰ آں محنت را براحت مبدل ساخت جمیع امیراں و ارکان دولت وغیرہ مردم خود را گرد برگرد آں محبوب رب العٰلمین نثار می

کردند کہ حق تعالیٰ از سرنو حیات بخشیدہ است وشادیانہا نواختند وصدقات بسیار دادند
چوں ملک نوگیر بود حضرت سلطان الشہداء ہماں ساعت غسل کردہ و جامہائے نفیس و
مزین پوشیدہ چوں ماہ چہاردہم برآمدہ در دیوان خانہ جلوس فرمود کہ مبادا در خاطر کوتہ
اندیشاں و بدخواہاں نوع دیگر آید و دراں ایام عمر مبارک آں محبوب الٰہی ہژدہ سالہ بود
سبحان اللہ حق تعالیٰ کمال حسن وکمال جوانی وکمال ذوق وکمال زیرکی وکمال غیرت با
مہربانی وجمیع کمالات صوری ومعنوی بیکبار در ذات شریف او متجلی گردانیدہ بود چنانچہ در عصر
خود ثانی نداشت تصویر لامثال بود من عجب می دارم بر بینائی وکوردلی و بے سعادتی مردم
آں وقت کہ جمال جہاں آرائے آں محبوب الٰہی را بچشم ظاہر مشاہدہ می کردند و بر ولایت
او ایمان نمی آوردند وخود را از خدمت حضور دور می انداختند ایں فقیر یک مرتبہ در ابتدائی
سلوک حضرت سلطان الشہداء را در معاملہ دیدہ بود از ہماں ساعت دل از کاروبار عالم
سرگشت و تا مدت سہ چہار سال در فراق او خبر از خود نداشت بعد از صفائی تمام چوں حضور
دوام حاصل شدہ پارۂ تسکین و آرام روئے نمود من ایں معنی تحقیق نمودہ ایم واتفاق جمیع
دوستاں حق بریں است کہ در عالم ظاہر و باطن ہیچ چیز بہتر از عشق واز غم عشق موجود نیست
چنانچہ می گوید

رباعی

زیں نکتہ خبر از دل بے ذوق چہ جوئید　　در عالم معنی ز کجائید بگوئید
سرمایہ عمر است ہمیں عشق دریں دہر　　گر عشق ندارید چہ دارید بگوئید

القصہ حضرت سلطان الشہداء روئے بحاضراں مجلس آوردہ اشارت فرمود کہ
باامراں سرحد نامہا بنویسید کہ کافرے چنیں حرکت کردہ بود حق تعالیٰ بخیر گزرانید مبادا کسے
آنجا بطرز دیگر نقل کند و باعث آزار آں جماعت گردد یک عرض داشت بخدمت حضرت
ولی نعمت نیز بجانب کاہلیر ارسال دارید در ساعت عریضہ نوشتہ بخدمت آوردند بہ دستخط
خاص مزین ساختہ بدست قاصداں دادہ جابجا تعین نمودند چوں قاصداں در کاہلیر

بخدمت سالار شاہو رسیدند خیلے خوشحال گشت و آنہا را در کنار گرفت و تمام احوال مفصل پرسید چوں واقعہ حرکت حجام گفتند لرزہ در اندام مبارک او در آمد و بے ہوش افتاد زار زار بگریست بعد از چند ساعت چوں بخود باز آمد دیوانہ وار پیش ستر معلیٰ درون محل رفت او نیز مجنوں شدہ بود فاما چوں کسے نام سالار مسعود می گرفت پارہ بہوش می آمد سالار شاہو دستخط خاص حضرت سلطان الشہداء باو نمود ہر مرتبہ کہ می دید بچشم می مالید و سالار شاہو را اشارت کرد کہ بخواند چوں تمام احوال مطالعہ کردہ بحرف حرکت حجام رسید ستر معلیٰ گفت ہا مسعود مرا از ہر تاثیر کردو من زندہ ام ہمیں کلمہ بگفت و بے شعور گشت تیر فراق در جگر او کار کرد از ہماں ساعت مریض شد ہر چند حکیماں دوامی کردند کارگر نمی گشت یقین کہ مریض عشق را غیر از مشاہدۂ معشوق دیگر علاج سود ندار دو آں میسر نشد لاچار جان پیش او باید فرستاد دوازدہم روز از ہماں مرض فراق ستر معلیٰ از دار فنا بدار بقا رحلت فرمود جنازہ او را بغزنی فرستاد و سالار شاہو در دل اندیشہ کرد کہ من بخاطر ایں عورت ہمراہ سالار مسعود نرفتہ بودیم الحال دریں ملک چہ کار داریم ہمیں مضمون عرض داشت نوشتہ بخدمت سلطان محمود ارسال داشت و خود بالشکر متوجہ بطرف ہند گشت۔

والله اعلم بالحقیقت والصواب

■❖■

داستان چہارم

در بیان رسیدن سالار شاہو در سترکھ و متوجہ شدن حضرت سلطان الشہداء بطرف بہرائچ و فوت شدن سالار شاہو در سترکھ و جنگہائے عظیم کردن حضرت سلطان الشہداء از کافران حربی و شربت شہادت چشیدن در بہرائچ

چوں سالار شاہو قریب سترکھ رسید سالار مسعود استقبال کردہ در خانہ آورد تا سہ روز شادیانہا نواختند شب و روز مجلس جشن بود و از تشریف آوردن پہلوان لشکر تمام مردم لشکر را قوت حاصل شد و کافراں ہر طرف مغموم و متغیر شدند بعد از چند روز ملک فیروز سہ جاسوسہا کافراں را بر گزر آب سرو بدست آوردہ در سترکھ فرستاد خدمتگاران حضرت سلطان الشہداء آنہا را بشناختند دو زناردار بودند کہ زنہا پر سحر و جادو از طرف رایاں کڑہ مانک پور پیشتر بخدمت حضرت سلطان الشہداء آمدہ بودند و یک ہماں حجام بود کہ ناخن بزہر آلودہ ارسال کردہ بود پہلوان لشکر فرمود کہ ہر سہ کس را در تہ تیغ آرند حضرت سلطان الشہداء گفت کہ از کشتن ایشاں چہ نفع است خلاص فرمائید سالار شاہو فرمود دو زناردار را بخاطر فرزندے خلاص سازند فاما حجام را ہرگز نمی گذاریم ہماں ساعت در تہ تیغ آوردند و خطہائے رایان کڑہ و مانک پور برائے رایان نواحی بہرائچ بہ نوشتہ بودند از زناردارن گرفتہ مطالعہ کردند مندرج بود کہ لشکر بیگانہ آمدہ درمیان ما و شما نشستہ است از آں طرف شمایاں و ازیں طرف مایاں لشکر کنیم کہ مسلماناں را از میانہ برداریم۔

الغرض پہلوان لشکر خیلے غیرت گرفتہ ہماں ساعت دو جاسوس تعین فرمود کہ خبر رایان کڑہ و مانک پور بیارید کہ در چہ کار اند آنہا رفتہ خبر آوردند کہ ہر دو کافراں ازیں طرف غافل در کار خیر دختر و پسر مشغول اند پہلوان لشکر در ساعت نقارہ فرمود و سوار شد حضرت

سلطان الشہداء را در ستر کھ گذاشتہ خود بدولت و اقبال شب درمیاں بر سر کفار نگونسار رسید
و از اں جا دو فوج کر دیک فوج بجانب کڑہ و یکے بطرف مانک پور ترکان بہادر ہر دو مقام
را بسرعت تمام گرد کردند کافراں بجنگ در آمدند فاما لشکر اسلام قوی آمد ہزاراں کفار را در تہ تیغ
آوردند و ہر دو راجایاں را زندہ گرفتہ بخدمت پہلوان لشکر آوردند ہماں وقت طوق در گلوئے
آنہا انداختہ روانہ بجانب ستر کھ کرد و سالار مسعود را نوشت کہ حرام خواراں را خوب طریق
در قید نگاہ دارید سالار مسعود آنہا را در بہرائچ پیش سالار سیف الدین فرستاد۔

القصہ پہلوان لشکر کڑہ و مانک پور را بخاک برابر ساخت و اموال و اسباب بسیار و
بندی بیشمار بدست لشکریاں افتاد بعد ازاں ملک عبداللہ را جور ادر کڑہ و ملک قطب حیدر را
در مانک پور گذاشت خود با حشمت و شوکت در ستر کھ آمد آں زماں جمیع راجایاں ہند را تحیر
پدید آمد کہ ازیں لشکر اسلام مقابلہ کردن محال است آخر کافراں درمیان خود ہا اتفاق کردہ
قرار دادند و در سامان جنگ مستعد شدند روزے پہلوان لشکر و سالار مسعود برائے شکار سوار
شدہ بودند بعد از ادائے نماز ظہر متوجہ منزل معہود شدند حضرت سلطان الشہداء دید کہ
شیرے کلاں زیر درختے نشستہ است تغافل کردہ است آہو جست را بسوئے شیر تاخت
چوں نظر دو چار شد غرنیش کردہ برجست قریب بود کہ حضرت سلطان الشہداء را دست
انداز د بسرعت شمشیر حیدری چناں انداخت کہ شیر دو پرچہ شدہ برزمیں افتاد غوغا شد
پہلوان لشکر واقعہ حال را دیدہ گرد بگرد فرزند می گشت و خود را نثار می کرد چوں بدیرہ آمد
صدقات وافر برائے فقرا و مساکین مرحمت فرمود ہماں شب عرض داشت سالار سیف
الدین از بہرائچ بخدمت پہلوان لشکر رسید مندرج بود کہ کافراں از ہر طرف غلبہ کردہ اند
زود امداد بندہ بکنید حضرت سلطان الشہداء التماس کرد کہ مرا حکم شود کہ بہ بہرائچ رفتہ شکار
ببازیم و کافراں را گوشمال دہم پہلوان لشکر قبول نمی کرد مکرر فرمود کہ جدائی آں فرزند دریں
مرتبہ خیلے دشوار می نماید وقت پیری مرا تنہا مگذارید حضرت سلطان الشہداء باز بیشتر مقید
شد کہ بطرف بہرائچ شکارگاہ خوب است چند روز شکار باختہ زود بخدمت برسم لاچار

رخصت فرمود فاما گریہ بسیار بر دستوی بود، حضرت سلطان الشہداء را نیز وقت آئندہ متجلی
بود مفہوم بر آمدہ متوجہ جانب بہرائچ گشت بمجرد رسیدن بہرائچ کافراں کہ از کوتہ فکری خود
سر برآوردہ بود متغیر شدہ بجائے خود سکونت گرفتند حضرت سلطان الشہداء در نواحی بہرائچ
شکاری باخت ہر وقت کہ بر بت خانہ سورج کنڈ می گذشت می فرمود کہ ازیں زمیں مرا
بوئے وطن می آید وایں سورج کنڈ قبلہ جمیع کافراں ہند بود یک شکل آفتاب بر سنگ نقش
کردہ کنارہ آنحوض داشتہ بودند آں را بالارکھ می گفتند و بہرائچ را باسم ہموں بالارکھ
آباداں ساختہ و روز کسوف آفتاب از مشرق تا مغرب جمیع کفار برائے پرستش او می آمدند
و روز یکشنبہ از اطراف بہرائچ وغیرہ ہزار در ہزار از عورت و مرد حاضر آمدند و سرہائے خود را
دریں سنگ می مالیدند و بجائے معبود خود می پرستیدند حضرت سلطان الشہداء ازیں بت پرستی
نہایے متغیر می گشت و بارہا می گفت کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعنایت الٰہی من ایں کان کفر را برطرف
ساختہ دریں جا حجرہ برائے عبادت پروردگار عالم می سازم و کفر ایں دیار را از بیخ براندازم حق
تعالیٰ سخن او را اجابت کرد چنانکہ رونق اسلام آں مقام اظہر من الشمس است۔

القصہ بتاریخ ہفدہم ماہ شعبان سنہ ثلث و عشرین و اربع مأتہ حضرت سلطان
الشہداء از سترکھ بہ بہرائچ آمد و دوئم ماہ عرض داشت عبدالملک فیروز از سترکھ رسید معظم
خاں پیش در ایستادہ بود قاصداں را متغیر دیدہ پرسید کہ چہ حال است آنہا گفتند کہ سالار
شاہو بدار البقا رحلت فرمود معظم خاں عرض داشت پیش خود نگاہ داشت و قاصداں را منع
ساخت کہ جائے اظہار نکنند روز دیگر معظم خاں و شرف الملک و نظام الملک و ظہیر الملک و
ثمن الملک و ملک نیک بخت و دیگر امراء و امیران و ارکان دولت ہر ہمہ یکجا شدہ بخدمت
حضرت سلطان الشہداء آمدند عرضداشت عبدالملک فیروز را بدست حضرت سلطان
الشہداء دادند مندرج بود کہ بتاریخ پانزدہم ماہ شوال سنہ مذکور سالار شاہو را درد سر پیدا شد
وصیت کرد کہ وقت ما آخر رسیدہ است مرا در سترکھ مدفون خواہید کرد بتاریخ بیست و پنجم ماہ
مذکور رضینا بقضاء اللہ تعالیٰ۔

سالار مسعود ازیں خبر جگر سوز ہائے بگریست و جامہ خود را چاک کردہ بیخود افتاد بعد
از چند ساعت بہوش آمدہ حکایت حسن میمندی یاد کرد از فتنہ و فساد او حال ما تا ایں جا رسید
حضرت والدہ در کاہیلر فوت شد و حضرت والد در ستر کھ وفات یافت الحال قدر یتیمی معلوم
کردیم سبحان اللہ یک وقت آں بود کہ ہمنشین سلطان محمود بودیم والحال دریں خرابہ و جنگل
در کان کفر افتادیم معلوم نیست کہ عاقبت چہ روی دہد ازیں کلمات جمیع حاضراں در گریہ زار
آمدند چوں احوال مردم خیلے متغیر دید باز بحال خود آمدہ غم را فرو بردہ منشی را اشارت فرمود
کہ امیران سرحد رایگان پروانہ بنویس کہ مصیبت چنیں روی دادہ فاما از رضائے حق تعالیٰ
چارہ نیست من از ارادہ الٰہی راضی وشا کریم شمایاں ہم از رضائے خدا راضی بودہ مردانہ
باشید کہ تکیہ و قوت پروردگار عالم کافی است سبحان اللہ کمال عقل و کمال غیرت کہ در ذات او
بود ازیں واقعہ ہم از شعور نہ رفت ہمچناں بحال ماند و عبد الملک فیروز را سر و پا معہ اسپ فرستادہ
والی ستر کھ گردانید و تسلی بسیار نوشت کہ از رضائے خدا راضی بودہ مردانہ باش۔

الغرض تا مدت دہ روز بہ شکار نہ رفت و صحبت با درویشاں و علمایان داشت چنانچہ
ہر روز طعام وافر خرج می کرد و صدقہ بسیار می داد و ختم قرآن می نمود بعد از دہم روز بطریق
معہود در شکار باختن و در کاروبار خلق پروری متوجہ گشت و بارہا می فرمود کہ یاراں ازاں وقت
کہ ما در ملک ہند آمدہ ایم یکروز بے تردد بے محنت نگذشتہ است و مخصوص ایں دیار بہرائچ
کہ تمام جنگل و خرابہ است یک ساعت جمعیت اوقات دست ندادہ بایں ہمہ دل ما بدیں
دیار مائل است و ازیں زمیں بوئے یگانگی و اخلاص می آید حاضران مجلس از زیرکی مقصود ایں
کلام معلوم کردہ متغیر شدند آں زماں تغافل کردہ سخن دیگر آغاز کرد فاما موافق حدیث رسول
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلطان الشہداء ہمیشہ در فکر می بود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن
فی الدنیا کانک غریب او کعابر السبیل وعد نفسک من اصحاب
القبور یعنی باش در دنیا غریب و روندۂ راہ شمار کنید ذاتہائے خود را در یاران قبر۔

الغرض دو سہ ماہ در غم و شادی نما گذشتند چوں ماہ محرم دیدہ شد و سال نو در آمد وقت

ہمہ مجلس عیش آراستہ کرد جمیع مردم آمدہ حاضر شدند طعام و عطریات خرچ کردہ ہر کدامی
را موافق استعداد احوال بخشش عطا فرمود رخصت کرد و خود وضو جدید ساختہ بقیلولہ مشغول
گشت درواں وقت خوابے دید گویا کہ سالار شاہو با لشکر عظیم بر لب آب گنگ دیرہ کردہ
است و حضرت سلطان الشہداء نیز دراں جا رسید چوں درمیان سراپردہ رفت چہ بیند کہ
سالار شاہو مجلس شادی آراستہ کردہ نشستہ است سرود گویاں و رقاصان گرد بر گرد او حاضر
اند و سہرۂ معلّی سہرۂ گل بر دست گرفتہ استادہ بودہ است چوں حضرت سلطان الشہداء را دید
گفت کہ بابا مسعود زود بیا سامان کار خیر تو موجود ساختہ ایم سالار مسعود قریب رفت
آں زماں سہرۂ گل کہ بدست داشت بر سر حضرت سلطان الشہداء بہ بست سرود گویاں از
ہر طرف سرود آغاز کردند و سازہا نواختن گرفتند و شادیانہا کوفتند از تمام لشکر غوغا برخاست
حضرت سلطان الشہداء از غوغا بیدار شد و متحیر گشت خدمتگاراں را پرسید کہ چہ قدر
روز است آنہا التماس کردند کہ وقت نماز ظہر شدہ است برخاست وضو جدید کردہ نماز
با جماعت ادا نمودہ، درویشاں و علمایاں و مصاحباں را طلبید و خواب مذکور بیان نمود آں
جماعت کتاب تعبیر خواب نامہ را طلبیدہ دیدن گرفتند ہفدہم فصل برآمد یعنی ہر کہ چنیں
خواب بیند او را شہادۃ دینی روزی شود چوں حضرت سلطان الشہداء تعبیر خواب شنید آہ سرد
بر آوردہ گفت و شکر حق تعالیٰ بجا آورد و ایں بیت بدیہہ فرمود

آہ بیکبارگی یارگی ما گرفت   چوں دل ما تنگ دید خانہ دگر گرفت

بعد ازاں حضرت سلطان الشہداء روی بحاضراں آوردہ گفتن گرفت بحکم قولہ تعالیٰ
کل نفس ذائقۃ الموت ہر کسے را شربت موت چشیدن است پس زہے سعادت
آنکس کہ شربت شہادت چشیدہ در عالم باطن باذوق حی و قائم باشد و از سرگردانی حدوث
کون فارغ شود مطلوب ما ہمیں است کہ حق تعالیٰ مراد دوستاں را بمیراث اسد اللہ
الغالب و ائمہ معصومین رسانندہ ازیں نعمت بہرہ مند گرداند۔

القصہ دوئیم روز یک کس فرستادہ رایان نواحی بہرائچ بخدمت حضرت سلطان

الشہداء رسید ملک حیدر را وربا بخدمت حضور بردعریضہ کہ آوردہ بود گذرانید کفار از سر غرور نوشتہ بودند کہ شما از بالا دست آمدید حقیقت ایں ملک نمی دانید ایں ولایت آبگیر است و مردم بالا دستی ایں جا ماندن نمی توانند باید کہ فکر بر اصل بکنید سالار مسعود آیندہ را پرسید کہ چند رایاں جمع شدہ اند و چہ نام دارند آیندہ گفت کہ رای رایب ورای سایب وارجن ورائے بھکن وکنگ وکلیان وگرو وسکرو وکرن و بیربل واجیپال وسریپال و ہرپال و ہرکن و ہرکھو ونرہو ورجودھاری و دیونرائن ونرسنگھ، با ہشت لکھ سوار و پیادہ دشمن بیشمار یک جا شدہ اند وقصد جنگ دارند سالار مسعود جواب خط بنوشت ملک نیک دل را با ہفت پیادہ ہمراہ آنکس دادہ رخصت فرمود کہ جواب خط حضور خواہد گفت فاما مقصود آنکہ حقیقت لشکر آنہا دیدہ بیاید چوں ملک نیکدل دراں جا رسید کس رایاں پیشتر رفتہ خبر کرد جملہ رایاں یک جا شدہ ملک مذکور را حضور خود طلبیدہ پرسیدند کہ سالار مسعود چہ گفتہ است ملک نیک دل گفت کہ صاحب من شما را دعا گفتہ است ومی فرماید کہ من وصف ایں ملک شنیدہ از برائے شکار باختن آمدہ ام چندیں ولایت جنگلات وخرابہ افتادہ است بہتر آنست کہ درمیان ما و شما یک قول وقرار شود طریق برادری بگذرانیم و ملک را آباداں سازیم کفار بدکردار جواب دادند تا مادام کہ درمیان ما و شما یک جنگ نشود سخن صلاح لائق ندارد شما تا ایں جا قوت کردہ آمدید ما طرح دادیم تا آنکہ از یک جانب قوت شکستہ نشود صلاح چہ طور راست می آید رائے کرن گفت خاصیت آب وہوائے ایں ملک شما ہنوز نمی دانید کار ما ہمیں آب خواہد ساخت بہتر آنست کہ شما آب سرِ راہ بالا دست بگیرید والا نہ امروز فردا جنگ است رائے کلیان درمیان آں کبراں پارہ باشعور بود گفت اے رایاں عقل شما گم شدہ است چہ خیال کردہ اید کہ سالار مسعود ترس خوردہ سخن صلاح پیش آوردہ است محض غلط در خاطر آوردہ اید شما تصور کنید کہ پرِ یوزہ بچہ اینقسم غیرت دارد چوں پیش سلطان محمود بود از وزیر او عناد گرفتہ و مادر و پدر را گذاشتہ تمام ملک ہند را در تصرف خود آورد و پدر در ستر کھ فوت شد برائے زیارت ہم نرفت ایں نوع سخن دلیری می کند ومی گوید کہ اگر کسے را ذوق باشد

مرادست گرفتہ ازیں جا برآرد او طعنہا برشامی زند و شامی فہمید در صلح چہ زیاں است فاما اگر او قبول کند کافراں از ہر طرف چیرہا آغاز کردند ملک نیک دل مجلس بے سر دیدہ برخاست رخصت شدہ بخدمت حضرت سلطان الشہداء واقعہ حال عرض نمود کافراں نیز متواتر کوچ کردہ آمدہ برلب آب کہتلہ در جنگل ڈیرہ کردند چوں ایں خبر بخدمت حضرت سلطان الشہداء رسید جمیع امیراں کلاں کلاں را پیش خود طلبید مصلحت کرد ایا ہمیں جا جنگ باید کرد یا برسر آنہا باید رفت ہر ہمہ امیراں کہ صاحب تجربہ بودند معروض داشتند کہ برسر آنہا باید رفت حضرت سلطان الشہداء مسلح شدہ بعد از نماز مغرب سوار شدہ شبا شب وقت صبح قریب لشکر کفار رسید فوجہا آراستہ کردہ سالار سیف الدین را ہراول کرد و دیگر امیراں را پیش و پس و چپ و راست نامزد فرمود و خود درمیاں شدہ برسر کفار نگونسار متوجہ گشت آنہا نیز خبر یافتہ بجنگ درآمدند از سالار سیف الدین تا دو پاس جنگ شد آخر میاں رجب و امیر خضر و امیر نصر اللہ از دست راست اسپاں تاختند و از چپ امیر ترکاں و امیر بایزید درآمدند حضرت سلطان الشہداء متوجہ گشت چندیں ہزار کفار را در تہ تیغ درآوردند و اکثر لشکریاں اسلام نیز بشہادۃ رسیدند آخر کفار لاعلاج شدہ منہزم گشتند و پنج رایاں در قید آمدند فتح دلخواہ میسر شد تا چند گروہ لشکر اسلام دنبالہ کردہ اسپان و اسباب بسیار آوردہ، حضرت سلطان الشہداء ہفت روز ہماں جا مقام کرد بہادران شہادۃ رسیدہ را مدفون ساختہ و فاتحہ برروح پاک آنہا خواندہ ہشتم روز متوجہ بہرائچ گشت چوں ہوا خیلے گرم بود و راہ بسیار آمدہ بود زیر درخت گلچکاں برلب حوض سورج کنڈ ساعتے آرام گرفتہ بزبان مبارک فرمود کہ سایہ ایں درخت مارا بسیار خوش آمدہ است و ازیں زمیں بوئے آشنائی می آید بہتر است کہ بطریق ولایت دریں جا باغ بسازیم و اکثر ہمیں جا باشیم کہ ازدہام کفار و ظلمت کفر ازیں مقام برطرف شود تا آنکہ بت پرستی کفار و ظلمت کفر ازیں مقام برطرف نمی شود ممکن نیست کہ در ملک ہند رواج دین اسلام آشکارا گردد انشاء اللہ تعالیٰ پرستش آفتاب صوری را بقوۃ مشاہدۂ آفتاب معنوی برطرف سازم ہماں ساعت حکم کرد کہ ایں تمام درختہا کہنہ کہ گرد د پیش

سورج کنڈ کہ از ظلمت کفر کہنہ شدہ ماندہ اند ہمہ را از بیخ برطرف سازید مگر یک درخت ہمیں گلچکاں کہ من در سایہ ایں درخت ایستادہ ام تنہا ایں را نگاہ دارید و دیگر ہمہ راز و د برطرف کنید میاں رجب کوتوال را بریں خدمت گذاشتہ خود بدولت و اقبال در بہرائچ بمنزل معہود تشریف بردو از اں وقت بیشتر اوقات در خلوت بشغل باطن مشغول می بود یک دو وقت برائے خاطر داشت امیراں وترکاں وارکان دولت در دیوان خانہ می آمد باز محل درون می رفت میاں رجب در سہ چار روز تمام درختہا کہنہ را از بیخ برطرف ساختہ کرد برگرد سورج کنڈ مقدار صد بیگہ بلک زیادہ زمین ہموار کردہ بخدمت حضرت سلطان الشہداء معروض داشت کہ الحال چہ حکم است حضرت سلطان الشہداء خود برائے سیر سوار شدہ آں طرف رفت و بیلداراں لشکر کہ از ولایت ہمراہ آمدہ بودند آنہا را حضور خود طلبیدہ فرمود کہ بروش ولایت خیاباں وراہ رو راست سازید و میاں رجب را اشارت کرد کہ مردم جابجا تعین نمائید تا نہال از ہر قسم غیر مکرر برائے ایں باغ بیارند و چناں مقید شو کہ در چند ایام باغ آراستہ گردد و نیز فرمود کہ یک چبوترہ زیر درخت گلچکاں راست سازید برائے نشستن ما کہ مرا ایں جا بسیار خوش آمدہ است بعد ازاں طراحی باغ حضور خود اصلاح دادہ و میاں رجب بندہ مزاجداں بود روز و شب در ہماں کار مشغول بود۔

القصہ روز دیگر رسول رائے جوگی داس معہ سوغات بسیار از کوہ جملہ بدربار رسید ملک حیدر بخدمت سالار مسعود برد رسول مذکور از طرف رائے خود بندگی و اخلاص بسیار اظہار نمود بعد از ساعتی رسول رائے گوبند داس معہ سوغات بخدمت رسید واز جانب رائے خود اظہار شوق قدم بوس نمود سالار مسعود تسلی بسیار فرمود ہر دو رسولاں را سروپا مرحمت کردہ گفت کہ شما الحال اطاعت اسلام قبول کردید بخاطر جمع در خانہائے خود باشید و مرا ہم ذوق دیدن شما ہست بروقت کہ بیائید خانہ شما است بعد ازاں آنہا را رخصت فرمود۔ وبعضے رایاں دیگر ہم برائے مصلحتے بخدمت حضرت سلطان الشہداء رجوع آوردند واز سرانجام جنگ ہم خالی نبودند۔

الغرض رایان کہ از جنگ ہزیمت خوردہ رفتہ بودند از شرمندگی خود جمیع رایان ہند را خطہا نوشتند کہ ملک آباء واجداد ما وشما است ایں کودک می خواہد کہ بزور متصرف شود صلاح آنست کہ زود امداد ما بکنید والا نہ ملک از دست می رود جمیع رایان نوشتند کہ ما موجود شدہ زود می رسیم شما سرانجام جنگ بکنید رائے سہردیو از بجولی ورائے بہردیو از سنبلو نہ با جمعیت بیشمار پیشتر در لشکر کفار آمدند و مصلحت کردند کہ شما منصوبہ جنگ نمی دانید اول چند ہزار پانچے بخالتہ آہنگراں را بفرمائید کہ موجود سازند و زہر آلودہ بکنند کہ وقت جنگ آں پانچہا در میدان سخت بکنیم مسلمانان کہ بے محابا اسپان می تازند پانچی کہ در پائے اسپان می خلد از اسپ می افتند کار آنہا می سازیم و دیگر آتشبازی بسیار راست بکنید ہمچناں کردند بعد از دو ماہ جمع رایان ہندو کوہستاں جمع شدہ با لشکر بیشمار برلب آب کتھلہ آمدہ باز ڈیرہ کردند و یک کس پیش حضرت سلطان الشہداء فرستادند کہ اگر حیات خود می خواہید پس آب سرو گذشتہ آں طرف بروید ایں ملک آبا واجداد ماست شما را دریں ملک نمی گذاریم حضرت سلطان الشہداء خیلے غیرت گرفتہ جواب گفت کہ قدم ما تا ایں زماں بعنایت الٰہی پس نرفتہ است انشاء اللہ تعالیٰ الحال ہم نخواہد رفت ملک از آں خدا است ہر کہ را خواہد بدہد ہموں متصرف شود آبا واجداد شمارا کہ دادہ بود کس رایاں رفتہ واقعہ باز نمود رایاں گفتند کہ ایں کودک بے دہشت و جواب می گوید اصلاً نمی ترسد۔

حضرت سلطان الشہداء ملک حیدر را فرمود کہ سالار سیف الدین و امیر نصر اللہ و امیر خضر و میر سید ابراہیم و نجم الملک و ظہر الملک و عین الملک و شرف الملک و نظام الملک و قیام الملک و نصیر الملک و میاں رجب پیش ما بیارید، ملک حیدر جمیع امیراں را بخدمت آوردند و با ایشاں مصلحت کرد آخر چنیں صلاح کہ اگر کافراں بیایند خوب نیست بہتر آنست کہ ما بر سر آنہا بتازیم انشاء اللہ تعالیٰ فتح است روز دیگر مستعد می شدند ہماں وقت خبر رسید کہ کافراں مویشی لشکر بردند حضرت سلطان الشہداء چوں شیر شرزہ در جوش آمدہ نقارہ فرمود و خود مسلح شدہ برآمد و سوار شدہ فوجہا آراستہ کردہ بر سر کفار نگونسار متوجہ گشت کافراں

نیز بجنگ موجود شدہ در میداں پانچی سخت کردند و آتش بازی پیش داشتہ ایستادہ شدند ترکان بہادر بے محابا اسپان تاختند اکثر مردم از پانچی و آتش بازی ہلاک شدند فاما جنگ عظیم کردند و بسیار کفار در تہ تیغ آوردند چوں حضرت سلطان الشہداء ازیں معنی را آگاہ کردند فوج ہراول را بمقابلہ کافراں داشتہ وخود ازاں میداں طرح دادہ از طرف دیگر برفوج کافراں افتاد جنگ بسیار شد از طرفین مردم بیقیاس کشتہ شدند کافراں لاعلاج شدہ منہزم گشتند وحضرت سلطان الشہداء ایستادہ شد بعضے امیراں دنبالہ کردند ولشکر کفار را غارت ساختہ بخدمت حضور آمدند حضرت سلطان الشہداء میدان جنگ گذاشت برلب آب کٹھلہ دیرہ کردہ فرمود کہ لشکر شمار کردہ بیارید کہ چہ قدر مردم ماندہ اند چوں شمار کردند یک حصہ مردم شربت شہادت چشیدند و دو حصہ ماندہ بودند حضرت سلطان الشہداء ازیں کلمات سر بجنبانید و باز ایں بیت بخواند

آہ بیکبارگی یارگی ماگرفت　　　چوں دل ما تنگ دید خانہ دگر جا گرفت

القصہ سہ روز آنجا ماندہ وفاتحہ روح پاک شہداء خواندہ چہارم روز در بہرائچ باز آمد چوں اکثر یاران قدیم وبعضے مصاحبان دریں جنگ شہید شدند مغموم می بود و برائے دفع غم اکثر سوار شدہ بدیدن باغ می رفت خیاباں وراہ روموجود ساختہ بودند نہالہا جا بجا حضور خود نصب می کردند وترتیب می فرمودند بعد ازاں زیر درخت گلچکاں کہ چبوترہ وسیع و مصفا راست کردہ بودند ہماں جا می نشست وایں درخت گلچکاں قریب سورج کنڈ واقع شدہ بود وبت بالارکھ برلب آنحوض بود کہ دراں سورج کنڈ غسل کردہ کفار بت مذکور را پرستش می کردند ہر وقت کہ نظر حضرت سلطان الشہداء براں حوض وبراں بت می افتاد خیلے غیرت می گرفت چوں میاں رجب بندہ شوخ بود از قیاس مزاج صاحب خود دریافتہ التماس کرد کہ خداوند بندۂ الحال ایں جا باغ ساختند وگاہ گاہ کہ می آیند ایں جا نماز ہم ادا نمودہ می شود ایں مقام دارالاسلام شد اگر حکم شود ایں بت و بتکدہ را دور سازیم حضرت سلطان الشہداء فرمود تو نمیدانی مرا با حق تعالیٰ یک راز یست کہ نمی توانم گفت ایں مقام مرا بروش دیگر نمودہ

ماند چنانچہ ظاہر خواہد شد چند روزی شوند کہ فرشتگان از حکم پروردگار عالم ظلمت کفر
ازیں مقام برطرف می سازند نور اسلام کہ مانند آب حیات است می پاشند حقیقتاً کفر و
شرک ازیں مقام رفتہ است ظاہراً چند روز ہست آں ہم خود بخود برطرف خواہد شد مراہر
قدر کہ امری شود دست و پا می جنبانم نظر ما سوئے توحید است چوں ازیں بت و بت کدہ
بوئے شرک ازاں جہت غیرت وحدت پارہ در جوش می آرد باز ادب احدیت فرو می نشاند
ازیں حرف رنگ روئے حضرت سلطان الشہداء را از عالم دیگر تجلی بخشید ند و سکری و حالتے
بر وظاہر گشت میاں رجب متحیر شد التماس کرد کہ بندہ از نقصان بینائی خود عرض کردہ بود حق
ہماں است کہ حضرت بدولت می فرمایند۔

الغرض مردم عوام و خواص در حق میاں رجب چیز ہائے دروغ بعد از شہادت وے
بسیار بستہ اند بعضے ناقصاں می گویند کہ او خواہر زادۂ حضرت سلطان الشہداء بود نعوذ باللہ
منہا ایں ہمہ غلط است و بعضے نام او را منقلب کردہ اند کہ رجب نام پدر سلطان فیروز شاہ
بودہ است ایں ہموں پدر سلطان فیروز شاہ است بہر کیف ایں ہم دروغ است رجب از
کمتریں چاکراں حضرت سلطان الشہداء بودہ بسبب مردم آزاری و درشتی طبیعت در خلق
عوام شہرت گرفتہ است پیش اہل بصیرت قدرے ندارد۔ وحضرت سلطان الشہداء را
در ہر دیار بیک اسم دیگر می گویند در نواحی دہلی آنحضرت را پیر بحکلیم می گویند و در ملک
خراسان سالار رجب می خوانند و در بعضے دیار ہا غازی میاں می گویند و آنہا کہ از تواریخ و
کتاب دیگر آشنا اند آنحضرت را سپہ سالار مسعود غازی می خوانند۔

الغرض بعد از چند ساعت آنحالت فرو نشست حضرت سلطان الشہداء سوار شدہ
بمحل معہود تشریف بردو سہ ماہ دیگر ہمیں طریق گذشتند گاہے در عالم سکر و گاہے در عالم
محو و آں محبوب رب العلمین دراں ایام نوزدہ سالہ بود عقل و شجاعت و اخلاق آن قسم
اندوخت در دین و عرفان خدا۔

و دیگر کمالات چنانچہ مذکور کردہ شد حق تعالیٰ حسن یوسفی و نور محمدی و ولایت حیدری

مخصوص نصیب او گردانیده بود در اعتقاد بندہ آنکہ بعد او انقسم بشر مجموع صفات بکسوت انسانی وجود نہ گرفتہ باشد بیشتر خدا داند۔

القصہ کافراں ہند از ہر طرف جمع شدہ یکدل گشتند و با لشکر بیشمار بمثل مور و ملخ یکجا شدہ روئے بطرف بہرائچ آوردند حضرت سلطان الشہداء خبر غلغلہ کفار شنیدہ در دیوان خانہ برآمد و ارکان دولت را حکم کرد کہ امروز جمیع مردم لشکر را از خرد و بزرگ پیش ما حاضر آرند ہمچناں کردند تمام مردم خاص و عام صفہا بستہ ایستادہ شدند آں زماں خود برخاست پیش آنہا آمدہ آغاز کرد کہ ای عزیزاں مدت چند سال است کہ ما با شما ہمراہیم و از ہیچکس با ہیچ نوع آزارے و کدورتے نداریم و از نیک سلوکی و وفاداری شمایاں راضی و شما کریم آنچہ حق برادری و دوستی بود شما بواقعی بجا آوردید اگر از جانب من شمایاں را آزاری رسیدہ باشد از برائے خدا معاف بکنید کہ فراق صوری قریب دیدہ می شود ازیں سخن درد آلودہ ہر ہمہ آبدیدہ شدہ و روی بر زمیں آوردہ ثنا خوانی کردن گرفتند کہ تقصیرات از ما بود از جانب آنحضرت ہمیشہ راضی و شاکریم حق تعالیٰ آں قبلہ را بر سر مایاں سلامت دارد کہ از مادر و پدر مہربان تر ہستید باز حضرت سلطان الشہداء فرمود کہ یاراں تا ایں زماں چند جنگ با کافراں کردیم حق تعالیٰ فتح داد و دریں مرتبہ کفار جمیع ہندوستان جمع شدہ می آیند قرار داد آبا و اجداد ما آں بود کہ میدان جنگ نہ گذارند پس مرا ہم ضرور است کہ متابعت پدر پدراں بجا آریم و ایں وجود کہ پیرایہ حجابست در محبت حق ببازیم شمایاں را بخدا سپردیم راہ بالا دست بگیرید و بروید و کسے کہ محض برائے محبت حق تعالیٰ ذوق شہادت داشتہ باشد با ما ہمراہی کند و الا نہ خدا حاضر و ناظر است کہ من از رضائے خود شمایاں را رخصت می کنم ایں بگفت و چشم پر آب کرد کدام سنگ دل و بے سعادت باشد کہ دریں حال از وجدائی اختیار کند بیکبار گریہ از خلق برخواست و بزبان اخلاص گفتن گرفتند کہ اگر ہزار ہزار جان می داشتیم پس فدائے قدم آنحضرت می کردیم یکجان چہ چیز است کہ بخاطر آں از مشاہدۂ حضور بے بہرہ مانیم، سبحان اللہ آنروز عین نمونہ حشر بود بلکہ از آں ہم دشوار تر بعد از اں ہر

دودست برداشت کہ فاتحہ مزید عشق بخوانید فاتحہ خواندند پس آنچہ در بساط خود داشت از نقد
وجنس ہمہ را بحاضراں قسمت کرد وفرمود کہ زود خرچ بکنید کہ عیسیٰ علیہ السلام از سبب کانسہ
چوبیں وسوزن بار نیافت من با چندیں بلا چوں بار خواہم یافت بعد ازاں مردم را رخصت
کرد کہ برائے حرب موجود شوید و چند ہزار جوانان بہادر را تعین ساخت کہ دو گروہے از
بہرائچ بطریق چوکی مقابلہ لشکر کفار باشید وخود بدولت در خلوت رفتہ بشغل باطن مشغول
گشت وازاں وقت طعام و آب ترک کرد مگر برگ تنبول بسیار خوردی وعطریات می
مالیدے وہر چند وقت شہادت نزدیک می آمد حضرت سلطان الشہداء ذوق مشاہدہ و
شادی وصال دریاد توحید بیشتر می شد چنانچہ عزیزے خوش گفتہ است

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک　　آتش شوق تیز تر گردد

القصہ بتاریخ سیزدہم ماہ رجب المرجب سنہ اربع وعشرین واربع مأتہ وقت صبح
کاذب لشکر کفار بر سر مردم چوکی حضرت سلطان الشہداء رسید چوں بہادراں پروانہ صفت
مسلح موجود بودند جنگ آغاز کردہ خبر بحضرت سلطان الشہداء فرستادند عاشق معبود سالار
مسعود در ساعت نقارہ فرمود ومردم لشکر موجود و مسلح بودند سوار شدہ جمیع امیراں وجواناں
بہادر آمدہ بدربار حاضر شدند سالار سیف الدین را فرمود کہ شما پیشتر رفتہ امداد مردم چوکی
بکنید متعاقب ما ہم می رسیم بعد ازاں آب برائے غسل طلبید وطہارت کامل ساخت و
جامہائے شاہانہ کہ خیلے بیش بہا ومزین بودند بذوق تمام بپوشید وعطریات بسیار مالیدہ
شمشیر وخنجر حیدری در کمر بست چوں مطلوب او محض شہادت بود وبر آئینہ دل اوایں معنی
مکشوف ساختہ بودند آں روز ہیچ سلاح از جوشن وغیرہ نپوشید ونماز فجر ہماں جا ادا نمودہ
خوش وخرم برآمد اسپ مادیہ خنک کہ از تحفہائے عراق در طویلہ خاصگی بود از اشارت اسپ
مادیہ خنک را بسیار آراستہ بازین ولجام پیش آوردند براں سوار شدہ متوجہ بسوئے لشکر کفار
گشت چوں از شہر برآمد فوجہا آراستہ ساخت بعضے دست راست وبعضے دست چپ وبعضے
ننگا وبعضے پس جا بجا متعین کردہ روانہ شد چوں قریب باغ سورج کنڈ رسید بسیار خوشحال

شدہ درختاں نونہال بودند و گلہا از ہر اقسام شگفتہ بہشت مشخص می نمود حضرت سلطان الشہداء را کہ جائے مدفن اوزیر درخت گلچکاں در معاملہ نمودہ بودند ہر وقت کہ دراں جائی گذشت بذوق تمام زیر درخت مذکور رفتہ ایستادہ می شد دراں وقت نیز خود بدولت و اقبال زیر درخت گلچکاں ایستادہ شد فوجہا بجنگ مشغول گشتند از صبح تا نماز شام جنگ عظیم شد طرفین مردم ہزار در ہزار کشتہ شدند فاما ہیچ جانب ہزیمت روئے نداد تمام شب ہر دو لشکر در مقابلہ ماندند چوں صبح دمید باز نقارہا جنگی کوفتند و جوانان بہادر پروانہ وار بے محابا بجنگ در آمدند واز غلبۂ شوق وصال الٰہی غیر از شہادت دیگر ہیچ مطلوب نداشتند۔

کمال عاشقی پروانہ دارد کہ غیر از سوختن پروا ندارد

القصہ لشکر کفار بیشمار بود ہر طرف بشکل کوہہا می نمودند واز لشکر اسلام چند مردم بسیار ازیں طرف جمع شدہ برآنہا می تاختند بطور آرد و نمک شہید می گشتند اکثر امیراں کلاں کلاں وغیرہ مردم لاشمار رو بشہادت آوردند آں روز از وقت صبح تا وقت نماز ظہر دو حصہ مردم لشکر اسلام شربت شہادت چشیدند یک حصہ ماندہ بودند فاما بغلبہ محبت الٰہی از حرب سیر نمی گشتند چوں بخدمت حضرت سلطان الشہداء ایں خبر رسید کہ سالار سیف الدین شہید شد فلاں امیر و فلاں بہادر ہمہ رو بشہادت آوردند خوشحال می شد و می فرمود کہ الحمد للہ! بمطلوب حقیقی پیوستند و من ہم ہمراہی آنہا نمی گذاریم دم بدم می رسیم بعد ازاں فرمود کہ سالار سیف الدین را دفن کنید و دیگر یاراں را نیز چوں سالار سیف الدین را دفن کردند بغرض رسانیدند کہ کافراں بسیار غالب اند و لشکر تمام رو بشہادت آورد بجنگ مشغول شویم یا شہیداں را مدفون کنیم وقت خیلے نازک است پس فرمود کہ شہیداں را آوردہ دریں سورج کنڈ بیندازید کہ از برکت بشہادت آنہا ظلمت کفر ایں مقام تا قیامت برطرف گردد ہمچناں کردند چوں آں حوض از شہیداں پر شد بعد ازاں فرمود کہ شہیداں را در غارہا شہیداں چاہ ہا بیندازید کہ دست کفار بر تنہا پاک ایشاں نرسد و بے حرمت نہ سازند بعد ازاں حضرت سلطان الشہداء از اسپ فرود آمد و دراں وقت وضو جدید ساختہ نماز ظہر بحضور دل ادا نمودہ

شہداء لاشمار کہ در چاہ وحوض مذکور پر کردہ بودند نماز جنازہ آنہا گذاردہ وفاتحہ بروح پاک آنہا خواندہ باز براسپ مادیہ خنک سوار شد با جمیع بہادراں باقی ماندہ بر سرفوج کفار افتاد آں فوجہا کہ بمثل کوہ می نمودند بیکبار مقہور می شدند چنانچہ تودہا برف در برآمدن آفتاب مغلوب می شوند اکثر رایاں صاحب جمعیت را سالار سیف الدین در تہ تیغ آوردہ بود باقی ماندہ ہارا حضرت سلطان الشہداء مقہور ساخت کفار کہ غلبہ کردہ آمدہ بودند بجائے خود رفتند حضرت سلطان الشہداء نیز بجائے خود ایستادہ شد وبہر طرف کہ نظر می انداخت غیر از کشتگاں چیزے دیگر در نظر نمی افتاد بعضے زخمی وبعضے در جانکندن وبعضے بیجان وبعضے مردم کہ سلامت ماندہ بودند آنہا نیز در کشاکشی مشغول بودند ایں قسم واقعہ جگر سوز میدید واصلا بر چہرہ مبارک حضرت سلطان الشہداء از غلبات شوق مشاہدہ الٰہی تغیر ظاہر نمی شد بلکہ ذوقیں می گشت محض استغناء الوہیت بردل او متجلی کردہ بودند والا نہ بشر را ایں قسم حالت و بلند پروازی ممکن نیست از سمع آں واقعہ جگر سوز جگر می لرزد آفریں باد بر استقامت آنمردم کہ بچشم ظاہر میدیدند وحال خود می ماندند۔

القصہ رائے سہر دیو ورائے بہر دیو وبعضے رایاں دیگر یکسوئے استادہ بالشکر خود می بودند چوں دیدند کہ لشکر اسلام جزوے ماندہ است یکجا شدہ بر فوج حضرت سلطان الشہداء تاختند وہمراہ آں محبوب رب العٰلمین جزوے مردم ماندہ بودند کہ درمیان باغ گرد وپیش او اقامت داشتند کافراں انبوہ از ہر چہار طرف گرد کردہ تیر باراں کردند اول وقت عصر روز یکشنبہ بتاریخ چہاردہم ماہ رجب سنہ مذکور تیر قضا در شہرگ حضرت سلطان الشہداء رسید چہرہ مثل آفتاب مانند ہلال سفید گشت کلمہ شہادت گویاں از بالائے اسپ مادیہ خنک فرود آمد سکندر دیوانہ ودیگر خدمتگاراں آں محبوب رب العٰلمین را گرفتہ زیر درخت گلچکاں بر بستر خوابانیدند گلوئے مبارک از زخم کج شدہ بود سکندر دیوانہ روئے مبارک او مستقبل قبلہ کرد وسر مبارک اورا بزانوئے خود گرفتہ نشست وزار زار می گریست حضرت سلطان الشہداء یک مرتبہ چشم بکشاد وتبسم کردہ کلمہ ہو بر زبان راند وجان بمشاہدہ حق تسلیم کرد خواجہ حافظ ازیں مقام گفتہ است۔

این جان عاریت بحافظ سپرد دوست　　روزے رخش بہ بینم تسلیم وی کنم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" یعنی موت پلے است کہ می رساند دوست رابدوست دراں وقت ایں حدیث عین حال اوگشت سنہ ولادت ومدت حیات وسنہ شہادت اینست

﴿رباعی﴾

محبوب خدا بود امیر مسعود　　در چار صد و پنج در آمد بو جود
تا مدت بیست در جہاد افزود　　در چار صد و بیست چار رحلت فرمود

الغرض نعرہ ازخلق برخاست ہای ہای می گرستند وتیغہا علم کردہ درفوج کافراں می افتادند وشہید می شدند وکفار از ہر چہار جانب بجاے خود ایستادہ تیر باراں می انداختند تا وقت نماز شام یک کس زندہ نماند جمیع مردم وخدمتگاراں گرد برگرد آں ماہ بمثل ستارہا افتادہ بودند وسکندر دیوانہ کہ سر مبارک حضرت سلطان الشہداء برزانوئے خود گرفتہ نشستہ بود چند تیر متواتر بسینۂ اور سیدند فاما کمال عشق کہ باآں محبوب رب العلمین داشت زانو از زیر سر اصلا نہ جنبانید وجاں بمحبت ادمی باخت وایں سکندر دیوانہ فقیر بود سر وپا برہنہ داشتے چوں اودر سلسلہ ابراہیم ادہم مرید بود وطریق ادہمیاں معروف است کہ سر وپا برہنہ دارند ودر عاشقاں حضرت سلطان الشہداء سرحلقہ اورا می گفتند اورا رسم بود کہ یک چوب بدست داشت وہمیشہ درجلو حضرت سلطان الشہداء پیادہ می رفت فاما بسبب محبت بے ریا قرب از امیراں ومصاحباں زیادہ داشت چنانچہ بانصرام رسانید واسپ مادیہ خنک را چند تیر رسیدند ہماں جا زیر قدم صاحب خود جان بداد بعد ازاں کافراں در باغ در آمدند چوں شب ہم در آمدہ بود ہر چند تجسس کردند تن مبارک حضرت سلطان الشہداء رانیافتند حق تعالٰی ازنظر ناپاک آنہا مخفی داشت رائے سہردیو خواست کہ شب ہماں جا دیرہ کند آخر دیگر کفار گفتند جائے کہ خون مسلماناں ریختہ باشد آنجا ماندن لائق نیست الحال خبر لشکر خود ہم باید گرفت کہ چہ قدر مردم کشتہ شدہ اند وچہ قید ماندہ اند فردا ایں جا خواہیم آمد۔

الغرض کفار برگشتہ بدیرہ خود رفتند چند مسلمانان کہ زخمی بودند وقت خالی یافتہ برخاستہ بسوئے بہرائچ رواں شدند کہ واقعہ حال رفتہ بمیر سید ابراہیم بگویند و میر سید ابراہیم را حضرت سلطان الشہداء با جمعیتے سوار و شاگرد پیشہ بر سر دیرہ در بہرائچ گذاشتہ آمدہ بود کہ مبادا کفار از طرف دیگر شدہ بر سر دیرہ بیفتند۔

القصہ دو سہ کس کہ زخمی بودند آنہا ہم جانب شہر رفتند دراں باغ غیر از شہداء دیگر ہیچکس از بشر زندہ نبود مگر سگ سنگھل زندہ بود چوں دو گھڑی شب گذشتہ شغالاں پیدا شدند سگ مذکور قریب جنازہ حضرت سلطان الشہداء ایستادہ بود ہر طرف کہ شغالاں می آمدند ہماں طرف آواز کناں می دوید چنانکہ تمام شب محافظت شہیداں کرد واین سگ سنگھل ثانی اصحاب کہف گذشتہ است۔

القصہ چوں خبر شہادت آں محبوب رب العلمین بمیر سید ابراہیم رسید بمجرد شنیدن واقعہ جگرسوز لرزہ در اندام او افتاد و بے شعور گشت و میر مذکور نیز ہم عمر حضرت سلطان الشہداء بود و جمال و کمال داشت و حضرت سلطان الشہداء اکثر بادی بطریق یارانہ مطایبہ می کرد و بسیار دوست می داشت الغرض بعد از ساعتی بحال خود آمدہ تمام مردم را پیش خود طلبیدہ گفت کہ ما بسبب محبت حضرت سلطان الشہداء دریں ملک آمدہ بودیم واقعہ او انقسم شد الحال من کجا بروم واین روی بکہ نمائیم غیر از مردن دیگر فکر در خاطر ہیچ نوع نمی آید شما اگر با ما ہمراہی کنید بہتر والا نہ شما را بخدا سپردیم ایں بگفت واسپ برائے سواری طلبید آخر جماعت کہ با او بودند یکبار التماس نمودند کہ قرار ما و قرار شما یکی است فاما در شب کجا خواہید رفت چوں صبح شود آں زماں سوار شوید کہ در روز روشن جان ببازیم بصلاح آنہا شب توقف کرد فاما خواب از و رفتہ بود تمام شب وقت او در گریہ و زاری گذشت آخر شب از غلبۂ اندوہ تکیہ کرد و دراں وقت خوابے دید کہ گویا کہ یک بلندی مانند کوہ است و بالاء آں جائے باہوا و تمام بساط از گلہاء بہشت آراستہ اند و جمیع مردم لشکر کہ شہید شدہ بود جامہائے نفیس و مزین پوشیدہ خوش و خنداں در گرفتہ نشستہ اند و درمیان آنہا بر تخت مرصع و مکلل سلطان الشہداء جامہائے سرخ پوشیدہ

جلوس فرمودہ است و بر سر او چتر شاہی می گردانند میر سید ابراہیم مذکور ہر چند قصد می کند کہ بالای بلندی بخدمت آں محبوب الٰہی رود و ہیچ نوع نمی تواند رفت مضطرب گشتہ آواز کرد آں زماں سلطان الشہداء فرمود کہ ہنوز قابل ہم مجلس نشدۂ انشاء اللہ فردا داخل مجلس ما خواہی شد پس سلطان الشہداء با جمیع مردم برخواست اسپاں برائے سواری حاضر آوردند محبوب بر اسپ مادیہ خنک سوار شدہ بطرفے متوجہ گشت میر سید ابراہیم دنبال دوید کہ بندہ را چہ حکم می شود فرمود کہ وجود ظاہری ما در باغ افتادہ است زیر درخت گلچکاں مدفون سازید و سکندر دیوانہ را نیز برابر من دفن کنید و ایں مرکب سواری را ہر جا کہ افتادہ است ہماں جا در خاک مستور گرداں و دیگر یاران را ہم اگر توانی مدفون کردہ سہر دیو کافر را بکش کار تو ہم ساختہ خواہد شد چوں سخن تمام کرد میر سید ابراہیم بیدار شد ذوق عالم باطن کہ در خواب دیدہ بود یک ساعت او را در یں عالم ماندن دشواری شود ہماں ساعت غسل کردہ و جامہ پاک پوشیدہ سوار شد بیلداراں لشکر را ہمراہ گرفتہ با جمعیت خود در میدان شہادت رسید سلطان الشہداء را مع کسوت و سلاح زیر درخت گلچکاں بر چبوترہ نشستگاہ او مدفون ساخت و سکندر دیوانہ را نیز موافق اشارت باطن برابر او دفن کرد و اسپ مادیہ خنک را نیز و اکثر شہیداں کہ جابجا افتادہ بودند ہمہ را در زمیں مستور ساخت شہیدان لاشمار کہ در سورج کنڈ انداختہ بودند برآنہا نیز خاک تودہ کرد کہ از نظر کفار مستور باشند از اں تاریخ زیارت گاہ کفار برطرف شد سخن سلطان الشہداء بر کرسی نشست حق تعالیٰ کان کفر را از نور اسلام منور گردانید۔

الغرض دریں کار دریکپاس روز فارغ شد آں زماں خبر بکفار رسید کہ لشکر اسلام باز بدستور سابق در میدان جنگ موجود ایستادہ است رائے سہر دیو چوں مار پیچیدہ با جمیع کفار مسلح شدہ متوجہ بجنگ شد چوں فوج کافراں نمودار شد میر سید ابراہیم یک قبر متصل سکندر دیوانہ برائے خود موجود ساختہ در میداں برآمد طرفین جواناں بجنگ پیوستند جنگ عظیم شد آخر میر سید ابراہیم اسپ خود را تاخت و از اں طرف رائے سہر دیو نیز آمد اتفاقاً میر مذکور رائے سہر دیو را در تہ تیغ آوردہ بیجان ساخت و خود نیز شہید شد یاراں میر مذکور را برداشتہ در

قبرگاہ آوردند و موافق وصیت او در ہماں قبر کہ حضور خود ساختہ رفتہ بود میر سید ابراہیم را نیز مدفون ساختند بعد ازاں خود ہم شہید شدند ہیچکس از مردم زندہ نماند طرفین در میدان کشتہ شدند مگر چند خدمتگار حضرت سلطان الشہداء کہ زخمی ماندہ بودند چوبہ شدند در جاروب کشی آستانہ متبرکہ عمر خود صرف کردند و سید حاجی احمد و سید حاجی محمد کہ از مقربان سالار شاہو در ستر کہ ماندہ بودند بعد از چند مدت آنہا نیز در بہرائچ رفتہ بخدمت آستانہ بوے مشغول شدند چوں ہر دو عزیزاں را محبت کمال بخدمت سلطان الشہداء بود تمام عمر بخدمت آستانہ او صرف کردند و باطن شفقت حضرت سلطان الشہداء ہم از برادر و فرزند بر آنہا کم نہ بود و مہربانی آں محبوب رب العلمین عام است کہ ہنوز ہم مجاوراں آستانہ خود را بسبب رسوخت و بندگی و اخلاص آنہا از فرزنداں زیادہ مہربانی می کنند نذر و نیاز حضرت سلطان الشہداء غیر از مجاوران آستانہ بدلگیرے دادن جائز نیست۔

القصہ چوں ایں فقیر پیش از مطالعہ تواریخ مذکور حسب الفرمود نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ بجانب کوہ دامن شمال رفتہ بود آچارج منی بھدر نام زناردار وکیل راجہ کوہ جملہ ازاں طرف آمدہ بفقیر ملاقات کرد اتفاقاً ذکر حضرت سلطان الشہداء بر آمد اچارج منی بھدر زناردار مذکور در تواریخ ہندوی مہارت تمام داشت از وقت آمدن حضرت سلطان الشہداء در ملک ہند تا واقعہ شہادت او و جمیع جنگہا کہ با کافراں کردہ بود ہمہ را مفصل از تواریخ خود بیان نمود و نیز نقل کرد کہ چوں رائے سہردیو سالار مسعود را شہید کردہ در دیرہ خود آمد نصف شب سالار مسعود او را خواب نمود کہ مرا کشتہ و می خواہی کہ تو سلامت روی ایں کار مرداں نیست پس ازاں خواب رائے مذکور بیدار شد و غیرت در کار شد صبح در میدان جنگ بر آمد و کشتہ گشت چنانچہ ذکر افتادہ است و بعد از چند سال چوں تواریخ تصنیف ملا محمد غزنوی بدست آمد بہر نوع کہ آں زناردار از تواریخ ہندی واقعہ جنگہا نقل کردہ بود ہماں قسم مندرج یافتم زناردار مذکور می گفت کہ الآن راہ کوہ جملہ در اولاد رائے سہردیو است و تواریخ ہندی در سرکار او دیدہ بودیم الغرض ایں تمسک برائے خاطر عوام نوشتہ شد مردم اہل خواص راہماں

مقدمہ سابق کہ در دیباچہ نوشتہ شد کافی است اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی۔

القصہ سلطان محمود غازی نیز دو سال پیش از شہادت سالار مسعود وفات یافتہ بود آں وقت کہ سالار شاہو از کاہیلر متوجہ بجانب سترکھ گشت ہماں سال سلطان مذکور نیز شب پنجشنبہ بیست سیوم ربیع الآخر سنہ احدی و عشرین واربع مأتہ مرض سل در گذشت و بباغ فیروزی مدفون گشت۔

و در تواریخ فیروز شاہی کلاں می نویسد کہ بعد از سفر سلطان محمود پسر خود را سلطان محمد بن محمود بر تخت غزنی نشست و مسعود شہید پسر کلاں سلطان مذکور در ملک عراق بود از اں طرف لشکر جمع کردہ متوجہ غزنی گشت ارکان دولت محمودی باطن با مسعود شہید متفق بودند سلطان محمد را قید کردہ بچشم او میل کشیدہ در زنداں داشتند وخود ہا بالشکر استقبال کردہ مسعود شہید را بر تخت غزنی نشاندند بعد ازاں مسعود شہید آنہارا بکشت و ملک پدر در ضبط آورد بعد از چند سال سلجوقیاں خروج کردند مسعود شہید با آنہا جنگ کرد تا سہ شبانہ روز قتال بود سلجوقیاں غالب آمدند نتوانست ماند خزائن غزنی با خود ہمراہ گرفتہ متوجہ جانب ہند گشت بندگان ہندو ترک اورا قید کردہ باتفاق سلطان محمد نابینا سلطان مسعود بن محمود را شہید کردند عمر او چہل و پنجسالہ بود و سلطنت او نہ سال بعد از شہادت او سلطان محمد بصیر را باز بر تخت نشاندند و سلطان مودود بن سلطان مسعود شہید در غزنی بود خبر شہادت پدر شنیدہ بر تخت غزنی نشست و برائے انتقام پدر لشکر جمع کردہ بر سلطان محمد بصیر کہ عموی خرد او بود رسید در میان مودود و محمد جنگ شد حق تعالیٰ مودود را فتح داد و سلطان محمد گرفتار آمد سلطان مودود سلطان محمد را با فرزنداں بکشت و انتقام پدر باز خواست و کشندگان پدر را از ترک و تاجیک ہمہ در تہ تیغ آورد و ملک پدر و جد در تصرف خود آوردہ مدت نہ سال بادشاہی کرد و برحمت حق پیوست بعد او چند روز سلطان علی بن مسعود شہید بر تخت سلطنت نشست دو ماہ ملک راند بعد او سلطان عبدالرشید بن محمد بصیر بر تخت غزنی نشست دو ویم سال بادشاہ بود بعد او طغرل ملعون بندۂ سلطان محمود غازی بود بر تخت نشست خاندان سلطان محمود را غارت کرد و سلطان عبدالرشید را با یازدہ شہزادہ دیگر یکجا

گرنبے بکشت و چہل روز بادشاہی کرد آخر یک ترک محمودی طغرل را ہم بکشت۔

الغرض ازاں روز کہ حضرت سلطان الشہداء ملک غزنی را بگذاشت در دولت محمودی ہم فساد پیدا شد خود بخود ہلاک گشتند و مقصود ازیں حکایت طول آں بود کہ اکثر مردم اسم مسعود شہید بن محمود را در تواریخہا دیدہ اورا سلطان الشہداء سالار مسعود غازی خیال می کنند معاذ اللہ! آں مسعود را بایں محبوب رب العلمین سالار مسعود غازی چہ نسبت وچہ مانند است بندگی بندگاں حضرت سلطان الشہداء سالار مسعود را براو فخر بود چرا کہ او مدت نہ سال بادشاہی در یک ملک کرد آنہم بجمعیت نگذشت حضرت سلطان الشہداء تا قیامت بادشاہ تمام ملک ظاہر و باطن است وتا الی یومنا بادشاہان اقالیم رو بخاک آستانہ پاک اومی مالند و فیض ظاہر و باطن می برند وتا قیامت خلائق از تصرف ولایت او بہرمند خواہند بود سبحان اللہ! آں محبوب رب العلمین در ذوق الٰہی پیدا شد و بذوق مشاہدہ جاں باختہ با دوست یکرنگ گشت ہرگاہ کہ بصفت حق موصوف شد پس لوازم آں حالست کہ بادشاہ عالم و عالمیاں شود و خاص و عام را فیض رساند بزرگے خوش گفتہ است۔

ہر کہ مست عالم عرفاں بگشت ۔۔۔ بر ہمہ خلق جہاں سلطان بگشت
ہر کہ راشد ذوق عشق او پدید ۔۔۔ زود یابد ہر دو عالم را کلید

القصہ بعد از شہادت حضرت سلطان الشہداء مظفر خاں ہم فوت شد و فرزندان اورا کافراں از اجمیر برطرف ساختہ بت پرستی را رواج دادہ کفر و بت پرستی در ملک ہند شائع گشت وتا دو صد سال ہمچناں بود آں زماں قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی را در مکان طواف کعبہ ندائے از عالم غیب رسید کہ در مدینہ برو چوں در مدینہ آمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در معاملہ فرمودند کہ حق تعالیٰ ملک ہند را بشما حوالہ کردہ است آں جا بروید و در اجمیر اقامت نمائید انشاء اللہ تعالیٰ دراں ملک رواج اسلام از سبب تصرفات ولایت شما و مریدان شما خواہد شد پس حضرت خواجہ در وقت رائے پتھورا ثانی ابوجہل داخل اجمیر شد از غلبۂ تصرف ولایت خود اجیپال جوگی کہ پیر رائے پتھورا بود او را مرید خود کرد فاما ظلمت کفر

از دل پتھورا ثانی ابوجہل برطرف نشد بلکہ از بندگان حضرت خواجہ عناد ظاہر کرد پس حضرت خواجہ درباب آں کافر نفس بدر راند در چند ایام کرت دویم سلطان معز الدین شامی عرف شہاب الدین غوری از طرف غزنی پیدا شد پتھورا را در میدان دہلی بکشت وقطب الدین ایبک را بجائے آں کافر بر تخت دہلی نشاند خود برگشتہ بغزنی رفت قطب الدین ایبک از قوت امداد باطن حضرت خواجہ معین الدین چشتی تمام ملک ہند را در تصرف خود آوردہ جا بجا کفار را برطرف ساختہ مسلماناں را متوطن گردانید و میر سید حسین مشہدی را کہ مشہور بہ سید حسین خنک سوار ست حاکم اجمیر گردانید میر مذکور را بخدمت حضرت خواجہ اعتقاد و اخلاص تمام بود اکثر کفار نواحی اجمیر بدلالت میر سید حسین بخدمت حضرت خواجہ روی باسلام آوردند تا آنکہ میر سید حسین ہم در اجمیر شہید شد و بر قلعہ قدیم اجمیر مدفون گشت چنانکہ مرقد پاک او مشہور است و زیارتگاہ خلق پس ازاں وقت در ملک ہند ہیچ کافرے بادشاہ نشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار می نویسد کہ حق تعالیٰ از نفس بدرویشاں پناہ دہد من دراں وقت حاضر بودم کہ حضرت خواجہ درباب پتھورا دعائے بد کرد کہ ایں کافر را بدست لشکر اسلام ہلاک کردیم واز خدا خواستہ ام کہ بعد ازیں ہیچ کافر در ہند بادشاہ نشود چنانچہ تصرف وکرامت حضرت خواجہ اظہر من الشمس است۔

الغرض بعضے مردم عوام می گویند کہ حضرت سلطان الشہداء در وقت حضرت خواجہ مذکور آمدہ بود محض غلط است در کتب معتبر تحقیق نمودہ ایم حضرت سلطان الشہداء معاصر خواجہ ابومحمد چشتی مدتہا پیش از وقت قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی در ملک ہند آمدہ رو بشہادۃ آوردہ است مفاصلہ دوصد سال چیزے کم وزیادہ خواہد بود چنانکہ سنہ شہادت سالار مسعود بالا نوشتہ شد وخواجہ معین الدین بتاریخ ششم ماہ رجب ۶۳۲ اثنیٰ و ثلثین و ست مأتہ وفات فرمود واللہ اعلم بالحقیقت والصواب۔

■❖■

داستان پنجم

در بیان اظہار کرامت حضرت سلطان الشہداء بعد از شہادت و بناء عمارت روضہ مطہرہ و بعضے احوال و خوارق آں محبوب رب العلمین۔

چوں اقلیم ہند از غلبہ ظلمت کفر بمثل تن بے روح ہیچ رونقے نداشت حق سبحانہ و تعالیٰ خواست کہ او را از نور اسلام احیا ساختہ رونق بخشد پس وجود حضرت سلطان الشہداء کہ صورتاً و معناً ارواح صفت بود آں تعلیم را منور ساخت چنانچہ اول جسم آدم علیہ السلام مانند جماد افتادہ بود ہیچکس نمی پرسید چوں روح دراں می دمیدند اول در دل او جائے گرفت بعد ازاں فروتر آمدہ برابر ناف اقامت فرمود آں زماں عطسہ زد در تمام وجود سرایت کرد زندہ گشت پس نورے و رونقے برو متجلی گشت کہ لاچار جملہ ملک سر بسجدہ آوردند۔

الغرض در قسمت زمیں ناف اقلیم ہند ستر کھ است و ملک فرودست پائے اقلیم ہند است پس حضرت سلطان الشہداء نیز بطریق روح مذکور از جانب بالادست آمدہ دلی را فتح کرد اول در دل اقلیم ہند جا گرفت بعد ازاں در ستر کھ بناف ہند رسیدہ در بہرائچ کہ برابر ناف اقلیم ہند تا قیامت قرار گرفت پس وابستگان او در تمام اجزا وجود اقلیم ہند جائے گرفتند ہیچ شہرے و ہیچ قریہ و ہیچ قصبہ در اقلیم مذکور نیست کہ دراں یکے از وابستگان او آسودہ نگشتہ است وقتے کہ سلطان الشہداء بید ساقی کوثر شراب شہادت چشید وابستگان او کہ در تمام ہند منتشر گشتہ بودند بحکم الناس علی دین ملوکھم ہر ہمہ جا روبشہادۃ آوردند ہر یک مقام را از نور شہادت منور گردانیدند پس ازاں وقت نور اسلام در تمام اقلیم ہند جائے گرفتہ و شرک و کفر را بدر آوردو تمام ملک ہند از شرق تا غرب بنور ولایت حضرت سلطان الشہداء منور شد پس اور روح اقلیم ہند گشت لاچار جملہ خلق بر آستانہ متبرکہ او رو

بسجدہ می برند بزرگے خوش گفتہ است

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

حق سبحانہ وتعالیٰ اقلیم ہندرا از جملہ اقالیم بزرگ گردانید چرا کہ مثل خانہ کعبہ ومدینہ معظمہ در اقلیم ہند بنا ساخت وچندیں شہداء واولیاء در اقلیم مذکور گذاشت کہ قدم بقدم بے اختیار خلائق رو بخاک آستانہائے پاک آنہا می مالید وفیض ظاہر وباطن می ربانید۔

الغرض ایں فقیر در اربعین نشستہ بود بخاطر گذاشت کہ حضرت سلطان الشہداء را نزدیک حق تعالیٰ چہ مقدار قرب خواہد بود تا چند روز اکثر اوقات بہ ہمیں فکر می گذشت اخیر عشرہ ماہ مبارک رمضان معاملہ نمودند گویا ایں فقیر برائے زیارت خانہ کعبہ رفتہ است طریق زیارت کعبہ چنانچہ ہست بجا آوردہ بعدہ چہ بینند کہ درمیان کعبۃ اللہ یک قبر است متحیر گشتم کہ آیا قبر کیست یک مرد عرب پیراہن سفید وفرجی سبز پوشیدہ ودستار کلاں بردوش عربیاں بستہ دست راست فقیر ایستادہ بود معلوم کردیم کہ ایں مرد مجاور کعبہ است رو باو آوردیم وپرسیدیم کہ ایں قبر کیست آں مرد عرب گفت کہ ایں قبر محبوب اللہ است باز دو چند متحیر گشتہ بجانب آں قبر متوجہ شدہ ایستادیم بعد از ساعتے حضرت سلطان الشہداء ازاں قبر بر آمدہ فقیر بقدم بوس آں محبوب رب العلمین مشرف گشتہ بخدمت ہمراہ شد چوں از حرم کعبہ بر آمد اسپاں برائے سواری او حاضر آوردند بریک اسپ خود سوار شد ویک اسپ برائے فقیر مرحمت فرمودہ رواں گشت وفقیر نیز برکاب می رفت بعد ازاں خود بہ بہرائچ رفت وبندہ را رخصت خانہ کرد قربت منزلت کہ آں محبوب اللہ باللہ دارد از تحریر وتقریر بیرون است مگر او داند کہ ازاں نعمت بہرہ مند شدہ باشد چنانچہ بزرگے گفتہ است

قطعہ

زمین وآسماں ہر دو شریف اند — قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست

نظر در دیدہا ناقص فتادہ — وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست

القصہ یک مرتبہ وقت تصنیف ایں کتاب در نسب حضرت سلطان الشہداء شبہ در

خاطر گذشتہ بود شبے در معاملہ دیدیم کہ حضرت سلطان الشہداء براسپ مادیہ خنگ سوار از
طرف بہرائچ می آید چوں قریب آمد بفقیر گفت کہ من برائے زیارت مرقد آباواجداد خود
می رویم شا ہم ہمراہ بیائید شبہ نسب ما بر طرف شود حسب الحکم فقیر نیز بر کاب شدہ از سالار
شاہو گرفتہ تا محمد حنفیہ غازی فرد فرد را بفقیر نمودہ بعد ازاں برائے زیارت اسد اللہ الغالب
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ متوجہ خانہ کعبہ گشت چوں حرم کعبہ در آمدیم از دور دیدیم کہ
اسد اللہ الغالب ردائے برنگ فاختائے پوشیدہ درمیان دروازہ کعبہ تکیہ کردہ است دریں
میان دیدم کہ دو مرد سفید ریش و جامہائے سفید پوشیدہ قریب دروازہ حرم نشستہ از روئے
اعتراض می گویند کہ ایں رسم پیری و مریدی معلوم نیست کہ از کجا پیدا شدہ است فقیر در
جواب گفت آں وقت کہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ، الخ بر
حضرت رسالت پناہ فرود آمد ظاہر شما حاضر نبودید باز اشارت بجانب اسد اللہ الغالب
کردیم کہ طریق پیری و مریدی ازیں خلیفہ و جانشین حضرت رسالت پناہ است کسے
خودتراشی نہ کردہ است مگر از خلافت ایں مرد شما منکر اید ہر دو پیر مرد ازیں جواب سرنگوں
کردہ ساکت ماندند بعد ازاں بندہ از وسیلہ حضرت سلطان الشہداء پیشتر رفتہ بشرف
قدم بوسی حضرت امیر المومنین علی فائض گشتہ و آنچہ رد و بدل باآں ہر دو پیر مرد گذشتہ بود
معروض داشت حضرت امیر المومنین برضا سر جنبانید یعنی خوب گفتی بعد ازاں برخواست و
درمیان خانہ کعبہ رفتہ بہ نماز مشغول شد بندہ نیز ہمراہ اقتدا کرد دراں وقت چناں معلوم
گشت کہ جائے امیر المومنین علی مرتضی خانہ کعبہ است کہ ہمیشہ بر در کعبہ نشستہ عزل و نصب
مرداں رجال اللہ و سلاطین ممالک روئے زمین موافق ارادۂ الٰہی می کند الحمد للہ علی
کل حال کہ از توجہ حضرت سلطان الشہداء ازیں نعمت بہرہ مند گشت، و معنی حدیث
حضرت نبوی انا مدینۃ العلم و علی بابھا منکشف شد۔

القصہ بعد از شہادت حضرت سلطان الشہداء اول خوارق او کہ در خلق شہرت گرفت

انیست کہ در موضع نگرور کوبانے بود کہ زن اورا مشخص عقیمہ قرار دادہ بودند روزے خوشدامن اورا طعنہ کرد کہ از خانہ ما دور شو پسر خود را جائے دیگر کد خدا خواہم کرد روئے عقیمہ ہم دیدن نحس است زن کوبان غیرت گرفتہ گریاں از خانہ برآمد اتفاقاً در آستانہ حضرت سلطان الشہداء رسید ساعتے قرار گرفتے خادمان درگاہ اورا مغموم یافتہ احوال او مفصل پرسیدند واقعہ حال بیان نمود پس خادماں گفتند کہ حضرت سالار عارف ربانی بود و باز بمحبت خدا شہید شدہ تو از صدق دل نیت بکن انشاء اللہ از برکت ایشاں خدائے تعالیٰ ترا فرزند نرینہ روزی خواہد کرد پس آں زن خوشحال شدہ نیت کرد شوہر او نیز برائے تفحص زن مذکور برآمدہ بود ہماں جا رسیدہ در واقعہ حال او واقف شد او نیز نیت کرد شوہر معہ زن بخانہ خود رفتند ہماں شب حمل بماند بعد از نہ ماہ فرزند نرینہ متولد گشت از اں تاریخ آں کوبان با زن وقبیلہ خود شب دوشنبہ برائے زیارت حضرت سلطان الشہداء می آمدند و آں کرامت را جا بجا آشکارا می کردند و ہر کس کہ برائے کارے ومہمے نیت می کرد حق تعالیٰ در ساعت موجود می ساخت آمد شد خلائق روز بروز زیادہ گشت چوں عروج ظہور بود دراں ایام کرامت آں محبوب اللہ بمثل باراں بر خلق می بارید۔

نابینا پیستی وشل وغیرہ ہر کہ بدرگاہ محبوب اللہ می رسید شفا می یافت چنانکہ دیہہ بدیہہ و شہر بشہر وملک بملک کرامت او انتشار گشت چنانچہ الآن آستانہ او قبلہ حاجات عالم است۔

الغرض منقول است کہ سید رکن الدین وسید جمال الدین از ولایت آمدہ دراں ایام در قصبہ ردولی متوطن گشتہ بودند سید رکن الدین دو پسر داشت وسید جمال الدین یک دختر دوازدہ سالہ حق تعالیٰ آں دختر را بکمال حسن آراستہ بود فاما بینائی اصلا نداشت و نام او زہرہ بود سادات مذکور ہمیشہ از احوال دختر مغموم می بودند ناگاہ بعضے مردم از بہرائچ آمدہ نقل کردند کہ حضور مایان چند نابینا در آستانہ سالار مسعود قدس سرہ بینائی یافتند سید جمال الدین ازیں حکایت خوشحال شدہ نیت کرد کہ اگر از برکت حضرت سلطان الشہداء چشم دختر من بینا شود روضۂ آں حضرت راست کنم بعدہ حکایت مذکور پیش دختر ہم نقل کرد پس زہرہ

نیت کرد کہ اگر چشم من بینا شود غیر از جاروب کشی آستانہ حضرت سلطان الشہداء در حیات خود کار دیگر نکنم۔

الغرض غائبانہ احوال حضرت سلطان الشہداء شنیدہ در دل زہرہ عشق آں محبوب الٰہی متمکن گشت غیر از ذکر او حکایت دیگر خوش نمی آمد حدیث نبوی من احب قوما اکثر ذکرہ و نام حضرت سلطان الشہداء پیوستہ تسبیح می گفت روز بروز عشق برو غلبہ کردے

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

و زہرہ در وقت خود از زلیخا فوقیت داشت چرا کہ زلیخا یوسف علیہ السلام را در خواب دیدہ عاشق جمال وے شدہ و زہرہ نام حضرت سلطان الشہداء شنیدہ در عشق او گرفتار گشت چنانچہ ذوق طعام و آب از و برفت شب و روز مسعود مسعود می نالید روزے حضرت سلطان الشہداء آمدہ پیش او ایستادہ شد و گفت اے زہرہ مشتاق شخصے کہ بودی او پیش تو ایستادہ است چرا نمی بینی پس زہرہ ہر دو دست خود برداشت و مناجات کرد الٰہی اگر من در عشق سالار مسعود راسخم پس چشم مرا بینائی دہ کہ جمال محبوب مشاہدہ کنم والا نہ ہمیں ساعت بمیراں کہ از محنت فراق خلاصی یابیم، پروردگار عالم از سبب رسوخت عشق در ساعت اورا بینا ساخت پس اول چیزے کہ در نظر او در آمد جمال جہاں آرائے سلطان الشہداء بود بمجرد دیدن بسوئے او دوید حضرت سلطان الشہداء چشم او را نور بخشیدہ از نظر او غائب شد زہرہ بے شعور گشت و ہائے ہائے می گریست سبحان اللہ مادر و پدر و جمیع اقربا از بینائی چشم او ذوق شادی می کردند و او در فراق محبوب کباب می گشت چوں بسیار مضطرب شد حضرت سلطان الشہداء او را در خواب نمود کہ اگر مرا می خواہی در بہرائچ بیا پس از والدین رخصت زیارت طلبید و گفت شمایاں نیت راست کردن روضہ کردہ بودید الحال تاخیر خوب نیست سید رکن الدین و سید جمال الدین اگر چہ خیلے دولت مند بودند و ملوک صورت بودند فاما معرفت الٰہی ہم داشتند از عرفان خود احوال دختر دریافتہ سید جمال الدین یک پسر سید رکن الدین ایک خسر پورہ خود را معہ اموال بسیار ہمراہ زہرہ دادہ رخصت بجانب بہرائچ کردند چوں

زہرہ در بہرائچ بآستانہ متبرکہ رسید حضرت سلطان الشہداء باطن اوراتلقین کرد پس ازاں روز اوراتمام حضور با محبوب رب العلمین حاصل گشت

گر عشق نبودے بخدا کس نرسیدے چندیں سخن نغز کہ گفتی کہ شنیدے
گر بادنہ بودی سر زلف کہ ربودے رخسارہ معشوق بعاشق کہ نمودے

بعد ازاں زہرہ برائے عمارت روضہ مطہرہ مقید شداول روضہ حضرت سلطان الشہداء وسالار سیف الدین راست کرد بعد ازاں جمیع شہیداں کہ درسورج کنڈ مستور بودند آنہا ہمہ را یک روضہ ساخت ودراں گنج شہیدن اکثر یاراں ومصاحباں حضرت سلطان الشہداء آسودہ اند بعد ازاں زہرہ یک روضہ برائے خود ساختہ وصیت کرد کہ مرا دریں روضہ دفن خواہید کرد دو پسر رکن الدین وخسر پورہ سید جمال الدین کہ ہمراہ زہرہ آمدہ بودند وخدمت عمارت مذکور حوالہ آنہا بود چند روز کہ درخدمت آستانہ ماندند آنہا رانیز توفیق شد یک روضہ متصل روضہ زہرہ راست کردہ در بار دنیوی ترک دادہ درہماں روضہ مشغول می بودند چوں فوت شدند ہر دو کس راہماں جادفن کردند زہرہ نیز چوں در ہژدہ سالگی رسید بحبت محبوب الٰہی روز یکشنبہ چہار دہم ماہ رجب کہ آں وقت درقاعدہ اوروز ماہ جیٹھ بود در مشاہدۂ دوست جاں بدوست سپرد چوں زہرہ از غلبہ عشق در تصوّر ذات محبوب الٰہی عین صفت اوگشتہ بود حق تعالیٰ بسبب محبت محبوب خود محب محبوب را نیز محبوب گردانیدہ

ہر چہ دریں عالم است از اثر صحبت است
ورنہ کجا یافتی چوب بہائے نبات

الغرض دراں ایام رازان ولایت در ملک ہند نیامدہ بودند کہ گنبد روضہ متبرکہ بروش بالا دست بسازند ورازان ہند بہ ازیں طریق نمی دانستند ساخت چوں زہرہ محض از شوق عشق عمارت روضہ ساختہ بود بسبب محبت او، حضرت سلطان الشہداء ہماں عمارت تاایں زماں قبول داشتہ است در زمانہ گذشتہ بعضے مردم قصد کردہ بودند کہ عمارت روضہ موافق شان حضرت سلطان الشہداء بنا کنند آنہا را باطن منع فرمود بیشتر خداداند کہ چہ ارادہ است

امادر اعتقاد ایں فقیر غالب آنست کہ آخر عمارت روضہ متبرکہ عالیشان شود و درمیان روضہ کہ قبلہ رویہ یک محراب است زیر ہماں محراب قبر سکندر دیوانہ واقع شدہ است وقبر میر سید ابراہیم نیز متصل آں قبر زیر محراب مشرق رویہ کہ درمیان روضہ زہرہ واقع است۔

الغرض قبر آں ہر دو محب درمیان قبر حضرت سلطان الشہداء وقبر زہرہ واقع شدہ است فاما از غلبہ ظہور زہرہ بروح پاک آں عزیزاں کسے فاتحہ ہم نمی خواند بعضے مجاوراں را از غیرت آں عزیزاں آزار ہم می رسند اما نمی فہمند۔

القصہ بعد از وفات زہرہ مادر او معہ اقربا خود ہر سال برائے عرس او از ردولی می آمد واز غلبہ عشق می گفت کہ من برائے شادی کار خیر زہرہ در بہرائچ می رویم کہ او را با سالار مسعود کد خدا سازیم پس در بہرائچ می آمد و عرس او را بروش شادی کار خیر می کرد تا چند سال کہ زندہ بود ہمچناں کرد چوں از غلبات عشق دختر خود بے اختیار شدہ ایں طریق بنا کردہ بود از سبب عشق تا ایں زماں سنت او جاری است و تا قیامت خواہد ماند فاما در اعتقاد فقیر چناں می آید کہ ایں شادی محض ثمرۂ آں خواب مذکور است کہ حضرت سلطان الشہداء در حیات خود دیدہ بود کہ والدین او را برائے شادی کار خیر می طلبیدند و یقین است کہ شادی کار خیر شہیداں از حوران بہشت می شود چو باطن شہداء ہمیشہ شہداء را شادی و ذوق است پر تو آں در عالم ظاہر کہ اقتدا ایں جا نیز ہماں حالت ظاہر می شود و ایں عالم ظاہر پر تو عالم باطن است آنچہ باطن بود ہماں ظاہر آید قولہ تعالیٰ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ " اے عزیز ایں ہمہ رنگہائے و کرشمہائے عشق است۔

بر نقش خود است فتنہ نقاش
کس نیست دریں میاں تو خوش باش

ایں قسم چیز ہا را بدعت خیال کردن محض از حماقت و جہل است، حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری می نویسد کہ علمائے ظاہر از نقصان علم خود بر افعال عارفاں اعتراض می کنند آں علم نداند کہ در کنہ آں کار برسند بے تقریب خود را در ہلاکت می اندازند منقول

است کہ در عروج ظہور حضرت سلطان الشہداء خلق انبوہ با نیزہا و چتر رنگ برنگ از ذوق تمام رقص کناں از طرف بنارس می آمدند چوں در شہر جونپور رسیدند خلائق جونپور نیز با چتر و نیزہا ہزار در ہزار ہمراہ آنہا شدند شور در شہر افتاد یک ملا دانشمند در درس علم ظاہری مشغول بود اتفاقاً آنمردم را با نیزہا و چتر گذر دراں کوچہ افتاد از غلبات عشق رقص کناں وسرود گویاں می رفتند آں دانشمند پرسید کہ ایں چہ غوغا است شاگردان او گفتند کہ خلائق بسیار بہ نیزہا و چتر گرفتہ برائے زیارت سالار مسعود می روند آں ملا کوردل گفت کہ ایں نوع بدعت است بیائید کہ ایں مردم را تعزیر بکنیم با جماعت شاگرداں برخاست و دوید چوں قریب رسید کہ دست انداز د طمانچہ غیرت بروئے آں دانشمند چناں رسید کہ بیخود برزمین افتاد و جاں بداد شاگرداں برداشتہ آں بے عقل را در خانہ بردند مردم شہر ایں واقعہ شنیدہ آمدہ حاضر شدند و تمام خلق دیدند کہ روئے آں ملا سیاہ گشتہ است ازاں روز اکثر ناعاقبت اندیشاں بر ولایت سلطان الشہداء ایمان آوردند و منقاد گشتند وسزائے او در دنیا ہمیں بود وسیاہ روئی دلالت می کرد بر بے ایمانی آں ملا، الحق دوستان خدا از ہستی خود برآمدہ بصفت حق موصوف می شوند افعال و اقوال آنہا عین افعال و اقوال حق می گردد و دراں حال کہ کسے مزاحم احوال آں طائفہ شود پس سزائے او ہماں باشد ہم در دنیا و ہم در آخرت سیاہ رو گردد چنانچہ بزرگے گفتہ است۔

پروانہ ازاں سوخت کہ با شمع در افتاد
با سوختگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

نقل است کہ روزے والدہ فیروز شاہ بادشاہ دہلی بر بام ایستادہ بود اتفاقاً خلائق انبوہ نیزہا رنگ برنگ گرفتہ با ذوق تمام رقص کناں وسرود گویاں برائے زیارت حضرت سلطان الشہداء می رفتند واقعہ حال دیدہ والدہ بادشاہ مذکور متحیر شد کہ ایں تصرف کدام صاحب ولایت است حاضراں خوارق حضرت سلطان الشہداء بیان نمودند و دراں ایام سلطان فیروز شاہ بطرف ملک ٹھٹھہ لشکر کشیدہ بود پس والدہ سلطان نیت کرد کہ اگر پسر من

از ملک ٹھٹھہ فتح کردہ بصحت وسلامت در دہلی باز آید اور ابرائے زیارت سلطان الشہداء
در بہرائچ بفرستیم الغرض سلطان مذکور را در جنگ ٹھٹھہ وقت تنگ پیش آمدہ بود حق تعالیٰ از
تصرف حضرت سلطان الشہداء فتح داد وسلامت در دہلی رسید و والدہ سلطان فیروز مقید
شدہ او را بہ بہرائچ فرستاد چوں سلطان مذکور قریب بہرائچ رسید بعضے ناقصاں عرض کردند
کہ قبر حضرت سلطان الشہداء جائے دیگر شنیدہ می شود در روضہ کہ مردم زیارت می کنند
قبر آں محبوب الٰہی دراں روضہ نیست سلطان را وہم پیدا شد کہ زیارت چہ نوع میسر آید
پس فرمود کہ تفحص کنید اگر دریں جا درویشے عارف و باطن بیں باشد ہمراہ او شدہ زیارت
کنم کہ از نظر عارفاں اہل قبور مخفی نمی باشند دراں ایام عارف ربانی محبوب سبحانی از اسرار مخفی
آگاہ حضرت میر سید امیر ماہ قدس سرہ بقید حیات بودند خوارق و کرامت او بر خلق
آں وقت برنگ باراں می بارید ہر ہمہ بزرگے آں ماہ بے نقصان بخدمت سلطان
معروض داشتند سلطان فیروز ذوقیں گشتہ اول بملازمت حضرت میر مذکور رسید بعد از
ملاقات التماس نمود کہ من بشوق زیارت حضرت سلطان الشہداء ایں جا آمدہ ایم مردم
نوع دیگر می گویند می خواہم کہ ہمراہ حضرت شدہ بدولت زیارت مستفید شویم کہ از شما
چیزے احوال اہل قبور مخفی نخواہد بود حضرت میر قدس سرہ فرمود کہ فلاں روز فلاں تاریخ از
ہمیں قبر کہ در روضہ است حضرت سلطان الشہداء بر آمدہ برائے امداد شما بطرف ٹھٹھہ رفتہ
بود و چوں از آں جا فتح کردہ برگشتہ می آمد من می دیدم کہ در ہمیں روضہ در آمد سلطان واقعہ
نویسے را طلبیدہ کاغذ واقعہ مطالعہ کرد ہماں روز ہماں تاریخ کہ حضرت میر قدس سرہ فرمود
بود در کاغذ واقعہ نیز موافق بر آمد سلطان فیروز را بر ولایت و تصرفات ہر دو بزرگ اعتقاد
راسخ گشت ہمراہ حضرت میر قدس سرہ شدہ بآستانہ حضرت سلطان الشہداء رسید چوں
تمام مردم لشکر برائے زیارت رفتہ بودند کثرت خلق بسیار بود حضرت میر سید ماہ قدس سرہ و
سلطان فیروز شاہ ختم بادشاہ بر در روضہ متبرکہ ایستادہ شدند کہ خلق لشکر از زیارت فارغ شود
آں زماں من بشرف زیارت مشرف شویم پس سلطان رو بجانب حضرت میر ماہ قدس سرہ

آوردہ التماس کرد کہ چیزے خوارق سلطان الشہداء بفرمائید چوں عرفان کل آں ماہ دو جہانی راحق تعالیٰ دادہ بود برفور بدیہہ جواب گفت کہ ازیں کدام خوارق حضرت سلطان الشہداء زیادہ می طلبید کہ بمثل شما داری بادشاہ و من فقیر دربانی می کنم سلطان از عشق چاشنی داشت خیلے ذوقیں شد و محظوظ گشت، شمس سراج واقعہ نویس سلطان فیروز شاہ چنیں نقل کردہ است کہ فیروز شاہ بعنایت اللہ ارادت بخدمت شیخ علاء الدین نبیسہ شیخ الاسلام شیخ فرید الدین اجودھنی قدس سرہ داشت آں قدر ایام کہ شہنشاہ عظام در مملکت بود متابعت اولیاء نمود آخر عمر محلوق نیز شد آں چناں بود کہ در سنہ ست و سبعین و سبع مائۃ سمت بہرائچ رسید زیارت بندگی سپہ سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ بجا آورد و دراں جا چند مقام کرد اتفاقاً شبے از شبہا سلطان الشہداء خود را بسلطان فیروز شاہ در خواب نمود و بدیدن سلطان دست برروئے خود فرود آورد یعنی ایں اشارت بریں کرد کہ ایام پیری غلبہ آورد استعداد آخرت باید کرد و خود را یاد می باید آورد چوں شہسواری بود برائے ہدایت سر برآورد سلطان در پایان مرقد سپہ سالار مسعود غازی محلوق گشتہ در گروہ صوفیہ در آمد آں روز از غایت محبت شاہ فیروز پیشتر خانان مملکت و ملوک سلطنت محلوق گشتند آرے عجب اسراریست در قصہ محبت و مودت۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن من آیم بجاں گر تو آئی بتن

در منتخب التواریخ می نویسد کہ بعد ازاں سلطان فیروز شاہ در دہلی رفتہ نبیسہ خود را ولی عہد گردانیدہ بر تخت سلطنت نشاندہ و خود عزلت اختیار نمود باقی عمر در مشغولی حق صرف نمود و حضرت میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ در مکتوب سی و دویم نوشتہ اند کہ سادات بہرائچ بغایت مشہور النسب اند سید ابو جعفر میر ماہ را دیدہ بودیم در وادی تفاوت بے نظیر بود و در طواف مزار متبرک سعید شہید مسعود غازی روحانیہ مسعودیہ و حضرت خضر علیہ السلام و سید میر ماہ وایں درویش در یک مجلس بودیم اکثر حالات مشیخیت و مقامات شیخوخیت از حضرت خضر علیہ السلام استفسار افتاد و دراں واقعہ ہفتم مرتبہ بود کہ دیدان خضر علیہ السلام تجدید

بر آمدہ بودند۔

سبحان اللہ! عجب صحبت واقع شدہ باشد کہ کمالات حضرت سلطان الشہداء ازیں حکایت تصور باید کرد۔

ودر ملفوظ حضرت میر سید علی قوام قدس سرہ نوشتہ است کہ حضرت میر خلفا اکمل خود مثل شاہ موسیٰ راوصیت کرد کہ بجہت حصول قرب احدیت توجہ بروحانیت سالار مسعود بکنید کہ روح پاک او بمثل خورشید بر عارفاں می تابد وایں قوم فیض از وے می ستانند جائیکہ کس است حرفے بس است۔

شیخ مرتضیٰ نبیرہ خواجہ مصلح الدین در ملفوظ حضرت میر سید سلطان قدس اللہ سرہ العزیز چنیں نوشتہ کہ میر سید سلطان دوازدہ سال در دہلی نزدیک حوض شمسی میان یک گور کہنہ کہ میانش خالی وکاواک بود گزرانیدہ بعد از دوازدہ سال بیروں نشست دید کہ یک مریض براہ میرود ناگاہ سوارے بالائے اسپ پیدا شد وآں مریض را بچابک میزد وخطاب بجانب میر سید سلطان بایں عبارت کرد کہ ای درویش میر ہیچ نہ گفت چابک چند براں مریض افزود بنوعی کہ آں مریض برزمین غلطیدن ومساس کردن برزمیں چرم پشت برطرف شد وبدن درست برآمد گفت بروچوں مریض برفت باز خطاب بجانب میر مذکور کرد سیوم مرتبہ گفت ای قطب جہانگیر چوں سہ روز بایں خطاب ملقب شدہ بود وہیچ کس در عالم شہادت نگفتہ بود میر مذکور بجانب آں سوار دیدند وگفتند شما کیستید گفت من آنکسم کہ نمک ولایت بدیگ ہر کس نصیبہ از دست ماست مارا سالار مسعود می گویند مقام من در بہرائچ است صحبتے درمیان واقع شد۔

وشیخ ضیا برنی در تواریخ فیروز شاہی تصنیف خود می نویسد کہ سلطان محمد شاہ تغلق بعد از فراغ فتنہ عین الملک از بنگر متوعزیمت بطرف بہرائچ نمود وسپہ سالار مسعود غازی را کہ از غزاۃ سلطان محمود سبکتگین بود زیارت کرد ومجاوراں روضہ اورا زرہا بسیار دادہ از بہرائچ احمد ایاز را بر سر راہ لکھنوتی نامزد کردہ خود متوجہ آں حدود گشت۔

الغرض اکثر بادشاہان دہلی برائے زیارت حضرت سلطان الشہداء رسیدہ فیض ظاہری و باطن بردہ اند نقل است از حضرت شیخ محمدی فیاض کہ در خانہ قطب الوقت حضرت راجی سید نور مانک پوری فرزند نمی شد منکوحہ راجی مذکور نیت کرد اگر حق تعالیٰ مرا فرزند زرینہ عطا فرماید پس من با فرزند خود در بہرائچ برائے زیارت سلطان الشہداء بروم از امداد باطن سلطان الشہداء حق تعالیٰ فرزند راجی را فرزند مبارک نام عطا فرمود پس راجی سید نور را فرستادن مستورات را بسیار دشوار می نمود شبے از شبہا در حجرہ خود مشغول بود کہ سلطان الشہداء بر اسپ خنک سوار شدہ در رسید و از اسپ مذکور فرود آمدہ پیش راجی سید نور نشست و فرمود کہ پسر خود را پیش من بیارید حاجت نیست کہ فرزندان شما در بہرائچ آمدہ تصدیع کشند پس راجی سید نور برخواست و سید مبارک را آوردہ در پائے سلطان الشہداء انداخت، حضرت سلطان الشہداء او را دعا بسیار کرد و از پیش او برخاست یک مرد سر و پا برہنہ اسپ حضرت سلطان الشہداء گرفتہ ایستادہ بود راجی سید نور احوال اوضاع آں مرد دید سوال کرد کہ ایں چہ کس است سلطان الشہداء فرمود کہ ایں سکندر دیوانہ است سبحان اللہ! چوں سکندر دیوانہ در محبت حضرت سلطان الشہداء جان باختہ بود الحال ہم در خدمت حضور قرب تمام دارد حدیث نبوی بریں است کما تعیشون تموتون کما تموتون تبعثون کما تبعثون تحشرون۔

الغرض تصرفات و کمالات ولایت حضرت سلطان الشہداء در دفاتر نمی گنجد ہر چند کسے بنویسد یا بگوید بیشتر ازاں ست و چنداں خوارق حضرت سلطان الشہداء بر فقیر ظاہر شدہ اند کہ اگر آں را مندرج سازیم کتاب بے طول شود اہل بصیرت را ہمیں نکتہ کافی است محبوب الٰہی بودند و دلائل محبوبیت حضرت سلطان الشہداء اظہر من الشمس است کہ ہژدہ ہزار عالم با ذوق و شادی پروانہ وار بر آستانہ او خود را نثار می کنند و چناں شوق حضور او بر چہرہ ہر کدامی یافتہ می شود گویا ہر ہمہ از مشاہدہ جمال او بہرہ مند اند و ہر کہ را حق تعالیٰ دوست می دارد خلائق را نیز بروے مبتلا گرداند۔

نقل است کہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری را مریدے بود پرسید ایں چہ رسم است کہ در ہر ملکے ودر ہر شہرے قبر حضرت سلطان الشہداء راست می کنند حضرت شیخ قدس سرہ فرمود کہ حق تعالیٰ تصرف کمال بہ سالار مسعود را دادہ است بر تمام خلائق دنیا در ہر خانہ قبر او راست سازند پس از تصرف ولایت خود ہر جا حاضر شود فیض رساند۔

الغرض ایں قسم کمالات غیر از محبوب الٰہی دیگر را ممکن نیست چوں حضرت سلطان الشہداء بکمال شوق در عین مشاہدۂ پروردگار عالم جاں باختہ است ازاں جہت ہر روز تازہ کرامتے وتازہ ظہورے وتازہ ذوقی وتازہ حسنی وتازہ عشقی وتازہ دردے وتازہ سازے و تازہ سوزے بر آستانہ راحت القلوب آں محبوب رب العلمین متجلی است۔

از سر تا ناخن پایت سراسر نازمی بینم
کجا حدیست حسنت را ہنوز آغاز می بینم

■❖■

﴿اردو ترجمہ﴾

مرآۃ مسعودی

﴿مترجم﴾

حضرت علامہ مولانا امتیاز احمد صاحب قبلہ مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان الله اكرم الشهداء بخمس كرامات لم يكرم بها احداً ولا انا احدها ان ارواح جميع الانبياء يقبضها ملك الموت وارواح الشهداء يقبضها الله تعالیٰ-و الثانی ان جميع الانبياء يغسلون بعد موتهم وانا كذالك والشهداء لا يغسلون۔ الثالث ان جميع الانبياء يكفنون وانا كذالك والشهداء لا يكفنون والرابع يسمون الانبياء بالموتیٰ وانا كذالك يقال مات محمد والشهداء لا يسمون بالموتیٰ بل يقال احياء۔ والخامس ان جميع الانبياء يشفعون يوم القيٰمة وانا كذالك الشهداء يشفعون كل يوم ويوم القيٰمة۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام کو پانچ ایسی کرامتوں سے ممتاز فرمایا ہے جن سے نہ کوئی اور مشرف ہوا اور نہ میں۔

اوّل: یہ کہ جملہ انبیاء کرام کی روحیں ملک الموت قبض کرتا ہے اور شہدائے کرام کی روحیں اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے۔

دوم یہ کہ جملہ انبیائے کرام کو موت کے بعد غسل دیا گیا اور مجھے بھی ایسے ہی غسل دیا جائیگا اور شہدائے کرام کو غسل نہیں دیا جائیگا۔

سوم: یہ کہ جملہ انبیائے کرام کو کفن دیا جائیگا اور مجھے بھی کفن دیا جائیگا اور شہدائے کرام کو کفن نہیں دیا جائیگا۔

چہارم: یہ کہ انبیائے کرام کو مردے سے موسوم کیا جائیگا اور مجھے بھی ایسے ہی کہا جائیگا کہ محمد انتقال کر گئے اور شہدائے کرام کو مردے سے موسوم نہیں کیا جائیگا، بلکہ انہیں کہا جائیگا کہ زندہ ہیں۔

پنجم: یہ کہ تمام انبیائے کرام قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے اور ایسے ہی میں بھی اور شہدائے کرام روزانہ شفاعت کرینگے اور قیامت کے دن بھی۔

اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو قتل کیئے گئے ہیں انکا مرتبہ کتنا بلند ہے، چنانچہ حدیث قدسی ہے۔ من قتل نفسۃ فانادیتۃ تو انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم کیوں نہ حسرت کریں، کہ جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ شہادت سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہیں اس وجہ سے اس مخصوص نعمت کو خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے لئے مقدر فرمایا تھا۔

سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محترم چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو تمام مبارزان جنگ کے سردار تھے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے مطابق شربت شہادت نوش فرما کر لازوال مرتبہ پر متمکن ہوئے اسکے بعد اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم جو شریعت وطریقت کے رہنما اور واصلان حقیقت کے امام ہیں، شربت شہادت سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوْراً چشیدہ دوست کے ساتھ ہم رنگ ہو گئے اور آج تک دونوں جہان کو یک رنگی کا فیض پہونچا رہے ہیں اور قیامت تک پہونچاتے رہینگے اور اسد اللہ الغالب کے نور نظر حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے احوال اظہر من الشمس ہیں کہ انہوں نے اپنی شیریں جان بحکم لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط راہ حق میں قربان کردی اور جملہ ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے آباء واجداد کے طریقہ پر چل کر جاں بحق تسلیم ہوئے اسد اللہ الغالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ لڑکے عطا کیئے تھے اور سبھی اللہ عزوجل کی محبت میں پروانہ وار جان قربان کرنے والے تھے بالخصوص محمد بن حنفیہ وعباس بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے عجب عشق تھا، کربلا کی جنگ میں

۱؎ ائمہ معصومین متن کا ترجمہ ہے ہمارے نزدیک انبیاء وملائکہ کے سوا کسی کو معصوم نہیں کہا جائے گا۔

جب تک حضرت عباس بن علی زندہ تھے منافقین میں سے کسی کو مجال نہ تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر اٹھا سکے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بہت سے منافقوں کو قتل کر کے جام شہادت نوش فرمالیا تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میری کمر ٹوٹ گئی۔ چنانچہ تاریخ روضۃ الشہداء میں اس کا مفصل بیان ہے کہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد، مختار ثقفی نے محمد بن حنفیہ غازی کی نیابت میں جو محنت و مشقت اور جانبازی دکھائی ہے وہ تمام عالم پر ظاہر ہے، اسکی تفصیل کہاں تک لکھی جائے لیکن اسی جانبازی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن حنفیہ کی اولاد سے سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ جیسا آفتاب لازوال پیدا فرمایا کہ تمام عالم اور جو کچھ عالم میں ہے اسی کے نور ولایت سے منور ہیں امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے محمد بن حنفیہ غازی کو علم ظاہری و علم باطنی و فن سپہ گری کی خود ہی تلقین فرمائی تھی اور تربیت دی تھی نیز ایک خرقہ اونٹ دلدل اور تیغ ذوالفقار عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ محمد بن حنفیہ غازی کے فضائل و کرامات کتب تواریخ میں بار بار ذکر کیے گئے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا۔

الغرض محمد بن حنفیہ غازی علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے تھے بڑے لڑکے کا نام عبد المنان اور چھوٹے لڑکے کا نام عبد الفتاح تھا، خواجہ احمد یسوی پیر ترکستان عبد الفتاح کی اولاد میں سے تھے، شمع ہندوستان سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ عبد المنان کی اولاد میں ہیں، چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب جو مرقوم ہے یہ ہے۔

سالار مسعود غازی بن سالار شاہو غازی بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد غازی بن عمر غازی بن ملک آصف غازی بن بطل غازی بن عبد المنان غازی بن محمد بن حنفیہ غازی بن اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔

سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کو خرقۂ ارادت و خلافت اپنے باپ دادا سے پہونچا

آپ کی والدہ ستر معلیٰ سلطان محمود بن سبکتگین کی بہن تھیں، مصنف تاریخ جہاں آراء نے آپ کی والدۂ محترمہ کا سلسلۂ نسب یزدجرد شہریار بن خسرو بن ہرمز بن نوشیرواں کسریٰ تک پہونچایا ہے اور صاحب روضۃ الشہداء نے کتاب کے آخر میں جس جگہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد دکھائی ہے وہیں سلطان محمود بن سبکتگین کو بھی حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کی اولاد میں تحریر کیا ہے، دونوں حالتیں مقبول ہیں سبحان اللہ اس قسم کی بلند ہمتی اور شجاعت عشق اور جانبازی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو سالار مسعود غازی کو تھی اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہ کے خاندان کے علاوہ ممکن نہیں ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد یہ نعمت دو جہاں اور خاصہ عطاء سبحانی جو تمام واصلین حق کا مطلوب ہے سالار مسعود غازی پر متجلی ہوا آپ کی کرامات کے ثمرات آج تک اس طرح ظاہر ہو رہے ہیں کہ خواص و عوام آپ کی ولایت پر ایمان لا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔ یہ آیت پاک آپ کی فضیلت کی شہادت فراہم کرتی ہے۔

زندہ نہ آنست کہ جانے دروست
اوست کہ از عشق نشانے دروست

حقیقتاً وہ زندہ نہیں جس کے اندر جان ہے، بلکہ زندہ وہ ہے جسکے اندر عشق کی کوئی نشانی اور علامت ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
زندگی زندہ دلی کا نام ہے — مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

اس کے بعد حقیر فقیر عبد الرحمٰن چشتی جو محبوب رب العالمین دنیا و دین کو فیض پہونچانے والے مردان اہل یقین کے سردار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت سلطان الشہداء سالار مسعود غازی قدس سرہٗ العزیز کے کمترین معتقدین میں سے ہے، عرض کرتا

ہے کہ یہ نامراد ابتدائے حال ہی سے حضرت سلطان الشہداء کے آستانہ متبرکہ مطہرہ کی غلامی اور محبت کے حلقہ سے وابستہ رہا ہے، چونکہ آپ کی پیدائش اور ملک ہندوستان میں آپکی تشریف آوری کے احوال اور واقعہ شہادت کو اکثر لوگوں نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے اور مشہور کتب تواریخ میں نہیں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے ہمیشہ تلاش میں رہتا تھا کہ بیان واقعی معلوم ہو جائے، آخر تلاش بسیار کے بعد ایک پرانی تاریخی کتاب ملا محمد غزنوی کی تصنیف ملی، ملا مذکور سلطان محمود بن سبکتگین کے ملازم تھے لیکن عمر کا آخری حصہ سالار شاہو اور سلطان الشہداء کی خدمت میں بسر کیا، سلطان الشہداء کی شہادت کے بعد رحمت حق سے جا ملے الغرض تاریخ مذکور کو شروع سے آخر تک حرف بحرف پڑھکر محظوظ ہوا اور جو شبہات تھے رفع ہو گئے، چونکہ کتاب بہت طویل تھی اکثر مقامات پر جہاں سلطان محمود غزنوی سالار شاہو کی جنگوں کا حال لکھا گیا ہے جا بجا سلطان الشہداء کا بھی ذکر آیا ہے اور سلطان الشہداء سالار مسعود کے واقعہ شہادت پر کتاب ختم کردی گئی ہے اسی وجہ سے بعض وہ محبین نے جو سلطان الشہداء کے متبرک آستانہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے اس فقیر کو مجبور کردیا کہ سلطان محمود غزنوی کے قصوں سے کسی کو کوئی خاص دلچسپی نہیں، بہتر یہ ہے کہ سلطان الشہداء کے حالات انتخاب کر کے الگ لکھے جائیں بندہ کا بھی یہی مقصد تھا، لیکن حضرت غازی علیہ الرحمہ کے فیض خاص اور اشارۂ باطن کے بغیر کچھ لکھنا ممکن نہ تھا، آخر اس کتاب کی تالیف کے باب میں سلطان الشہداء رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر استخارہ کیا رات کے تیسرے پہر حضرت نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور بکمال مہربانی زبان وحدت سے اجازت مرحمت فرمائی، اسکے بعد فقیر نے موقع کو غنیمت جان کر عرض کیا کہ بندہ آنحضور کے حسب حکم لکھنا شروع کریگا، لیکن جہاں بیان واقعی سے کم یا زیادہ بلند و پست باتیں ہوں وہاں بندہ کو اشارہ فرما دیں کہ حضور کے حکم کے مطابق قلمبند کیا جائے، بندہ نوازی فرما کر بکمال توجہ فرمایا کہ لکھو میں تمہیں خبردار کرتا رہونگا، الغرض حضرت سلطان الشہداء کے حکم باطن سے بیان واقعی کو ظاہری الفاظ کا

جامہ پہنایا اس روح افزا بیان (تالیف) کا نام مرأۃ مسعودی رکھا، اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والے کو سعادت و برکت نصیب فرمائے اور فقیر کی یہی دعا ہے کہ۔

﴿بحق کاشف اسرار مرداں الٰہی عاقبت مسعود گرداں﴾

لوگوں کے اسرار کو بطور کشف جاننے والے کے طفیل میں الٰہی انجام بہتر بنا۔

الغرض سلطان الشہداء کے حالات تاریخ مذکور (تاریخ ملا محمد غزنوی) سے منتخب کر کے پانچ داستان میں ذکر کیا جائیگا اور سلطان الشہداء کے بعض احوال و کرامات اور عادات جو معتبر کتابوں میں پڑھے گئے یا صاحبان باطن سے خود سنا انہیں بھی چن چن کر عالم معنوی (کشف) سے تحقیق کر کے لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ سہو و خطا سے محفوظ رکھے واللہ اعلم بالحقیقت والصواب۔

داستان اوّل:

سلطان محمود غزنوی کے حکم پر سالار شاہو پہلوان لشکر کا مظفر خاں کی امداد کے لئے غزنی سے اجمیر آنا اور غازی پاک کی ولادت۔

داستان دوم:

سالار شاہو اور سلطان الشہداء کا اجمیر سے غزنی آنا اور حسن میمندی کا بت سومنات کے سلسلہ میں سلطان الشہداء سے عناد کرنا۔

داستان سوم:

سلطان محمود غزنوی سے سلطان الشہداء کا رخصت ہو کر ہندوستان کی جانب متوجہ ہونا ملتان سے دہلی آ کر اسے فتح کرنا، پھر دریائے گنگا پار کر کے ستر کھ میں قیام کرنا، وہاں سے اطراف و اکناف کے لئے فوجی دستے متعین کرنا۔

داستان چہارم:

سالار شاہو کا ستر کھ پہونچنا سلطان الشہداء کا بہرائچ کی طرف متوجہ ہونا، ستر کھ میں سالار شاہو کی وفات، سلطان الشہداء کا حربی کافروں سے جہاد اور جام شہادت نوش کرنا۔

داستان پنجم:

شہادت کے بعد سلطان الشہداء کی کرامتوں کا ظہور روضۂ منورہ مطہرہ کی تعمیر، محبوب رب العالمین سلطان الشہداء کے بعض احوال کرامات۔

داستان اوّل

سلطان محمود غزنوی کے حکم پر سالار شاہو پہلوان لشکر کا مظفر خاں کی امداد کے لئے غزنی سے اجمیر آنا اور غازی پاک کی ولادت۔

جب سلطان محمود غزنوی انار اللہ ملک زنگبار و ملک لبنان اور ملک روم اور تمام ممالک ایران وتوران اپنی حکومت کے ماتحت کر کے اور ہر جگہ شریعت محمدی جاری کر کے جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (اللہ کے راستہ میں جہاد کرو) کے حکم کے مطابق تخت سلطنت پر منتظر بیٹھا تھا۔ ناگاہ چار شتر سوار مرد، الغیاث کہتے ہوئے ملک ہند کی طرف سے ظاہر ہوئے دربار میں طلب کئے گئے، قدم بوسی کی رسم ادا کرنے کے بعد ان لوگوں نے معروضہ پیش کیا کہ مظفر خاں ہرمز کا مصاحب تھا۔ جب سلطان ابوالحسن نے کثیر لشکر کے ساتھ ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہرمز کو قتل کر دیا اور قریب تھا کہ مظفر خاں کو مع زن وفرزند اور تمام لوگوں کو ہلاک کر دے مجبوراً اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اس جگہ سے نکل کر جنگل کا رخ کیا، چند سال ہو گئے کہ اجمیر میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہے۔

ان ایام میں رائے بھیرون ورائے سوم کرن اور چوالیس دوسرے رایان اطراف وجوانب سے جمع ہوکر مظفر خاں پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں، کہ مسلمانوں کو ہلاک کردیں چونکہ چاروں طرف کفر ہی کفر ہے، عالم پناہ کی ذات کے علاوہ کوئی نظر نہیں آرہا ہے کہ جو خدا کے لئے مسلمانوں کی فریاد رسی کرے، سلطان نے فرمایا کہ اطمینان رکھو انشاء اللہ تعالیٰ میں مسلمانوں کی امداد کرونگا، خواجہ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا پوچھا کہ اس جگہ کس کا خطبہ لوگ پڑھتے ہیں آنے والے (شتر سواروں) نے جواب دیا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے بعد خلفائے راشدین کا نام خطبہ میں پڑھا جارہا ہے، اب جبکہ سلطان امداد فرمائینگے سلطان محمود غازی کا نام پڑھا جائے گا۔

سلطان نے اس بات سے خوش ہوکر خواجہ حسن کو حکم دیا کہ جلد ایک سردار تجویز کر کے لاؤ تا کہ اسکے ہمراہ لشکر متعین کردوں، بہت زیادہ گفت وشنید کے بعد سالار شاہو کو پہلوان لشکر کا خطاب دیکر سردار مقرر کیا گیا اور ستر ہزار جنگ آزمودہ سواروں کے ساتھ چند معتبر امراء کو سالار شاہو کے ہمراہ دیکر رخصت کیا اور ایک تلوار اور خاص خنجر چند عراقی گھوڑے مرحمت فرمائے اور دوسرے امیروں کو بھی خلعت اور گھوڑے سے سرفراز فرما کر ہدایت کی کہ میری خوشنودی بھائی سالار شاہو کی خوشنودی میں ہے، بہر کیف اسے اپنے سے راضی رکھ کر پسندیدہ خدمت بجالاؤ۔ برادرم سالار شاہو کام کرنے والا نیک کردار مدبر اور ہمارا مزاج داں ہے اور حسن سلوک کے سوا دوسری چیز وجود میں نہیں آئیگی۔

الغرض بتاریخ ۹ رماہ ذی الحجہ ۴۱۰ھ کو لشکر آراستہ کر کے قندھار سے اجمیر کی طرف متوجہ ہوئے، سلطان ان دنوں میں غزنی سے آکر قندھار میں مقیم تھا اور چار شتر سوار جو مظفر خاں کے پاس سے آئے تھے (سالار شاہو) ان کو رہبر بنا کر براہ ٹھٹھ اجمیر کے لئے روانہ ہوئے، منزل بہ منزل چل رہے تھے چند سواروں پہ مشتمل مقدمۃ الجیش آگے آگے چل رہا تھا، کیا دیکھتے ہیں ایک فوج عالم غیب سے ظاہر ہوئی تمام اہل فوج بوڑھے اور عمر

رسیدہ تھے، پیش روفوجی دستہ نے کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا تھا دہشت زدہ اور متحیر ہوگئے پیران اہل غیب نے ان لوگوں سے پوچھا تمہارے لشکر کا سردار کون ہے؟ پیش روفوجی دستہ کے لوگوں نے بتایا کہ سالار شاہو نام ہے، پیران اہل غیب نے فرمایا کہ اس سفر میں تمہارے سپہ سالار کے دو کام بنینگے ایک کافروں پہ فتح نصیب ہوگی دوسرا کام یہ کہ فرزند زرینہ عطا ہوگا (پیران اہل غیب نے) یہ بات بتائی اور لشکر کی نظر سے غائب ہوگئے پیش روفوجی دستہ نے آکر واقعہ حال پہلوان لشکر کی خدمت میں پیش کر دیا، پہلوان لشکر (سالار شاہو) اس مژدۂ روح افزاء سے بہت مسرور ہوئے۔

دوسرے روز بطریق معہود چل رہے تھے، ناگاہ ایک دوسری فوج عالم غیب سے ظاہر ہوئی فوج کے جملہ افراد خوبصورت نوجوان تھے، انکے مشاہدہ سے پیش روفوجی دستہ کی حیرت دو چند ہوگئی ان لوگوں نے بھی مذکورہ پیران اہل غیب کی طرح سوال کیا اور کافروں پر فتح اور فرزند نرینہ کی خوشخبری دیکر پیش روفوجی دستہ کی نظروں سے غائب ہوگئے، پھر واقعہ حال سالار شاہو کی خدمت میں بیان کیا گیا پہلوان لشکر نے پورے ذوق وشوق کے ساتھ دوگانہ شکر ادا کیا اور روانہ ہوگئے، دوروز کے بعد پھر ایک تیسری فوج عالم غیب سے ظاہر ہوئی تمام اہل فوج (رجال الغیب) بے سر تھے اپنے سروں کو بغل میں دبائے ہوئے سوار چلے آرہے تھے، ان کو دیکھ کر پیش روفوجی دستہ کو بہت زیادہ حیرت ہوئی بے سر سواروں نے بطریق مذکور سوال کیا، ولادت فرزند اور کافروں پر فتح کی بشارت دی، جب پیشروفوجی دستہ نے دوتین مرتبہ رجال الغیب کو دیکھا تو تھوڑا دلیر ہوگئے تھے، دل مضبوط کر کے التماس کیا کہ خدا کے لئے ہماری حیرت کو دور فرمائیے، بے سر سواروں نے کہا کہ کیا حیرت ہے؟ ان لوگوں نے عرض کی کہ پہلی مرتبہ بوڑھے سرداروں کو دیکھا یہ کون لوگ تھے، پھر خوبصورت نوجوانوں کو دیکھا اب تمہیں اس طریقہ پر ہم دیکھ رہے ہیں ہم حیران ہیں۔ رجال الغیب نے جواب دیا کہ ان بوڑھوں کو اہل غیب کہتے ہیں جو عالم کی خبر رکھتے ہیں اور خوبصورت مردوں کو مردان مناف کہتے ہیں،

جب دو فوج باہم جنگ میں مشغول ہوتی ہیں۔ اس وقت یہ مردان مناف، اللہ تعالیٰ کے حکم سے درمیان میں آکر مردوں اور گھوڑوں کا رخ پھیر دیتے ہیں ایک طرف فتح اور ایک طرف شکست ہوتی ہے، ہمیں تم دیکھ رہے ہو ہم شہید ہیں، پھر پیشرو فوجی دستہ نے موقع پا کر التماس کیا کہ آپ لوگ کس پیغمبر کے دین میں ہیں اور لشکر کا سردار کون ہے؟ شہیدوں نے فرمایا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین میں اور حضرت امام حسن اور امام حسین کے گروہ میں ہیں ہماری نظر توحید کی طرف ہے اور اس فوج کے سردار امجد شہید ہیں اور ہمارے لشکر کے سردار کا نام محمد بلخی ہے وہ ہمارے پیچھے شکار کھیلتے ہوئے آرہے ہیں اور لشکر کے بادشاہ سالار مسعود ہیں جو ابھی صلب پدر سے رحم مادر میں نہیں آئے ہیں، پھر موقع پا کر سوال کیا کہ سالار مسعود کے باپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہی سالار شاہو جو تمہارے لشکر کے سالار ہیں۔ اسی گفت وشنید میں تھے کہ لشکر سالار شاہو قریب آپہونچا بے سر سوار گھوڑے سے اتر پڑے اور سالار شاہو کے پاس آئے سلام اور قدم بوسی کرنے کے بعد غائب ہو گئے۔ ان لوگوں کی قدم بوسی خاص طریقہ سے سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی کے لئے تھی، چنانچہ کاشف اسرار شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نے فرمایا۔

گر نبودے ذات حق اندر وجود　　　آب و گل را کے ملک کردے سجود

حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی میں اگر ذات خدا کی تجلی نہ ہوتی تو آب و گل سے بنے ہوئے حضرت آدم کا کون سجدہ کرتا۔

الغرض پیشرو فوجی دستہ نے مفصل واقعہ حال سالار شاہو کی خدمت میں بیان کیا ان کلمات روح افزاء سے سالار شاہو کو دوسرے عالم کا شوق وذوق پیدا ہوا، الغرض بجانب اجمیر تین شب وروز کا راستہ رہ گیا مظفر خاں کو مطلع کرنے کے لئے ان شتر سواروں کو پہلے بھیج دیا اور خود ایک نہر کے کنارے قیام فرمایا، اسی روز حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اس کی صورت یہ ہوئی کہ پہلوان لشکر کے مصاحبین میں سے

ایک شخص نے آکر التماس کیا، کہ پہاڑ کی تہہ میں نہر کے کنارے درخت کے نیچے واصلین حق میں سے نورانی صورت خدا رسیدہ ایک بزرگ بیٹھا ہے اور از راہ مہربانی آپ کے احوال دریافت کر رہا ہے مشورہ یہ ہے کہ آپ اس سے ملاقات کریں، پہلوان لشکر کامل خلوص اور نیاز مندی کے ساتھ اس درویش کی خدمت میں گئے، محض دیکھتے ہی فرمایا کہ سالار مسعود کے باپ آؤ تم خوش نصیب ہو سالار شاہو حضرت خضر علیہ السلام کی آداب خدمت بجالائے اور روبرو بیٹھ گئے۔

درویش نے فرمایا (حضرت خضر علیہ السلام) اس سفر میں تمہیں دو نعمتیں حاصل ہونگی ایک کفار پہ فتح اور دوسری نعمت فرزند نرینہ۔ پانی سے بھرا ہوا ایک لوٹا حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے تھا پہلوان لشکر کو اشارہ کیا کہ اس پانی سے تازہ وضو کرو شکر الوضو کی ادئیگی کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کرو، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ گیارہ بار اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ الخ. پڑھو، سلام کے بعد سات بار سجدہ میں سبوح قدوس ربنا ورب الملئکۃ والروح. اور تین بار درود پڑھ کر حق تعالیٰ سے دعا مانگو، انشاء اللہ فتح و ظفر کے ساتھ قطب وقت فرزند مسعود عطا ہوگا، اس کے بعد (حضرت خضر علیہ السلام) نے فرمایا کہ ہاتھ اس درخت کی طرف بڑھاؤ، جب پہلوان لشکر نے ہاتھ بڑھایا ایک میوہ ہاتھ آیا، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میوہ کو محفوظ رکھو جب تمہاری اہلیہ غزنی سے یہاں آئے نصف میوہ اسے دینا اور نصف خود کھالینا، ان ایام میں اکثر رجال الغیب اس قسم کی بشارتیں سالار شاہو کو دیا کرتے تھے، جیسا کہ تاریخ محمودی میں مفصل ذکر کیا گیا ہے۔

اسی وقت سے سالار شاہو اپنے اندر دوسرے ہی عالم کا ذوق محسوس کرتے تھے اور جس قسم کا ارادہ دل میں کرتے اسی گھڑی وہ پورا ہو جاتا، چنانچہ اکثر کتابوں میں ذکر آیا ہے۔ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے شکم میں تھے جو خیال آتا اسی وقت ظاہر ہو جاتا، جس وقت کسی پھلدار درخت کے نیچے سے گزر ہوتا درخت خود بخود

جھک جاتا تاکہ حضرت مریم تناول فرمالیں۔ سبحان اللہ من سعد سعد فی بطن امہ۔ اوراس قسم کی شان حضرت مسعود کی روز ازل سے ہے۔

الغرض جب پہلوان لشکو کی تشریف آوری کی خبر مظفر خاں کو ملی وہ باغ باغ ہو گیا شادیانے بجوائے۔

اور جو کفار اجمیر کے گردونواح میں محاصرہ کیئے ہوئے بڑھ آئے تھے سبھی نے بڑی خاموشی سے یک جا ہو کر طے کیا کہ اس طرف سلطان محمود غازی کا لشکر آپہونچا اور اس طرف سے مظفر خاں مضبوط دل ہو کر نکل رہا ہے، دو لشکروں کے ساتھ جنگ بہتر نہ ہوگی، بہتر یہ ہے کہ فی الحال خاموشی اختیار کی جائے، دونوں لشکر کے جمع ہونے کے بعد سمجھ بوجھ کر ایک ساتھ جنگ کرینگے کفار نے اجمیر کا محاصرہ چھوڑ کر سات فرسنگ کے فاصلہ پر کوہ کھوکھر کو سامنے رکھ کر ڈیرہ ڈال دیا۔

اس کے بعد مظفر خاں استقبال کر کے پہلوان لشکر کو اجمیر میں لایا اور التماس کیا کہ میں اپنے وابستگان کے ساتھ قلعہ اجمیر سے نکل کر دوسرے مقام پر چلا جاتا ہوں صاحب بدولت قلعہ میں نزول فرمائیں، پہلوان لشکر سالار شاہو نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا کہ میں تمہاری امداد کے واسطے آیا ہوں، یہ مناسب نہیں کہ تمہارے فرزند قلعہ سے باہر آجائیں اور میں اس میں قیام کروں، تو سالار شاہو حوض بھکر جو کفار کا عبادت خانہ تھا اسی جگہ خیمہ زن ہو گئے۔ چند روز آرام کر کے مظفر خاں کے مشورہ سے کفار سے مقابلہ کے لئے سواروں کو بھیجا، کفار بھی فوجوں کو آراستہ کر کے مقابلہ میں آئے، طرفین کے جوان بہادروں میں جنگ چھڑ گئی تین روز تک کوشش و کشش سے میدان جنگ گرم رہا، تیسرے دن فتح وکامیابی کی خوشگوار ہوا پہلوان لشکر کی جانب چلنے لگی، کفار سر پتھر پر پٹخ کر فرار ہو گئے لشکر اسلام نے چند فرسنگ تک تعاقب کیا اکثر سرداروں کو قتل کر کے اور بعض کو قیدی بنا کر لوٹ آئے، پہلوان لشکر اس دن کفار کے ڈیرہ پر آئے اور وہ مسلمان جو دولت شہادت سے سرفراز ہوئے تھے انہیں دفن کر کے کفار کے تمام مال واسباب اور غنائم

لشکریوں میں تقسیم کردیئے، دوسرے دن اجمیر کی طرف لوٹے اور قلعہ اجمیر کے دروازہ پر مسجد تعمیر کرا کے سلطان محمود غازی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ کفار کی شکست اور اپنی فتح کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے گزشتہ تمام حقیقت کی عرضداشت سلطان کی خدمت میں بھیج دی اور اجمیر کے گرد و نواح میں اکثر مقامات جو مظفر خاں کے تصرف میں نہ تھے جابجا اپنے امیر مقرر فرما کر اپنے قبضہ میں لائے اور ہر مقام پر پہلوان لشکر کے کارندے مقرر ہوگئے، ہر طرف سے خراج آنے شروع ہوگئے سرکش فرار ہوئے، قنوج جا کر رائے اجپال کی پناہ حاصل کی۔

الغرض سالار شاہو کی عرضداشت جب سلطان محمود کی خدمت میں پہونچی بہت خوش ہوا، خلعت خاص اور چند عراقی گھوڑے مرحمت فرمائے اور بکمال مہربانی فرمان جاری کیا کہ اس دیار کی حکومت برادر محترم کو مبارک ہو، نیز حکم دیا کہ اگر حاکم قنوج راجہ اجپال اطاعت قبول کرے بہتر ورنہ آگاہ کرو میں خود لشکر ظفر اثر کے ساتھ ایک بار اس ولایت کی سیر کے لئے آؤنگا اور ستر معلّٰی کو حکم دیا کہ اپنے شوہر کے پاس جاؤ، جب ستر معلّٰی خلعت خاص اور سلطان کے فرمان کیساتھ اجمیر پہونچیں، سالار شاہو کو مکمل خوشی اور آرام حاصل ہوا۔

حق سبحانہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی رات بتاریخ ۹ رشوال المکرم ۴۰۴ھ سالار مسعود اپنے باپ کی صلب سے رحم مادر میں منتقل ہوئے، نو مہینہ سکون و آرام سے گزرے دسویں مہینے بتاریخ ۲۱ ررجب ۴۰۵ھ بروز یک شنبہ بوقت صبح صادق اول ساعت آفتاب جو سعد اکبر ہے، سعید ازلی سالار مسعود مثل آفتاب جہان تاب پیدا ہوئے، حسن یوسفی، چمک ابراہیمی اور نور محمدی آپ کی پیشانی پر چمک رہا تھا، یکبارگی ہر طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے، تین شبانہ روز اجمیر کے ہر گھر میں اور ہر کوچہ و بازار میں خوشی کا ماحول تھا، پہلوان لشکر بے پناہ مسرت کی وجہ سے جو کچھ نقد و جنس اپنی بساط میں رکھتے تھے لا کر لاکھوں، فقیروں پر نچھاور کردیئے، تین دن تک کیا اہل دنیا، کیا اہل عقبیٰ ہر فرقہ کی

جمعیت کے ساتھ مجلس جشن آراستہ رہی، چنانچہ تاریخ محمودی میں اس مقدمہ کو مفصل ذکر کیا ہے اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔

اس کے بعد ماہر نجومیوں کو بارگاہ میں طلب کر کے فرزند مسعود کے طالع کے بارے میں دریافت کیا، نجومیوں نے غور فکر کر کے علم نجوم کی روشنی میں بتایا کہ یہ سعادت مند فرزند آفتاب کی ساعت اول میں جو سعد اکبر ہے قطب ملک کے مثل دنیا میں نزول اجلال کیا ہے بہت زیادہ غیور ہوگا، کوئی سرکش اسکے سامنے ٹک نہ سکیگا، بالغ ہونے کے بعد سلطان کے وزیر سے عداوت پیدا ہو جائیگی، اسکے بعد وہ ممالک جو آج تک کسی مسلمان کے قبضہ میں نہ آسکے انہیں اپنے قبضہ اور تصرف میں لائیگا، دین کے معاملہ میں ثابت قدم ہوگا، پہلوان لشکر اس مژدہ جانفزاں سے باغ باغ ہو گئے اور منجمین کو بہت زیادہ انعام واکرام سے نوازا، پوری حقیقت لکھ کر مع سوغات سلطان کی خدمت میں بھیجا سلطان بھی بھانجہ کی ولادت سے بہت زیادہ خوش ہوا اور بہت سی خلعت پہلوان لشکر اور ستر معلیٰ و سالار مسعود کے لئے مرحمت فرمائے اور پوری توجہ کیساتھ ایک فرمان بدستخط خاص جاری فرمایا، کہ ریاست ملک ہندوستان محترم بھائی اور اس عزیز فرزند کو مبارک ہو، چندروز کے بعد سلطان لشکر آراستہ کر کے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔

سالار شاہو اور مظفر خاں اپنے لشکریوں کے ساتھ استقبال کر کے سلطان کو پہلے اجمیر لائے۔ سالار مسعود کو سلطان کی نظر کیمیاء اثر کے سامنے پیش کیا گیا اسکے بعد ہر قسم کے نقد و جنس پیش کئے گئے، سلطان نے سب (نقد و جنس) سالار مسعود کو بخش دئے، جتنے ایام اجمیر میں رہا ایک پل کے لئے سالار مسعود کو اپنی نظروں سے جدا نہ کیا، اس کے بعد پورے قہر و غلبہ سے آراستہ لشکر کے ساتھ قنوج کی طرف متوجہ ہوا، پہلوان لشکر اور مظفر خاں کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیا، پہلے متھرا میں آیا جو کفر کی کان اور تمام اہل ہنود کا عبادت خانہ تھا۔

اس کے بعد اس اطراف میں جہاں جہاں سرکش زمینداروں کا نشان و پتہ بتایا گیا

اس ملک کو تاخت وتاراج کر کے والی قنوج رائے اجیپال پر چڑھائی کے لئے متوجہ ہوا، وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گیا، جیسا کہ یہ مقدمہ تاریخ روضۃ الصفاء میں مفصل لکھا ہے۔

جب سلطان محمود خوارزم کی مہم سے فارغ ہوا موسم سرما قلعہ بست وسکنا میں گزارا، تاکہ سفر کی تھکاوٹ دور کر لیں، بہار اور استواء لیل ونہار کے وقت خاص لشکر کو لیکر روانہ ہوا اور ماوراء النہر کے اطراف کے بیس ہزار مجاہدین جہاد کی نیت سے سلطان کی نقل وحرکت کے منتظر بیٹھے تھے، قنوج کی طرف روانہ ہوئے۔

ارباب تاریخ کے نزدیک مشہور ہے کہ گشتاسپ جو اپنے زمانہ کے عظیم بادشاہوں میں تھا، اس کے علاوہ کسی غیر ہندوستانی بادشاہ نے قنوج پر لشکر کشی نہیں کی جیسا کہ اسفندیار کی ملک گیری کی حکایت میں مذکور ہے۔

اور سکندر نامہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سکندر رومی قنوج تک آیا تھا اور قنوج کے رائے کید کی لڑکی کو گرفتار کر کے واپس چلا گیا تھا۔ لیکن ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی امت میں سلطان محمود سے پہلے کوئی دوسرا بادشاہ قنوج نہیں آیا تھا، غزنی سے قنوج تک تین مہینہ کی راہ ہے، حاصل کلام جب سلطان محمود متھرا کے اطراف میں پہونچا جو اہل ہنود کا بتخانہ تھا، ظاہر اُمراد اس بتخانہ سے شہر متھرا ہوگا جس کا اجمالاً ذکر ہوا ہے، اس جگہ عجیب وغریب عمارتیں دیکھی گئیں اس شہر کی تمام عمارتوں میں سے ہزار خوبصورت محل سفید سنگ مرمر سے بنے ہوئے تھے اور بتخانہ کثرت کی وجہ سے شمار میں نہیں آتے تھے۔

سلطان محمود نے غزنی کے شرفاء کو خط لکھا تھا جس میں اس نے ذکر کیا کہ اگر کوئی ایسی عمارت بنانی شروع کرے تو سو ہزار دینار کے صرفہ سے پانچ سو چابکدست ماہر کاریگروں کی کوشش کے باوجود چالیس سال کی مدت میں بھی مکمل نہیں کر سکتا۔

ان تمام بتوں میں پانچ ایسے بت تھے جو خالص سونے سے بنے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے خانہ چشم میں دو یاقوت جڑے ہوئے تھے، اگر ان بتوں میں سے

کوئی بت بادشاہوں کو پیش کیا جاتا تو پورے شوق اور رغبت سے مبلغ پچاس ہزار دینار میں خرید لیتا ان بتوں میں سے ایک بت میں ازرقی یاقوت کا بھی ایک ٹکڑا جڑا ہوا تھا جس کا وزن چار سو مثقال تھا اور چاندی کے بت سو سے بھی زائد تھے۔ سلطان کے حکم سے بت خانوں میں آگ لگا دی گئی اور پورا لشکر قنوج کی طرف متوجہ ہوا، (سلطان نے) اپنی بڑی فوج کو عقب میں رکھا، تا کہ اجیپال معاونین اور مددگاروں کی تعداد کم سمجھ کر اپنی جگہ کھڑا رہے اور شکست کو عار سمجھے۔ کیونکہ وہ ہندوستان کا سب سے بڑا بادشاہ تھا۔

اس یورش میں سلطان جس قلعہ اور قصبہ میں پہونچا اسے تباہ و برباد کر دیا، اجیپال سلطان کی آمد کی خبر پا کر بے مقابلہ اور جنگ کے گوشہ سے باہر نکل گیا۔

سلطان بتاریخ ۱۸/ شعبان المعظم ۴۰۶ھ میں قنوج پہونچا اور دریا کے کنارے سات قلعے دیکھے، ان میں سے ہر قلعہ فلک البروج کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر رہا تھا وہاں ہزاروں بتخانے پائے گئے، ان سے ہندوؤں کا راسخ اعتقاد وابستہ تھا اور ان بتخانوں کی عمارتوں کی تاریخ تین سو ہزار سال پرانی ہے۔

حاصل کلام رائے اجیپال اپنے مددگاروں کے ساتھ گوشہ نشین ہو گیا، اہل قلعہ دروازہ بند کر کے سرکشی کرنے لگے، سلطان نے ایسی کوشش کی کہ ایک ہی روز میں ساتوں قلعے فتح کر لئے بہت سے لوگ قتل کئے گئے اور بے شمار مال غنیمت سرکاری خزانہ میں داخل ہوا۔ اسکے بعد (سلطان) رائے چند پال کی طرف متوجہ ہوا، کیونکہ وہ سلطنت اور ملک میں لشکر کی کثرت کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا، قنوج کے راجہ چند پال نے اس کی طرف لشکر کشی کی اور عاجز آ کر واپس لوٹ گیا، چند پال نے جب لشکر اسلام کی طاقت وقوت اور مضبوطی دیکھی قلعہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا، سلطانی لشکر نے پیچھا کیا بہت زیادہ مال اور بہت زیادہ ہاتھی غنیمت میں ہاتھ آئے، جب چند پال کا قلعہ بادشاہ کے کارندوں کے قبضہ میں آ گیا، سلطان چندر رائے کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا چندر رائے زمانہ کے مشہور بہادر لوگوں میں سے تھا، فوج، خزانہ و ملک کی کثرت کے

باوجود فرار ہو کر جنگل میں پناہ لے لیا، لشکر اسلام تین شبانہ روز تعاقب کرتا رہا کافروں کو قتل کیا اور ان کے اموال و اسلحے اپنے قبضے میں کر لئے، بیشمار ہاتھی ہاتھ آئے اور چندر پال کے خزانہ سے مبلغ سو ہزار دینار سرکاری خزانہ میں پہونچے، سلطان جب ملک ہندوستان سے واپس ہوا غزنی میں ایک بہت بڑی مسجد اور اسی کے قریب میں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا مختلف علوم و فنون کی گرانقدر کتابیں جمع کرادی تا کہ لوگ استفادہ کریں۔

صاحب تاریخ محمودی تحریر کرتے ہیں کہ جب سلطان نے ہندوستان کی مہم سے فارغ ہو کر غزنی لوٹنا چاہا سالار شاہو پہلوان لشکر نے ساتھ چلنے کی درخواست پیش کی سلطان نے فرمایا حقیقتاً یہ مفتوحہ ملک آپکا ہے میں نے اس دیار کی حکومت آپکو سپرد کر دی، لاہور کے قریب سے پہلوان لشکر کو خلعت خاص اور اٹھارہ عراقی گھوڑے مرحمت فرما کر رخصت کیا، بادشاہ سالار شاہو کے حق میں بے پناہ توجہ اور رعایت رکھتا تھا، مظفر خاں کو بھی خلعت اور گھوڑے سے سرفراز فرما کر پہلوان لشکر کے ساتھ کر دیا، کہ کماحقہ ان کی اطاعت میں لگا رہے۔

الغرض پہلوان لشکر نے اجمیر میں آ کر رعایا کی تسلی اور مظلوموں کی فریادرسی کے لئے جگہ جگہ امیروں کو تعینات کر دیا، خدمت اور سالانہ جزیہ کی ادئیگی کے شرط کیساتھ رائے اجپال کو قنوج کے تخت پر بحال کر کے برقرار رکھا اور خود اجمیر میں بیٹھ کر پوری شان و شوکت اور عیش و کامرانی کے ساتھ سلطان محمود کے نائب کی حیثیت سے ہندوستان میں حکومت کرتے رہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنے فرزند دلبند سے بے پناہ محبت تھی۔

جب سالار مسعود کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو حضرت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے کہ بسم اللہ کرادیں، سالار شاہو نے چند ہزار چاندی کے سکے، چار عراقی گھوڑے میر مذکور کی خدمت میں پیش کئے دعوت میں قسم قسم کے کھانے تیار کرائے اور عطاء و بخشش کے دروازے کھول دئے پیدائش کے وقت جو اہتمام کیا گیا تھا اس سے کہیں زیادہ رسم بسم اللہ خوانی کے موقع پر کیا گیا، حق تعالیٰ نے

سالار مسعود کو علم لدنی عطا فرمایا تھا، جب آپ کی عمر نو سال کی ہوئی آپ اکثر علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ ہو گئے اور دس سال کی عمر میں عبادت وریاضت میں اس طرح منہمک ہوئے کہ راتیں شغل باطن میں گزرتیں اور جب تک ایک پہر دن نہ نکل آتا حجرہ عبادت سے باہر نہ نکلتے۔ جس پر اہل یقین درویش حسرت کرتے تھے، نماز چاشت ادا کرنے کے بعد آپ حجرہ سے باہر نکلتے عامل علماء کامل فقراء کے ساتھ صحبت رکھتے تھے اسی جماعت کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے نماز ظہر کے بعد دیوان خانہ میں آتے، ہم عمر امیر زادے اور شہزادے حاضر ہوتے کبھی شکار کے لئے سوار ہوتے کبھی تیراندازی، نیزہ بازی میں مشغول ہوتے اور کبھی چوگان کھیلنے میں مشغول ہو جاتے۔

الغرض جہاد اکبر اور جہاد اصغر دونوں امور سے آراستہ تھے، آپ کی مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑتا خواہ سلوک و درویشی، خواہ علمی مسائل ونکات، شعر و شاعری خواہ بادشاہوں اور امیروں کے معاملات سلطنت، فن سپہ گری، جنگ کے منصوبے اور ملک گیری کے طریقے، رعایا کی نگہداشت، فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان ہر ایک اصطلاح میں ماہر و عالم تھے، ہر علمی وفنی مسئلہ میں بغیر تکرار کے ایسے نکات بیان کرتے کہ حاضرین حیرت میں ڈوب جاتے، حضرت سلطان الشہداء بڑے سخی تھے اس دور کے لوگ آپ کو حاتم ثانی کہتے تھے، جو شخص بھی آپ کی خدمت میں آتا آپ اسے کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے، کبھی مال وزر کبھی جوڑے کبھی گھوڑے کبھی تلوار و خنجر، آنے والے کے احوال کے موافق کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے، کسی بزرگ نے خوب کہا ہے۔

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد　　　ہمچوں خورشید از بلندی فرد شد

جو صاحب ہمت ہوا کامل مرد بن گیا بلندی کی وجہ سے آفتاب کی طرح منفرد ہو گیا۔

حضرت سلطان الشہداء کا ظاہر و باطن یکساں تھا آپ کا قلب ذکر الٰہی کی وجہ سے صاف اور معصیت سے پاک تھا، ظاہری صفائی یہ تھی کہ آپ ہمیشہ باوضو رہتے اکثر نمازیں غسل کر کے ادا فرماتے، نشست اور برخاست کی جگہوں کو بہت صاف ستھرا

رکھتے، عمدہ اور نفیس لباس زیب تن فرماتے عطر و خوشبو بہت زیادہ لگاتے، پان آپ کو بہت زیادہ مرغوب تھا، کئی ہزار فرشتہ صورت شائستہ روزگار جوان آپ کی خدمت میں رہتے، سب کا یہی طریقہ تھا آپ کی مجلس میں آنے والا محو حیرت ہو جاتا کہ سلطان الشہداء کی کیا شان ہے جو شخص سلطان الشہداء کا یوسفی جمال دیکھتا آپ کے حسن سلوک اور افعال پسندیدہ کی وجہ سے عمر بھر کے لئے دیوانہ ہو جاتا، لیکن جو سیاہ دل ہوتا آپ کے نور ولایت پہ یقین نہ رکھتا۔

آن کس کہ جمال مصطفیٰ را بیند ‌ ‌ ‌ شک نیست عالم صفا را بیند
این است کمال مرد در راہ یقین ‌ ‌ ‌ در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

جو شخص مصطفیٰ ﷺ کا حسن و جمال دیکھ رہا ہے بلا شبہ وہ عالم صفا کو دیکھ رہا ہے۔
یقین کی راہ میں مرد کا یہ کمال ہے کہ جس چیز پر بھی نظر ڈالتا ہے خدا کا جلوہ دیکھتا ہے۔

واللہ اعلم بالحقیقت والصواب

داستانِ دوم:

سالار شاہو اور سلطان الشہداء کا اجمیر سے غزنی آنا اور حسن میمندی کا بت سومنات کے سلسلہ میں سلطان الشہداء سے عناد کرنا۔

دس سال کی مدت میں جب پہلوان لشکر نے ہندوستان کے اکثر ممالک کو اپنے قبضے میں لے لیا اور کفار کی شورش سے مطمئن ہو گئے اور بے تکلف خراج آنے لگے، سلطان ان دنوں خراسان گیا ہوا تھا، پہاڑ کے دامن میں رہنے والے سرکش متحد ہو کر کاہیلر کو تاخت و تاراج کرنا چاہتے تھے، حاکم کاہیلر ملک ججو نے حقیقت تحریر کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجا، محض عرضداشت پہونچتے ہی قضا کی طرح جاری ہونے والا فرمان پہلوان لشکر کے نام پہونچا کہ آدھا لشکر دیار اجمیر کی محافظت کے لئے چھوڑ کر خود

آدھی جنگجو فوج لیکر کاہیلر کا رخ کرو اور کافروں کی ایسی گوشمالی کرو کہ دوبارہ سرکشی کی راہ اختیار کرنے کی جرأت نہ کریں، میں ایک مہم سر کرنے میں مصروف ہوں ورنہ میں خود پہونچتا، کاہیلر کشمیر کے دامن کوہ میں واقع ہے، اس کا قلب قلعہ بہت بلند مقام پر تھا جو فرعون وقت رائے گل چند کے قبضہ میں تھا، ملک و مال اور لشکر کی کثرت کی وجہ سے بہت مغرور تھا، جب سلطان محمود ۴۰۷ھ میں قنوج کی طرف رخ کرتے ہوئے کشمیر کے اطراف میں پہونچا انہیں ایام میں ہزار کوشش و تدبیر کے بعد قلعہ رائے گل چند کو فتح کر لیا تھا اور اپنے کارندے مقرر کر دئے، جیسا کہ قلعہ مذکور پر قبضہ کرنے اور پچاس ہزار مشرکوں کے ساتھ رائے گل چند کے ہلاک ہونے کا واقعہ تاریخ روضۃ الصفا میں مفصل مذکور ہے اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔

پہلوان لشکر اسی وقت میر سید ابراہیم و مظفر خاں اور دیگر معتمد امراء کو جو سرحدوں پر تعینات تھے، سالار مسعود کی خدمت میں چھوڑ کر خود بدولت و اقبال متواتر کوچ کرتے ہوئے کاہیلر کی طرف متوجہ ہوئے، بے اندازہ کفار نے جمع ہو کر اطراف کاہیلر کو تباہ و برباد کر دیا تھا، ملک ججو مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے کاہیلر میں قلعہ بند ہو گیا تھا کفار ملک کو غارت کر کے اپنے گھروں کا رخ کر رہے تھے کہ پہلوان لشکر پہنچ گئے، مقابلہ ہوا ایک پہر تک لڑائی ہوئی لشکر اسلام غالب آیا کفار راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے چالیس سے زائد سردار گرفتار ہوئے اور بے شمار کفار قتل کئے گئے، عظیم فتح ہوئی سالار شاہو نے کاہیلر آکر فتح نامہ سلطان کی خدمت میں بھیجا سلطان بہت خوش ہوا اور اسی وقت ایک فرمان بدستخط خاص جاری فرمایا کہ جاگیر و انعام کے علاوہ دیار کاہیلر آں برادر کو ہم نے سپرد کیا اس مقام کو تم اپنے لئے وطن بنالو۔

جب پہلوان لشکر کے لئے کاہیلر میں سکونت گزیں ہونا طے پایا تو آپ نے اجمیر کی طرف قاصد روانہ کئے کہ وہ سالار مسعود کو کاہیلر لائیں، انہیں حکم دیا کہ مفتوحہ علاقوں میں امیر مقرر کرنے کے بعد اپنی والدہ کے ہمراہ جلد از جلد کاہیلر پہونچیں۔

جب قاصد اجمیر پہونچے سالار مسعود بہت خوش ہوئے اور دوسرے دن اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے ہمنشیں چند ہزار سوار جو اس ماہ لازوال کے گرد ستاروں کے مثل رہتے تھے انہیں ساتھ لیکر کاہیلر کی طرف چل پڑے، منزل بمنزل شکار کھیلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جب قصبہ راول پہونچے، شیوکن اور بشنو جو خواجہ حسن میمندی کے سالے تھے اور قصبہ راول کے زمیندار تھے، حضرت سلطان الشہداء کے استقبال کے لئے آئے مصر ہوئے کہ بندہ نوازی فرما کر آج ہمارے غریب خانہ پر قیام فرمائیں، تاکہ تمام زمینداروں کے درمیان بندے کی عزت افزائی ہو جائے، چونکہ بدطینت حسن میمندی کا نفاق شیوکن کی پیشانی پر ظاہر تھا حضرت سلطان الشہداء نے کسی صورت میں قبول نہ کیا کہ اس دغاباز کافر کے گھر میں قیام کریں، اپنے مقررہ طریقے کے مطابق شہر سے باہر ڈیرہ ڈالا، پر شیوکن نے عرض کیا کہ ہم نے تمام خدمتگاروں کے لئے کھانا تیار کرا دیا ہے حضرت سلطان الشہداء نے فرمایا ہم اہل بیت کے مذہب کے مطابق کسی ہندو کے گھر سے کھانا نہیں کھاتے ہیں، پھر پیشکش کیا کہ ہم آٹا، چاول اور تمام کھانے کے اسباب حاضر کر دیں سرکاری باورچی کھانا تیار کرلیں چونکہ شیوکن کے دل میں نفاق تھا یہ طریقہ بھی قابل قبول نہ ہوا، صبح تڑکے کوچ کے وقت شیوکن قسم قسم کی دو سو من مٹھائی بنوا کر لایا، جو اعلیٰ درجے کی مٹھائی تھی وہ مکمل زہر آلودہ تھی حضرت سلطان الشہداء نے نور ولایت سے معلوم کرلیا اور مٹھائی باورچی خانہ کے داروغہ کے حوالہ کر کے تاکید فرمائی کہ کوئی شخص اس مٹھائی سے کچھ نہ کھائے شیوکن کو خلعت دیکر رخصت فرمایا، خود کوچ کرتے ہوئے دوسری منزل پہ آئے ملک نیک بخت کو آپ نے حکم دیا کہ شیوکن کی دی ہوئی مٹھائی لاؤ، جب مٹھائی لائی گئی شکاری کتوں کو اپنے پاس بلا کر اعلیٰ قسم کی مٹھائی کتوں کو دیا محض مٹھائی کھاتے ہی سب کتے زہر کی وجہ سے مر گئے۔

حضرت سلطان الشہداء نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر وحدت نثار زبان سے فرمایا کہ یہ حقیر کافر مجھے بھی ظاہر بین لوگوں کے زمرہ میں سمجھتے ہیں، خدمت میں رہنے

والے تمام حاضرین حضرت سلطان الشہداء کی اس کرامت سے متحیر ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے، جب یہ خبر بی بی ستر معلیٰ کو پہونچی زار زار رونے لگیں کہ الٰہی یہ کیا قہر ہو گیا تھا کہ مردود کافر نے حسن میمندی کے اشارے سے دغا کیا، حضرت سلطان الشہداء کو اپنے پاس بلا کر گلے سے لگایا فقراء و مساکین میں بہت زیادہ خیرات کیا، رات اسی جگہ گزارا جب صبح کے وقت کوچ کے لئے تیار ہوئے حضرت سلطان الشہداء نے والدہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج یہیں قیام فرمائیں شکارگاہ خوب ہے میں شکار کھیل کر آتا ہوں ایسا ہی کیا گیا، حضرت سلطان الشہداء چند ہزار فرشتہ صورت جانباز نوجوانوں کے ساتھ شکار کھیلتے ہوئے قصبہ راول کی طرف متوجہ ہوئے جاسوسوں کو تعینات کیا کہ شیوکن کی خبر لائیں کہ کس حال میں ہے اور خود بدولت اقبال قصبہ مذکور کے قریب پہونچے، جاسوسوں نے آکر خبر دیا کہ شیوکن مردود غسل کر کے بت پرستی میں مشغول ہے اس جگہ سے گھوڑا دوڑایا کافروں کو بھی خبر ہو گئی قصبہ سے باہر نکل کر جنگ شروع کر دی، جانباز جوان تلواریں بلند کر کے ہر طرف سے پروانہ وار دوڑ پڑے کفار نابکار کو مقابلہ کی طاقت نہ رہی شکست و ہزیمت سے دوچار ہوئے غازیان اسلام کافروں کے سروں کو گیند کی طرح اچھالتے تھے، بہت سے کفار تہ تیغ ہوئے شیوکن مردود کو زندہ گرفتار کر کے سلطان الشہداء کی خدمت میں لایا گیا سلطان الشہداء نے فرمایا کہ اے شیوکن تو شیر کے بچہ کے ساتھ بازی گری کرتا تھا تجھے معلوم نہیں کہ میں اسد اللہ الغالب کا فرزند ہوں پھر حکم دیا کہ اس کافر کو زن و فرزند سمیت باندھ کر لشکرگاہ میں لے جاؤ اور تمام شہر کو تاخت و تاراج کر دو۔

شیوکن کو مع زن و فرزند باندھ کر لشکرگاہ میں لائے، سلطان الشہداء کی یہ پہلی کرامت اور پہلی فتح تھی، بی بی ستر معلیٰ نے شادیانے بجانے کا حکم دیا اور بہت زیادہ صدقات تقسیم کیئے، سلطان الشہداء کے تمام لشکریوں کو گھوڑے، خلعت، زر نقد مرحمت فرمائے، اس وقت سالار مسعود کی عمر بارہ سال کی تھی حقیقت حال لکھ کر سلطان محمود غزنوی

کی خدمت میں قاصدوں کو روانہ کیا اور خود بدولت وحشمت کاہیلر کی طرف کوچ کیا۔

سالار مسعود کے قاصدوں کے پہونچنے سے پہلے حسن میمندی کی موافقت سے شیوکن کے بھائی نرائن نے سلطان کی خدمت میں فریاد کیا کہ سالار مسعود میرے بھائی شیوکن کو مع زن وفرزند باندھ کر لے گیا اور قصبہ راول کو تباہ وبرباد کردیا، سلطان اس بات سے بہت حیران ہوا اسی وقت حضرت سلطان الشہداء کی عرضداشت پہونچی شیوکن کی نمک حرامی ظاہر ہوئی، سلطان نے بدستخط خاص سلطان الشہداء کو فرمان جاری کیا کہ آنفرزند کی عرضداشت سے پیشتر اس جگہ شیوکن کے بھائی نرائن نے دوسرے طریقہ سے اپنی عرضی پیش کی ہے، مجرم کو اچھی طرح قید میں رکھو میں بذات خود تحقیق کر کے سزا دونگا فرمان شاہی کے مطالعہ سے حضرت سلطان الشہداء بہت خوش ہوئے، حسن میمندی کے گھر میں ماتم بپا ہو گیا کہ پوشیدہ نفاق ظاہر ہو گیا۔

جب کاہیلر ایک کوس باقی رہ گیا پہلوان لشکر کو خبر ملی غلبہ شوق سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح بے اختیار ہو کر اپنے فرزند یوسف ثانی کے استقبال کے لئے باہر آئے سلطان الشہداء کی نظر جب پہلوان لشکر پر پڑی گھوڑے سے نیچے اتر پڑے آداب تسلیمات بجالاتے ہوئے پدر بزرگوار کی قدم بوسی کی پہلوان لشکر نے بھی گھوڑے سے اتر کر محبوب رب العالمین کو گلے لگالیا، اسکے بعد شاہانہ لباس پہنایا موتی اور جواہرات جڑی ہوئی ٹوپی سر پر رکھی، زریں پٹکا کمر میں باندھا اور شاہی گھوڑا سواری کے لئے لائے جب باپ بیٹے دونوں سوار ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے گھر کی طرف متوجہ ہوئے عراقی گھوڑا اپنے حسن رفتار کے ساتھ قدم بقدم ایک انوکھے انداز سے ناز کرتے ہوئے چل رہا تھا اور فرشتہ شکل سوار بھی دونوں جہاں کی زیب وزینت کے ساتھ مظاہرہ کرتے ہوئے چل رہے تھے، وہ محبوب رب العالمین جس طرف بھی نگاہ کر دیتا تھا کتنے لوگ اسکے حسن یوسفی سے بے اختیار ہو کر گر پڑتے اور جو بھی دیکھتا متحیر ہو جاتا کہ آیا عیسی علیہ السلام چوتھے آسمان سے اتر آئے ہیں یا صاحب زماں حضرت مہدی علیہ السلام ظاہر ہو گئے ہیں آخر

کیا حقیقت ہے کہ اس لڑکے کا چہرہ اسقدر منور ہے کہ تمام عالم اس کا پروانہ ہے، مگر اسکو لوگ نہیں سمجھتے ہیں کہ وہ گنج مخفی اس زیبائی کے ساتھ ظاہر ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

﴿آں بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم　　پوشیدہ دلق آدم ناگاہ بر در آمد﴾

وہ سب سے بڑا بادشاہ دروازہ بند کئے ہوئے تھا لباس آدمیت پہنے ہوئے ناگاہ ظاہر ہوا اہاں عالم سفلی کو کہاں یہ بینائی میسر کہ اکناف عالم علوی جو خلق آدم علی صورتہ کی تجلیات سے محظوظ ہیں بہرہ مند ہوسکیں۔

﴿مردے باید کہ باشد شہ شناس　　تا شناشد شاہ را در ہر لباس﴾

مرد کو شہ شناس ہونا چاہئے تا کہ بادشاہ جس لباس میں ہو پہچان لے۔

پہلوان لشکر حضرت سلطان الشہداء کو لیکر گھر کے اندر تشریف لائے، چند روز تک مجلس جشن چلتی رہی پہلوان لشکر بہت زیادہ صدقات و خیرات عطا و بخشش کرتے رہے سالار مسعود محض والدین کی خاطر داری کے واسطے بظاہر اس عالم کثرت میں رہتے تھے ورنہ باطن کا نشان عالم بے نشاں تھا، کہ مجسم دریائے وحدت میں غرق رہتے اور منزل حضوری پر فائز تھے۔

سلطان محمود کا مدت دراز سے نہر والہ اور گجرات کی طرف لشکر کشی کرنے اور بتخانہ سومنات جو اہل ہنود کا بہت بڑا عبادت خانہ تھا ویران کرنے کا ارادہ تھا سلطان جب خراسان کی مہموں سے فارغ ہوا غزنی واپس ہوا، ایک فرمان پہلوان لشکر کے نام جاری کیا کہ معتمد لوگوں کو کاہیلر کے قلعہ میں چھوڑ کر خود فرزند مسعود کو لیکر حضور میں حاضر ہو جاؤ جب یہ باپ بیٹے سلطان کی خدمت میں پہونچے بکمال مہربانی مسرور ہوا، سالار مسعود کے ساتھ اتنی شفقت سے پیش آتا کہ سلطان کے لڑکے سلطان مسعود اور سلطان محمد رشک کرتے تھے۔

حاصل کلام سلطان نے سالار شاہو کو خلوت میں بلا کر سومنات کی طرف لشکر کشی کے بارے میں مشورہ کیا، سالار شاہو نے مشورتاً عرض کیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے عالم پناہ کا

رعب و دبدبہ کفار کے دلوں پر چھایا ہوا ہے، کسی میں مقابلہ کی تاب نہیں اس معاملہ میں جو آپ کی رائے ہے بہتر ہے، سلطان کو یہ بات بہت پسند آئی لیکن خواجہ حسن میمندی کے مزاج کے خلاف بات رہی، گفت وشنید کے بعد یہ طے پایا کہ پہلوان لشکر کا ہیلر جا کر اہل ہنود کے فتنہ و فساد پر نظر رکھیں اور حضرت سلطان الشہداء کو لشکر ظفر اثر کے ہمرکاب چھوڑ دیں، سالار شاہو کے رخصت ہونے کے بعد سلطان اپنے لشکر ظفر اثر کو لیکر سومنات کی طرف روانہ ہوا۔

سالار مسعود چند ہزار نوجوانوں کا لشکر لیکر اس یورش میں سلطان کے ساتھ ساتھ رہے، اکثر نمایاں فکر و خیال ان سے ظاہر ہوتے جو سلطان کی عنایات و مرحمت کی زیادتی کا سبب بن گئے۔ پہلے سلطان ملتان آیا وہاں سے سومنات پر لشکر کشی کی، سومنات ہندوستان کے بہت بڑے بتوں میں سے سب سے بڑا بت تھا، حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ سومنات ایک موضع کا نام تھا اور لات اس موضع کا بت تھا جیسا کہ فرماتے ہیں

لشکر محمود اندر سومنات یافتند آں بت کہ نامش بود لات

سومنات کے اندر لشکر محمود نے وہ بت پایا جس کا نام لات تھا۔

حاصل کلام معتبر مؤرخین نے کہا ہے کہ سمندر کے کنارے وہ بت ایک مندر میں رکھا ہوا تھا اور اہل ہند چاند گرہن کی شب میں اس بت کی زیارت کے لئے آتے تھے دس ہزار سے زیادہ لوگ اس بت خانہ کے گرد جمع ہوتے تھے اس بت خانہ پر دس ہزار گاؤں وقف تھے، کئی ہزار جواہر اس جگہ جمع کئے گئے تھے، کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی بادشاہ کے خزانہ میں نہیں تھا، دو ہزار برہمن اس بتخانہ میں پوجا پاٹ میں مشغول رہتے، مندر میں دو سو من کی ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی اور بہت سی گھنٹیاں لٹکائی گئی تھیں، تین سو حجام اور تین سو گانے والیاں اور پانچ سو رقاصائیں اس بتخانہ کی ملازمت پر مامور تھیں، دریائے گنگا جو دہلی اور قنوج کے مشرق جانب ہے سومنات اور دریائے گنگا کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے اتنے آدمی راستہ میں رکھے گئے تھے کہ روزانہ گنگا کا پانی سومنات کو دھونے کے لئے آتا تھا۔

جب سلطان نے ۴۱۶ھ میں ملک ہندوستان کے اکثر بتخانوں کو ویران کر دیا تھا سومنات کے معتقدین کہتے تھے کہ سومنات ان بتوں سے خفا ہے، ورنہ سومنات بادشاہ کے لشکر کو ہلاک کر دیتا جب اس طرح کی خبر سلطان کو ملی حکم کیا کہ اب بہر حال مجھکو سومنات کو تاخت و تاراج کر دینا ہے، تا کہ ہندوؤں کے باطل عقیدے کا بھرم ٹوٹ جائے، سلطان سنہ مذکور میں ملتان سے سومنات کی طرف متوجہ ہوا چونکہ راستے میں پانی اور چارہ نایاب تھا اس لئے چارہ اور پانی اونٹوں پر لاد کر روانہ ہوا راستہ میں بڑے خونخوار جنگل پڑتے تھے، جگہ جگہ مضبوط قلعے سامنے ملتے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمام قلعوں کے لوگ خادمانہ استقبال کے لئے آتے اور رہنمائی کرتے تھے۔ درمیان راہ جس بتخانہ پر سلطان کی نظر پڑتی اسے برباد کر دیتا۔ یہاں تک کہ سومنات پہونچا سمندر کے کنارے پر ایک بہت بڑا قلعہ نظر آیا، سمندر کی موجیں قلعہ کی فصیل سے ٹکراتی تھیں، بہت سی مخلوق سر نکال کر مسلمانوں کی نقل و حرکت کو دیکھ رہی تھیں، ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارا معبود (سومنات) سلطان کے تمام لشکر کو ہلاک کر دیگا، دوسرے دن لشکر اسلام قلعہ کی دیوار تک پہنچ گیا اور جنگ چھڑ گئی پورے دن جنگ ہوتی رہی جب رات ہو گئی غازیان اسلام لشکر گاہ میں آئے دوسرے دن سلطان نے بنفس نفیس قلعہ کا رخ کیا غازیان اسلام بے خوف و خطر قلعہ کے اندر پہنچ گئے، ہندو مجبور ہو کر بتخانہ کے اندر گھس گئے اور سومنات سے چمٹ کر رونے لگے بتخانہ کے دروازے پر نکل کر جان دیتے تھے پچاس ہزار سے زیادہ ہندو قتل ہوئے، جو باقی لوگ بچے وہ کشتی پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔

جس مندر میں سومنات تھا وہ بہت زیادہ لمبا چوڑا تھا چنانچہ لعل وزر سے مرصع چھ ستون نصب کئے گئے تھے سومنات پتھر کا تراشیدہ ایک بت تھا، اسکی لمبائی پانچ گز تھی تین گز ظاہر تھے دو گز زیر زمیں گڑا ہوا تھا، سلطان بتخانہ کے اندر داخل ہوا اور گرز سے سومنات پر ضرب لگائی اسے آن واحد میں پارہ پارہ کر دیا، کئی ہزار دینار سومنات کے خزانہ میں تھے سلطان کے ہاتھ لگے چند دوسرے قلعے جو اطراف میں تھے سلطان نے انہیں بھی فتح کر لئے۔

جب سلطان نے دیکھا ملک بہت وسیع ہے اور یہاں کی پہاڑی سے خالص سونا نکلتا ہے اور عمدہ قسم کے جواہر جو کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتے اس جگہ بے تکلف حاصل ہوتے ہیں اس نے چاہا کہ چند سال اس جگہ قیام کریں ارکان دولت نے عرض کیا کہ ملک خراسان اتنی مشقت کے بعد ہاتھ آیا ہے قطعاً مناسب نہیں کہ اسے چھوڑ کر اس جگہ کو دارالسلطنت بنایا جائے، سلطان نے حکم دیا کہ پھر اس ملک کے نظم وضبط کے لئے کسی کو مقرر کرنا ہوگا اعیان دولت نے کہا کہ اس ملک میں ہم میں سے کسی کیلئے رہنا ممکن نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ اس ملک کے وارثوں میں سے کسی کو مقرر کر دیا جائے یہ طویل داستان ہے، کہاں تک لکھا جائے۔

حاصل کلام یہ کہ اس دیار کے بادشاہوں کی نسل سے ایک شخص جس کا نام وابشیلم تھا اس کو قلعہ سومنات کا حاکم مقرر کر دیا اور اس پر خراج مقرر کر دیا کہ سال بسال سرکاری خزانہ میں پہونچاتا رہے۔ بادشاہ نے شاہی لشکر کی واپسی کے لئے جنگلوں سے گزر کر سندھ کا راستہ اختیار کیا، جیسا کہ تاریخ فیروز شاہی کلاں میں سلطان کا ایک واقعہ تحریر ہے کہ (جب سلطان محمود سندھ کے جنگلوں میں سفر کرتا ہوا ملتان کی طرف روانہ ہوا) ایک ہندو کو رہنما بنا کر ساتھ لیا لشکر اسلام اسکے پیچھے پیچھے چلا جب ایک رات دن راستہ طے ہوا، قیام کرنے کا وقت آ پہونچا تلاش بسیار کے بعد بھی کسی طرف پانی کا نام ونشان نہیں ملا حقیقت حال سے سلطان کو باخبر کیا گیا، حکم دیا کہ اس رہنما ہندو کو حاضر کیا جائے جب اسے لایا گیا سلطان نے اس سے پوچھا؟ تم کیوں ایسے راستہ پر لائے ہو کہ جہاں پانی ہی ہے نہ آبادی ہے ہندو نے جواب دیا کہ میں خود کو سومنات بت پہ قربان کر کے تمہیں اس بیابان میں لایا ہوں کہ تم لوگوں کو ہلاک کر دوں، سلطان نے حکم دیا کہ اس ظالم کو دو ٹکڑے کر دو اور خود اسی مقام پر ڈیرہ کیا جب رات ہوئی سلطان ڈیرہ سے باہر آیا اور سر سجدہ میں رکھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گیا اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری گریہ وزاری کرتے ہوئے اس مصیبت سے نجات کے لئے دعا مانگی، جب رات کا ایک حصہ

گزر گیا ناگاہ لشکر کے شمال جانب ایک روشنی ظاہر ہوئی سلطان نے اسی طرف لشکر کو چلنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو اس منزل پر پہونچا دیا جہاں پانی تھا، تمام مسلمانوں نے اس بلاء سے نجات پائی حق تعالیٰ نے اس بادشاہ کو کرامت عطا فرمائی تھی اس واقعہ سے اسکے باطنی کمالات کا اندازہ کرنا چاہیئے۔

صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ جس وقت سلطان محمود نے سومنات پر چڑھائی کی تھی خواجہ ابو محمد چشتی کو القاء ہوا کہ سلطان کی امداد کے لئے جانا چاہیئے خواجہ صاحب ستر سال کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ سومنات کی طرف متوجہ ہوئے، جب اس جگہ پہونچے بنفس نفیس مشرکوں اور اصنام پرستوں سے جہاد کیا، ایک روز مشرکین غالب آ گئے لشکر اسلام نے جنگل میں پناہ لی قریب تھا کہ شکست کھا جاتے، خواجہ محمد چشتی کا قصبہ چشت میں چکی چلانے والا محمد کاکو نامی ایک مرید تھا خواجہ نے آواز دیا کہ کاکو خبر لے کاکو فوراً مضطرب ہو گیا اور وہیں جنگ کرنے لگا یہاں تک کہ لشکر اسلام فتح پا گیا اور کافروں نے شکست کھائی اس دوران چشت میں محمد کاکو لوگوں نے دیکھا کہ پتھر اٹھا اٹھا کر دیوار پر مار رہے ہیں لوگوں نے سبب پوچھا اصل قصہ بتایا کہ جب حق تعالیٰ حضرت ابو محمد جیسے عارف کامل کو سلطان کی امداد کا حکم فرما رہا ہے تو اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔

تاریخ محمودی میں تحریر ہے کہ چند روز کے بعد سلطان غزنی پہونچا اور سومنات کے بت کو جامع مسجد کے دروازے پہ ڈال دیا[1] تا کہ تمام مسلمان نماز کے لئے اس کے سینے پر پیر رکھ کر آئیں اور جائیں، جب کافروں کو سومنات کے بت اٹھا لے جانے کی خبر

---

[1] گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ سلطان نے سومنات کے بت کو گرز کی ضرب سے پارہ پارہ کر دیا تھا اور یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ سومنات کے بت کو غزنی لا کر جامع مسجد کے دروازے پر ڈال دیا گیا اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو بت سومنات سے غزنی لایا گیا وہ مندر کا مرکزی بت نہ تھا، جسے توڑ دیا گیا بلکہ یہ کوئی اور بت تھا جو غزنی لایا گیا اگر غزنی لایا جانے والا بت واقعتاً سومنات کا مرکزی بت تھا تو سلطان کا فتح سومنات کے موقع پر اسے پارہ پارہ کرنا درست نہیں۔

ملی تو انہوں نے خواجہ حسن میمندی کے پاس قاصد بھیجے، کہ بت پتھر کا ہے تمہارے کسی کام نہ آئے گا اسکے وزن کے برابر دونا سونا ہم سے لے لو اور بت ہمارے حوالہ کر دو۔

خواجہ حسن میمندی نے سلطان کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا کہ کفار سومنات بت کی عوض میں دونا سونا دے رہے ہیں اور اطاعت بھی قبول کر رہے ہیں، مصلحت یہی ہے کہ ہم سونا لے لیں اور بت دیکر انہیں اپنا موافق بنالیں، خواجہ حسن کے مشورہ کے مطابق سلطان سونا لینے اور بت واپس کرنے کے لئے تیار ہو گیا کفار دو چند سونا لائے اور خزانہ شاہی میں جمع کر دئے، سلطان ایک روز تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا کہ کفار کے قاصدوں نے آکر عرض کیا عالم پناہ سونا سومنات کے بت کی عوض میں سرکاری خزانہ میں ہم نے پہونچا دیا ہے لیکن ابھی ہمیں اپنی امانت نہیں ملی سلطان کو ان کی باتیں پسند نہ آئیں سلطان تغافل کے انداز میں تخت شاہی سے اٹھا اور سالار مسعود کا ہاتھ پکڑ کر محل کے اندر لے گیا پوچھا؟ کہ فرزند عزیز تمہارا کیا خیال ہے بت ہم واپس کریں یا نہیں۔

سالار مسعود جو ہمیشہ سے سعادتمند تھے فوراً عرض کیا کہ حضور قیامت میں اللہ تعالیٰ کرسی عدالت کے سامنے طلب کریگا کہ آذر بت تراش اور محمود بت فروش کو حاضر کیا جائے اس وقت آپ کا کیا جواب ہوگا یہ بات سلطان کے دل میں اثر کر گئی متحیر ہو کر کہا میں نے تو وعدہ کر لیا ہے بت نہ دینے کی صورت میں عہد شکنی ہوگی، سالار مسعود نے عرض کیا کہ بت آپ میرے حوالہ کر دیں اور کافروں سے بھی فرمادیں کہ بت وہ آکر مجھ سے لے لیں، سلطان نے یہ ساری باتیں قبول فرمالیں۔

سالار مسعود بت کو اپنے گھر کے اندر لائے اور بت کے کان ناک توڑ کر میدہ بنا دیا، جب خواجہ حسن کافروں کو ہمراہ لے کر سلطان کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ حضور اگر حکم ہو تو بت کافروں کے حوالہ کر دیں، سلطان نے کہا کہ سالار مسعود بت اپنے گھر لے گیا ہے انہیں اس کے پاس بھیج دو جا کر اس سے لے لیں خواجہ حسن نے سر ہلایا اور یہ حدیث پڑھا۔ الضدان لا یجتمعان (دو متضاد چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں)

حسن میمندی نے کافروں سے کہا کہ بت سالار مسعود کے پاس ہے ان کے پاس جا کر لے لو کافر لوگ سالار مسعود کے پاس آئے اور بت کا مطالبہ کیا، سالار مسعود نے ملک نیک بخت کو حکم دیا کہ انکو باعزت بٹھاؤ اور جو بت کے ناک کان کاٹ کر میدہ بنایا گیا تھا وہ صندل اور پان کے چونا میں ملا کر ان کے سامنے پیش کیا کفار بہت خوش ہوئے صندل لگایا اور پان کھایا اور اسکے بعد بت کا مطالبہ کیا، سالار مسعود نے کہا کہ بت تو ہم نے تمہیں دے دیا وہ لوگ حیرت میں پڑ گئے، کہنے لگے وہ کہاں ہم نے پایا ملک نیک بخت نے حقیقت حال کی وضاحت کی کہ صندل اور پان کے چونا میں تمہارا بت تھا بعض کافروں نے قے کر دیا اور بعض گریہ و نالہ کرتے ہوئے حسن میمندی کے پاس پہونچے پورا واقعہ سنایا خواجہ حسن میمندی نے سانپ کی طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا کہ ہمارا بادشاہ دیوانہ ہو گیا ہے کل کے بچے کی بات پر عمل کرتا ہے، میں تم لوگوں کی خاطر سلطان کی نوکری ترک کیئے دیتا ہوں تم لوگ بھی جا کر سلطان کی ولایت پر حملہ کرو تا کہ اس کی آنکھ کھل جائے۔

جب کفار اٹھ کر اپنے رایوں کے پاس گئے خواجہ حسن وزارت سے دست کش ہو گیا وہ بہت متفکر اور رنجیدہ رہنے لگا، چنانچہ تاریخ فیروز شاہی میں سلطان محمود کی دو حکمت عملی مقدم رکھا ہے، ایک یہ کہ اس نے ہندوستان کے مشرکوں کو مغلوب کر دیا نیز رائے گل چند کے قلعوں اور بتخانوں کو تاراج کر کے ملک ہندوستان اپنے زیر تصرف کر لیا دوم یہ کہ سلطان نے نہروالہ اور گجرات کی طرف لشکر کشی کی اور یہ دونوں کام سالار شاہو کی تدبیر سے انجام پایا اور بت سومنات کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا محض سالار مسعود کے مشورہ سے تھا۔

چنانچہ مشہور ہے کہ سلطان کے امراء میں سپہ سالار پہلوان لشکر تھے جس طرف بھی سلطان نے لشکر کشی کی اور فتوحات حاصل کیں پہلوان لشکر کی اور ان کے قریبی رشتہ داروں کی سعی بلیغ اور جاں نثاریوں ہی سے کیں۔

چنانچہ تاریخ محمودی میں حسن میمندی کی عداوت اور پہلوان لشکر کی حسن کارکردگی

ملک گیری اور شجاعت کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے، اگر یہاں بھی تحریر کیا جائے تو کتاب طویل ہو جائیگی اس وجہ سے مختصراً لکھا جا رہا ہے اور یہ بعض سلطان محمود و سالار شاہو کی محنت و مشقت کا ذکر سالار مسعود کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے کہ یہ لوگ بھی ان واقعات میں شریک تھے ورنہ اس قدر طویل عبارت نہ لکھی جاتی۔

واللہ اعلم بالحقیقت والصواب۔

داستانِ سوم

حضرت سلطان الشہداء کا سلطان محمود غزنوی سے رخصت ہو کر ہندوستان کی طرف کوچ کرنا ملتان پہونچنا فتح دہلی کے بعد دریائے گنگا عبور کر کے سترکھ میں قیام کرنا اور اطراف و جوانب میں فوجوں کا متعین کرنا۔

چونکہ عرصہ دراز سے حسن میمندی کاروبار وزارت سے متعلق تھا اس کے رنجیدہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف فساد پھوٹ پڑا، سلطان کو خبر ہوئی ہر طرح خواجہ حسن کی دلجوئی کی مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوا، جب حضرت سلطان الشہداء کو مجلس میں دیکھتا اور ان پر سلطان کا لطف و کرم دیکھتا سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگتا اور حالت دیگر گوں ہونے لگتی سالار مسعود کا یہ اعجاز اسے گوارا نہیں ہوتا، سلطان نے اس ماحول سے حیران ہو کر سالار مسعود کو تنہائی میں بلا کر از راہ شفقت فرمایا، کہ حسن میمندی بدطینت ہے مارے خجالت کے تم سے عناد رکھتا ہے، اور وہ تمہارے بارے میں فاسد ارادہ رکھتا ہے، میں چاہتا ہوں بتدریج وزارت کی خدمت سے اسے معزول کر کے امیر حسنک میکائیل کو اس خدمت پر سرفراز کر دوں، جب تک کے لئے تم کاہیلر چلے جاؤ شکار کھیلو اور والدین کی خدمت کرو، چند روز کے بعد ہم تمہیں بلا لینگے ہماری توجہ اپنے بارے میں زیادہ سے زیادہ سمجھو۔

حضرت سلطان الشہداء نے سلطان کا مزاج اور ارادہ سمجھ کر عرض کیا کہ والدین

کے پاس کیا کام ہے؟ اگر حکم ہو تو ہندوستان کی طرف جاؤں جو علاقے ہماری علمداری سے باہر ہیں انہیں کفار کے ہاتھوں سے لے کر اسلام کے زیر تصرف لاؤں تاکہ خداوند عالم کے نام کا خطبہ پڑھا جائے، سلطان نے فرمایا ہمیں فرزند عزیز کی جدائی کسی طرح گوارا نہیں کہ اپنے سے جدا کروں، چند روز کے لئے والدین کی خدمت میں جاؤ پھر جلد ہی اپنے پاس بلالوں گا۔

دوسرے دن سالار مسعود اپنے لشکر کے ساتھ مسلح ہو کر سلطان کے دربار میں آئے سلام و آداب شاہی بجالانے کے بعد رخصت کی درخواست پیش کی، سلطان بہت زیادہ پریشان ہوا انتہائی مہربانی کا اظہار کیا لیکن حضرت سلطان الشہداء کے دماغ میں غیرت حیدری اس طرح جاگزیں تھی کہ سلطان کی منت وسماجت اور مہربانی ان کے دل میں اثر انداز نہ ہوسکی، دوبارہ رخصت کی درخواست پیش کی کہ چند روز سیر وشکار کر کے خدمت میں حاضر ہو جاؤنگا، سلطان نے خلعت خاص چند عراقی گھوڑے اور دو عدد ہاتھی مرحمت کر کے رخصت فرمایا، لیکن سلطان اس محبوب رب العالمین کی جدائی سے بہت زیادہ رنجیدہ تھا اور ایک فرمان بدستخط خاص پہلوان لشکر کے نام صادر فرمایا کہ فرزند مسعود کو ایک مصلحت کے پیش نظر بھیج رہا ہوں ان کی دلجوئی کر کے اپنے پاس رکھو کچھ دنوں کے بعد انہیں بلالوں گا۔

حاصل کلام سالار مسعود بپھرے ہوئے شیر کی طرح سلطان کے پاس سے نکلے اور اسی وقت شہر کے باہر ڈیرا ڈالا پورے شہر اور لشکر میں اس واقعہ سے شور پیدا ہو گیا کہ سالار مسعود نے دین محمدی کے پاس ولحاظ کے لئے سومنات کا بت کافروں کو نہیں دیا اس وجہ سے حسن میمندی نے ان پر یہ ظلم ڈھایا کہ آپ غزنی چھوڑ کر کہیں اور جارہے ہیں۔

شہر اور اطراف کے اکثر لوگ سالار مسعود کی طرف متوجہ ہوئے بعض امراء وملوک اور ترک بہادر اور آپ کے بہت سے رشتہ دار آپ کے گرد جمع ہو گئے سبھی نے آپ کی ہمراہی اختیار کی اور سلطان کے لشکر سے الگ ہو گئے، حضرت سلطان الشہداء کا جمال

جہاں آراان لوگوں کے لئے تمام تر زندگی تھی، عاشقوں کے لئے صبر ممکن نہیں سوا وصل محبوب کے مصلحت کی گنجائش نہیں ہوتی ہے، سبھی لوگ بے اختیار حضرت سلطان الشہداء کے ہمراہ ہو گئے اور متواتر کوچ کرتے ہوئے مشرق کی جانب روانہ ہوئے۔

صاحب تاریخ محمودی لکھتے ہیں کہ خواص و عوام میں سے گیارہ ہزار لوگ سالار مسعود کے لشکر میں تھے ہر شخص کا وطن غزنی تھا اوران کے رشتہ دار بھی ملک غزنی میں تھے لیکن حضرت سلطان الشہداء کے حسن یوسفی کے مشاہدہ میں اسقدر وارفتہ ہو گئے تھے کہ کبھی کسی کو وطن اہل و عیال اور رشتہ داروں کا خیال بھی نہیں آتا تھا اس باب میں کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

﴿ اندر طلب دوست مردانہ شدم اول قدم از وجود بیگانہ شدم ﴾
﴿ او علم نمی شنید لب بر بستم اول عقل نمی خرید دیوانہ شدم ﴾

یہ خبر پہلوان لشکر تک پہنچی سالار شاہو اور ستر معلٰی بے چین اور بے قرار کا ہیلر سے حضرت سلطان الشہداء کی لشکر گاہ میں آئے، ملاقات کے بعد ہر چند والدین نے گریہ و زاری کیا کہ بیٹے یہیں قیام کرو آپ نے بالکل قبول نہیں کیا، جب والدین نے دیکھا کہ آپ کسی طرح رکنے پر راضی نہیں ہو رہے ہیں تو انہوں نے مجبور ہو کر کہا پھر ہم یہاں کس کی خاطر رکیں، ہم بھی تمہارے ہمراہ چلیں گے۔

سلطان الشہداء نے کہا کہ اگر آپ لوگ بھی میرے ہمراہ چلیں گے تو حسن میمندی کو سلطان کی خدمت میں یہ بات کہنے کا موقع ہاتھ آجائیگا کہ حقیقتاً یہ لوگ باغی ہو گئے ہیں میں نے سلطان کی بھی خدمت میں عرض کر دیا ہے اور آپ لوگوں سے بھی عرض کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ سیر و شکار کر کے ایک سال کے بعد آجاؤنگا، لاچار والدین نے قبول کر لیا حضرت سلطان الشہداء کا مسلح لشکر جس میں اکثر آپ کے ہم عمر ہم صحبت تھے اور اپنے بعض رشتہ داروں اور ترک بہادروں کو سالار شاہو نے انتخاب کر کے آپ کے ساتھ بھیج دیا بہت سے گھوڑے، خزانے مال و اسباب آپ کو مرحمت کر کے پہلوان لشکر اور ستر معلٰی بے

خودی میں روتے ہوئے کاہیلر کی طرف متوجہ ہو گئے، سالار شاہو عزت وحشمت کی وجہ سے بے قراری پر صبر کررہے تھے، لیکن ستر معلیٰ فرزند کے صدمہ فراق سے ہوش وحواس کھو بیٹھی تھیں، کسی کو پہچانتی نہ تھیں جس کو بھی دیکھتیں مسعود مسعود پکارتیں۔

﴿در ودیوار من آئینہ شد از کثرت شوق دیدہ ہر جا کہ نہم روئے ترا می بینم﴾

کثرت شوق کی وجہ سے میرے لئے در ودیوار آئینہ بن گئے جدھر بھی نظر دوڑاتا ہوں تیرا رخ زیبا دیکھتا ہوں۔

بہت زیادہ رونے کی وجہ سے ستر معلیٰ کی بینائی بھی جاتی رہی وہ اپنے فرزند کے عشق میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی ثانی بن گئیں تھیں اور آپ (سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ) تھے کہ کون ومکاں کی آپکو پروانہ تھی جو آپ کو الہام ہوتا اسی پر عمل کرتے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی حالت تھی کہ ان کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت زلیخا کباب ہو رہی تھیں اسی طرح حضرت غازی علیہ الرحمہ کو غلبہ شوق الٰہی کی وجہ سے ان چیزوں کی خبر نہ تھی، حضرت سلطان الشہداء بھی صورتاً اور معناً یوسف ثانی تھے حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اسی قسم کے علماء کی شان میں وارد ہے۔ کہ ظاہر میں مخلوق کا بادشاہ اور باطن میں حق کے ساتھ مطلق حضوری ظاہر میں ہزاروں ہزار خدمت گار باطن میں فرشتے فرمانبردار ظاہر میں خلق سے مشغول کلام باطن میں بگوش دل متوجہ بالہام ظاہر میں احکام شریعت سے آراستہ باطن میں ماومن سے دور، ظاہر میں مظہر جلال سے احتراز اور باطن عالم صلح میں جلال وجمال کا امتزاج حق تعالیٰ کے ہمراز ظاہر و باطن تمام اوصاف حسنہ سے آراستہ تھے، ایسے محرم اسرار شائستہ اطوار نوجوانوں کو خلیفۂ الٰہی کہا جا سکتا ہے۔

رفتہ ز مسعود یک جملہ صفات بشر چونکہ ہماں ذات بود باز ہماں ذات شد

القصہ حضرت سلطان الشہداء متواتر کوچ کرتے ہوئے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے، ایک روز فوجیں آراستہ کر کے خود لشکر سے جدا ہو کر چند مصاحبوں اور میر شکار کے

ساتھ شکار کھیلتے ہوئے جا رہے تھے، باز کو ایک شکار پر چھوڑا باز بدخوئی کر کے ایک پیڑ پر جا بیٹھا سالار مسعود درخت کی طرف متوجہ ہوئے جب آپ درخت کے نیچے پہونچے گھوڑے سے اتر آئے میر شکار کو حکم دیا کہ باز کو پکڑ لاؤ، خود تھوڑی دیر تک مراقبہ میں مشغول ہو گئے پھر آنکھ کھولی دائیں بائیں نگاہ کیا حکم دیا کہ بیلداروں کو حاضر کرو جب بیلداران حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ اس درخت کو جڑ سے کھود کر باہر نکالو پھر اور زیادہ کھودنے کا حکم دیا جب کوئیں کے مثل گہرا کھودا گیا بے اندازہ مدفون خزانہ برآمد ہوا حکم دیا کہ اس خزانہ کو باہر نکالو۔

الغرض اتنا زر نقد نکلا کہ چند سونے کے تودے تیار ہو جائیں۔ سبحان اللہ جس ذات کو حق تعالیٰ نے ایسا ظاہر و باطن تصرف عطا فرمایا ہے اسے کیا پڑی ہے کہ سلطان محمود کی حکومت کو نظر اٹھا کر دیکھے اور اسے خاطر میں لائے، حضرت سلطان الشہداء کی اس کرامت سے تمام لشکر کو عالم غیب سے طاقت ملی، درحقیقت اس قوم کو کیا غم ہے جو ایسے شہباز کی خدمت میں رہیں کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیباں
چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد نوح کشتیباں

چند روز اس جگہ قیام فرمایا ارا کین دولت کو حکم دیا کہ اس خزانۂ الٰہی سے یاران قدیم کو نو مہینے کا وظیفہ دو اور دوسرے تمام لشکر میں چھ چھ مہینے کا وظیفہ تقسیم کر دو اور دوسرے نئے لوگوں کو بھی ملازم رکھو ان کو چار مہینے کا وظیفہ دو، دوسرے ہزار لوگ ملازم رکھے گئے حسب حکم تمام قدیم و جدید لوگوں میں زر نقد تقسیم کیا گیا، لیکن تو وہ زر یونہی باقی رہا خزائن مذکور کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں سے کوچ کیا اور ملک نیک بخت کو مکمل تاکید فرما دی کہ اس خزانہ سے ہمارے باورچی خانہ میں کچھ خرچ نہ کریں، حضرت سلطان الشہداء علیہ الرحمہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جو شخص بھی آپ سے ہم کلام ہوتا البتہ اسے کچھ نہ کچھ بطور انعام عطا فرماتے، خواہ زر نقد خواہ گھوڑے خواہ خلعتیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی طور

سے اخلاق محمدی سے نوازا تھا، آپ سوار چلتے تب بھی آپ کا یہ شغل ہوتا کہ جو شخص بھی آپ سے بات چیت کرتا یا مزاج پرسی کرتا یا شائستہ آواز میں خوش طبعی کے طور پر مزاح کرتا ہر ایک کی استعداد کے مطابق محض بخشش و انعام کی غرض سے کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تمام لشکریوں کو اس محبوب رب العالمین کی خدمت میں بات کرنے کی اجازت تھی، ہر شخص آپ کے اخلاق حمیدہ سے بہرہ مند ہوتا اور ظاہری و باطنی فیض حاصل کرتا۔

جب جہاد سے ڈیرہ پر آتے ہر قسم کے کھانے وافر مقدار میں حاضر کئے جاتے چوکی کے تمام لوگ ایک ساتھ کھانا کھاتے اور بعض فقراء کامل اور علماء عامل جو صرف آپ کی محبت میں لشکر میں رہتے تھے، انہیں روزانہ کھانے کے وقت بلاتے اور قریب بیٹھاتے، کھانے کے بعد علم سلوک اور توحید کے حقائق و نکات پر ان سے گفتگو ہوتی، سبھی لوگ محظوظ ہوتے، نماز عشاء کے بعد تنہا خیمہ میں جاتے اور سارے لوگ باہر نکل جاتے مگر چند خدمتگار مثلاً میاں ابراہیم جنکی قبر انور قصبہ کنتور میں ہے، سراپردہ میں وضو کا پانی رکھتے اس وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ سراپردہ کے ارد گرد دم مار سکے، تمام رات محبوب حقیقی کی بارگاہ میں گوشہ نشیں رہتے، اگر اتفاقاً مصاحبین میں سے کوئی پہنچ جاتا مشاہدۂ الٰہی میں مستغرق ہونے کی وجہ سے پہچانتے نہ تھے، بلکہ اس کے لئے خطرہ ہوتا۔

سبحان اللہ حق کے ساتھ عجیب ذوق اور خلوت کی کیفیت ہوتی۔ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے اللہ کے ساتھ کچھ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نہ کسی نبی مرسل کی گنجائش ہوتی ہے۔

حضرت سلطان الشہداء اسی قدر قرب الٰہی و جہاد اکبر و جہاد اصغر میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب شان استغنا عطا فرمائی تھی کہ اکثر علماء و امراء آپ کی خدمت میں عرض کرتے کہ بارہ ہزار لشکر جس کی

کمان میں ہوں وہ درحقیقت بادشاہی اور خطبہ کے لائق ہوتا ہے اور حضور عالی اس سے زائد کتنے ہزار سوار اپنی کمان میں رکھتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ تخت سلطنت پر جلوس فرمائیں، آپ نے (یہ رائے) قبول نہ فرمائی بلکہ فرمایا کہ تخت وسلطنت سلطان محمود کو مبارک ہو میں تخت وتاج اور بادشاہی کے حصول کے لئے نہیں نکلا ہوں محض میں نے اللہ کی محبت میں دین محمدی کی حمایت کے لئے دنیا کا رخ کیا ہے، کہ مشرکوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دوں اور پروردگار عالم کی محبت میں پروانہ وار جان قربان کردوں، کہ اس عالم کون کی سرگردانی سے چھٹکارا پا جاؤں، ہمارا مطلوب دنیا کی بادشاہی نہیں ہے ہمارا مقصود وہ ہے، جو دنیا کے بادشاہوں کو پیدا کرنے والا ہے، جسنے خالق کون ومکاں کو پالیا اس نے دنیا کی بادشاہی سے منھ موڑ لیا۔

﴿جس شخص نے شراب وحدت پی لیا دنیا وعقبٰی کی اسے پروا نہیں ہوتی﴾

حضرت سلطان الشہداء ظاہری وباطنی شان وشوکت کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پہونچے حکم کیا کہ اسباب بحر حاضر کرو تلاش کر کے کشتیاں لائی گئیں امیر حسن عرب اور امیر جعفر بازید کو حکم دیا کہ تم دونوں پہلے پانچ ہزار سواروں کو لے کر دریائے سندھ پار کر کے شیو پور پر دھاوا بولو، ان دونوں حضرات نے ایسا ہی کیا، رائے ارجن جو شیو پور کا زمیندار تھا پہلے ہی گھر چھوڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا تھا، ان لوگوں نے جا کر اس کے گھروں کو کھود ڈالا جہاں پانچ لاکھ زر خالص کے سکے برآمد ہوئے اور بہت سے مال و اسباب ہاتھ آئے، یہ دونوں امیر سلطان الشہداء کی خدمت میں پہونچے حکم کیا کہ یہ تم لوگوں کا پہلا حملہ ہے میں نے تم لوگوں کو یہ تمام مال وزر بخشدیا، اس کے بعد آپ خود بھی لشکر کے ساتھ دریائے سندھ پار کر کے چند روز دریا کے کنارے مقیم رہے، اس علاقے میں شکار بہت خوب تھے آپ شکار کھیلتے تھے اور ترکان بہادر اطراف جوانب میں دوڑ دھوپ کرتے تھے۔

ایک روز آپ نے مجلس جشن آراستہ کی قسم قسم کے بہت زیادہ کھانے تیار کرائے

اور ہر شخص کو بے اندازہ بخشش عطا کی اور کہا کہ اے دوستو! الحمد للہ یہ ملک حسن میمندی کے قلم رو سے باہر ہے جس جگہ رہیں ذوق ہے اور جس طرف سیر کریں راحت ہے، نیز فرمایا کہ بندہ کے لئے حق کی بندگی کافی ہے، اس کا کیا مطلب کہ خدا کا بندہ ہو اور مخلوق کا محتاج رہے؟ مجھے یہ بات تجربہ سے معلوم ہے کہ جب تک کوئی انسان مخلوق کی محتاجی سے الگ نہیں ہوگا جلوۂ حق کا مشاہدہ نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ کام دلجمعی سے تعلق رکھتا ہے، جس وقت یہ شخص غیر کا محتاج ہوگا دلجمعی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

حضرت سلطان الشہداء اس جگہ سے کوچ کر کے خطۂ ملتان میں پہونچے ملتان اس وقت سے ویران تھا جب دوبارہ سلطان محمود کی فوج نے اسے تاراج کیا آباد نہ ہوا، رائے انکپال زمیندار ملتان اوچ کے خطہ میں آباد ہو گیا تھا، اس نے حضرت سلطان الشہداء کے پاس اپنا قاصد بھیجا دوسرے کے ملک میں اس طرح گھس آئے ہو کیا یہ مناسب ہے کیا تمہارے جسم پر لباس بھاری ہے، حضرت سلطان الشہداء نے جواب دیا ملک خدائے تعالیٰ کا ہے بندہ کا ملک نہیں ہوتا ہے جس کو خدائے تعالیٰ دیتا ہے وہی قابض اور متصرف ہوتا ہے، ہمارے آباءؑ واجداد کا طریقہ اسد اللہ الغالب کے زمانے سے اس وقت تک یہی ہے کہ کافروں کو خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور شریعت محمدی کی طرف دعوت دیں اگر ایمان لائیں بہتر ہے ورنہ انہیں تہ تیغ کر دیں، قاصد کو دو خلعت دیکر رخصت کیا اور فرمایا کہ میں پیچھے پیچھے آ رہا ہوں تم لوگ موجود رہنا قاصد کے جانے کے بعد امیر حسن عرب اور امیر ترکان وامیر جعفر بازید وامیر تقی وامیر فیروز عمر و ملک امجد ان چھ امیروں کو چند ہزار سواروں کے ساتھ رائے انکپال کے سر پر متعین کر دیا، جب فوج ظفر اثر اوچ کے قریب پہونچی رائے انکپال اپنی جمعیت کے ساتھ مسلح ہو کر شہر سے نکلا اور جنگ میں مشغول ہو گیا، ایک پہر تک جنگ ہوئی اکثر ترکان بہادر جام شہادت سے سرفراز ہوئے اور بے شمار کافر قتل ہوئے رائے انکپال مجبور ہو گیا اور شکست سے دو چار ہوا لشکر اسلام شہر میں داخل ہوا تمام شہر کو غارت کر دیا بے اندازہ مال واسباب لے کر

سلطان الشہداء کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان چھ امیروں کو خلعت اور گھوڑے مرحمت فرمائے چونکہ برسات کا موسم بھی آچکا تھا چار مہینہ آپ نے ملتان میں قیام فرمایا برسات کے بعد اجودھن کی طرف لشکر کشی کی، اس زمانہ میں اجودھن اور اس کے نواحی علاقے بہت زیادہ آباد تھے بغیر کسی جنگ کے مفتوح ہوگیا، حضرت سلطان الشہداء کو اجودھن کی آب وہوا بہت زیادہ پسند آئی شکارگاہ بھی خوب تھی ایک مدت تک وہاں قیام فرمایا یہاں تک کہ دوسری برسات آگئی وہیں مقیم رہے، برسات کے بعد دہلی کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت دہلی کی حکومت پر رائے مہیپال قابض تھا اس کے پاس بے اندازہ فوج اور کثیر جنگی گھوڑے تھے وہ نہایت مغرور تھا، سلطان محمود اور سالار شاہو بھی ہندوستان آئے تھے اور لاہور کو فتح کر کے دارالاسلام بنایا تھا لیکن دہلی کا قصد نہ کئے بلکہ نظر بچا کر واپس ہوگئے تھے۔

حضرت سلطان الشہداء متواتر کوچ کرتے ہوئے سیر وتفریح کے انداز میں دہلی کے قریب پہنچے رائے مہیپال بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہلے ہی نکل چکا تھا مقابلہ کیا دونوں لشکر کے درمیان چند گز کا فاصلہ تھا دونوں فوج کے بہادر روزانہ مقابلہ کے لئے نکلتے اور صبح سے شام تک جنگ کرتے، ایک ماہ کچھ روز تک یہ سلسلۂ جنگ چلتا رہا حضرت سلطان الشہداء سخت حیران تھے اور اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعا مانگتے تھے، ناگاہ خبر ملی کہ سلطان السلاطین مہی بختیار وسالار سیف الدین ومیر سید عز الدین وملک دولت ومیاں رجب یہ پانچ امراء غزنی کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے ساتھ آرہے ہیں، جب یہ لوگ سالار مسعود کی خدمت مین پہونچے لشکر مسعودی میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی، یہ لوگ بھی حسن میمندی کی بدخوئی کی وجہ سے ملک غزنی چھوڑنے پر مجبور ہوئے، سالار سیف الدین حضرت سلطان الشہداء کے چھوٹے چچا تھے اور مہی بختیار سید عزالدین بھی حضرت سلطان الشہداء سے قرابت رکھتے تھے اور ملک دولت سلطان محمود کا ملازم تھا میاں رجب سالار شاہو کے خادم خاص تھے اسی وجہ سے سالار شاہو نے میاں

رجب کو سالار مسعود کی خدمت میں دے دیا تھا، سالار مسعود نے میاں رجب کو جاگیر کی نگرانی پر متعین کر دیا تھا، جب حضرت سلطان الشہداء اس طرف آئے خواجہ حسن نے آپ کی جاگیر سلطان کو مطلع کئے بغیر ضبط کر لیا، میاں رجب وہاں سے حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں آئے چونکہ میاں رجب خود اعتماد اور کچھ سخت مزاج تھے، اس لئے انہیں لشکر کا کوتوال مقرر کر دیا گیا، حضرت سلطان الشہداء کی دشمنی کی وجہ سے خواجہ حسن آپ کے تمام اقرباء سے عناد رکھتا تھا، مجبوراً سبھی لوگ جدا ہو گئے، سلطان بھی بوڑھا ہو چکا تھا شب و روز ملک ایاز کے ساتھ صحبت رکھتا کاروبار سلطنت کی طرف کوئی خاص توجہ نہ ہوتی، حسن میمندی نے پورے ماحول کو درہم برہم کر رکھا تھا، تاریخ روضۃ الصفاء میں تحریر ہیکہ آخر سلطان نے خواجہ کو منصب وزارت سے معزول کر کے ہندوستان کے ایک قلعہ میں مقید کر دیا اور امیر حسنک میکائیل کو وزارت تفویض کر دیا خواجہ حسن اسی قلعہ میں حالت اسیری میں ہلاک ہو گیا۔

بلا ریب جو شخص حضرت علی مرتضی کے فرزند کو ناحق آزار پہونچائے گا وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ رائے مہیپال نئے لشکر کی آمد سے اداس ہو گیا چالیسویں روز دونوں طرف کی فوجیں آراستہ ہو کر جنگ میں مشغول ہو گئیں، حضرت سلطان الشہداء شرف الملک کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے، کہ رائے مہیپال کا لڑکا گوپال آپ کی طرف گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا اور گرز سے وار کیا آپکی ناک زخمی ہو گئی اور آپ کے دو دانت شہید ہو گئے شرف الملک نے تلوار بلند کر کے گوپال پر ایسا وار کیا کہ اسیوقت جہنم رسید ہو گیا، حضرت سلطان الشہداء بینی مبارک کے زخم پر رومال باندھ کر پھر جنگ میں مشغول ہو گئے، زہے شجاعت و بہادری سالار مسعود نے بینی مبارک کے زخم کی قطعاً پرواہ نہ کی، نماز شام تک جنگ کیا اور رات کو بھی میدان جنگ ہی میں پڑاؤ کیا بہت سے نوجوان ترک شہادت سے سرفراز ہوئے اور بہت سے کافر بھی قتل ہوئے، صبح کے وقت پھر نقارۂ جنگ بجا بہادر نوجوان میدان جنگ میں آئے میر سید عزالدین ہراول فوجی دستہ میں تھے، ناگاہ ایک تیر

آپ کے گلوئے مبارک میں لگا اور آپ شہید ہو گئے، سید میر عز الدین کی شہادت کی خبر سنکر سلطان الشہداء بے چین ہو گئے، خود گھوڑا دوڑایا اور پھر تو ہر طرف امراء اور ترکان بہادر پروانہ وار کافروں پر ٹوٹ پڑے، کہ انہیں مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور انہیں شکست سے دو چار ہونا پڑا، لیکن رائے مہیپال اور رائے میر پال چند دوسرے لوگوں کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑے رہے۔

کچھ لوگوں نے ان سے کہا اگر زندگی ہے تو پھر ہم جنگ کرینگے انہوں نے جواب دیا کہ آخر ہم میدان چھوڑ کر کہاں جائیں، الغرض دونوں رائے میدان جنگ میں مارے گئے عظیم فتح ہوئی اس روز دہلی کا تخت ہاتھ آیا لیکن حضرت سلطان الشہداء تخت پر نہ بیٹھے، فرمایا میں یہ جہاد تخت و تاج کی خاطر نہیں کر رہا ہوں، ہمارا خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک راز ہے جسے وہ جانتا ہے، میر سید عز الدین کو دہلی مین دفن کیا اور ان کا عالیشان روضہ تعمیر کرایا اور چند لوگوں کو جاروب کشی اور چراغ کی خدمت پر مقرر فرمادیا اور امیر جعفر بازید کو تین ہزار سوار دے کر دہلی کی حکومت سپرد کر دی اور فرمایا پانچ چھ ہزار سوار کی نئی بھرتی کرلو اور بکمال مہربانی فرمایا کہ دہلی کے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنا تمہاری ذمہ داری ہے تم اسطرح رسم و راہ رکھنا کہ خلق خدا کو کوئی تکلیف نہ پہونچے، چھ مہینے سولہ روز کے بعد دہلی سے میرٹھ کی طرف لشکر کشی فرمایا، میرٹھ کے رایوں نے پہلے ہی سے سن رکھا تھا، کہ سالار مسعود کے جاں نثاروں کے مقابلہ میں کوئی شخص فتح نہیں پاتا ہے، سالار مسعود جدھر بھی اپنے جاں نثاروں کے ساتھ رخ کرتے ہیں فتح پاتے ہیں میرٹھ کے رائیوں نے دہشت زدہ ہو کر اپنے قاصدوں کو تحائف کے ساتھ حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں بھیجا کہ ملک آنحضور ہی کا ہے اور ہم آپ کی بارگاہ عالی کے خدمتگار ہیں، اطاعت اور خدمت قبول کرتے ہیں سلطان الشہداء نے ان کی اس تواضع اور خاکساری سے خوش ہو کر ملک میرٹھ انہیں بخش دیا اور خود شان و شوکت کے ساتھ قنوج کا رخ کیا، جب قنوج کے زمیندار رائے اجیپال کو سلطان محمود نے جلاوطن کر دیا تھا تو سالار شاہو نے سلطان سے

اس کی تقصیر معاف کرا کے بحال کرا دیا تھا، اسی احسان کی وجہ سے اپنے قاصد کو پہلے ہی تحائف دے کر سلطان الشہداء کی خدمت میں بھیجا، جب حضرت سلطان الشہداء قنوج کے قریب پہونچے دریائے گنگا کے کنارے ڈیرہ ڈالا، رائے اجپال نے اپنے بڑے لڑکے کو تحائف دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا اور میزبانی کی پیشکش کی آپ نے بھی اس کی طرف بہت زیادہ التفات کیا اور محض اس کی خاطر داری کے لئے اس کی میزبانی قبول فرمائی، اجپال کے لڑکے کو خلعت اور گھوڑے عطا فرما کر رخصت کیا اور فرمایا بحری سامان جلد حاضر کرو کیونکہ ہم گنگا پار کر کے شکار کھیلیں گے، فوراً کشتیاں حاضر کر کے اطلاع دی گئی اسی وقت آپ نے لشکر کو حکم دیا کہ دریائے گنگا پار کر کے اس طرف ڈیرہ کریں ایسا ہی کیا گیا، اس کے بعد خود بھی دریائے گنگا پار کر کے آئے اسی وقت رائے اجپال نے دس گھوڑے پیش کر کے اطاعت قبول کیا، حضرت سلطان الشہداء رائے اجپال سے بغلگیر ہوئے اور اپنے قریب بٹھا کر اسے تسلی اور تشفی دی خلعت خاص اور دس گھوڑے اسے مرحمت فرما کر رخصت کیا اور کہا کہ رعایا کی دلجوئی کرو اور ہمارے لشکر کے لئے غلہ بھیجتے رہو، آنے جانے والوں کی اچھی طرح خبر رکھو، تا کہ تعریف و توصیف زیادہ ہوتی رہے۔

اس کے بعد کوچ کرتے ہوئے سترکھ کی طرف متوجہ ہوئے دسویں روز آپ سترکھ پہونچے، اس زمانہ میں سترکھ سے زیادہ ملک ہندوستان میں کوئی قصبہ اور شہر آباد نہیں تھا شکارگاہ بھی خوب تھی اور وہ مقام ناف اقلیم ہند تھا اور کفار کا بہت معتبر عبادت خانہ تھا اسی وجہ سے آپ نے سترکھ میں اقامت اختیار کر لیا اور سترکھ کے اطراف و جوانب اپنی فوجوں کو متعین کیا، سالار سیف الدین اور میاں رجب سالار کو بہرائچ کی طرف رخصت فرمایا اور میاں رجب کے لڑکے کو باپ کی جگہ لشکر کا کوتوال مقرر کیا اگرچہ یہ کم عمر تھے لیکن شعور اور غیرت بہت زیادہ رکھتے تھے۔

الغرض سالار سیف الدین اور میاں رجب بہرائچ پہونچے تو آپ کی خدمت میں

یہ اطلاع بھیجی کہ اس جگہ غلہ دستیاب نہیں ہو رہا ہے، غلہ بھیجئے کہ لشکر ہلاک نہ ہو حضرت سلطان الشہداء نے حکم کیا کہ پرگنات اور نواحی کے چودھریوں اور مکھیوں کو حاضر کیا جائے سات آٹھ پرگنوں کے چودھری اور مکھیا بارگاہ میں حاضر ہوئے سدھوڑ کے چودھری جس کا نام تاس تھا اور امیٹھی کے چودھری جس کا نام نرہر تھا، دونوں کو اپنے پاس بلایا انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ کاشتکاری کرنے میں سستی نہ کرو کہ اس میں تمہاری اور رعایا کی فلاح و بہبود ہے، نیز فرمایا کہ ہم سے قیمت لیلو اور غلہ ہمیں دیدو ان لوگوں نے عرض کیا کہ پہلے ہم غلہ خدمت میں پہونچادیں اس کے بعد قیمت لینگے آپ نے حکم دیا کہ پہلے قیمت لیلو۔

الغرض آپ نے پہلے چودھریوں اور مکھیوں کو غلہ کی قیمت ادا کر کے خلعت اور برگ تنبول (پان) مرحمت فرمایا، کچھ لوگوں کو ان کے ہمراہ کر دیا کہ غلہ جلد لے آئیں ملک فیروز عمر کو بھیجا کہ سرجو کی رہ گزر پر ٹھہرو جس جنس کا بھی غلہ آئے اسے سالار سیف الدین کی خدمت میں بہرائچ پہونچایا جائے، اس کے بعد سلطان السلاطین میں بختیار کو فردوست کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ تم کو میں نے خدا کے سپرد کیا جس جگہ بھی جاؤ حسن سلوک سے پیش آؤ اگر کفار دین محمدی قبول کریں یا تمہارے ساتھ صلح و آشتی سے پیش آئیں بہتر ہے تم بھی شفقت کا برتاؤ کرو ورنہ پھر تم ان سے قتال و جہاد کرو، اس کے بعد میں بختیار سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا آج کی یہ ملاقات پھر معلوم نہیں ملاقات ہو نہ ہو اس دردآمیز کلمہ سے دونوں حضرات آب دیدہ ہو گئے، دیر تک یہی کیفیت رہی میں بختیار رخصت ہوئے عجیب وقت اور عجیب رسوخ راہ حق میں رکھتے تھے کہ محض حق تعالیٰ کی وحدانیت کے لئے خود کو کفر کی کان میں ڈال دیتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ میں بختیار فردوست کے اکثر ملک پر قبضہ کر کے کانور تک پہنچ گئے اور اس جگہ شربت شہادت نوش فرمایا آپ کا مزار اقدس کانور میں مشہور ہے، اسکے بعد امیر حسن عرب کو مہوبہ کی طرف تعینات کیا میر سید عزالدین جولال پیر کے نام سے مشہور ہیں گوپامؤ اور اس کے اطراف

میں تعینات کیا اور دونوں حضرات کو بطریق مذکور ہدایت فرمائی اور سترکھ کے گردونواح میں شکار میں مشغول رہے۔

ایک روز کٹرہ مانک پور کا قاصد دوزین اور چند لگام بطور سوغات حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اور رایان مذکور کی جانب سے عرض کیا کہ یہ ملک قدیم زمانے سے ہمارے آباء واجداد کا ہے اس ملک میں کبھی بھی مسلمان نہیں آئے ہیں اور مشہور تواریخ میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر رومی نے اس ملک کا قصد کیا تھا قنوج تک پہنچ کر والی قنوج کیدرائے کے ساتھ صلح کر کے لوٹ گیا دریائے گنگا پار نہ کر سکا سلطان محمود غزنوی اور تمہارے باپ بھی اجمیر، گجرات اور قنوج تک آئے اس جانب رخ نہ کیا تم ہو کہ بے محابہ ملک غزنی سے آکر یہاں بیٹھے ہو جو تمہاری بزرگی کے شایان شان نہیں اور ہمیں بھی تم پر رحم آرہا ہے کہ اپنے باپ کے گھر میں اکیلے فرزند ہو کوئی دوسری اولاد نہیں اپنے اصل کی فکر کرو سترکھ ایک تنگ مقام ہے تمہارے رہنے کے لائق نہیں ہے ہم نو لاکھ لشکر رکھتے ہیں اور بہرائچ وغیرہ کے رائے ہم سے زیادہ رکھتے ہیں جب ہر طرف سے لوگ چل پڑینگے اس وقت تمہارا یہاں رہنا مشکل ہو جائیگا، بہتر یہ ہے کہ اپنا سیدھا راستہ لو اور چلے جاؤ، سلطان الشہداء نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح جوش میں آکر بزبان غیرت فرمایا تو قاصد ٹھہرا اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا اور اس طرح کی گستاخانہ گفتگو کرتا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ جاؤ اور اپنے رایوں سے کہدو کہ ملک قادر قہار کا ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے میں اس جگہ سیر کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ وطن بنانے آیا ہوں اور پروردگار عالم کے حکم سے اس ملک سے کافروں کے کفر کو دور کر کے انشاء اللہ آج سے دین محمدی کا رواج دن بدن زیادہ ہوگا، اور کفار مقہور ہوں گے۔

اگر تم لوگ جنگ کا ارادہ رکھتے ہو تو تاخیر نہ کرو میں بھی جنگ کے لئے تیار ہوں اور دونوں زینیں جو جادو بھر کر لایا تھا حضرت سلطان الشہداء نے واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم نے حقیقت کو سمجھ کر کفر کی اس کان میں قدم رکھا ہے تا کہ اس دیار کی تاریکی کو نور اسلام

سے منور کردیں، اس کے بعد قاصد کو رخصت کیا قاصد نے واقعہ حال اپنے رایوں کے پاس دہرایا اور کہا کہ یہ لڑکا بالکل کسی سے دہشت نہیں کھاتا ہے تم لوگ ہوشیار رہو یہ تمہاری نو دس لاکھ فوج اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے کفار بہت زیادہ پریشان ہو گئے ایک حجام موجود تھا اس نے کہا اگر حکم ہو تو میں اس لڑکے کا کام کر کے آتا ہوں رایوں نے کہا کہ کئی گاؤں تجھے انعام میں دئے جائینگے اگر تیرے ہاتھ سے یہ کام ہوسکتا ہے تو دیر نہ کرو پچاس توڑے سونے کے دیکر رخصت کیا، حجام مذکور ایک زہر آلود نہرنی بنا کر اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا، حضرت سلطان الشہداء شکار کھیل کر نماز ظہر کے وقت سترکھ میں اپنے ڈیرے پر آئے کافروں کے حجام نے نہرنی آپ کے سامنے رکھتے ہوئے ارادہ خدمت کا اظہار کیا حضرت سلطان الشہداء نے نہرنی کو اپنے دست مبارک میں لے کر اس سے پوچھا اب تک تم کس کے نوکر تھے؟ حجام نے عرض کیا کہ چند روز مسلمانوں کی خدمت اور کچھ دنوں ہندوں کی خدمت کی ہے، اب آنحضور کی خدمتگاری کا ارادہ رکھتا ہوں، حضرت سلطان الشہداء نے اس کے اندر اخلاص کا جوہر نہیں پایا ایک تنکۂ زر دیکر رخصت کر دیا اور کہا کہ میں ہندو کو خدمت کے لئے نہیں رکھتا ہوں اور نہرنی کو اپنے دست مبارک میں لے کر بائیں ہاتھ کی انگلی کے ناخن پر چلایا، چونکہ نہرنی بہت تیز تھی ناخون میں درآئی زخم ہو گیا زہر اثر کر گیا انگلی ٹپکنے لگی، پورے جسم میں زہر سرایت کر گیا۔

حضرت سلطان الشہداء کا چہرہ ہلال کے مثل سفید ہو گیا اور بہت زیادہ حرارت آپ کے نیلوفری جسم میں پیدا ہو گئی، جیسا کہ کبھی چار پائی پر جاتے اور کبھی زمین پر لیٹتے حاضرین کو معلوم ہو گیا کہ نہرنی زہر آلودہ تھی فوراً زہر مہرہ لائے پانی سے دھل کر منھ میں رکھا دو تین مرتبہ لعاب نگل لیا حرارت زائل ہونا شروع ہو گئی، ایک دو گھنٹہ مین زہر کا اثر جاتا رہا حق تعالیٰ نے اس تکلیف کو حرارت سے بدل دیا، تمام امراء اور ارا کین دوست و اعزاء اپنے آپ کو اس محبوب رب العالمین کے گرد اگرد نثار کر رہے تھے کہ حق تعالیٰ نے از سر نو زندگی عطا فرمائی ہے خوشی کے شادیانے بجائے گئے اور بہت زیادہ صدقات کئے

گئے۔ چونکہ نیا ملک حاصل ہوا تھا حضرت سلطان الشہداء اسی وقت غسل شفا کر کے نفیس اور عمدہ لباس پہنکر چودھویں کے چاند کے مثل نکل کر دیوان خانہ میں جلوس فرمایا کہ کہیں کوتاہ اندیشوں اور بدخواہوں کے دلوں میں کوئی غلط خیال وفکر پیدا نہ ہو جائے۔ اس زمانے میں آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، حق تعالیٰ نے کمال حسن وکمال جوانی وکمال ذوق و کمال زیرکی وکمال غیرت با مہربانی و جملہ کمالات صوری و معنوی بیک وقت آپکی ذات شریف میں جمع فرمادئے تھے۔

لیس علیٰ اللہ بمنکسر ان یجمع العالم فی واحد

چنانچہ اس وقت اپنے زمانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے بے نظیر و بے مثال تھے مجھے ان لوگوں کی بینائی اور کوردلی اور بدبختی پر سخت حیرت ہوتی ہے جب کہ اس محبوب رب العالمین کا جمال جہاں آرا چشم ظاہر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ کی ولایت پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور خود کو حضور کی خدمت سے دور رکھتے ہیں، اس فقیر نے سلوک کے ابتدائی دور میں ایک مرتبہ حضرت سلطان الشہداء کی خواب میں زیارت کیا اسی وقت سے دل کاروبار عالم سے سرد پڑ گیا اور خود چار سال کی مدت تک آپ کے فراق میں اپنی خبر نہ رہتی باطن کی مکمل صفائی کے بعد جب حضور دوام حاصل ہو گیا کچھ اطمینان وسکون حاصل ہوا، اس حقیقت کی میں نے تحقیق کی اور تمام دوستان حق کا اسپر اتفاق ہے، کہ عالم ظاہر و باطن میں کوئی چیز عشق اور غم عشق سے بہتر نہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے۔

زیں نکتہ جز از دل بے ذوق چہ جوئید در عالم معنی ز کجا ئید بگوئید
سرمایہ عمراست ہمیں عشق دریں دہر گر عشق ندارید چہ دارید بگوید

حضرت سلطان الشہداء نے حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ سرحدوں کے امیروں کو خط لکھو کہ کافروں نے نازیبا حرکت کی تھی حق تعالیٰ نے فضل وکرم فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اسے غلط انداز میں بنا کر بیان کرے اور ان لوگوں کے دلوں پر کسی طرح کی تکلیف پہونچے، ایک عریضہ ولی نعمت کی خدمت میں بھی کا ہلرا رسال کروا سی

وقت عریضہ تحریر کر کے خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے اپنے دستخط خاص سے مزین کر کے قاصدوں کو دیکر ادھر ادھر بھیج دیا، جب قاصد حضرت سالار شاہو کی خدمت میں کاہلیر پہونچے تو وہ بہت خوش ہوئے اور قاصدوں سے بغلگیر ہو کر تمام احوال مفصل پوچھا جب حجام کی نازیبا حرکت کا واقعہ بیان کیا گیا آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے، زار زار رونے لگے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا دیوانہ وار ستر معلّٰی کے پاس محل کے اندر تشریف لے گئے وہ بھی دیوانی ہو گئیں، جب کوئی سالار مسعود کا نام لیتا تھوڑا ہوش آجاتا سالار شاہو نے سلطان الشہداء کا دستخط خاص ستر معلّٰی کو دکھایا آپ جس وقت دیکھتیں آنکھوں سے لگا لیتیں، سالار شاہو کو اشارہ کیا کہ خط پڑھا جائے جب پورا خط پڑھا گیا اور واقعہ حجام پڑھا گیا ستر معلّٰی نے کہا ہائے میرے مسعود پر زہر اثر کر گیا اور میں زندہ ہوں یہ کلمہ زبان سے کہا اور بے ہوش ہو گئیں، تیر جدائی ان کے جگر میں اتر گیا اسی وقت سے وہ بیمار رہنے لگیں، ہر چند حکیموں نے دوا علاج کیا مگر کامیابی نہ ملی، یہ یقینی بات ہے کہ مریض عشق کو مشاہدہ معشوق کے علاوہ کوئی دوسرا علاج سود مند نہیں ہوتا اور یہ حاصل نہ ہوا مجبوراً جان اس کے پاس بھیجنی پڑی، بارہویں روز اسی مرض جدائی میں دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی، آپ کے جنازہ کو غزنی بھیج دیا گیا، سالار شاہو نے سوچا کہ میں اس عورت کے خاطر سالار مسعود کے ہمراہ نہ جاسکا تھا اب اس ملک میں میرا کچھ بھی کام نہ رہا، اسی طرح کا مضمون لکھ کر سلطان محمود کی خدمت میں بھیج دیا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ واللہ اعلم بالحقیقت والصواب

داستانِ چہارم

سالار شاہو کا سترکھ پہونچنا سلطان الشہداء کا بہرائچ کی طرف متوجہ ہونا، سترکھ میں سالار شاہو کی وفات، سلطان الشہداء کا حربی کافروں سے جہاد اور جام شہادت نوش کرنا۔

جب سالار شاہو سترکھ کے قریب پہونچے سالار مسعود نے ان کا استقبال کیا اور با عزت تمام گھر لائے، تین روز تک خوشی کے شادیانے بجائے گئے، شب و روز مجلس جشن قائم رہی پہلوان لشکر کے تشریف لانے سے پورے سرحدی لشکر کو قوت حاصل ہوئی ہر طرف کے کفار رنجیدہ اور اداس ہو گئے، چند روز کے بعد ملک فیروز نے دریائے سرجو کی گزرگاہ پر کافروں کے تین جاسوسوں کو گرفتار کر کے سترکھ بھیج دیا، حضرت سلطان الشہداء کے خدمت گاروں نے انہیں پہچان لیا ان میں دو تو وہ برہمن تھے جو اس سے پہلے جادو کی ہوئی زین و لگام کٹرہ مانک پور کے راجگان کی طرف سے حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں لائے تھے اور ایک وہی حجام تھا جس نے زہر آلود نہرنی آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا، پہلوان لشکر نے حکم دیا کہ تینوں کو تہ تیغ کر دو، حضرت سلطان الشہداء نے کہا کہ ان کو قتل کرنے سے کیا فائدہ انہیں چھوڑ دیا جائے، سالار شاہو نے فرمایا دونوں برہمن کو تو فرزند کی خاطر چھوڑ دیا جائے لیکن حجام بدنہاد کو ہرگز میں نہیں چھوڑونگا اسی وقت تہ تیغ کر دیا، کٹرہ و مانک پور کے راجگان نے جو خطوط بہرائچ کے گرد و نواح کے راجاؤں کو لکھے تھے، برہمنوں سے لے کر پڑھا گیا اس میں تحریر تھا بدیشیوں کا لشکر ہمارے اور تمہارے درمیان بیٹھا ہوا ہے ادھر سے تم لوگ اور ادھر سے ہم لشکر لے کر بڑھیں کہ مسلمانوں کو درمیان سے اٹھالیں، الغرض خطوط پڑھکر پہلوان لشکر کو بہت جوش آیا اسی وقت دو جاسوس متعین فرمایا کہ کٹرہ و مانک پور کے راجاؤں کی خبر لائیں کہ وہ کس سرگرمی میں ہیں وہ لوگ گئے اور خبر لائے، کہ دونوں راجہ اس طرف سے غافل ہو کر لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنے میں مشغول ہیں، پہلوان لشکر نے فوراً نقارہ بجوایا اور سوار ہو گئے، حضرت سلطان الشہداء کو سترکھ میں چھوڑ کر بدولت و اقبال رات ہی میں کفار کے سر پر جا چڑھے اور اس جگہ سے فوج کے دو حصے کیئے ایک فوج بجانب کٹرہ اور ایک فوج مانک پور کی طرف بھیجا ترکان بہادروں نے دونوں مقام کو تیزی کے ساتھ گھیر لیا، کفار جنگ کے لئے آئے لیکن لشکر اسلام غالب رہا ہزاروں کفار تہ تیغ کر دیئے گئے اور دونوں راجاؤں کو

زندہ گرفتار کر کے پہلوان لشکر کی خدمت میں لایا گیا اسی وقت ان کے گلے میں طوق ڈال کر ستر کھ بھیج دیا اور سالار مسعود کو لکھا کہ حرام خوروں کو خوب اچھی طرح قید میں رکھو اور ان کی کڑی نگرانی کرو سالار مسعود نے انہیں بہرائچ سالار سیف الدین کے پاس بھیج دیا۔

پہلوان لشکر نے کٹرہ و مانک پور کو خاک میں ملا دیا بہت زیادہ مال و اسباب اور قیدی لشکریوں کے ہاتھ لگے، اس کے بعد ملک عبداللہ راجو کو کٹرہ میں اور ملک قطب حیدر کو مانک پور میں چھوڑ کر خود شان و شوکت کے ساتھ ستر کھ واپس آئے۔ اس وقت ہندوستان کے تمام راجگان سخت حیران ہوئے کہ لشکر اسلام سے مقابلہ کرنا محال ہے، آخر تمام کفار نے باہم متحد و متفق ہو کر طے کیا اور سامان جنگ کی فراہمی میں مستعد ہو گئے، ایک روز پہلوان لشکر اور سالار مسعود شکار کے لئے سوار ہوئے اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد اپنے پڑاؤ کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت سلطان الشہداء نے دیکھا کہ ایک بڑا شیر ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہے انہوں نے تغافل برتتے ہوئے تیز رفتار گھوڑے کو اس کی طرف دوڑایا جب نظریں دو چار ہوئیں شیر نے غرا کر آپ پر حملہ کیا قریب تھا کہ حضرت سلطان الشہداء پر حملہ کر دے آپ نے بڑی سرعت کے ساتھ حیدری تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا، شور برپا ہو گیا پہلوان لشکر نے واقعہ حال دیکھا فرزند ارجمند کے ارد گرد گھوم رہے تھے اور نثار ہو رہے تھے، جب ڈیرہ پر آئے فقراء اور مساکین پر بہت زیادہ صدقات و خیرات کئے، اسی رات سالار سیف الدین کا عریضہ بہرائچ سے پہلوان لشکر کی خدمت میں پہونچا، تحریر تھا کہ کافروں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہے بندہ کی جلد از جلد امداد کی جائے حضرت سلطان الشہداء نے باپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اجازت مرحمت ہو کہ بہرائچ جا کر شکار کھیلوں اور کافروں کی گوشمالی کروں، پہلوان لشکر نے منظور نہ کیا بلکہ فرمایا فرزند عزیز کی جدائی اب مجھے بہت دشوار معلوم ہوتی ہے بڑھاپے میں مجھے تنہا نہ چھوڑو، حضرت سلطان الشہداء نے پھر اصرار کیا کہ مجھے بہرائچ جانے کی اجازت دی جائے، اطراف بہرائچ میں شکارگاہ خوب ہے چند

روز شکار کھیل کر جلد لوٹ آؤنگا۔

پہلوان لشکر نے مجبوراً اجازت دیدی لیکن مسلسل آپ روتے رہے حضرت سلطان الشہداء پر بھی آنے والا وقت ظاہر تھا، غم والم کے ساتھ نکلے اور بہرائچ کا رخ کیا آپ کے محض بہرائچ پہونچنے ہی سے کفار جو اپنی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے سر اٹھائے ہوئے تھے اداس ہوکر خاموش ہو گئے، حضرت سلطان الشہداء بہرائچ کے اطراف میں شکار کھیلتے تھے اور جس وقت آپ سورج کنڈ کے بتخانے کے قریب سے گزرتے فرماتے کہ اس سرزمین سے مجھے وطن کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اور سورج کنڈ ہندوستان کے تمام کافروں کا قبلہ تھا، ایک پتھر پر سورج کی شکل نقش کر کے اس حوض کے کنارے نصب کیا گیا تھا اسے بالارکھ کہتے تھے اور بہرائچ اسی بالارکھ بت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، سورج گہن کے دن مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام کفار اس کی پرستش کے لئے آتے تھے اور اتوار کے روز بہرائچ کے اطراف سے ہزاروں ہزار عورت و مرد جمع ہوتے تھے اور اپنے سروں کو اس پر ملتے تھے اور اپنا معبود بنا کر پوجتے تھے، حضرت سلطان الشہداء اس بت پرستی سے بہت زیادہ بددل ہوتے بارہا فرمایا کرتے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعنایت الٰہی میں اس کان کفر کو بدل کر اس جگہ پروردگار عالم کی عبادت کے لئے ایک حجرہ بناؤنگا اور اس دیار سے کفر کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھیکونگا، حق تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمالیا جس کا اثر ہے کہ آج وہاں اسلام کی شوکت و عظمت کا غلبہ ہے۔

بتاریخ سترہ شعبان المعظم ۴۲۳ھ حضرت سلطان الشہداء سترکھ سے بہرائچ آئے اور دوسرے مہینے عبد الملک فیروز کی عرضداشت سترکھ سے بہرائچ پہونچی معظم خاں دروازے کے پاس کھڑے تھے قاصدوں کو اداس دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ سالار شاہو دار بقا کی طرف رحلت کر گئے (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) معظم خاں نے عرضداشت اپنے پاس محفوظ کر لی اور قاصدوں کو منع کر دیا کہ کسی جگہ ظاہر نہ کریں دوسرے دن معظم خاں و شرف الملک اور نظام الملک و ظہیر الملک

وعین الملک و ملک نیک بخت اور دوسرے امراء و اراکین دولت سبھی جمع ہو کر حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں آئے عبد الملک فیروز کی عرضداشت حضرت سلطان الشہداء کے ہاتھ میں دی گئی، تحریر تھا کہ بتاریخ ۱۵ ر شوال المکرم ۴۲۳ھ کو سالار شاہو کو درد اٹھا اور وصیت کیا کہ میرا آخری وقت آپہونچا ہے مجھ کو سترکھ میں دفن کرنا پھر ماہ مذکور کی پچیس تاریخ کو فوت ہو گئے رضینا بقضاء اللہ تعالیٰ سالار مسعود یہ جگر سوز خبر پڑھ کر رونے لگے اور اپنے لباس کو چاک کر کے بے خود ہو گئے، چند ساعت کے بعد جب ہوش آیا حسن میمندی کی باتوں کو یاد کر کے کہنے لگے کہ اس کے فتنہ وفساد کی وجہ سے ہمارا حال اس حد کو پہونچا والدہ محترمہ کاہیلر میں فوت ہوئیں اور حضرت والد نے سترکھ میں وفات پائی اب ہمیں یتیمی کی قدر معلوم ہوئی۔ سبحان اللہ ایک وہ وقت تھا کہ سلطان محمود کے ہمنشیں تھے اور اب اس ویران جنگل اور کفر کی کان میں پڑے ہیں معلوم نہیں انجام کار کیا ہوتا ہے یہ کلمات سنکر تمام حاضرین رونے لگے حضرت نے جب لوگوں کے احوال کو دیگرگوں دیکھے اپنے آپ کو سنبھال کر غم کو چھپایا کاتب کو اشارہ کیا کہ سرحد کے امیروں کو الگ الگ پروانے لکھو کہ ایسی مصیبت پیش آئی ہے، لیکن رضائے حق سے چارہ نہیں، میں اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے راضی اور شاکر ہوں تم لوگ بھی خدا کی رضا سے راضی رہتے ہوئے پامردی سے کام لو اللہ تعالیٰ کا بھروسہ اور اس کی طاقت کافی ہے، سبحان اللہ کمال عقل اور کمال غیرت جو آپ کی ذات میں تھی اس جانکاہ واقعہ سے بھی آپ کے شعور میں فرق نہیں آیا، ایسے ہی آپ کے حواس پورے طور پر بجا رہے عبد الملک فیروز کو خلعت اور گھوڑا بھیجا اور سترکھ کا حاکم بنا دیا، بہت زیادہ تسلی تشفی کی باتیں تحریر کیں کہ خدا کی رضا پر راضی رہ کر پامردی سے قائم رہو الغرض دس روز تک شکار کیلئے نہ گئے درویشوں اور عالموں کے ساتھ صحبت رکھتے چنانچہ روزانہ وافر مقدار میں کھانا تیار کیا جاتا اور کھلایا جاتا صدقہ زیادہ کرتے ختم قرآن کرتے دس روز کے بعد اپنے پرانے طریقہ کے مطابق شکار کرنے اور خلق پروری کے کاروبار کی طرف متوجہ ہوئے، بارہا

فرماتے کہ یارو جس وقت سے ہم ہندوستان آئے ہیں ایک روز بھی بے فکری اور بغیر تکلیف کے نہیں گزرا ہے، خاص کر اس دیار بہرائچ میں جہاں جنگل اور ویرانہ ہے، ایک گھڑی بھی اطمینان وسکون کی میسر نہ ہوا اس کے باوجود ہمارا دل اس دیار کی طرف مائل ہے اور اس سرزمین سے دوستی واخلاص کی بو آتی ہے حاضرین محفل اپنی دانائی کی وجہ سے اس کلام کا مطلب سمجھ گئے اور بہت زیادہ اداس ہو گئے، پھر آپنے تغافل برتتے ہوئے روئے سخن دوسری طرف پھیر دیا، آپ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق عمل پیرا اور فکر آخرت میں منہمک رہتے۔ قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کن فی الدنیا کانك غریب کعابر السبیل وعد نفسك من اصحاب القبور یعنی دنیا میں اس طرح رہو گویا تم راہ چلتے مسافر ہو اور اپنے نفس کو اصحاب قبور میں سے شمار کرو الغرض دو تین مہینے خوشی نما غم میں گزرے جب محرم کا چاند دیکھا گیا اور نیا سال شروع ہوا صبح کے وقت مجلس شوق آراستہ کی تمام لوگ جمع ہوئے کھانے اور خوشبوؤں کا انتظام کیا گیا ہر شخص کو اسکے مناسب حال بخششیں عطا کر کے رخصت فرمایا اور خود تازہ وضو کر کے قیلولہ میں مشغول ہو گئے، اس وقت ایک خواب دیکھا کہ سالار شاہو دریائے گنگا کے کنارے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں حضرت سلطان الشہداء بھی اس جگہ جا پہونچے جب سراپردہ کے اندر گئے کیا دیکھتے ہیں کی سالار شاہو مجلس شادی آراستہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں گانے والے اور رقص کرنے والے آپ کے گرد جمع ہیں اور ستر معلّی پھولوں کا سہرہ لئے ہوئے کھڑی ہیں جوں ہی حضرت سلطان الشہداء کو دیکھا کہا بابا مسعود جلدی آؤ ہم نے تمہاری شادی کا انتظام کر رکھا ہے، سالار مسعود والدہ کے قریب پہونچے اس وقت جو سہرہ ان کے ہاتھ میں تھا حضرت سلطان الشہداء کے سر پر باندھ دیا گانے والوں نے ہر طرف سے گانا شروع کیا ساز اور شادیانے بجائے گئے پورے لشکر میں شور تھا سلطان الشہداء شور کی وجہ سے بیدار ہو گئے متحیر ہو گئے خدمتگاروں سے پوچھا کہ کتنا دن ہے ان لوگوں نے عرض کیا کہ نماز ظہر کا

وقت ہوگیا ہے، آپ اٹھے تازہ وضو کیا اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد درویشوں اور عالموں و مصاحبوں کو بلایا اور اپنا خواب بیان کیا اس جماعت نے تعبیر کی کتاب طلب کر کے دیکھنا شروع کیا ساتویں فصل نکلی، یعنی جو شخص ایسا خواب دیکھتا ہے اسے شہادت دینی نصیب ہوتی ہے، جب سلطان الشہداء نے خواب کی تعبیر سنی سرد آہ کھینچی اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

آہ بیکبارگی یار کمی ما گرفت
چون دل ما تنگ دید خانہ دگر گرفت

﴿افسوس یک بارگی یار نے ہماری کمی پکڑ لیا جب ہمارا دل تنگ دیکھا دوسرا گھر اختیار کرلیا﴾

اس کے بعد حضرت سلطان الشہداء نے حاضرین کی طرف رخ کر کے فرمانا شروع کیا کہ حق تعالیٰ کے قول کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کے مطابق ہر کسی کو شربت موت پینا ہے تو کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جو شربت شہادت نوش کر کے زندہ جاوید ہو جائے اور دنیائے حادث کی سرگردانی سے فارغ ہو جائے، ہمارا مطلوب یہی ہے کہ حق تعالیٰ مجھکو اور دوستوں کو اسد اللہ الغالب اور ائمہ معصومین کا وارث بنا کر اس نعمت سے بہرہ مند فرمائے۔

دوسرے روز بہرائچ کے گرد و نواح کے راجاؤں کا ایک قاصد حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں آیا ملک حیدر نے اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور جو خط وہ لایا تھا حضور میں پیش کیا کفار نے غرور کے نشے میں لکھا تھا کہ تم یہاں بالائی علاقے سے آئے ہو اس ملک کی حقیقت تمہیں نہیں معلوم کہ یہاں خشک علاقے کے لوگ نہیں رہ سکتے کہ یہ ترائی علاقہ ہے، تمہیں اپنے حقیقت پر غور کرنا چاہیئے سالار مسعود نے قاصد سے پوچھا کہ کتنے راجہ جمع ہیں اور ان کے کیا نام ہیں اس نے کہا رائے رائب، رائے سائب ارجن، رائے بھکن، کنگ، کلیان، نگرو، سگرو، رائے کرن، بربل، اجیپال، سیہال، ہریال

ہرکن، ہرکو، نرہو، رجودھاری، دیونرائن، نرسنگھ، آٹھ لاکھ سوار و پیادے بے شمار فوجی ایک جگہ جمع ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں سالار مسعود نے خط کا جواب نہ لکھا بلکہ ملک نیک دل کو سات پیادوں کے ساتھ قاصد کے ہمراہ بھیجا کہ یہ خود حاضر ہو کر خط کا جواب دینگے مقصد یہ تھا کہ ملک نیک دل کافروں کی لشکر کا جائزہ لے کر آئیں جب ملک نیک دل وہاں پہونچے کسی نے پہلے ہی جا کر راجاؤں کو باخبر کر دیا سارے راجاؤں نے اکٹھا ہو کر ملک نیک دل کو اپنے سامنے طلب کیا اور پوچھا کہ سالار مسعود نے کیا کہا ہے ملک نیک دل نے کہا کہ ہمارے سردار نے تمہیں دعا کہا ہے اور فرماتے ہیں کہ میں اس ملک کی تعریف سنکر شکار کھیلنے کی غرض سے آیا ہوں اس قدر جنگل اور ویران علاقہ پڑا ہوا ہے، بہتر ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو جائے اور بھائی چارگی کے انداز میں گزر کریں ملک کو آباد کریں، بدکردار کفار نے جواب دیا کہ جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ نہیں ہو جاتی صلح اور مصالحت کی بات مفید نہیں ہو سکتی تم لوگ یہاں چڑھکر آئے ہو اب تک ہم ٹالتے رہے جب تک ایک فریق کی شکست نہیں ہوگی صلح کس طرح ہو سکتی ہے، رائے کرن نے کہا اس ملک کے آب و ہوا کی خاصیت ابھی تم لوگ نہیں جانتے ہو ہمارا کام یہاں کا پانی ہی کر دیگا (تمہیں ہلاک کر دیگا) بہتر یہ ہے کہ تم لوگ دریائے سرجو پار کر کے اپنا راستہ لو، ورنہ آج کل میں جنگ ضرور چھڑ جائیگی، رائے کلیان ان سرکش راجاؤں کے بیچ میں کچھ باشعور تھا اس نے کہا اے راجاؤ کیا تمہاری عقل گم ہو گئی ہے؟ خیال کرتے ہو کہ سالار مسعود نے خوف و دہشت کی وجہ سے صلح و مصالحت کی پیش کش کی ہے یہ تم لوگوں کا خیال غلط ہے سوچو تو سہی کہ کل کا لڑکا اس قسم کی غیرت رکھتا ہے، جب سلطان محمود کے پاس تھا وزیر سے ان بن ہو گئی ماں باپ کو چھوڑ کر پورے ہندوستان پہ قبضہ جما لیا باپ نے ستر کھ میں وفات پائی دیکھنے کیلئے بھی نہ گیا اتنی دلیری اور بہادری کی بات کرتا ہے کہ اگر کسی میں ہمت ہو تو میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے نکال دے تمہیں طعنہ دے رہا ہے اور تم سمجھ بھی نہیں پا رہے ہو، صلح میں آخر کیا نقصان ہے وہ بھی

اگر واقعی اس پر تیار ہو اس گفتگو سے تمام راجہ کلیان پر طعنہ زنی کرنے لگے ملک نیک دل نے مجلس میں بے نکار رنگ دیکھا رخصت چاہی اور سالار مسعود غازی سے حقیقت حال بیان کیا ادھر دشمنوں نے بھی جنگ کی ٹھانی متواتر کوچ کر کے دریائے بھکلہ کے کنارے جنگل میں ڈیرہ ڈالا۔

جب یہ خبر حضرت سلطان الشہداء کو پہونچی تو آپ نے تمام بڑے بڑے امیروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ آیا یہیں سے جنگ کیا جائے یا دشمنوں پر چڑھ کر حملہ کیا جائے تمام تجربہ کار امیروں نے عرض کی کہ ہمیں چڑھ کر حملہ کرنا چاہیئے، حضرت سلطان الشہداء بعد نماز مغرب مسلح ہو کر سوار ہوئے اور راتوں رات چل کر صبح کے وقت لشکر کفار کے قریب پہونچے فوجوں کو آراستہ کر کے سالار سیف الدین سرخرو کو ہراول اور دوسرے امیروں کو مقدمۃ الجیش عقب میمنہ میسرہ مقرر کر کے خود قلب میں ہو کر کفار پر چڑھائی کرنے کے لئے بڑھے، کفار بھی خبر پا کر جنگ کے لئے آئے، سالار سیف الدین سے دو گھڑی تک سخت مقابلہ رہا آخر سالار رجب، امیر خضر، امیر نصر اللہ نے میمنہ سے گھوڑے دوڑائے حضرت سلطان الشہداء بھی متوجہ ہوئے بالآخر کفار لاچار ہو کر شکست سے دوچار ہوئے پانچ راجاؤں کو مسلمانوں نے قید کر لیا خاطر خواہ فتح نصیب ہوئی، لشکر اسلام کے چند گروہ نے پیچھا کر کے گھوڑے اور بہت سے مال واسباب حاصل کئے، حضرت سلطان الشہداء نے سات دن وہاں قیام کیا وہ بہادران اسلام جو شہادت سے سرفراز ہوئے تھے انہیں دفن کر کے ان کی روح پر فاتحہ پڑھ کر آٹھویں روز بہرائچ کے لئے روانہ ہوئے، چونکہ ہوا بہت گرم تھی اور راستہ بہت چل چکے تھے سورج کنڈ کے کنارے مہوے کے درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کر کے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس درخت کا سایہ ہم کو بہت خوش گوار معلوم ہو رہا ہے، اس سرزمین سے بوئے آشنائی آرہی ہے بہتر ہے کہ ولایت کے طرز پر اس جگہ باغ لگائیں اور زیادہ وقت یہاں گزاریں تا کہ کفار کا ازدحام اور کفر کی تاریکی اس مقام سے چھٹ جائے جب تک کہ

اس مقام سے کفار کی بت پرستی اور کفر کی تاریکی دور نہیں ہو گی ممکن نہیں کہ ملک ہندوستان میں دین کی اشاعت ہو، انشاء اللہ تعالیٰ آفتاب صوری کی پرستش کو آفتاب معنوی کے مشاہدہ کی قوت سے مٹا دونگا، اسی وقت حکم دیا کہ سورج کنڈ کے ارد گرد وہ تمام درخت جو کفر کی تاریکی سے پرانے ہو گئے ہیں سب کو جڑ سے کھود ڈالو مگر اس مہوے کے درخت کو، جس کے سایہ میں میں کھڑا ہوں صرف اسے محفوظ رکھا جائے اور دوسرے تمام درخت کاٹ ڈالے جائیں میاں رجب کوتوال کو اس کام پر مقرر فرما کر خود اپنے پڑاؤ پر بہرائچ تشریف لے گئے، اس وقت سے بیشتر اوقات خلوت میں شغل باطن میں مشغول رہتے ایک دو گھڑی امیروں، ترکوں اور ارا کین دولت کی خاطر داری کے لئے دیوان خانہ میں آتے پھر محل کے اندر چلے جاتے، میاں رجب نے تین چار روز میں تمام پرانے درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالا سورج کنڈ کے ارد گرد تقریباً سو بیگھہ بلکہ اس سے زیادہ زمین ہموار کر کے حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں عرض کیا کہ اب کیا حکم ہے حضرت سلطان الشہداء خود سیر کرنے کے لئے سوار ہو کر اس طرف تشریف لے گئے اور لشکر کے بیلدار جو ولایت سے ہمراہ آئے تھے انہیں بلا کر حکم دیا کہ ولایت کی طرز پر باغ اور روشیں تیار کرو اور میاں رجب کو اشارہ کیا کہ لوگوں کو جا بجا متعین کر دو تا کہ ہر قسم کے غیر مکرر پودے اس باغ کے لئے لائیں اور اس طرح انہماک سے کام کرو کہ چند ایام میں باغ آراستہ ہو جائے، نیز حکم دیا کہ مہوے کے درخت کے نیچے ایک چبوترہ میرے بیٹھنے کے لئے بناؤ، کیونکہ یہ جگہ مجھکو بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے اس کے بعد اپنے سامنے باغ کے وضع کی ہدایت کر کے بہرائچ چلے آئے، میاں رجب مزاج داں خدمتگار تھے رات و دن اس کام میں مشغول رہے۔

دوسرے دن کوہ جملہ سے رائے جوگی داس کا قاصد سوغات لے کر آیا ملک حیدر نے اسے سالار مسعود کی خدمت میں حاضر کیا، قاصد نے اپنے راجہ کی طرف سے اطاعت اور بہت زیادہ خلوص کا اظہار کیا، تھوڑی دیر بعد رائے گوبند داس کا ایلچی مع سوغات خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے راجہ کی طرف سے شوق قدمبوسی کا اظہار کیا، سالار

مسعود نے بہت زیادہ تسلی دی اور دونوں کو خلعت عطا فرما کر کہا کہ تم لوگوں نے اب اطاعت اسلام قبول کرلیا اپنے گھروں میں تم لوگ مطمئن رہو، مجھے بھی تم سے ملنے کا شوق ہے، جس وقت چاہو آؤ تمہارا گھر ہے اس کے بعد ان کو رخصت کر دیا اور بعض دوسرے راجاؤں نے بھی مصلحت کے طور پر حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں رجوع کیا اور جنگ کے انتظام سے بھی غافل نہ رہے، گزشتہ جنگ میں جو راجہ شکست کھا چکے تھے اپنی شرمندگی کی وجہ سے ہندوستان کے تمام راجاؤں کو خطوط لکھے کہ یہ ملک ہمارے اور تمہارے باپ دادا کا ہے یہ لڑکا اس پر زبردستی قابض ہوتا چلا جا رہا ہے، ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ جلد ہماری امداد کرو ورنہ ملک ہمارے ہاتھ سے چلا جائیگا، تمام راجاؤں نے جواب دیا کہ ہم لوگ بھی تیار ہو کر جلد پہنچ رہے ہیں تم بھی جنگ کی تیاری مکمل کرو، چنانچہ سہر دیو بجولی سے اور رائے بہر دیو سنبلونہ سے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ دوسروں سے پہلے لشکر کفار سے آکر ملے، مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ تم لوگ جنگ کا منصوبہ نہیں جانتے ہو، سب سے پہلے ہزار پنجشاخہ پانچیاں لوہار کو حکم دو کہ بنا کر زہر میں بجھا رکھیں پھر جنگ کے وقت میدان جنگ میں انہیں مضبوط گاڑ دیں مسلمان بے دھڑک گھوڑے دوڑاتے ہیں جب پانچیاں گھوڑوں کے پیر میں چبھیں گی اور وہ لڑکھڑائینگے تو سوار گھوڑے سے گرینگے، پھر ہم انکا کام تمام کر دینگے اس کے علاوہ کثیر مقدار میں آتشبازیاں تیار کی جائیں چنانچہ یہ سب انتظام مکمل کیا گیا، دو مہینے کے بعد ہندوستان اور کوہستان کے تمام راجہ بے شمار لشکر کے ساتھ دریائے کتھلہ کے کنارے آکر خیمہ زن ہوگئے اور ایک شخص کو حضرت سلطان الشہداء کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو دریائے سرجو کے اس پار چلے جاؤ، یہ ملک ہمارے باپ دادا کا ہے تمہیں ہم اس ملک میں رہنے نہیں دینگے، یہ سنکر حضرت سلطان الشہداء کی غیرت جوش میں آگئی آپ نے جواب دیا کہ ہمارے قدم ابھی تک بعنایت الٰہی پیچھے نہیں ہٹے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اب بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے، ملک در حقیقت خدائے تعالیٰ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے وہی قابض ہوتا ہے، تمہارے

باپ دادا کو آخر ملک کس نے دیئے تھے ایلچی نے واپس جا کر اپنے راجاؤں سے حقیقت حال بیان کیا انہوں نے کہا یہ لڑکا بڑی بیباکی سے جواب دیتا ہے، مطلق ڈرتا نہیں۔

حضرت سلطان الشہداء نے ملک حیدر کو حکم دیا کہ سالار سیف الدین، امیر نصر اللہ، امیر خضر، امیر سید ابراہیم، نجم الملک، ظہیر الملک، عین الملک، شرف الملک، نظام الملک، قیام الملک، نصیر الملک، اور میاں رجب کو میرے پاس بلا لاؤ ملک حیدر نے تمام امیروں کو آپ کی خدمت میں جمع کر دیا، باہم مشورہ ہوا آخر یہ طے پایا کہ اگر کفار چڑھ کر آئیں تو یہ بہتر نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ آگے بڑھ کر ان پر چڑھائی کریں انشاء اللہ فتح ہوگی، دوسرے دن جنگ کی تیاری میں مصروف تھے اسی وقت خبر ملی کہ کفار لشکر کے مویشی ہانک لے گئے ہیں، حضرت سلطان الشہداء نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح جوش میں آ کر نقارہ بجوایا اور مسلح ہو کر نکلے، سوار ہوئے فوجوں کو آراستہ کر کے کفار پر چڑھائی کے لئے چل پڑے، ادھر کفار بھی میدان میں پانچیاں گاڑے ہوئے اور آتش بازی بچھائے ہوئے جنگ کے لئے تیار کھڑے تھے، پہونچتے ہی ترکوں نے اپنے گھوڑے میدان میں بے خوف وخطر دوڑائے بہت سے لوگ پانچیوں اور آتشبازیوں سے ہلاک ہو گئے، لیکن پھر بھی عظیم جنگ کی اور بہت زیادہ کافروں کو تہ تیغ کیا، جب حضرت سلطان الشہداء کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا تو ہراول فوج کو کفار کے مقابلہ میں کر کے خود اس میدان سے پہلو بچا کر دوسری طرف سے کافروں کی فوج پر ٹوٹ پڑے گھمسان کی جنگ ہوئی، دونوں طرف کے بے شمار آدمی مارے گئے آخر کار حریف شکست کھا کر میدان چھوڑ گئے، حضرت سلطان الشہداء میدان جنگ میں ہی جمع رہے بعض امیروں نے دشمنوں کا دور تک تعاقب کر کے انہیں غارت کیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے میدان جنگ سے چل کر دریائے کتھلہ کے کنارے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا سپاہیوں کو شمار کر کے بتاؤ کہ کتنے لوگ باقی رہ گئے ہیں گننے سے معلوم ہوا کہ ایک حصہ لشکر شہید ہو گیا ہے اور دو حصہ فوج باقی ہے، حضرت سلطان الشہداء نے یہ بات سن کر سر ہلایا پھر یہ شعر پڑھا۔

آہ بیکبارگی یار کمی ما گرفت چوں دل ما تنگ دید خانہ دیگر گرفت

آپ نے تین روز وہیں قیام فرمایا شہیدوں کو دفن کر کے ان کی روحوں کے لئے ایصال ثواب کے بعد چوتھے روز بہرائچ واپس آئے، چونکہ بہت سے قدیم رفقاء اور مصاحبین اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے، اس لئے آپ بہت مغموم رہتے، دل بہلانے کے لئے اکثر سوار ہو کر باغ دیکھنے کے لئے جاتے، کیاریاں اور روشیں بنائی جا چکی تھیں پودوں کو آپ خود جا بجا ترتیب سے لگاتے تھے اس کے بعد مہوے کے درخت کے نیچے جو وسیع اور صاف ستھرا چبوترہ بنایا گیا تھا اسی جگہ آپ بیٹھتے تھے اور مہوے کا درخت سورج کنڈ تالاب کے قریب واقع تھا اور بالارکھ بت اس حوض کے کنارے رکھا ہوا تھا، کفار اس سورج کنڈ میں غسل کرتے اور اس بت کو پوجتے، حضرت سلطان الشہداء کی نظر جس وقت اس حوض اور اس بت پر پڑتی آپ کو ناگوار خاطر گزرتا میاں رجب چونکہ شوخ مزاج تھے انہوں نے قیاس سے اپنے آقا کے مزاج کو سمجھ کر عرض کیا حضور نے یہاں باغ لگوایا ہے کبھی کبھی آپ یہاں آتے ہیں اور نماز بھی ادا کی جاتی ہے یہ مقام دارالاسلام ہو چکا ہے اگر حکم ہو تو اس بت اور بتکدہ کو نیست و نابود کر دوں، حضرت سلطان الشہداء نے فرمایا تم نہیں جانتے ہو اس میں حق تعالیٰ کا ایک راز ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا یہ مقام مجھکو دوسری طرح دکھایا گیا ہے وہ خود ہی جلد ظاہر ہو جائیگا، چند ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ یہاں سے فرشتوں کے ذریعہ شرک کی تاریکی دور کر کے آب حیات کے مانند نور اسلام کی بارش کریگا، حقیقتاً کفر و شرک اس مقام سے دور ہو چکا ہے بظاہر چند روز ہے وہ بھی خود بخود ختم ہو جائیگا مجھے جتنا حکم ہوتا ہے ہاتھ پاؤں مارتا ہوں ہماری نظر توحید کی طرف ہے، چونکہ اس بت اور بتکدہ سے بوئے شرک آتی ہے اس لئے غیرت وحدت ذرا جوش میں لاتی ہے پھر ادب احدیت اسے بیٹھا دیتا ہے، اس بات سے حضرت سلطان الشہداء کے چہرہ کا رنگ دوسرے عالم کی تجلی بخش رہا تھا اور آپ پر سکر اور حال دیگر کی کیفیت طاری ہو گئی میاں رجب یہ دیکھکر بہت گھبرائے عرض کی کہ میں نے کوتاہی فہم کی وجہ سے یہ عرض

کیا تھا حق وہی ہے جو آنحضور فرما رہے ہیں۔

الغرض عوام وخواص میاں رجب کے بارے میں انکی شہادت کے بعد کچھ بے بنیاد باتیں گڑھ لیتے ہیں بعض ناقص کہتے ہیں کہ وہ حضرت سلطان الشہداء کے بھانجے تھے نعوذ باللہ منھا۔ یہ مکمل غلط ہے اور بعض نے انکا نام بدل دیا ہے کہ رجب سلطان فیروز شاہ کے باپ کا نام ہے یہ وہی سلطان فیروز شاہ کے باپ ہیں، بہرکیف یہ سراسر جھوٹ ہے، رجب حضرت سلطان الشہداء کے ادنیٰ خادم تھے، مردم آزاری اور مزاج کی درشتی کی وجہ سے عوام میں مشہور ہو گئے ہیں لیکن اہل بصیرت کے نزدیک انکا کوئی خاص مرتبہ ومقام نہیں ہے۔ حضرت سلطان الشہداء کو مختلف مقامات میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، دہلی کے نواح میں آپ کو پیر بحلیم اور ملک خراسان میں سالار رجب کہتے ہیں اور بعض دیار میں غازی میاں کہتے ہیں اور وہ لوگ جو تاریخ اور دوسری کتابوں سے واقف ہیں آپ کو سید سالار مسعود غازی کہتے ہیں۔

الغرض چند ساعت کے بعد وہ حالت (سکر) جاتی رہی اور آپ سوار ہو کر اپنے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے، دو تین مہینے یونہی گزرے کبھی عالم سکر میں کبھی عالم صحو میں ان دنوں آپ کی عمر انیس سال کی ہو چکی تھی عقل وشجاعت، اخلاق دینی اور عرفان خدا میں یہ رسوخ تھا دوسرے کمالات جیسا کہ مذکور ہوئے، حق تعالیٰ نے حسن یوسفی نور محمدی اور ولایت حیدری آپ کو نصیب فرمائے تھے، بندہ کے اعتقاد میں یہ بات ہے کہ اس قسم کا جامع الصفات انسان لباس بشری میں وجود میں نہیں آیا ہو گا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

ہندوستانی کفار ہر طرف سے جمع ہو کر ایک دل ہوئے اور مور وملخ کی طرح بے شمار لشکر کے ساتھ یکجا ہو کر بہرائچ کی طرف چل پڑے، حضرت سلطان الشہداء کفار کے غلغلہ کی خبر سن کر دیوان خانہ میں آئے اراکین دولت کو حکم دیا کہ آج لشکر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو ہمارے سامنے حاضر کیا جائے چنانچہ تمام لوگ حاضر ہو گئے خاص وعام سبھی لوگ صف بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے اس وقت اٹھے اور ان کے سامنے آ کر خطاب کیا

کہ اے عزیزو! چند سال کی مدت ہوئی کہ ہم تم ساتھ ہیں اور کسی کو کسی سے کسی قسم کی تکلیف اور کدورت نہیں ہے، ہم تمہارے حسن سلوک اور وفاداری سے خوش ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، جو بھائی چارگی اور وفاداری کا حق تھا تم لوگ واقعی بجا لائے، اگر میری طرف سے تم لوگوں کو کوئی تکلیف پہونچی ہو خدا کے لئے معاف کردو کیونکہ ظاہری جدائی بہت قریب نظر آرہی ہے۔ اس دردانگیز بات سے سبھی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے اور آداب بجا لاتے ہوئے آپ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہا کوتاہیاں ہماری طرف سے ہوسکتی ہیں حضور سے ہم ہمیشہ راضی وخوش ہیں اور شکرگزار ہیں، اللہ تعالیٰ آں قبلہ کا سایہ کرم ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے جو ماں باپ سے زیادہ ہم پر مہربان ہیں، پھر حضرت سلطان الشہداء نے فرمایا کہ دوستو اب تک کافروں کے ساتھ کئی جنگیں ہم نے کیں حق تعالیٰ نے ہمیں فتح ونصرت سے ہمکنار فرمایا اور اس دفعہ پورے ہندوستان کے کفار جمع ہوکر آرہے ہیں، ہمارے آبا واجداد کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ میدان جنگ سے راہ فرار نہ اختیار کی جائے، تو ہمیں بھی ان کی متابعت کرنا لازم ہے اور یہ ظاہری وجود جو حجاب بنا ہوا ہے محبت حق میں قربان کردیں، تم لوگوں کو میں نے خدا کے سپرد کیا، تمہیں اختیار ہے کہ جہاں چاہو جا سکتے ہو جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں شوق شہادت کا جذبہ رکھتا ہے وہ ہمارے ساتھ رہے، ورنہ خدائے تعالیٰ حاضر وناظر ہے میں اپنی خوشی سے تم لوگوں کو رخصت دے رہا ہوں، یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں، کون سنگدل اور بدبخت ہوگا کہ اس ماحول میں آپ کی جدائی اختیار کریگا یکبارگی لوگوں کی چیخیں بلند ہوگئیں، انتہائی خلوص دل سے کہنے لگے کہ اگر ہزاروں ہزار جانیں ہوتیں تو حضور کے قدموں میں ہم نچھار کردیتے، ایک جان کیا چیز ہے کہ اس کی خاطر حضور کے مشاہدہ سے محروم ہوجائیں۔

سبحان اللہ اس روز عین قیامت کا منظر تھا بلکہ اس سے بھی مشکل ترین اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھایا کہ مزید عشق کی دعا کرو، لوگوں نے دعا مانگا پھر آپ کی بساط میں جو بھی

نقد و جنس تھے حاضرین کے مابین تقسیم کر دیا اور فرمایا جلد خرچ کر دو کیونکہ لکڑی کے پیالے اور سوئی کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام باریاب نہیں ہو پا رہے تھے میں اتنی بلا کے ساتھ کیسے باریابی حاصل کر سکتا ہوں، اس کے بعد آپ نے لوگوں کو رخصت کیا کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور چند ہزار بہادر جوانوں کو بہرائچ سے دو کوس کے فاصلہ پر بطریق چوکی لشکر کفار کے مقابلہ کے لئے تعینات کیا اور خود خلوت میں جا کر شغل باطن میں مشغول ہو گئے اور اس وقت سے کھانا پانی چھوڑ دیا، صرف پان کثرت سے کھاتے اور عطر بہت زیادہ لگاتے اور جیسے جیسے شہادت کا وقت قریب ہو رہا تھا مشاہدہ کا ذوق وشوق وصل توحید کی یاد میں بڑھتا جا رہا تھا، جیسا کہ کسی عزیز نے کیا خوب کہا ہے۔

﴿وعدہ وصل چون شود نزدیک　　آتش شوق تیز تر گردد﴾

وعدہ وصل کی گھڑی جب قریب ہوتی ہے آتش عشق تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے۔

بتاریخ ۱۳ رجب ۴۲۴ھ بمطابق ۱۰۳۲ء بوقت صبح کاذب لشکر کفار آپکی چوکی کے فوجی دستہ پر ٹوٹ پڑے، چونکہ لشکر مسعودی کے بہادر جوان پروانہ وار مسلح ہو کر تیار کھڑے تھے جنگ شروع کر کے حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں خبر بھیجا آپ نے بھی فوراً نقارہ بجوادیا لشکر مسلح تیار کھڑا تھا سوار ہو کر تمام امیر بہادر جوان دربار میں حاضر ہوئے، سالار سیف الدین کو حکم دیا کہ تم پہلے جا کر چوکی کے لوگوں کی مدد کرو آپ کے پیچھے ہم بھی پہنچ رہے ہیں، اس کے بعد آپ نے غسل کے لئے پانی طلب کیا کامل طہارت حاصل کی، نہایت خوبصورت اور مزین شاہانہ لباس پہنا، عطر لگایا خنجر اور حیدری تلوار کمر میں باندھا چونکہ آپ کا مقصود محض شہادت تھی اور آپ کے آئینہ دل پہ یہ بات منکشف تھی، مارے جوش کے اس دن آپ نے کوئی اسلحہ نہ پہنا اسی جگہ نماز فجر ادا کر کے خوش وخرم نکلے، وہ گھوڑی جو عراق کے تحفوں میں سے آپ کے خاص طویلہ میں تھی اسے آپ کے حکم سے زین ولگام کس کر بہت زیادہ سجا کر خدمت میں پیش کی گئی، اس پر سوار ہو کر آپ لشکر کفار کی طرف متوجہ ہوئے، جب آپ شہر سے نکلے فوجوں کو مقدمہ میمنہ، میسرہ، عقب میں ترتیب دیکر

روانہ ہوئے، جب باغ سورج کنڈ کے قریب پہونچے تو بہت خوش ہوئے، نئے نئے درخت اور قسم قسم کے پھول کھلے ہوئے جنت کا منظر پیش کرر ہے تھے، آپ کو اپنے مدفن کا غیبی اشارہ ہو چکا تھا لہٰذا جب بھی درخت مہوہ مذکور پر گزر ہوتا تو آپ خوش ہوا کرتے اور وہاں کچھ دیر ٹھہرتے ضرور تھے، چنانچہ اس دفعہ بھی جا کر آپ درخت مہوہ کے نیچے ٹھہرے اور فوجیں جنگ میں مشغول ہو گئیں صبح سے شام تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی دونوں طرف کے لاکھوں آدمی مارے جا چکے تھے مگر اب تک کوئی فیصلہ نہ ہوا، پوری رات دونوں لشکر میدان ہی میں آمنے سامنے پڑے رہے جب صبح ہوئی پھر نقارہ جنگ بجا، بہادر جوان پروانوں کے مثل بے خوف وخطر آتش جنگ میں کودنے لگے، وصل الٰہی کے غلبہ شوق سے شہادت کے علاوہ کوئی اور چیز انہیں مطلوب نہ تھی۔

﴿کمال عاشق پروانہ دارد　　کہ غیر از سوختن پروانہ دارد﴾

لشکر کفار بے شمار تھا چاروں طرف پہاڑ کی طرح نظر آتا تھا، ہر چند لشکر اسلام کے بہت سے لوگ بڑھ بڑھ کر ان پر حملہ کرر ہے تھے مگر ان کی مثال آٹے میں نمک کی تھی وہ شہید ہو جاتے اکثر بڑے بڑے امیروں کے علاوہ بے شمار لوگ شہادت سے ہم کنار ہوئے اس روز صبح سے لے کر نماز ظہر تک لشکر اسلام کی دو حصہ فوج نے شربت شہادت نوش کر لیا ایک حصہ فوج باقی تھی مگر پھر بھی محبت الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ جنگ سے آسودہ نہیں ہوتے تھے، حضرت سلطان الشہداء کی خدمت میں جب یہ خبر پہونچی کہ سالار سیف الدین اور فلاں فلاں امیر شہید ہو چکے ہیں تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا، الحمد للہ وہ لوگ اپنے مطلوب حقیقی سے جا ملے، میں بھی انکا ساتھ نہ چھوڑونگا ایک دو دن میں میں بھی پہنچ رہا ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ سالار سیف الدین اور دوسرے شہید رفقاء کو بھی دفن کرو خادموں نے دفن کر کے عرض کیا کہ حضور دشمن بہت غالب آچکے ہیں ہمارے اکثر فوجی شہادت پا چکے ہیں ہم جنگ میں مشغول ہوں یا شہیدوں کو دفن کریں؟ بہت نازک وقت ہے آپ نے حکم دیا کہ شہیدوں کو لا کر سورج کنڈ میں ڈال دو کہ ان کی شہادت کی

برکت سے اس جگہ کی تاریکی کفر قیامت تک کے لئے دور ہو جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب سورج کنڈ شہیدوں کی لاشوں سے بھر گیا تو آپ نے حکم دیا کہ شہیدوں کی لاشوں کو گڑھوں اور کنوؤں میں ڈال دو تاکہ کفار کے ہاتھ ان کے جسموں تک نہ پہونچیں اور ان کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کریں، پھر آپ گھوڑی سے اتر پڑے اور اسی وقت تازہ وضو کر کے بحضور دل نماز ظہر ادا فرمائی اور بے شمار شہداء جو کنویں اور سورج کنڈ میں ڈال دئے گئے تھے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور ان کی روحوں پر فاتحہ پڑھکر پھر گھوڑی پر سوار ہوئے اور بقیہ بہادروں کے ساتھ کفار کی فوج پر ٹوٹ پڑے وہ فوج جو پہاڑ کی مثل جمی ہوئی تھی ایک بار تتر بتر ہو گئی، جیسا کہ برف کی جمی ہوئی چٹانیں سورج کے نکلنے سے یکسر غائب ہو جاتی ہیں اکثر صاحب جمعیت راجاؤں کو سالار سیف الدین قتل ہی کر چکے تھے بقیہ راجاؤں کو سلطان الشہداء نے ٹھکانے لگایا، کفار جواب تلک آگے بڑھتے چلے آرہے تھے پیچھے ہٹ کر اپنی اپنی سرحدوں پر پہنچ گئے، حضرت سلطان الشہداء بھی اپنی جگہ پر واپس آکر کھڑے ہو گئے، جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھتے سوائے لاشوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا بعض زخمی بعض جانکنی کی حالت میں بعض لوگ جو سلامت بچے تھے وہ سخت کشمکش میں مبتلا تھے، ایسا جگر سوز بھیانک واقعہ اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے پھر بھی مشاہدہ الٰہی کے غلبہ شوق سے آپ کے چہرۂ مبارک پر تغیر ظاہر نہیں ہو رہا تھا، بلکہ شوق شہادت میں اضافہ ہی ہو رہا تھا محض استغناء الوہیت آپ کے دل پر تجلی ریز تھی ورنہ کسی انسان سے یہ پامردی اور بلند ہمتی ممکن نہیں، اس واقعہ جگر سوز کے محض سنتے ہی قلب و جگر لرز اٹھتے ہیں صد آفریں ان جواں مردوں کی استقامت پر کہ جو اپنی چشم ظاہر سے یہ خونی منظر دیکھ رہے تھے اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آتی تھی۔

رائے سہر دیو اور رائے ہہر دیو اور بعض دوسرے راجہ (جو باقی بچے تھے) اپنے لشکر کے ساتھ ایک طرف کھڑے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام بہت تھوڑا رہ گیا ہے تو سب کے سب مل کر حضرت سلطان الشہداء کی فوج پر حملہ آور ہو گئے آپ کے ساتھ

بہت تھوڑے لوگ باقی بچے تھے جو باغ کے درمیان آپ کے ارد گرد تعینات تھے،
کافروں کی بھیڑ نے چاروں طرف سے گھیر کر تیر برسانا شروع کر دیا، حتیٰ کہ بتاریخ ۱۴ار
رجب ۴۲۴ھ ۱۰۳۳ء بروز یک شنبہ اول وقت عصر ایک تیر آ کر سالار مسعود غازی کے
گلوئے مبارک پر لگا، آفتاب جیسا چہرہ ہلال کی مثل سفید ہو گیا کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے
گھوڑی سے نیچے آ گئے سکندر دیوانہ اور دوسرے خدمتگاروں نے آپ کو اٹھا کر درخت
مہوہ کے نیچے بستر پر لٹایا، گردن زخم کی وجہ سے ایک طرف جھک گئی تھی سکندر دیوانہ نے
آپکا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف کیا بیٹھ کر زانوں پر رکھ لیا اور زار زار رونے لگے حضرت
سلطان الشہداء نے ایک مرتبہ آنکھ کھولی اور متبسم ہوئے کلمہ حق زباں پر جاری ہوا اور جاں
بحق تسلیم ہو گئے، ایسے ہی موقعہ کے لئے حافظ شیرازی نے کہا ہے۔

این جان عاریت بحافظ سپرد دوست
روزے رخش بینم تسلیم وے کنم

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الموت جسر لیوصل
الحبیب الیٰ الحبیب۔ یعنی موت ایک ایسا پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا
ہے، اس وقت یہ حدیث آپ کے حال کے عین مطابق تھی، مندرجہ ذیل رباعی سے آپ
کا سنہ ولادت مدت حیات سنہ شہادت نکلتا ہے۔

﴿محبوب خدا بود امیر مسعود — درچار صد و پنج در آمد بو جود﴾
﴿تا مدت بست در جہاد افزود — درچار صد و بیست چار رحلت فرمود﴾

الغرض نعرہ خلق بلند ہوا لوگ ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور تلواریں بلند کر کے
کافروں کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور شہید ہونے لگے کفار بھی چاروں طرف سے تیر برسا
رہے تھے، حتیٰ کہ مغرب تک ایک نفر بھی باقی نہ رہا تمام لشکری و خدام اس چاند کے گرد
ستاروں کے مثل بکھرے پڑے تھے، سکندر دیوانہ جو آپ کا سر مبارک زانوں پر لئے
بیٹھے تھے ان کے سینے میں بھی پے در پے کئی تیر آ کر لگے لیکن انہیں سالار مسعود غازی علیہ

الرحمہ سے کامل عشق تھا آپ کے سر کے نیچے اپنے زانو کو ذرا بھی جنبش نہ دی اور سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی محبت میں اپنے آپ کو قربان کر دیا، یہ سکندر دیوانہ ایک فقیر تھے جو سر و پا برہنہ رہتے تھے چونکہ یہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں مرید تھے انکا طریقہ یہ مشہور ہے کہ سر و پا برہنہ رکھتے ہیں، حضرت سلطان الشہداء کے عاشقوں میں سے تھے انہیں حلقہ مسعودیہ کا سردار کہا جاتا تھا ان کی عادت تھی ڈنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے ہمیشہ حضرت سلطان الشہداء کے جلوس میں پیدل چلا کرتے تھے، بے ریا محبت کی وجہ سے دوسرے امیروں اور مصاحبین کی بہ نسبت انہیں بہت زیادہ تقرب حاصل تھا چنانچہ انجام شہادت کو پہونچے۔

حضرت کی گھوڑی کو بھی متواتر اس قدر تیر لگے کہ اسی جگہ اپنے آقا کے قدموں میں اس نے بھی جان دیدی، اس کے بعد دشمن باغ میں گھس آئے چونکہ رات ہو چکی تھی ہر چند تلاش کیا مگر حضرت سلطان الشہداء کا جسد اطہر نہ پا سکے اللہ تعالیٰ نے اسے کافروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا، رائے سہر دیو کا ارادہ رات اسی جگہ ڈیرہ کرنے کا تھا لیکن دوسرے کافروں نے کہا جس جگہ مسلمانوں کا خون گرا ہو وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق نہیں ہے اب ہمیں چل کر اپنے لشکر کی بھی خبر لینی چاہیئے، کہ کتنے لوگ مارے گئے اور کتنے لوگ قید ہوئے ہیں کل پھر یہاں ہم آئیں گے۔

الغرض کفار اپنے ڈیرہ پر واپس چلے گئے چند مسلمان جو زخمی تھے موقع پا کر اٹھے اور بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے کہ کسی طرح پہنچ کر حقیقت حال سے میر سید ابراہیم کو اطلاع دیں، حضرت سلطان الشہداء میر سید کو سواروں کا ایک دستہ اور کچھ خدمتگاروں کو بہرائچ میں ڈیرہ پر تعینات کر کے میدان جنگ میں آئے تھے، کہ کہیں کفار کسی دوسری طرف سے ڈیرہ پر حملہ نہ کر دیں، القصہ دو تین شخص جو زخمی تھے وہ بھی شہر کی طرف چلے گئے اس باغ میں شہداء کے علاوہ کوئی زندہ انسان نہ بچا صرف آپ کا وفادار کتا سنگھل زندہ تھا جب دو گھڑی رات گزر گئی گیدڑوں کی آمد شروع ہو گئی سگ سنگھل رات بھر حضرت سلطان

الشہداء کے جنازہ کے قریب کھڑا رہا، جس طرف سے گیدڑ آتے تھے یہ اس طرف بھونکتے ہوئے دوڑتا تھا پوری رات اس کتے نے شہیدوں کے لاشوں کی حفاظت کیا یہ سگ سنبھل گویا ثانی سگ اصحاب کہف تھا۔

جب سلطان الشہداء کی خبر شہادت میر سید ابراہیم کو ملی محض اس واقعہ جگر سوز کے سننے ہی سے لرزہ بر اندام ہو کر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے، میر سید ابراہیم حضرت سلطان الشہداء کے ہم عمر اور صاحب جمال و کمال تھے حضرت سلطان الشہداء اکثر دوستانہ انداز میں مزاح کی باتیں کرتے اور بہت زیادہ محبوب رکھتے۔

الغرض تھوڑی دیر کے بعد میر سید ابراہیم ہوش میں آئے سبھی لوگوں کو بلا کر کہا کہ ہم سب حضرت سلطان الشہداء کی محبت و الفت میں اس ملک میں آئے ہیں، ان کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اب ہم کہاں جائیں اور یہ اپنا منھ کسے دکھائیں، سوائے مرنے کے اور کوئی دوسرا خیال دل میں نہیں آرہا ہے اگر تم لوگ میرا ساتھ دو تو بہتر ہے ورنہ میں نے تمہیں خدائے تعالیٰ کے سپرد کیا یہ کہا اور سواری کے لئے گھوڑا طلب کیا، آپ کے دستہ کے لوگوں نے کہا کہ ہماری اور آپ کی غرض و غایت ایک ہی ہے لیکن ہم رات میں کہاں جائینگے جب صبح ہو گی اس وقت سوار ہو کر چلیں گے دن کے اجالے میں ہم اپنی جان قربان کر دینگے ساتھیوں کے مشورہ سے آپ نے رات میں نکلنے سے توقف فرمایا لیکن آپ کی نیند اڑ چکی تھی پوری رات گریہ وزاری میں گزری رات کے آخری حصہ میں غم واندوہ سے نڈھال ہو کر ٹیک لگایا (آنکھ لگ گئی) اسی وقت خواب میں دیکھا کہ پہاڑ کے مثل ایک نہایت ہی خوشگوار بلند مقام ہے اور اس کی پوری زمین جنتی پھولوں سے آراستہ ہے تمام شہداء لشکر عمدہ اور خوبصورت لباس پہنے ہوئے خوش وخرم حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان حضرت سلطان الشہداء تخت مرصع پر تاج پہنے ہوئے سرخ لباس میں جلوہ افروز ہیں اور آپ کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے، میر سید ابراہیم ہر چند قصد کرتے ہیں کہ اس بلند مقام پر سلطان الشہداء کی خدمت میں پہونچیں لیکن کسی طرح بھی پہنچ نہیں

رہے ہیں پریشان ہو کر آواز دیا اس وقت سلطان الشہداء نے فرمایا کہ ابھی تم اس مجلس کے قابل نہیں ہوئے ہو انشاء اللہ کل ہماری مجلس میں داخل ہو گے پھر سلطان الشہداء اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے سواری کے لئے گھوڑے حاضر کئے گئے آپ اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر ایک طرف متوجہ ہوئے، میر سید ابراہیم آپکے پیچھے پیچھے دوڑے کہ بندہ کے لئے کیا حکم ہوتا ہے، حضرت سلطان الشہداء نے فرمایا کہ ہمارا ظاہری جسم باغ میں پڑا ہوا ہے اسے مہوے کے درخت کے نیچے دفن کر دینا اور سکندر دیوانہ کو بھی میرے برابر دفن کر دو، میری گھوڑی جس جگہ پڑی ہوئی ہے اسی جگہ اسے بھی گاڑ دو اور دوسرے ساتھیوں کو اگر ہو سکے دفن کر کے سہر دیو کافر کو قتل کر دو، اس کے بعد تم بھی شہید کر دئے جاؤ گے جب بات مکمل ہو گئی میر سید ابراہیم بیدار ہو گئے عالم باطن کا ذوق جو خواب میں دیکھا تھا اس سے ان کا اس دنیا میں ایک گھڑی رہنا بھی دشوار ہو گیا تھا اسی وقت غسل کر کے صاف ستھرا لباس زیب تن کر کے سوار ہوئے، لشکر کے بیلداروں کو اپنے دستہ کیساتھ لے کر میدان شہادت میں پہونچے، سلطان الشہداء کو لباس اور اسلحہ کے ساتھ مہوہ کے درخت کے نیچے اسی چبوترہ پر جس پر آپ بیٹھا کرتے تھے دفن کیا اور سکندر دیوانہ کو بھی غیبی اشارہ کے موافق آپ کے برابر دفن کر دیا اور گھوڑی کو بھی اس جگہ گاڑ دیا اکثر شہداء کی لاشیں جو ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں انہیں بھی دفن کیا اور بے شمار شہداء جو سورج کنڈ میں ڈالے گئے تھے ان کے اوپر مٹی ڈال دیا تا کہ کافروں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائیں اسی تاریخ سے کفار کی زیارت گاہ ختم ہو گئی حضرت سلطان الشہداء کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی اللہ تعالیٰ نے کفر کی کان کو نور اسلام سے منور فرما دیا۔

الغرض میر سید ابراہیم اس کام سے دن کے ایک حصہ میں فارغ ہو گئے اس وقت کفار کو خبر ملی کہ لشکر اسلام پھر بدستور سابق میدان جنگ میں موجود کھڑا ہے راے سہر دیو سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے مسلح ہو کر تمام کافروں کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ ہوا جب کافروں کی فوج نمودار ہوئی میر سید ابراہیم سکندر دیوانہ کی قبر کے متصل ایک قبر

اپنے لئے تیار کر کے میدان جنگ میں آئے، طرفین کے مابین گھمسان کی جنگ ہوئی، میر سید ابراہیم نے ادھر سے اپنا گھوڑا دوڑایا اور ادھر سے رائے سہر دیو بھی آگیا، میر سید ابراہیم نے رائے سہر دیو کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے، آپ کے ساتھی آپ کو اٹھا کر مقتل سے لائے اور آپ کی وصیت کے مطابق اسی قبر میں دفن کیا جو آپنے تیار کی تھی، اس کے بعد وہ سب لوگ بھی شہید ہو گئے، کوئی شخص زندہ نہ بچا دونوں طرف کے آدمی میدان جنگ میں مارے گئے، مگر حضرت سلطان الشہداء کے چند خدمتگار جو زخمی پڑے ہوئے تھے جب اچھے ہو گئے آستانہ مبارکہ کی جاروب کشی میں اپنی عمر صرف کر دی، سید حاجی احمد اور سید حاجی محمد جو سالار شاہو کے مقربین میں سے سترکھ میں رہ گئے تھے تھوڑی مدت کے بعد وہ لوگ بھی بہرائچ پہنچ کر آپ کے آستانہ کی خدمت میں مشغول ہو گئے، چونکہ دونوں حضرات کو حضرت سلطان الشہداء سے کامل محبت تھی پوری زندگی آپ کے آستانہ کی خدمت میں صرف کر دی، حضرت سلطان الشہداء کی باطنی شفقت بھی ان لوگوں پہ بھائی اور بیٹے سے کم نہ تھی، اس محبوب رب العالمین کی مہربانی عام ہے ابھی بھی اپنے آستانہ کے مجاوروں پر ان کی عقیدت بندگی و اخلاص کے سبب فرزندوں سے زیادہ مہربانی کرتے ہیں اور حضرت سلطان الشہداء کی نیاز آستانہ کے مجاوروں کے علاوہ کسی دوسرے کو دینا جائز نہیں ہے۔

جب یہ فقیر (عبد الرحمٰن چشتی) شہنشاہ نوار الدین اکبر شاہ کے حکم سے تاریخ مذکور کے مطالعہ کے لئے کوہ شمال کی جانب گیا ہوا تھا کوہ جملہ کے راجہ کا وکیل پنڈت اچارج منی بھدر نے ادھر سے آکر فقیر سے ملاقات کی اتفاقاً حضرت سلطان الشہداء کی ہندوستان میں آمد سے لے کر کافروں سے جنگ اور شہادت تک کے مفصل واقعات اپنی تواریخ سے بیان کئے، نیز نقل کیا کہ جب رائے سہر دیو سالار مسعود کو شہید کر کے اپنے ڈیرے پر آیا آدھی رات کو سالار مسعود اسے خواب میں نظر آئے اور اس سے کہا کہ مجھے تو نے قتل کر دیا اور چاہتا ہے کہ تو سلامت رہے چلا جا کہ یہ بہادروں کا کام نہیں ہے، پس رائے سہر دیو

بیدار ہوا اسے غیرت آئی صبح صبح میدان جنگ میں آیا اور مارڈالا گیا جیسا کہ مشہور ہے۔
چند سال بعد محمد غزنوی کی تصنیف کردہ تاریخ ہاتھ آئی جس طرح کوہ جملہ کے اس پنڈت نے ہندوستانی تاریخ سے جنگوں کے واقعات نقل کئے تھے اسی طرح تحریر پایا، پنڈت مذکور کہتا تھا کہ کوہ جملہ کا موجودہ راجہ رائے سہر دیو کے اولاد میں سے ہے اور تاریخ ہندی میں نے اس کے دربار میں دیکھی تھی۔ الغرض یہ مستند تحریر عوام کی خاطر لکھی گئی ہے خواص لوگوں کے لئے وہی مقدمہ سابق جو دیباچہ میں لکھا گیا ہے کافی ہے۔ اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَھْرَ وَمَا یَخْفٰی۔ وہی ظاہر وہی باطن کا جاننے والا ہے۔
سلطان محمود غازی بھی سالار مسعود کی شہادت سے دو سال پیشتر وفات پا گئے تھے جس وقت سالار شاہو کا ہیلر سے ستر کھ کی جانب متوجہ ہوئے اسی سال سلطان مذکور نے بھی بتاریخ ۲۳ / ربیع الآخر ۴۲۱ھ پنجشنبہ کی شب میں مرض سل میں وفات پائی اور باغ فیروزی میں دفن ہوئے۔ چند سال بعد سلجوقیوں نے خروج کیا سلطان مسعود نے ان لوگوں سے جنگ کیا تین شبانہ روز تک جنگ ہوتی رہی، سلجوقی غالب آ گئے یہ مقابلہ نہ کر سکا غزنی کا خزانہ لے کر ہندوستان کی طرف بھاگا، ہندوستانی اور ترک غلاموں نے اسے قید کر کے سلطان محمد نابینا کے اتفاق سے سلطان مسعود بن محمود کو شہید کر دیا، اسکی عمر پینتالیس سال تھی اور اس نے نو سال حکومت کی۔
اس کی شہادت کے بعد سلطان محمد بصیر کو تخت پر بٹھایا گیا اور سلطان مودود بن سلطان مسعود غزنی میں تھا باپ کی شہادت کی خبر سن کر تخت غزنی پر بیٹھا باپ کا انتقام لینے کے لئے لشکر جمع کر کے اپنے چھوٹے چچا سلطان محمد بصیر پر حملہ کر دیا مودود اور محمد کے درمیان جنگ ہوئی اللہ نے مودود کو فتح عطا فرمائی اور سلطان محمد گرفتار ہوا، سلطان مودود نے سلطان محمد اور اس کے فرزندوں کو قتل کر دیا اور اپنے باپ کا انتقام لینا چاہا ترک اور تاجیک جو باپ کے قاتل تھے سب کو تہ تیغ کر دیا اور باپ دادا کا ملک اپنے قبضہ میں لے کر نو سال تک بادشاہی کی اور رحمت حق سے جاملا اس کے چند روز کے بعد سلطان علی بن

مسعود شہید تخت سلطنت پر بیٹھا دو مہینہ حکومت کیا اس کے بعد سلطان عبد الرشید بن محمد بصیر تخت غزنی پر بیٹھا دو سال بادشاہ رہا پھر طغرل جو سلطان محمود غازی کا غلام تھا تخت پر بیٹھا اور سلطان محمود کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا، سلطان عبد الرشید کو دوسرے گیارہ شہزادوں کے ساتھ جمع کر کے مار ڈالا چالیس روز بادشاہت کی آخر ایک محمودی ترک نے طغرل کو بھی قتل کر دیا۔

الغرض جس روز سے حضرت سلطان الشہداء نے غزنی چھوڑا محمودی حکومت کے اندر فتنہ و فساد پیدا ہو گیا خود بخود لوگ ہلاک ہوئے، اس طول طویل حکایت سے مقصد یہ تھا کہ اکثر لوگ مسعود شہید بن محمود کے نام کو تواریخ میں دیکھکر اسکو سلطان الشہداء سالار مسعود غازی خیال کرتے ہیں، معاذ اللہ اس مسعود کو اس محبوب رب العالمین سالار مسعود غازی سے کیا نسبت اور کیا مثال ہے۔ حضرت سلطان الشہداء سالار مسعود کے غلاموں میں سے ایک غلام کو اس پر فخر حاصل تھا کیوں کہ اس نے (مسعود شہید) نو سال ایک ملک میں حکومت کی اور نو سال کی مدت وہ بھی اطمینان سے نہیں گزری، حضرت سلطان الشہداء قیامت تک تمام ملک ظاہر اور باطن کے بادشاہ ہیں اور آج تک شاہان مملکت آپ کے آستانہ مبارک کی خاک اپنے چہروں پر ملتے ہیں اور ظاہری و باطنی فیض حاصل کرتے ہیں آپ کے تصرف ولایت سے قیامت تک مخلوق بہرہ مند ہوتی رہیگی۔

سبحان اللہ وہ محبوب رب العالمین ذوق الٰہی میں پیدا ہوئے اور دیدار الٰہی کے شوق میں جان قربان کر کے جاں بحق تسلیم ہوئے، جس وقت کوئی صفات حق سے موصوف ہوا اس کی لازمی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا اور دنیا میں رہنے والوں کا بادشاہ ہو جاتا ہے اور خاص و عام کو فیض پہونچاتا ہے، ایک بزرگ نے خوب کہا ہے

﴿ہر کہ راشد ذوق عشق او پدید — زود یابد ہر دو عالم را کلید﴾
﴿ہر کہ مست عالم عرفاں بگشت — بر ہمہ خلق جہاں سلطاں بگشت﴾

حضرت سلطان الشہداء کی شہادت کے بعد مظفر خاں بھی فوت ہو گیا اس کے

فرزندوں کو کافروں نے اجمیر سے نکال دیا، بت پرستی کو رواج دیا ملک ہند میں بت پرستی اور کفر پھیل گیا اور دوسو سال تک یہی ماحول رہا، اس وقت قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو طواف کعبہ کے دوران عالم غیب سے ندا آئی کہ مدینہ جاؤ، جب آپ مدینہ تشریف لائے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک ہند تیرے حوالہ کیا ہے وہاں جاؤ اور اجمیر میں اقامت اختیار کرو، انشاء اللہ تعالیٰ اس ملک میں تمہارے اور تمہارے مریدوں کے تصرفات ولایت کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوگی، پس حضرت خواجہ رائے پتھورا ثانی ابوجہل کے دور میں اجمیر تشریف لائے، اپنے تصرف ولایت کی طاقت سے جوگی اجیپال جو رائے پتھورا کا پیر تھا اس کو اپنا مرید بنالیا پھر بھی کفر کی تاریکی ثانی ابوجہل رائے پتھورا کے دل سے دور نہیں ہوئی، بلکہ حضرت خواجہ کے خدمتگاروں سے عناد ظاہر کیا پس حضرت خواجہ نے اس کافر نفس کے حق میں بددعا دی، کچھ ہی دنوں میں دوبارہ سلطان معز الدین ثانی عرف شہاب الدین غوری غزنی کی طرف سے ظاہر ہوا رائے پتھورا کو دہلی کے میدان میں مار ڈالا اور قطب الدین ایبک نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی باطنی قوت کی مدد سے ہندوستان کے تمام ملک کو اپنے قبضہ میں لاکر مختلف مقامات سے کفار کو برطرف کیا اور مسلمانوں کو آباد کیا میر سید حسین مشہدی کو جو سید حسین خنک سوار کے نام سے مشہور ہیں اجمیر کا حاکم بنایا میر مذکور کو حضرت خواجہ سے غایت درجہ عقیدت تھی اجمیر کے گردونواح کے کافر اکثر آپ کی رہنمائی سے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کر لیتے یہاں تک کہ میر سید حسین بھی اجمیر میں شہید ہوئے، اجمیر کے قلعہ قدیم میں مدفون ہوئے آپ کا مرقد پاک مشہور ہے اور زیارتگاہ خلائق ہے پس اسی وقت سے ملک ہند میں کوئی کافر بادشاہ نہ ہوا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ درویشوں کی بددعا سے پناہ دے میں اس وقت حاضر تھا جب حضرت خواجہ نے رائے پتھورا کے لئے بددعا کی کہ اس کافر کو لشکر اسلام کے بدست ہم نے ہلاک کر دیا اور خدا سے میں نے یہ دعا کی

ہے کہ اس کے بعد کوئی کافر ہندوستان میں بادشاہ نہ ہو چنانچہ حضرت خواجہ کی کرامت و تصرف اظہر من الشمس ہے۔

الغرض بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سلطان الشہداء حضرت خواجہ کے زمانہ میں آئے تھے یہ سراسر غلط ہے، معتبر کتابوں سے ہم نے تحقیق کی ہے کہ حضرت سلطان الشہداء خواجہ ابو محمد چشتی کے ہم عصر ہیں، سلطان الشہداء قطب المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے مدتوں پہلے ہندوستان میں آئے اور شہادت سے سرفراز ہوئے کم و بیش دوسوسال کا فاصلہ ہوگا کیونکہ حضرت سلطان الشہداء کی شہادت ۴۲۴ھ ہوئی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی وفات بتاریخ ۶/رجب ۶۳۲ھ ہے۔

داستانِ پنجم

شہادت کے بعد حضرت سلطان الشہداء سے ظہور کرامت اور روضۂ منورہ مطہرہ کے عمارت کی تعمیر اور آنمحبوب رب العالمین کے بعض احوال و خوارق کے بیان میں۔

جس دور میں ملک ہندوستان ظلمت کفر کے غلبہ کی وجہ سے تن بے روح کی طرح کوئی رونق نہیں رکھتا تھا، تو اللہ نے چاہا کہ اسے اسلام کے نور سے زندہ کر کے رونق بخشے، تو حضرت سلطان الشہداء کے وجود سے جو صورتاً و معناً روح صفت تھا اس ملک کو منور کر دیا، چنانچہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم جماد کے مثل پڑا تھا کوئی نہیں پوچھتا تھا جب روح اس میں پھونکی گئی پہلے ان کے دل میں آئی اس کے بعد نیچے اتر کر ناف کے برابر ٹھہری اس وقت ان کو چھینک آئی اور روح ان کے تمام جسم میں سرایت کر گئی پورا وجود زندہ ہو گیا، پھر ایک نور اور رونق ان پر ظاہر ہوئی کہ مجبوراً تمام فرشتے سر بسجود ہو گئے۔

الغرض زمین کی تقسیم کے اعتبار سے ناف اقلیم ہند (یعنی ہندوستان کا درمیانی حصہ) ستر کھ ہے اور ملک فرودست پائے سلطنت ہند ہے اس لئے سلطان الشہداء نے

بھی بطریق مذکور اوپر کی طرف سے آکر دہلی کو فتح کیا پہلے اقلیم ہند کے دل میں داخل ہوئے اس کے بعد ناف ہندستر کھ پہنچ کر ناف اقلیم ہند کے برابر بہرائچ میں قیامت تک کے لئے قیام پذیر ہو گئے یہی وجہ ہے کہ آپ کے وابستگان اقلیم ہند کے تمام خطوں میں آرام فرما ہیں، کوئی شہر کوئی گاؤں کوئی قصبہ اقلیم ہند کا ایسا نہیں جہاں آپ کے جانثاروں میں سے کوئی آسودہ خاک نہ ہو، جس وقت سلطان الشہداء نے ساقی کوثر کے ہاتھ سے شراب شہادت پیا آپ کے جانثار رفقاء پورے ہندوستان میں پھیل گئے تھے۔ الناس علیٰ دین ملوکھم کے مطابق جو جہاں تھا وہیں پہ شہادت سے سرفراز ہوا اور ہر ایک مقام کو نور اسلام سے منور کر دیا تو اسی وقت سے نور اسلام پورے ملک ہندوستان میں پھیل گیا اور کفر و شرک دور ہو گیا پورا ملک ہندوستان از شرق تا غرب حضرت سلطان الشہداء کے نور ولایت سے منور ہو گیا، تو گویا آپ ملک ہندوستان کے روح رواں ہیں اس لئے خلق خدا آپ کے آستانہ متبرکہ پر جبیں سائی کرتی ہے کسی بزرگ نے خوب کہا ہے۔

﴿ بر زمینے کے نشان کف پائے تو بود ۔۔۔ سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود ﴾

حق سبحانہ تعالیٰ نے ممالک عالم پر سرزمین ہند کو اس حیثیت سے بزرگی عطا فرمائی ہے کہ یہاں بکثرت اولیاء کاملین شہداء و صالحین مدفون ہیں جن کے آستانوں پر خلائق جوق در جوق عقیدت وارادت کے ساتھ حاضر ہو کر فیض پاتی ہے جسطرح کعبہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کرتی ہے، الغرض یہ فقیر چلہ میں بیٹھا تھا دل میں خیال پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک سلطان الشہداء کو کس قدر قرب حاصل ہے کئی روز تک اکثر اوقات اسی فکر میں گزرتے رہے، ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں خواب دیکھا کہ گویا یہ فقیر خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے گیا ہے زیارت کعبہ کا جو طریقہ ہے بجالایا اس کے بعد فقیر کیا دیکھتا ہے کعبۃ اللہ کے اندر ایک قبر ہے، میں حیرت میں پڑ گیا کہ قبر کس کی ہے، ایک عرب مرد سفید لباس اور سبز فتوحی پہنے ہوئے ایسی دستار جیسا کہ عرب لوگ باندھے رہتے ہیں فقیر کے داہنی طرف کھڑا تھا ہم نے سمجھا کہ یہ مرد کعبہ کا مجاور ہے میں اس کی طرف

متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ اس عرب مرد نے کہا قبر اللہ کے محبوب کی ہے، اب دو چند حیرت میں ڈوب گیا اس قبر کی طرف متوجہ ہو کر میں کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد حضرت سلطان الشہداء اس قبر سے باہر تشریف لائے فقیر اس محبوب رب العالمین کی قدم بوسی سے مشرف ہوا اور ان کے ساتھ چلنے لگا، جب ہم حرم کعبہ سے باہر آئے گھوڑے آپ کی سواری کے لئے حاضر کئے گئے ایک گھوڑے پر آپ سوار ہوئے اور دوسرا گھوڑا فقیر کو مرحمت فرمایا پھر وہ چل دئے اور فقیر بھی ان کی رکاب میں چل رہا تھا، اس کے بعد آپ بہرائچ تشریف لے گئے اور بندہ کو گھر رخصت فرمایا، اس محبوب رب العالمین کو اللہ تعالیٰ کے حضور جو منزلت حاصل ہے وہ تحریر و تقریر سے باہر ہے یہ وہی سمجھ سکتا ہے جو اس نعمت سے بہرہ مند ہوا ہو گا چنانچہ ایک بزرگ نے کہا ہے۔

﴿ زمین و آسماں ہر دو شریف اند　　قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست ﴾
﴿ نظر در دیدہا ناقص فتادہ　　وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست ﴾

☆ زمین و آسمان دونوں بزرگ ہیں مگر ان دونوں میں قلندر کا مکان نہیں ہے ☆
☆ دونوں آنکھیں دیکھنے ہی میں ناقص ہیں ورنہ ہمارا یار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ☆

ایک مرتبہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت حضرت سلطان الشہداء کے نسب کے بارے میں کچھ شبہ دل میں گزرا ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان الشہداء گھوڑی پر سوار بہرائچ کی طرف سے آرہے ہیں جب قریب آئے فقیر سے کہا کہ میں اپنے آبا و اجداد کے مقابر کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں تم بھی میرے ہمراہ آؤ تا کہ ہمارے نسب کا شبہ دور ہو جائے، حسب حکم فقیر بھی آپ کی رکاب میں چلا سالار شاہو سے لے کر محمد بن حنفیہ غازی تک ایک ایک ذات کی زیارت فقیر کو کرائی گئی، اس کے بعد اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی زیارت کے لئے خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے جب حرم کعبہ میں ہم داخل ہوئے دور سے ہم نے دیکھا کہ اسد اللہ الغالب ہم رنگ فاختہ ایک چادر اوڑھے ہوئے کعبہ کے دروازے کے درمیان ٹیک لگائے بیٹھے

ہیں، اسی درمیان میں نے دیکھا کہ دو مرد سفید ریش سفید لباس پہنے ہوئے حرم کے دروازے کے قریب بیٹھے ہوئے بطور اعتراض کہہ رہے ہیں کہ پیری مریدی کی رسم معلوم نہیں کہاں سے پیدا ہوگئی ہے، فقیر نے جواب میں کہا اس وقت سے جب یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ الخ۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، بظاہر تم لوگ موجود نہ تھے۔

پھر ہم نے اسد اللہ الغالب کی طرف اشارہ کیا کہ پیری مریدی کا طریقہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسی خلیفہ و جانشیں سے جاری ہے یہ کسی اور کا خود ساختہ نہیں ہے۔

شاید تم لوگ ان کی خلافت کے منکر ہو دونوں پیر مردوں نے اس جواب میں سر جھکا لیا اور خاموش ہو گئے اس کے بعد بندہ حضرت سلطان الشہداء کے وسیلہ سے آگے بڑھ کر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی قدم بوسی کے شرف سے فیضیاب ہوا اور جو سوال و جواب ان دو پیر مردوں سے ہوا تھا عرض کیا حضرت امیر المومنین نے رضا کا اظہار کرتے ہوئے سر ہلایا کہ تو نے ٹھیک جواب دیا، اس کے بعد آپ اٹھ کر خانہ کعبہ میں چلے گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے بندہ بھی ساتھ گیا اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کی، اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین کا مقام خانہ کعبہ ہی ہے کہ ہمیشہ در کعبہ پر بیٹھ کر مشیت الٰہی کے مطابق مردان خدا اور روئے زمین کے ممالک کے بادشاہوں کا عزل و نصب فرماتے ہیں: الحمد لله علىٰ كل حال حضرت سلطان الشہداء کی توجہ سے اس نعمت سے بہرہ مند ہوا اور حدیث نبوی انا مدينة العلم و على بابها کا معنیٰ منکشف ہوا۔

حضرت سلطان الشہداء کی شہادت کے بعد سب سے پہلی کرامت جو لوگوں میں مشہور ہوئی وہ یہ ہے کہ (بہرائچ) کے موضع نگرور میں ایک چرواہا رہتا تھا جس کی عورت کو بانجھ قرار دے دیا گیا تھا، ایک دن اس کی ساس نے اسے طعنہ دیا کہ ہمارے گھر سے دور

ہو جائیں اپنے لڑکے کی شادی کسی اور سے کر دونگی کسی بانجھ عورت کا منھ دیکھنا بھی نحس ہے، چرواہے کی عورت غیرت میں ڈوب کر روتی ہوئی گھر سے نکل گئی اتفاقاً حضرت سلطان الشہداء کے آستانہ پر پہونچی تھوڑی دیر ٹھہری درگاہ کے خادموں نے اسے مغموم دیکھ کر اس کے مفصل احوال پوچھے اس نے اپنی پوری داستان غم بیان کر دی، خادموں نے کہا کہ حضرت سالار مسعود عارف ربانی ہیں اور خدا کی محبت میں شہید ہوئے ہیں تو سچے دل سے نیت کر لے انشاء اللہ ان کی برکت سے خدا تمہیں فرزند نرینہ عطا فرمائیگا، اس عورت نے خوش ہو کر صدق دل سے نیت کر لی اس کا شوہر بھی اس کی تلاش میں نکلا اور یہیں آپہونچا عورت کے پورے واقعات سے واقف ہوا اس نے بھی نیت کر لی اور دونوں میاں بیوی گھر لوٹ گئے، اسی رات استقرار حمل ہو گیا اور نو مہینہ کے بعد فرزند نرینہ پیدا ہوا، اسی تاریخ سے یہ دونوں میاں بیوی ہر شب دوشنبہ کو حضرت سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے آتے تھے اور اس کرامت کا جگہ جگہ چرچا کرتے تھے، جو شخص بھی کسی کام اور مقصد کے لئے نیت کرتا حق تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا، دن بدن لوگوں کی آمد و رفت بڑھتی گئی چونکہ اس دور میں آپ کی کرامتوں کے ظہور کا عروج تھا بارش کے مثل خلق خدا پر کرامتوں کی برسات ہوتی تھی۔ اندھے، کوڑھی، اپاہج وغیرہ جو بھی آپ کی بارگاہ میں پہنچتا شفا پاتا، چنانچہ گاؤں گاؤں، شہر شہر، ملک ملک آپ کی کرامتوں کی شہرت ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ اب آپ کا آستانہ مبارک قبلہ حاجات عالم ہے، الغرض منقول ہے کہ سید رکن الدین و سید جمال الدین ولایت سے آکر اس زمانہ میں قصبہ ردولی میں متوطن ہو گئے تھے، سید رکن الدین کے دو لڑکے تھے اور سید جمال الدین کی ایک لڑکی بارہ سال کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کو کمال حسن سے آراستہ فرمایا تھا لیکن وہ نابینا تھی اس کا نام زہرہ تھا، سادات مذکور ہمیشہ لڑکی کے احوال سے مغموم رہتے تھے، ناگاہ کچھ لوگوں نے بہرائچ سے واپس آکر بیان کیا کہ ہماری موجودگی ہی میں چند نابیناؤں نے سالار مسعود کے آستانہ پر بینائی پائی ہے سید جمال الدین یہ واقعہ سن کر خوش ہوئے اور نیت کی

کہ اگر حضرت سلطان الشہداء کی برکت سے میری لڑکی کو بینائی مل جائے تو حضرت سالار مسعود کے روضہ کی تعمیر کراؤنگا اس کے بعد حکایت مذکورہ لڑکی سے بھی بیان کیا، زہرہ نے بھی نیت کرلیا کہ اگر میری آنکھ بینا ہو جائے تو حضرت سلطان الشہداء کے آستانہ پر سوائے جاروب کشی کے دوسرا کام نہیں کروں گی۔

الغرض حضرت سلطان الشہداء کے حالات سنکر غائبانہ زہرہ کے دل میں آپ کی محبت جاگزیں ہوگئی سوائے آپ کے ذکر کے کوئی بات اسے اچھی نہ لگتی تھی حدیث نبوی ہے کہ من احب شیئاً فاکثر ذکرہ جو جس چیز سے محبت کرتا ہے وہ اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ حضرت سلطان الشہداء کے نام کا وظیفہ پڑھتی رہتی تھی روز بروز اس پر عشق کا غلبہ ہوتا گیا۔

﴿نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد﴾

عشق صرف دیدار ہی سے پیدا نہیں ہوتا اکثر یہ دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے

زہرہ اپنے وقت میں زلیخا پر فوقیت رکھتی تھی کیونکہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھ کر ان کے حسن و جمال پر عاشق ہو گئیں تھیں اور زہرہ صرف حضرت سلطان الشہداء کا نام سنکر ان کے عشق میں گرفتار ہوگئی، چنانچہ ان کا کھانا پانی چھوٹ گیا رات دن مسعود مسعود کی رٹ لگائے رہتی ایک روز حضرت سلطان الشہداء اس کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور کہا اے زہرہ جس کی تو مشتاق تھی وہ تیرے سامنے کھڑا ہے کیوں نہیں دیکھتی ہو، زہرہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں مناجات کیا کہ الٰہی اگر میں سالار مسعود کے عشق میں سچی ہوں تو میری آنکھ کو بینائی عطا فرمادے کہ میں جمال محبوب کا مشاہدہ کرلوں ورنہ اسی وقت مجھے موت دیدے کہ ہجر و فراق کی تکلیف سے نجات پا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے اس کے عشق کامل کی وجہ سے اسی وقت اسے بینائی عطا فرمادی تو سب سے پہلی چیز جو اسے نظر آئی وہ سلطان الشہداء کا جمال جہاں آرا تھا جونہی نظر پڑی ان کی طرف دوڑ پڑی، حضرت سلطان الشہداء زہرہ کی آنکھ کو روشنی بخش کر

نظروں سے غائب ہو گئے زہرہ دیوانی ہو گئی اور ہائے ہائے کر کے روتی تھی، سبحان اللہ زہرہ کے والدین اور تمام رشتہ دار اس کی آنکھوں کو بینائی مل جانے پر بہت زیادہ خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے اور وہ خود فراق محبوب میں کباب ہو رہی تھی، جب بہت زیادہ مضطرب ہو گئی حضرت سلطان الشہداء نے اسے خواب دکھایا کہ اگر تو مجھے چاہتی ہے تو بہرائچ آ، تو زہرہ نے والدین سے زیارت کی اجازت طلب کی اور کہا آپ لوگوں نے حضرت غازی کے روضہ کی تعمیر کی منت مانی تھی، اب تاخیر اچھی نہیں، سید رکن الدین اور سید جمال الدین اگر چہ بہت دولتمند تھے اور بادشاہ صورت تھے لیکن معرفت باطنی بھی رکھتے تھے، اپنے عرفان سے اپنی دختر کے احوال سمجھ گئے سید جمال الدین نے سید رکن الدین کے ایک لڑکے اور زہرہ کے ایک ماموں کو بہت سا مال دے کر زہرہ کے ہمراہ بہرائچ کی جانب رخصت کیا جب زہرہ بہرائچ آستانہ متبرکہ پر پہونچی حضرت سلطان الشہداء نے اس کے باطن کو تلقین فرمایا اسی روز سے اس کو محبوب رب العالمین کے ساتھ مکمل حضوری حاصل ہو گئی۔

﴿ گر عشق نبودے بخدا کس نرسیدے ﴾ ﴿ چندیں سخن نغز کہ گفتی کہ شنیدے ﴾
﴿ گر باد نبودی سر زلف کہ ربودے ﴾ ﴿ رخسارہ معشوق بعاشق کہ نمودے ﴾

☆ اگر عشق نہ ہوتا خدا تک کون پہونچتا اتنی عمدہ بات کون کہتا اور کون سنتا ☆
☆ اگر ہوا نہ ہوتی اس کے زلف کے سرے کو کون سرکاتا، عارض معشوق عاشق کو کون دکھاتا ☆

اس کے بعد زہرہ روضہ مطہرہ کی تعمیر کے لئے آمادہ ہوئیں پہلے حضرت سلطان الشہداء و سالار سیف الدین کا روضہ تعمیر کرایا، اس کے بعد تمام شہداء جو سورج کنڈ میں مستور تھے انکا ایک روضہ بنوایا اور اس گنج شہیداں میں حضرت سلطان الشہداء کے اکثر رفقاء اور مصاحبین آسودہ ہیں، اس کے بعد زہرہ نے ایک روضہ اپنے لئے بنا کر وصیت کی کہ مجھے اس روضہ میں دفن کرنا، سید رکن الدین کے لڑکے اور سید جمال الدین کے سالے جو زہرہ کے ہمراہ آئے تھے اور عمارت مذکور کی خدمت ان کے حوالہ تھی، چند روز

آستانہ کی خدمت میں رہے ان لوگوں کو بھی توفیق ہوئی انہوں نے ایک روضہ روضۂ زہرہ کے متصل تعمیر کیا اور دنیا سے ترک تعلق کر کے اسی روضہ میں مشغول عبادت ہو گئے، وفات کے بعد ان دونوں حضرات کو اسی جگہ دفن کیا گیا، بی بی زہرہ اٹھارہ سال کی ہوئیں اس محبوب الٰہی کی محبت میں بروز یک شنبہ ۱۴ رجب کہ اس وقت ہندی تقویم کے اعتبار سے ماہ جیٹھ کا پہلا دن تھا دوست کے مشاہدہ میں جان عزیز دوست کے حوالے کر دی، کیونکہ زہرہ غلبۂ شوق کی وجہ سے محبوب الٰہی کی ذات کے تصور میں عین صفت ہو گئیں تھیں، حق تعالیٰ نے اپنے محبوب کی محبت کی وجہ سے محبوب کے محب کو بھی محبوب بنالیا۔

ہر چہ دریں عالم است از اثر صحبت است

ورنہ کجا یافتی چوب، بہائے نبات

یعنی جو کچھ اس عالم میں ہے صحبت کے اثر سے ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ چوب مصری کی قیمت پاتی الغرض اس وقت تک ولایت کے معمار ہندوستان میں نہیں آئے تھے کہ روضہ متبرکہ کا گنبد ولایت کی طرز پر بنایا جاتا اور ہندوستان کے معمار اس سے بہتر طریقہ پر بنانا نہیں جانتے تھے چونکہ زہرہ نے محض شوق عشق سے روضہ کی تعمیر کرائی تھی اسی محبت کی بناپر حضرت سلطان الشہداء ابھی تک اس عمارت کو قبول کئے ہوئے ہیں ماضی میں کچھ لوگوں نے آپ کے شایان شان روضہ بنانے کا قصد کیا تھا ان کو آپ نے غیبی اشارہ سے منع فرمادیا (بیشتر خداداوند) کہ کیا ارادہ ہے۔ لیکن اس فقیر کے اعتقاد میں غالب بات یہی ہے کہ روضہ متبرکہ کی عمارت عالیشان ہو جائے۔

حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے روضہ کے درمیان ایک محراب ہے اسی محراب کے نیچے سکندار دیوانہ (معروف بہ برہنہ بابا) کی قبر ہے اور میر سید ابراہیم کی قبر بھی اسی قبر کے متصل محراب کے نیچے پورب سمت بی بی زہرہ کے روضہ کے درمیان واقع ہے۔

الغرض ان دو محبوں کی آرامگاہ حضرت سلطان الشہداء کے مزار اور بی بی زہرہ کی

قبر کے درمیان ہے، لیکن بی بی زہرہ کے غلبہ ظہور عشق کی وجہ سے ان عزیزوں کی روح پر کوئی فاتحہ نہیں پڑھتا ہے بعض مجاوروں کو ان عزیزوں کی غیرت سے آزار بھی پہونچتا ہے لیکن سمجھتے نہیں، زہرہ کی وفات کے بعد اس کی ماں اپنے اقرباء کے ساتھ ہر سال اس کے عرس کے لئے ردولی سے آتی تھیں اور غلبہ عشق کی وجہ سے کہتی تھیں کہ میں زہرہ کی شادی کے لئے بہرائچ جارہی ہوں کہ سالار مسعود کے ساتھ اس کی شادی کردوں، وہ بہرائچ آتی تھیں اور زہرہ کا عرس شادی کے انداز میں کرتی تھیں، جب تک زندہ رہیں ایسا ہی کرتی رہیں چونکہ اپنی لڑکی سے بے حد عشق کی بنا پر انہوں نے اس طریقہ کی بنیاد رکھی تھی، زہرہ کے عشق کی بدولت آج تک ان کی سنت جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

لیکن فقیر کا یہ خیال ہے کہ یہ شادی اس خواب کا ثمرہ ہے جو حضرت سلطان الشہداء نے اپنی حیات ظاہری میں دیکھا تھا کہ والدین انہیں شادی کے لئے بلا رہے ہیں اور یہ یقین ہے کہ شہیدوں کی شادی حوران بہشت سے ہوتی ہے چونکہ باطن میں شہداء ہمیشہ شادی کی ذوق سے ہمکنار ہوتے ہیں اس کا پرتو عالم ظاہر پر پڑتا ہے اس جگہ بھی وہی حالت ظاہر ہورہی ہے اور یہ عالم ظاہر عالم باطن کا پرتو ہوتا ہے، جو باطن ہوتا وہی ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم" وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہی ہر چیز کا جاننے والا ہے اے عزیزو یہ سب عشق کی نیرنگیاں ہیں اور اسی کے کرشمے ہیں۔

﴿ ہر نفس خود است فتنہ نقاش کس نیست دریں میاں تو خوش باش ﴾

اس طریقہ کی چیزوں کو بدعت خیال کرنا محض حماقت اور جہالت ہے حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری تحریر فرماتے ہیں کہ علماء ظاہر اپنے نقصان علم کی وجہ سے عارفوں کے افعال واعمال پر اعتراض کرتے ہیں وہ علم نہیں رکھتے ہیں کہ اس کام کی کنہ اور حقیقت تک رسائی پاسکیں بلاوجہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سلطان الشہداء کے ظہور کرامت کے دور عروج میں خلق کثیر نیزوں اور رنگ برنگ کے چتر کے ساتھ پورے ذوق وشوق سے رقص کرتے ہوئے بنارس کی طرف سے آرہے تھے جب شہر جونپور میں پہونچے جونپور کے بھی بہت سے لوگ ہزاروں ہزار نیزوں اور چتروں کے ساتھ ان کے ہمراہ ہوگئے، شہر میں شور مچ گیا ایک دانشمند ملا علم ظاہری کے درس میں مشغول تھا اتفاقاً ان لوگوں کا نیزوں اور چتروں کے ساتھ اس کوچہ میں گزر ہوا لوگ غلبہ عشق کی وجہ سے ناچتے گاتے بجاتے چلے جارہے تھے اس ملا نے پوچھا کہ یہ شور وغوغا کیسا ہے اس کے شاگردوں نے بتایا کہ خلق کثیر نیزے اور چتر لئے سالار مسعود کی زیارت کے لئے جارہے ہیں، اس کوردل ملا نے کہا یہ سب بدعت ہے آؤ ان لوگوں کی سرزنش کی جائے شاگردوں کی جماعت کے ساتھ اٹھا اور دوڑ کر قریب پہونچا کہ دست درازی کرے، ایک غیبی طمانچہ اس ملا کے منھ پر پڑا ایسا پڑا کہ بدحواس ہوکر زمیں پر گر پڑا اور بے جان ہوگیا، اس کے شاگرد اس بے عقل کو اٹھا کر گھر لے گئے شہر کے لوگ یہ واقعہ سن کر جمع ہوگئے اور تمام مخلوق خدا نے دیکھا کہ اس ملا کا چہرہ سیاہ ہوگیا ہے، اسی روز اکثر ناعاقبت اندیش لوگ سلطان الشہداء کی ولایت پر ایمان لائے اور مطیع وفرمانبردار ہوگئے، اس ملا کی سزا دنیا میں یہی تھی اور اس کی سیاہ روئی اس کی بے ایمانی پر دلالت کرتی ہے، یہ حق ہے کہ دوستان خدا اپنی ہستی سے نکل کر بصفت حق موصوف ہوجاتے ہیں ان کے افعال واقوال عین افعال اقوال حق ہوجاتے ہیں اور اس حال میں جو شخص اس گروہ کے احوال سے مزاحم ہوگا اس کی سزا یہی ہوگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سیاہ رو ہوگا، چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔

﴿ پروانہ ازاں سوخت کہ با شمع در افتاد با سوختگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد ﴾

پروانہ اس وجہ سے جلا کہ شمع سے لپٹ گیا جلنے والوں کے ساتھ جو لپٹے گا وہ جلے گا۔

نقل ہے کہ ایک روز بادشاہ دہلی فیروز شاہ تغلق کی والدہ چھت پر کھڑی تھیں اتفاقاً لوگوں کا ہجوم نیزے اور رنگ برنگ کے نشان لئے ہوئے پورے ذوق کے ساتھ ناچتے

گاتے حضرت سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے جا رہا تھا، واقعہ حال دیکھکر بادشاہ مذکور کی والدہ متحیر ہو گئیں کہ یہ کس صاحب ولایت کا تصرف ہے حاضرین نے حضرت سلطان الشہداء کی کرامتوں کا تذکرہ کیا انہیں ایام میں سلطان فیروز شاہ تغلق ملک ٹھٹھ کی طرف چڑھائی کیئے ہوئے تھا، سلطان کی والدہ نے منت مانی کہ اگر میرا لڑکا ملک ٹھٹھ سے فتحمند ہو کر صحت و سلامتی کے ساتھ دہلی واپس آئے گا تو اس کو حضرت سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے بہرائچ بھیجوں گی۔

الغرض سلطان مذکور کو جنگ ٹھٹھ میں ایک مشکل وقت پیش آیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلطان الشہداء کے روحانی تصرف سے فتح عطا فرمائی اور وہ سلامتی کے ساتھ دہلی واپس آیا سلطان فیروز کی والدہ نے اسے زور دیکر بہرائچ بھیجا جب سلطان مذکور بہرائچ کے قریب پہونچا بعض ناقصوں نے کہا کہ حضرت سلطان الشہداء کی قبر کسی دوسری جگہ سنی جاتی ہے جس روضہ میں لوگ زیارت کرتے ہیں اس روضہ میں آپ کی قبر نہیں ہے۔ سلطان کو وہم پیدا ہو گیا کہ زیارت کیسے میسر ہو تو اس نے حکم جاری کیا کہ تلاش کرو اگر اس جگہ کوئی عارف کامل درویش ہو تا کہ اس کے ہمراہ ہم زیارت کریں کیونکہ عارفوں کی نظر سے اہل قبور مخفی نہیں ہوتے ہیں، اس وقت عارف ربانی محبوب سبحانی واقف اسرار خفی حضرت میر سید امیر ماہ قدس سرہ بقید حیات تھے آپ کے خوارق و کرامت کا ظہور بارش کے کی طرح خلق خدا پر ہو رہا تھا، سبھی لوگوں نے اس ماہ کامل (یعنی حضرت امیر ماہ علیہ الرحمہ) کی بزرگی سلطان کی خدمت میں بیان کیا، سلطان فیروز پر شوق انداز میں پہلے حضرت امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا ملاقات کے بعد عرض کیا کہ میں بشوق زیارت حضرت سلطان الشہداء یہاں آیا ہوں لیکن کچھ لوگ دوسری طرح کی باتیں کرتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضرت کے ہمراہ دولت زیارت سے مستفیض ہوں کیونکہ آپ سے اہل قبور کے احوال مخفی نہیں۔

حضرت امیر ماہ قدس سرہ نے فرمایا کہ فلاں روز فلاں تاریخ کو سالار مسعود غازی

اس قبر سے جو روضہ میں ہے نکل کر تمہاری امداد کے لئے ٹھٹھ کی طرف تشریف لے گئے تھے اور جب وہاں کی مہم سر کر کے واپس آئے تو میں نے دیکھا کہ اسی روضہ کے اندر داخل ہوئے سلطان نے واقعہ نویس (شمس سراج) کو بلا کر روزنامچہ ملاحظہ کیا تو وہی دن وہی تاریخ جو حضرت امیر ماہ قدس سرہ نے بتایا تھا روزنامچہ میں درج تھی، دونوں بزرگوں کی ولایت و تصرفات پر فیروز شاہ کو کامل اعتقاد ہو گیا، سلطان میر قدس سرہ کے ہمراہ حضرت سلطان الشہداء کے آستانہ پر پہونچا، چونکہ لشکر کے تمام لوگ زیارت کے لئے گئے تھے اور عام زائرین کا بھی بہت زیادہ ہجوم تھا، حضرت سید میر ماہ قدس سرہ اور سلطان فیروز شاہ محافظ روضہ متبرکہ کے دروازہ ہی پر ٹہر گئے کہ لشکری زیارت سے فارغ ہو جائیں تاکہ ہم لوگ زیارت سے مشرف ہوں، اس دوران سلطان نے حضرت امیر ماہ قدس سرہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ سلطان الشہداء کی کچھ کرامتیں بیان کیجئے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ دو جہانی (امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ) کو عرفان کلی عطا فرمایا تھا فوراً فی البدیہہ جواب دیا کہ اس سے بڑھکر اور کون سی کرامت چاہتے ہو کہ تم سا بادشاہ اور مجھ جیسا فقیر دونوں دربان بنے کھڑے ہیں۔ سلطان لذت عشق سے آشنا تھا بہت زیادہ لطف اندوز اور محظوظ ہوا سلطان فیروز شاہ کا واقعہ نویس شمس سراج نے یہ نقل کیا ہے کہ فیروز شاہ بعنایت الٰہی شیخ علاء الدین شیخ الاسلام شیخ فرید الدین اجودھنی قدس سرہ سے ارادت رکھتا تھا۔ جتنے دن یہ شہنشاہ اعظم حکومت کرتا رہا اولیاء کرام کا پیرو رہا آخری عمر میں مخلوق بھی ہوا، یہ اس طرح ہوا کہ ۷۷۶ھ میں بہرائچ پہونچا سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس جگہ چند روز قیام کیا، اتفاقاً ایک رات سلطان الشہداء فیروز شاہ کو خواب میں نظر آئے اور سلطان کے سامنے ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا، یعنی یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اب بڑھاپا غالب ہے آخرت کی تیاری کرنا چاہیئے اور غافل نہیں رہنا چاہئے، چونکہ سید سالار ایک شہسوار تھے ہدایت کے لئے نکلے تھے، سلطان آپ کی مزار کے پائینے سر منڈا کر گروہ صوفیا میں شامل ہو گیا، اس روز فیروز

شاہ کی محبت میں بہت سے امرائے مملکت اور شاہان سلطنت مخلوق ہوئے، ہاں عجیب راز ہیں قصہ محبت والفت میں۔

﴿مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　من آیم بجاں گر تو آئی بتن﴾

مجھ کو اپنی طرح تم زندہ سمجھو اگر تو جسم کے ساتھ آئے تو میں جان کیساتھ آؤں گا۔

منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد سلطان فیروز شاہ دہلی پہونچا اپنے پوتے کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود گوشہ نشین ہو گیا بقیہ عمر یاد خدا میں گزاری، حضرت میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ بتیسویں مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ سادات بہرائچ نہایت مشہور النسب ہیں سید ابو جعفر امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے دیکھا تھا وادی تفاوت میں بے نظیر تھے، ایک بار شہید سعید مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرکہ کے طواف کے دوران سلطان الشہداء کی روحانیت اور حضرت خضر علیہ السلام اور سید میر ماہ اور یہ فقیر ایک مجلس میں تھے، اکثر حالات مشیخیت اور مقامات شیخوخیت کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام سے استفسار کیا گیا، اس واقعہ کے وقت حضرت خضر علیہ السلام کے دانت ساتویں مرتبہ جمے تھے۔ سبحان اللہ کیا خوب صحبت رہی ہوگی، اس حکایت سے حضرت سلطان الشہداء کے کمالات کا اندازہ کرنا چاہئے۔ اپنے ملفوظات میں حضرت میر سید علی قوام قدس سرہ نے لکھا ہے کہ حضرت میر اپنے کامل خلفاء مثلاً شاہ موسیٰ کو وصیت کیا کہ قرب احدیت کے حصول کے لئے سالار مسعود کی روحانیت کی طرف توجہ کرو کیونکہ آپ کی روح پاک آفتاب کے مثل عارفوں پر چمکتی ہے اور یہ عارفین آپ سے کسب فیض کرتے ہیں جائیکہ کس است حرفے بس است۔

(عقلمنداں را اشارہ کافی است) شیخ مرتضیٰ نبیرہ خواجہ مصلح الدین نے حضرت میر سید سلطان قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ، میر سید سلطان دہلی میں حوض شمسی کے قریب ایک پرانی قبر میں جو اندر سے خالی تھی بارہ سال گزارے، بارہ سال کے بعد باہر نکلے دیکھا کہ ایک مریض راستہ چل رہا ہے ناگاہ ایک گھوڑ سوار ظاہر

ہوا اور اس مریض کو چابک سے مارنے لگا اور میر سید سلطان کو اس عبارت سے مخاطب کیا کہ اے درویش، میر سید سلطان نے کچھ نہیں کہا۔ چند چابک اس مریض کو اس طرح لگایا کہ وہ مریض زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور اس کے پشت کی کھال اُدھڑ گئی اور بدن درست ہو گیا، پھر مریض سے کہا جاؤ جب مریض چل دیا سوار نے میر مذکور کو مخاطب کرتے ہوئے تین مرتبہ کہا اے قطب جہانگیر چونکہ تین روز سے اس خطاب سے ملقب ہوئے تھے عالم ظاہر میں کسی شخص نے کہا نہیں تھا میر مذکور نے اس سوار کی طرف متحیر ہو کر دیکھا اور پوچھا آپ کون ہیں، اس نے جواب دیا میں وہ شخص ہوں کہ ولایت کا نمک ہر ولی کی دیگ میں میرے ہاتھ سے پڑتا ہے، مجھے سالار مسعود کہتے ہیں میرا مقام بہرائچ میں ہے۔

شیخ ضیا برنی اپنی تصنیف تاریخ فیروز شاہی میں لکھتا ہے کہ سلطان محمد تغلق عین الملک کے فتنہ سے فراغت کے بعد بنگر مؤ سے عازم بہرائچ ہوا اور سپہ سالار مسعود غازی کی جو سلطان محمود غزنوی کے غازیوں میں سے تھے زیارت کی اور آپ کے روضہ پاک کے مجاوروں کو بہت مال و زر دیا، پھر بہرائچ سے احمد ایاز کو لکھنوتی کے راستہ پر تعینات کر کے خود اس طرف متوجہ ہوا۔ الغرض اکثر بادشاہان دہلی حضرت سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے بہرائچ حاضر ہوتے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتے، حضرت شیخ محمدی فیاض سے منقول ہے کہ قطب وقت حضرت راجی سید نور مانک پوری کے گھر میں کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی زوجہ نے نیت کی، کہا گر حق تعالیٰ مجھے فرزند نرینہ عطا فرمائے تو اپنے فرزند کے ساتھ سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے بہرائچ جاؤں گی سلطان الشہداء کی باطنی مدد سے حق تعالیٰ نے سید راجی کو مبارک نامی فرزند عطا فرمایا راجی سید نور کو مستورات کو بھیجنے میں بہت زیادہ دشواری پیش آ رہی تھی، راجی سید نور ایک رات اپنے حجرہ میں مشغول عبادت تھے کہ حضرت سلطان الشہداء اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر پہنچے گھوڑی سے اتر کر راجی سید نور کے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اپنے لڑکے کو میرے پاس لاؤ، ضرورت نہیں ہے کہ تمہارے بال بچے بہرائچ آ کر مصیبت اٹھائیں، راجی سید نور اٹھے

اور سید مبارک کو لاکر سلطان الشہداء کے قدموں میں ڈال دیا، سلطان الشہداء نے اسکو بہت دعائیں دیں اور اس کے پاس سے اٹھکر کھڑے ہوئے ایک مرد سروپا برہنہ حضرت سلطان الشہداء کی گھوڑی پکڑے کھڑا تھا راجی سید نور نے اس مرد کی وضع قطع اور احوال دیکھکر سوال کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ سلطان الشہداء نے فرمایا کہ یہ میرا اسکندر دیوانہ ہے چونکہ سکندر دیوانے حضرت سلطان الشہداء کی محبت میں جان قربان کی تھی اس لئے آج بھی مکمل حضوری وقرب حاصل ہے، حدیث نبوی ہے۔

کما تعیشون تموتون کما تموتون تبعثون کما تبعثون تحشرون۔ جیسے زندگی گزار رہے ہو ویسے ہی مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی اٹھائے جاؤ گے اور جیسے اٹھائے جاؤ گے ویسے ہی تمہارا حشر ہوگا۔

الغرض حضرت سلطان الشہداء کے تصرفات و کمالات ولایت دفاتر میں نہیں سما سکتے ہیں جس قدر کوئی لکھے گا یا بیان کرے گا اس سے زیادہ ہیں، حضرت سلطان الشہداء کی اتنی کرامتیں فقیر پر ظاہر ہوئی ہیں اگر ان سب کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے اہل بصیرت کے لئے یہی ایک نکتہ کافی ہے کہ آپ محبوب الٰہی تھے حضرت سلطان الشہداء کی محبوبیت کے دلائل اظہر من الشمس ہیں، کہ اٹھارہ ہزار عالم پورے ذوق وشوق کیساتھ آپ کے آستانہ پر پروانہ وار نثار ہوتا ہے، آپ کی بارگاہ کی حضوری کا شوق ہر شخص کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے، گویا کہ ہر شخص آپ کے جمال کے مشاہدہ سے بہرہ مند ہو رہا ہے جس کو اللہ دوست بنا لیتا ہے مخلوق کو اس کا شیدا بنا دیتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ یحییٰ منیری کے ایک مرید نے پوچھا کہ کیا رسم ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر میں لوگ حضرت سلطان الشہداء کی قبر بنا لیتے ہیں؟ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سالار مسعود کو وہ تصرف و کمال عطا فرمایا ہے کہ اگر دنیا کے تمام لوگ ہر گھر میں ان کی قبر بنا لیں تو وہ اپنے تصرف ولایت سے ہر جگہ حاضر ہونگے اور فیوض پہنچائیں گے۔

الغرض اس قسم کے کمالات محبوب الٰہی کے علاوہ دوسرے سے ممکن نہیں، چونکہ حضرت سلطان الشہداء نے بکمال شوق پروردگار عالم کا مشاہدہ کرتے ہوئے جان قربان کی اس وجہ سے ہر روز تازہ کرامت، تازہ ظہور، تازہ ذوق، تازہ حسن، تازہ عشق، تازہ درد، تازہ ساز، تازہ سوز اس محبوب رب العالمین کے راحت القلوب آستانہ پر متجلی ہے۔

از سر تا ناخن پایت سراسر ناز می بینم
کجا حد یست حسنت را ہنوز آغاز می بینم

سر سے لے کر پیر کے ناخن تک تجھے سراپا ناز دیکھ رہا ہوں تیرے حسن کی انتہا کہاں ہے
☆ابھی تو آغاز دیکھ رہا ہوں☆

■❖■

۷۸۶
۹۲

مخطوطات

فارسی مخطوطات

مرآۃ مسعودی کے نمونے

مرآۃ مسعودی کے جن پانچ فارسی مخطوطوں کی مدد سے اس عاجز نے فارسی متن مرتب کیا ہے ان نسخوں کے بعض صفحات کی زیراکس کاپیاں یہاں شامل کر دی گئی ہیں تاکہ اہل علم ونظر مخطوطہ خوانی اور ترتیب متن کی دیدہ ریزی و مشقت کا اندازہ کر سکیں بہرائچ سے متعلق سیکڑوں شاہی فرامین میں سے بعض کی نقل بھی پیش کی جارہی ہے۔

محمد علی مسعودی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر حق باختند و جمیع ائمه معصومین رضوان الله
علیهم اجمعین بطریق آبا و اجداد خود جان بحق سپردند
و اسد الله الغالب با حق تعالی هر دو پسر عطا کرده بود
هر یکی در محبت حق جل و علی پروانه وار جانباز بوده
مخصوص محمد حنفیه و عباس بن علی را عجب عشق بازی بود
حسین رضی الله عنه بود که در جنگ کربلا تا آنکه عباس
بن علی زنده بود هیچکس از منافقان بجانب امیر حسین
رضی الله عنه نگاه کردن نتوانست چون او لب بار منافقان
کشته شد شربت شهادت چشید آنزمان امیر حسین رضی الله
عنه گفت الحال پشت من بشکست چنانچه در روضة
الشهدا مفصل بیان نموده است و بعد از شهادت
امیر حسین رضی الله عنه هر دو جان سپاری با مختار
بنیابت محمد حنفیه غازی کرده پیر تمام عالم پیر ظاهر است
مشهور حقا ما کجا نویسد اما مزار آن پشت پسندیده

۷۸۶
۹۲

مرآۃ مسعودی کے ترجمے

مرآۃ مسعودی

کے اُردو ترجموں پر ایک نظر

محمد علی مسعودی عفی عنہ

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں آپ نے میری تحریروں سے اندازہ کیا ہوگا کہ میرے مطالعہ میں مرآۃ مسعودی قلمی فارسی کے پانچ نسخے آئے جو نقل کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں اور ان کے ناقلین بھی مختلف ہیں، ہر ایک اپنے رسم الخط کے لحاظ سے بھی مختلف ہیں، ہر ایک سے چند اوراق کی زیراکس کاپیاں نمونے کے کالم میں لگا دی گئیں ہیں۔ رہا

مطبوعہ ترجمے جو میری نظر کے سامنے آئے وہ تین ہیں، ہر ایک کا کچھ حصہ کتاب میں شامل کیا جارہا ہے تاکہ آپ خود اندازہ لگا سکیں کہ میں نے اپنے طور پر کتنا احتیاط کیا ہے۔

یہ بالکل ظاہر ہے کہ جب سب قلمی نسخے ایک طرح نہیں تو پھر ترجمے کیسے ایک طرح ہو سکتے ہیں، لیکن میں نے مرأۃ مسعودی فارسی کے جس نسخے کو شامل کتاب کیا ہے اس سے ملتے جلتے تین اور نسخے اس کی تائید بھی کرتے ہیں، اس طرح مرأۃ مسعودی کے تین ترجموں سے دو ترجمے بھی قریب قریب میرے مترجم کے ترجمے سے ملتے ہیں۔

مرأۃ مسعودی کے اصل عبارت اور ترجمے پر میں نے اس لئے زیادہ آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات پر کتاب کی صورت میں سب سے پہلی کتاب ہونے کا شرف اسی کو حاصل ہے، صاحب مرأۃ مسعودی نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان میں سے جو میرے ذاتی کتب خانے میں ہیں جن کا میں نے مطالعہ کیا اور ان سے استفادہ کیا وہ یہ ہیں:

نفحات الانس	:-	علامہ عبدالرحمٰن جامی
روضۃ الصفا	:-	اخوند شاہ
تاریخ فیروز شاہی	:-	ضیا برنی
تاریخ فیروز شاہی	:-	عفیف
سکندر نامہ بشکل قلمی	:-	نظام گنجوی
لطائف اشرفی	:-	نظام یمنی
ابن بطوطہ	:-	شیخ بطوطہ
سکندر نامہ	:-	نظامی گنجوی (مطبوعہ)
اخبار الاخیار	:-	محدث عبدالحق دہلوی
کتاب الہند	:-	البیرونی
منتخب التواریخ	:-	ملا عبدالقادر بدایونی

طبقات ناصری :- منھاج سراج

ان کتابوں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ذکر ہے مگر بہت مختصر اس لئے مرأۃ مسعودی کو تذکرہ سید سالار مسعود غازی کے باب میں کافی اہم مقام حاصل ہے اس اعتبار سے اس پر تحقیقی نظر بھی ضروری ہے، تو ملاحظہ کیجئے سب سے پہلے جگدیو سنگھ کے ترجمے کی ایک جھلک، کاش موصوف نے ترجمے کے ساتھ اصل متن بھی پیش کر دیا ہوتا تو بات ہی کچھ اور ہوتی۔

الفقیر محمد علی مسعودی عفی عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

یعنی جمیع حمد ثابت ہیں واسطے اللہ کے کہ وہ تمام عالم کا پالنے والا، جاننے والا، غیب کا اور گواہی کا اور وہ احاطہ کلی ہے ہر شئے پر۔ اس نے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روشن و ہویدا کیا، اور وہ حقیقت جناب محمد مصطفٰے میں کہ مجمع جمیع اسماء اور صفتوں کے تھی، بصورت مظاہر ظاہر ہوتی، اس وقت جانب مطلق یعنی درگاہ خدا سے خطاب مقید پہنچا۔

معنی مقید بطریق اہل تصوف یہ ہے کہ جو ایک ہی شخص شایاں و لائق اس کا ہو جیسا کہ اس آیہ دانی بدایہ سے ثابت ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

یعنی کہ نہیں بھیجا ہم نے تجھکو لیکن رحمت واسطے تمام عالم کے والصلوٰۃ والسلام بر آل واصحاب اوباد۔ اور درود اور سلام اولاد اور اصحاب پر ان کے ہو، بلکہ وجود عالم و آدم آپ ہی وجود سے ہوا ہے۔ فرمایا جناب پیغمبر خدا نے بدستیکہ بزرگ کیا ہے خدا نے شہیدوں کو پانچ کرامتوں کے ساتھ بزرگ کیا ہے اور ان کرامتوں پر کسی اور کو یا مجھکو بزرگ نہیں کیا ہے۔ ویسے پانچ کرامتیں حسب ذیل ہیں۔

★ پہلی تمام پیغمبروں کی روحوں کو ملک الموت قبض کرتے ہیں جبکہ شہیدوں کی روح

خدا قبض کرتا ہے۔

★ دوسری تمام نبیوں کو بعد وفات غسل دیتے اور اسی طرح مجھکو اور شہیدوں کو غسل نہیں ہیں۔

★ تیسری تمامی پیغمبروں کو بعد وفات کفن دیتے ہیں، مجھ کو اور شہیدوں کو کفن نہیں دیئے جاتے ہیں۔

★ چوتھی تمامی پیغمبروں کو جب وہ مرجاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ مر گئے اور اسی طرح مجھ کو بھی کہا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، مگر شہیدوں کو یہ نہیں کہا جاتا کہ مر گئے بلکہ کہا جاتا ہے کہ زندہ ہیں۔

★ پانچویں تمامی پیغمبر بروز قیامت اپنی امت کی شفاعت کریں گے مگر شہدا ہر روز شفاعت کرتے ہیں اور بروز قیامت بھی کریں گے، اس مقام پر لائق غور وفہم ہے کہ نزدیک حق تعالیٰ کے مرتبہ شہیداء کا ان سے بزرگ ہوا اور مرتبۂ شہادت سے انبیاء کم ہوں، اسی سبب سے یہ نعمت مخصوص خاصۂ بہ نصیب اہلبیت صلواۃ اللہ علیہ وسلم کی گئی اولاً حضرت حمزہ عم رسول (یعنی چچا پیغمبر محمد صاحب) جو سردار آزمودہ تمام جنگ کے تھے، ذائقۂ شربت شہادت حاصل کر کے اس مرتبہ کو پہنچے جس کو زوال نہیں پہنچتا، بعدۂ اسد اللہ غالب علی ابن ابی طالب نے راہ بتلانے والی شریعت اور طریقت کے اور سرگروہ صاحبان حقیقت کے تھے، شربت شہادت نوش کی، ساتھ دوست کے یکرنگی حاصل کی چنانچہ اس عالم دورنگ میں بھی فیض یکرنگی پہنچتا ہے اور تا قیامت پہنچے گا۔ اور احوال نور العینین اسد اللہ غالب یعنی جناب حسن و حسین روشن تر آفتاب سے ہے کہ جان شیریں اپنی راہ حق میں فدا کی۔

ہر چہ داری صرف کن درراہِ او

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْ

یعنی جو کچھ تیرے پاس ہے صرف کر راہ خدا میں کہ حکم خدا سے ہرگز نہ پاؤ گے نیکی جب تک کہ دشمنی نہ کرو گے اس سے کہ جس سے محبت رکھتے ہو۔

تمام اماموں نے بطریق اپنے بزرگوں کے جان کو ساتھ حق کے سپرد کیا۔ امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کو حق تعالیٰ نے اٹھارہ فرزند عطا کئے تھے۔ سب راہ حق میں پتنگوں کی طرح جانباز تھے۔ مخصوص محمد حنفیہ غازی اور عباس ابن علی کو محبت عشق اپنے بھائی امیر المومنین امام حسین سے تھا کہ جنگ ومعرکۂ کربلا جب تک عباس ابن علی زندہ رہے کوئی دشمنوں میں سے امام حسین کی طرف نگاہ نہیں کر سکتا تھا، جب کہ عباس ابن علی نے بہت سے دشمنوں کو قتل کر کے شربت شہادت نوش جان فرمایا۔ اس وقت جناب امام حسین نے فرمایا کہ اس وقت میری کمر ٹوٹ گئی، چنانچہ روضۃ الشہداء میں مولف نے اس کا مفصل بیان کیا ہے کہ بعد از شہادت امیر المومنین امام حسین نے محمد حنفیہ غازی کو بنیابت مختار تر دو جان سپاری کیا تھا۔ تمامی عالم پر ظاہر ہے شرح اس کی کہاں تک لکھی جائے۔ پس لیکن ثمرہ اس جانبازی کا یہ ظاہر ہوا کہ حق تعالیٰ نے سالار مسعود غازی کو اس آفتاب لازوال کے صلب سے پیدا کیا ہے کہ تمام عالم وعالمیان ان کی نور ولایت سے روشن ہیں۔

امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ نے محمد حنفیہ غازی کو علم ظاہری و باطنی وطریقہ سپاہ گری خود تعلیم وتربیت کی تھی اور ایک خرقہ (لباس درویشی) بھی اپنا معہ دلدل وذوالفقار ان کو عطا فرمایا تھا چنانچہ فضائل اور کرامتیں محمد حنفیہ کی کتب تواریخ میں مکرر تحریر ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین نے بھی محمد حنفیہ کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔ الغرض محمد حنفیہ غازی کے دو پسر تھے۔ فرزند بزرگ عبد المنان اور فرزند خورد عبد الفتاح خواجہ احمد یسوی پیر ترکستان اولاد ابو الفتاح سے تھے۔ اور سالار مسعود غازی شمع ہندوستان اولاد عبد المنان سے ہیں، چنانچہ نسب نامہ سالار مسعود غازی لکھا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

شجرہ انتساب سالار مسعود غازیؒ

شاہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ

↓

شاہ محمد حنفیہ غازی

↓

شاہ عبدالمنان غازی — شاہ عبدالفتاح غازی

شاہ بطل غازی

↓

شاہ ملک آصف غازی

↓

شاہ عمر غازی

↓

شاہ محمد غازی

↓

شاہ طیب غازی

↓

شاہ طاہر غازی

↓

شاہ عطاء اللہ غازی

↓

شاہ سالار ساہو غازی

↓

شاہ مسعود غازی

مسعود غازی کو خرقہ خلافت اپنے بزرگوں سے پہنچا ہے، والدہ سالار مسعود غازی کا نام بی بی ستر معلیٰ تھا جو ہمشیرہ سلطان محمود بن الپتگین کی تھیں، الپتگین کو بسبب ناموافق زمانہ کے بند مغلیان میں گرفتار کیا گیا، سبکتگین نے الپتگین کو جوزمرۂ پادشاہان اہل شاہان میں سے تھا خریداری کی اس سبب سے بعض تاریخ لکھنے والوں نے ان کی نسبت میں اکثر نامناسب مضامین تحریر کیا ہے۔ لیکن مصنف تاریخ جہان آرا نے سلسلۂ نسب ان کا یزدجرد شہریار بن ہرمز بن نوشیرواں کسریٰ تک پہنچایا ہے۔ اور صاحب تواریخ روضۃ الشہداء آخر کتاب میں جس جگہ کہ اولاد المشارق والمغارب حضرت ابی عبداللہ حسین شہید دست کربلا صلواۃ اللہ علیہ کے تعداد درج کی ہے اس مقام پر سلطان محمود بن الپتگین کو بھی اولاد امام حسین بن علی صلوٰۃ اللہ والسلام میں تحریر کرتے ہیں۔ دونوں حالت میں خالی از مقبولیت نہیں ہیں یعنی اولاد یزدجرد سے ہیں تو بھی اچھے ہیں اور اگر اولاد امام حسینؑ سے ہیں تو بھی اعلیٰ نسب ہیں۔

واقعی ایسا بلند ہمت وشجاعت و جانباز راہِ خدا جیسا کہ شاہ مسعود غازی تھے سوائے خاندان اسد اللہ الغالب کے دوسرے کو ممکن نہیں۔ یہ نعمت دونوں جہان کی جس کی مطلوب جمیع صاحبان حق ہیں سالار مسعود غازی پر علانیہ روشن ہوئی اور آج تک ان کے کرامات خواص وعوام دیکھ کران کے ولی ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

قول خدا ہے کہ "نہیں کہے جائیں گے یہ کہ مر گئے جو شخص قتل کیے گئے راہِ خدا میں بلکہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں کر سکتے ہو" اس باب میں قول خدا شاہد ہے، وہی زندہ نہیں ہے کہ جس میں جان ہے وہی ہے کہ عشق خدا میں کوئی نشان اس میں ہے۔

بعد اس کے عرض کرتا ہے فقیر حقیر عبدالرحمٰن چشتی کمترین اعتقادمندون محبوب رب العالمین فیض پہونچانے والے دنیا و دین اور سردارِ گروہ اہل یقین برگزیدۂ معبود سلطان الشہداء سالار مسعود قدس اللہ سرہٗ سے ہے۔ اس نامراد کا ابتدائی زمانہ سے حلقہ محبت اور بندگی آستانہ پاک اور متبرک سلطان الشہداء پر تھا اور ہے جب کہ احوال پیدائش اور

تشریف آوری سید سالار صاحب ملک ہندوستان میں اور واقعہ شہادت مختلف طور پر اکثر لوگ بیان کرتے ہیں اور کتب تواریخ مشہورہ میں کسی مقام پر نہیں پایا گیا ہے، اس وجہ سے بعض احباب تلاش میں تھے کہ بیان واقعی معلوم ہووے آخر بعد بہت تلاش کے کتاب تاریخ کہنہ جمع کی ہوئی ملا غزنی کی بہم پہنچائی۔ ملا مذکور سلطان محمود بن الپتگین کے ملازم تھے، لیکن اپنی آخری عمر ملا نے سالار ساہو اور سالار مسعود کی خدمت میں بسر کی۔ سالار مسعود کی شہادت کے بعد ملا صاحب نے رحلت فرمائی۔ الغرض تاریخ مذکور اول سے آخر تک حرف بحرف دیکھ کر محظوظ ہوا اور شہادت بھی ہر طرف ہوئے، چونکہ کتاب بہت طولانی تھی اکثر سلطان محمود غزنوی اور سالار ساہو کی لڑائیوں کا حال درج تھا اور جا بجا بضرورت سالار مسعود کا بھی ذکر تھا واقعہ شہادت سالار مسعود پر کتاب مذکور کو ختم کیا تھا اس لئے بعض دوستوں نے جن کو سید سالار سے محبت کامل تھی اور اعتقاد پورا تھا اس حقیر فقیر سے فرمائش اور تاکید کی کہ قصۂ سلطان محمود سے کچھ مطلب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ کتاب مذکور سے احوال سلطان الشہداء منتخب کر کے جدا لکھا جائے۔ اور اس حقیر کی بھی خواہش تھی مگر بغیر اشارہ باطن کہ فیض خاص کے نہیں لکھ سکتا تھا۔ یعنی جب تک کہ حکم سلطان الشہداء کا نہ ہوا ایسے کام میں کوشش کرنا انجام بخیر نہ ہوگا۔ آخر استخارہ کیا تین دن پھر رات گذری دوبارہ جمع کرتے وانتخاب کتاب مذکور کی جانب سلطان الشہداء سے حکم ہوا اور بمہربانی تمام زبان مبارک سے جمع کرنے کی اجازت دی۔ بعد اس کے اس فقیر نے وقت پاکر عرض کیا کہ بندہ حسب الحکم حضرت کے لکھنا شروع کرتا ہے مگر امیدوار ہے کہ اگر کسی جگہ بلند یا پست یا کم یا زیادہ کلام بیان واقعی سے واقع ہو اس جگہ بندہ کو اشارہ ہو جائے کہ موافق حکم حضرت کے قلمبند کیا جائے۔ بندہ نوازی فرما کر بڑی مہربانی سے فرمایا کہ لکھ میں خبردار رہوں گا اور تجھ کو آگاہ کرتا رہوں گا۔ الغرض بحکم سلطان الشہداء بیان واقعی تحریر کئے گئے اس بیان روح افزا کا نام مرأۃ مسعودی رکھا۔ حق تعالیٰ اس کے پڑھنے والے کو بھی مسعود کرے دعائے فقیر یہ ہے

بحق کاشف اسرارِ مردان
الٰہی عاقبت مسعود گردان

الحاصل احوال سلطان الشہداء معتبر تاریخی کتابوں سے منتخب کرکے پانچ داستانوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔اور بعض حالتیں اور عادتیں اور خصلتیں اور کرامتیں سلطان الشہداء کی معتبر کتابوں میں دیکھی گئیں اور یا وہ اشخاص جو پاک دل تھے ان سے سنی گئیں وہ بھی چیدہ چیدہ جو ماننے والے تھے ان سے تحقیق کرکے مندرج کرتا ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ سہو اور خطا سے نگاہ رکھے۔

عبدالرحمٰن چشتی

داستانِ اوّل

جب کہ سلطان محمود غازی ملک زنگبار، ملک روم اور تمام ملک ایران اور توران اپنے تخت حکومت میں لا چکے اور سب جگہ شریعت محمدیؐ جاری کر چکے بحکم: جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ یعنی جہاد کرو تم بیچ راہِ خدا کے۔

منتظر تخت سلطنت پر بیٹھا تھا کہ یکا یک چار مرد شتر سوار الغیاث یعنی فریاد کرتے ہوئے ہندوستان کی طرف سے پیدا ہوئے ملازمان دولت اور ارکان سلطنت نے اسی وقت خبر سلطان کو پہونچائی وہ چاروں شخص حضوری میں طلب ہوئے اور انھوں نے بعد زمین بوسی کے عرض کیا کہ مظفر خاں صاحب اور ہرمز تھے جب کہ ابوالحسن معہ لشکر انبوہ ہاتھیوں پر لڑائی کے سوار ہوکر ہرمز کو قتل کیا قریب تھا کہ مظفر خاں کو معہ زن بچوں و تمام آدمیوں کے ہلاک کرے ناچار مظفر خاں معہ تمام عزیزوں کے نکل کر صحرا کی طرف چلا گیا تھا، اب چند سال سے اجمیر میں مقیم ہے۔امسال رائے بھیروں ورائے سوم کرن

معہ چالیس اور رایوں کے ہر طرف سے جمع ہو کر مظفر خاں پر حملہ آور ہیں چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہلاک کریں، چونکہ ہر چہار جانب کفر ہے سوائے ذات عالم پناہ حضرت کے اور کوئی دکھلائی نہیں دیتا ہے کہ اہل اسلام کی از بہر خدا مدد کرے۔

سلطان نے سن کر فرمایا خاطر جمع رکھو انشاء اللہ تعالیٰ امداد مسلمانوں کی کروں حسن میمندی نے جو کہ سلطان کا وزیر تھا پوچھا کہ اس جگہ خطبہ کس کا پڑھا جاتا ہے، یعنی بادشاہ کون ہے تو ان چاروں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس وقت تک بعد وحدانیت خدا اور نعت محمد مصطفےٰ لائق خلیفاؤں کا نام خطبہ میں پڑھتے ہیں اب سلطان محمود غازی کا نام پڑھیں گے۔ سلطان ان کلمات سے بہت خوش ہوا اور حسن میمندی سے فرمایا کہ جلد ایک سردار تجویز کر کے حاضر کرو کہ ہمراہ اس کے لشکر کروں۔ بعد نہایت گفتگو کے ایک سردار اس میں سالار ساہو پہلوان لشکر کو تجویز اور مقرر کیا اور چند امیر معتبر معہ اسّی ہزار سوار جنگ آزمودہ ہمراہی میں سالار ساہو کے دے کر رخصت فرمایا اور شمشیر اور کمر بند اور خنجر خاصہ اور ایک سو انسٹھ گھوڑے عراقی مرحمت کئے اور امراء ہمراہیان کو بھی خلعت و اسپ سے سر بلند کر کے وصیت فرمائی کہ ہماری رضا مندی بھائی سالار ساہو کی سمجھنا، ان کو راضی رکھنا۔ اور خدمتیں پسندیدہ بجا لانا، بھائی میرے سالار ساہو ایک مرد کار گذار اور نیک کردار اور بڑی تدبیر کے اور مزاج داں ہمارے ہیں۔ سوائے کلماتِ خیر خواہی اور نیک سلوکی اور کچھ نہ آنے پائے۔

الغرض بتاریخ نہم ذی الحجہ ۴۰۱ھ سالار ساہو معہ لشکر آراستہ قندھار سے متوجہ بسمت اجمیر ہوئے۔ ان دنوں سلطان غزنی سے قندھار کے طرف تشریف لے گئے تھے، اور وہ چار مرد شتر سوار جو مظفر خاں کے پاس سے آئے تھے لشکر کی رہبری کرتے ہوئے براہ ٹھٹہ متوجہ اجمیر ہوئے منزل بمنزل گئے تھے۔ چند سوار قراولوں کو جو کہ آئے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فوج عالم غیب سے پیدا ہوئی کہ جمیع اہل فوج سن رسیدہ اور بوڑھی تھی۔ چونکہ کبھی قراولوں نے ایسا واقعہ نہیں دیکھا تھا دہشت لاحق ہوئی اور متحیر ہوئے، بوڑھے جو

عالم غیب کے تھے انھوں نے قراولوں سے پوچھا کہ سردار تمہارے لشکر کا کون ہے،
قراولوں نے عرض کیا کہ ان کا نام سالار ساہو ہے پھر ان بوڑھوں نے اہل غیب سے فرمایا
کہ تمہارے سردار کا اس سفر میں دو کام نکلے گا۔ ایک کفار پر فتح اور دوسرا نرینہ فرزند کی
ولادت۔ یہ بات کہہ کر وہ قراولوں کی نظر سے غائب ہو گئے، قراولوں نے حاضر ہو کر پورا
واقعہ پہلوان لشکر کی خدمت میں عرض کیا

سالار ساہو نے یہ خوشخبری جس سے روح کو تازگی ہو سن کر نہایت خوش ہوئے۔
روز دوئم بھی بطریق مقررہ گئے تھے یکا یک ایک فوج اور غیب سے ظاہر ہوئی کہ تمام اہل
فوج مردان خوبصورت تھے۔ ان کو دیکھنے سے قراولوں کی حیرت دو چند ہوئی۔ ان مردانِ
فوج نے بھی بطریق اوّل سوال کر کے بشارت فتح کافروں پر اور تولد پسر کی خوشخبری دی
اور قراولوں کے نظر سے غائب ہو گئے۔ قراولوں نے پھر پورا واقعہ سالار ساہو کے سامنے
عرض کیا۔ پہلوان لشکر یعنی سالار ساہو نے با ذوق تمام دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور روانہ
ہوئے۔ بعد دو دن کے اور ایک فوج عالم غیب سے پیدا ہوئی کہ تمام اہل فوج مرد بے سر
کے تھے۔ سر کو اپنے اپنے زیر بغل لئے تھے، ان کے دیکھنے سے قراولوں کو زیادہ تحیر
ہوا۔ سواران بے سر نے بدستور اول و دوم سوال کر کے بشارت فرزند اور فتح کفار فرمائی،
چونکہ قراولوں نے دو تین مرتبہ غیب کے مردوں کو دیکھا تھا تھوڑا دلیر بھی ہو گئے تھے
جرأت کر کے التماس کیا کہ حضرت سلامت خدا کے لئے ہماری حیرت کو بر طرف کیجئے
سواران بے سر نے کہا کہ کیا حیرت ہے، انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے پہلے بوڑھوں کو
دیکھا پھر جوانوں کو اور ہم اب تم کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہم حیران ہیں کہ تم لوگ کون ہو۔
فرمایا کہ جو پہلے بوڑھے دیکھے تھے ان کو مرد مناف کہتے ہیں وہ خبردار عالم ہیں جب کہ دو
فوج مقابلہ میں واسطے جنگ کے مشغول ہوتے ہیں اس وقت یہ مردان مناف حکم خدا سے
درمیان میں آکر منھ گھوڑوں کا پھیر دیتے ہیں۔ ایک طرف فتح اور دوسری طرف شکست
ہو جاتی ہے۔ اور ہم کو جو دیکھتے ہو ہم شہید ہیں، پھر قراولوں نے وقت فرصت پا کر التماس

کیا کہ حضرت سلامت کس پیغمبر کی دین میں ہو اور سردار تمہارے لشکر کا کون ہے۔
شہیدوں نے فرمایا کہ ہم دین میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور گروہ امام
حسنؓ اور امام حسین علیہم السلام سے ہیں اور نظر ہماری طرف یکتائی خدا کی رہتی ہے اور
سردار ہمارے لشکر کا امجد شہید ہے اور سردارِ لشکر کا نام محمد بلخی ہے کہ جو شکار کھیلتا ہوا عقب
سے آتا ہے اور بادشاہ لشکر ہمارا سالار مسعود ہے اور ابھی وہ صلب پدر سے (یعنی پشت پدر
سے) شکم مادر میں نہیں آیا ہے۔ پھر وقت فرصت پا کر قراولوں نے پوچھا کہ نام پدر سالار
مسعود کا کیا ہے۔ فرمایا کہ یہی سالار ساہو۔ اتنے میں سالار ساہو قریب پہنچے۔ سواران
بے سر نے گھوڑوں سے اتر کر سالار ساہو کو سلام کیا اور زمیں بوس ہوئے پھر غائب ہو
گئے۔ زمین بوسی ان کی بدل حضرت سالار مسعود کیلئے، چنانچہ کاشف اسرار شیخ فریدالدین
عطار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

گر نبودے ذاتِ حق اندر وجود
آب وگل را کے ملک کردے سجود

یعنی اگر وجود کے بیچ ذاتِ خداوند نہ ہوتی تو پانی اور گل یعنی مٹی کو کب فرشتے سجدہ کرتے۔
الغرض قراولوں نے کل واقعہ مفصل بخدمت ساہو عرض کیا۔ ان کلمات روح
بڑھانے والے نے ساہو کی خوشی اور ذوق کو بڑھایا اور راہِ جنگل طے کی جب کہ تین شبانہ
روز کی راہ اجمیر رہ گئی شتر سواروں کو پہلے پاس مظفر کے بھیجا اور خود بدولت یعنی سالار ساہو
نے کنارے نہر کے مقام کیا۔ اتنے میں ایک شخص نے مصاحبان پہلوان لشکر آ کر التماس
کیا کہ پہاڑ پر زیر درخت کنارہ نہر کے ایک درویش خدا پہنچا ہوا بیٹھا ہے۔ احوال پرسی
آپ کی براہ مہربانی کرتا تھا۔ مصلحت یہ ہے کہ آپ اس کی خدمت میں چلیئے۔ پہلوان
لشکر نہایت اخلاص اور نیاز مندی سے خدمت میں درویش کے گئے پہنچتے ہی درویش نے
فرمایا کہ "آ باپ سالار مسعود کے" اے سالار ساہو نیک ہے تو، سالار ساہو آداب
خدمت بجالا کر بیٹھے۔ درویش نے فرمایا کہ اس سفر میں تم کو دو نعمتیں حاصل ہوں گی، ایک

کافروں پر فتح ہوگی دوسری فرزند نرینہ پیدا ہوگا۔
پانی سے بھرا ہوا لوٹا درویش کے آگے تھا۔ پہلوان لشکر کو اشارہ فرمایا اور کہا کہ اس پانی سے وضو کرو اور بعد وضو کے دو رکعت نماز ادا کرو۔ اور ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ گیارہ بار "اذا جاء نصر اللہ الخ" پڑھو اور بعد سلام کے سجدہ میں سات مرتبہ، سبوح قدوس ربنا رب الملٰئکۃ والروح" اور تین بار سجدے میں درود پڑھو پھر حق تعالیٰ سے دعا مانگو انشاء اللہ تعالیٰ فرزند مسعود قطب الوقت ساتھ فتح اور فیروزی کے میسر ہوگا، بعد اس کے فرمایا کہ ہاتھ اپنا اِس درخت پر بڑھاؤ جب کہ پہلوان لشکر نے ہاتھ بڑھایا ایک پھل ہاتھ میں آیا، درویش نے کہا کہ اس میوہ کو حفاظت سے رکھو جب اہل خانہ تمہاری غزنی سے یہاں آئیں اس میوہ سے آدھا ان کو دینا کہ کھائیں اور آدھا تم کھانا۔

اس زمانہ کے بیچ اکثر مردان غیب نے اس قسم کی بشارتیں سالار ساہو کو دیں جن کا تواریخ محمودی میں مفصل ذکر ہے۔ اس وقت سے سالار ساہو نے ایک نئی کیفیت اپنی حالت میں دیکھی تھی اور جس قسم کا ارادہ اپنے دل میں کرتے تھے اسی وقت موجود پاتے تھے جیسا کہ اکثر کتابوں میں ذکر ہے جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت تک اپنی ماں مریم کے پیٹ میں تھے جو کچھ مریم کے دل میں گذرتا تھا اسی وقت ظاہر ہوتا تھا، اور جس وقت میوہ دار درختوں کے نیچے جاتی تھیں درخت کی ٹہنی خود بخود جھک جاتی تھی کہ حضرت مریم نوش فرمائیں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہر چند کہ مریم درختوں کی طرف ہاتھ بڑھاتی تھیں مگر میوہ ہاتھ میں نہیں آتا تھا، مریم کو حیرت ہوئی اس وقت ان کو الہام ہوا کہ وہ امر بخاطر عیسیٰ علیہ السلام تھا۔

سُبْحَانَ مَنْ سَعَدَ سَعِیْدَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ
یعنی پاک ہے جو شخص نیک ہے نیک کیا گیا بیچ شکم مادر میں ہے۔

اپنی ماں کے شان میں ازل سے اس طور پر وارد ہے حاصل کلام جب خبر تشریف آوری پہلوان لشکر کی مظفر خاں کو معلوم ہوا شادیانہ خوشی کا بجوایا کہ کفار جو کہ اطراف اجمیر

ہیں محاصرہ کر کے جمع آئے تھے یعنی ہر طرف سے اجمیر کو گھیرے ہوئے تھے سب کے سب ایک جا جمع ہو کر قرار پکڑیں اور ہاتھ اور پاؤں پھولیں کہ اس طرف سے لشکر سلطان محمد غازی کا پہنچا ہے اور اس طرف سے مظفر خاں دل مضبوط کر کے آتا ہے۔ دو لشکروں کے ساتھ جنگ کرنا اچھا نہ ہوگا بہتر یہ ہے کہ بالفعل گوشہ پکڑیں بعد جمع ہونے دونوں لشکر وں سے جنگ کریں گے۔ پس محاصرہ اجمیر کا چھوڑ کر بفاصلہ ساڑھے تین کوس کے کھوکھر کے پہاڑ کی آڑ دے کر سب نے ڈیرہ کیا، بعد اس کے مظفر خاں استقبال کر کے پہلوان لشکر کو اجمیر میں لائے اور عرض کیا کہ میں معہ اپنے لوگوں کے قلعہ اجمیر سے باہر نکل کر دوسری جگہ قیام کرتا ہوں اور آپ قلعہ اجمیر میں منزل فرمائیں، پہلوان لشکر نے اس امر کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ تمہاری مدد کے واسطے آیا ہوں یہ کیا لائق ہے کہ تمہارے لڑکے قلعہ سے باہر جائیں اور میں اس جگہ منزل کروں۔ پس سالار ساہو نے کنارے حوض پوکھر کے کہ جائے کافروں کا تھا ڈیرہ کیا، چند روز آرام سے رہ کر بصلاح مظفر خاں کافروں پر دوڑ لے گئے، کفار بھی فوج آراستہ کر کے آگے آئے۔ دونوں طرف سے بہادر واسطے جنگ کے بڑھے اور لڑائی ہونے لگی۔ تین رات دن میدان کارزار گرم رہا۔ بعد تین دن کے فتح کی ہوا پہلوان لشکر کی طرف چلنے لگی۔ کافر اپنا اپنا سر پتھر پر پٹخ کر بھاگ گئے، بعض گرفتار ہوئے، اس دن پہلوان لشکر کافروں کے ڈیرہ پر آئے اور جو اہل اسلام شہید ہوئے تھے ان سب کو دفن کر کے اسباب اور مال تمام جو لوٹ کر کافروں کا آیا تھا اپنے لشکر کے آدمیوں پر تقسیم کیا دوسرے دن اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور قلعہ اجمیر کی در پر مسجد جامع تیار کر کے خطبہ باسم سلطان محمود غازی پڑھا گیا پھر تمام حقیقت گذشتہ معہ مبارک بادی فتح اسلام اور شکست اہل کفار کی سلطان کی خدمت میں عرضداشت لکھی۔ اور جو جو قصبہ جات اجمیر میں کہ بتصرف مظفر خاں نہ تھا جا بجا آدمی مقرر کر کے اپنے تحت و تصرف میں لائے۔ اور گماشتے پہلوان لشکر کے ہر جگہ پر بٹھائے گئے، اور اخراج ہر طرف سے لینے لگے، اور جو مغرور کہ بھاگ گئے تھے شہر قنوج میں جا کر

رائے اجیپال کے پناہ میں رہے۔

الغرض جب کہ عرضداشت سالار ساہو کے سلطان کے خدمت میں پہونچی خوشخبری فتح سے نہایت خوش ہوئے اور خلعت خاص معہ پانچسو اسپ عراقی کے مرحمت کیا اور فرمان مہربانی تمام سے صادر فرمایا کہ ریاست اس شہر کی اس بھائی وفا کیش کو مبارک ہو اور بھی لکھا تھا کہ اگر رائے اجیپال والی قنوج اطاعت اسلام کو قبول کرے بہتر ورنہ عرضداشت کیجئے کہ ہم خود معہ لشکر فتح اثر ایک مرتبہ سیر اس شہر کی کریں گے۔ اور بی بی ستر معلّٰی کو حکم دیا کہ اپنے شوہر کے پاس جائیں جبکہ بی بی ستر معلّٰی معہ خلعت خاص اور فرمان سلطان کے اجمیر میں پہنچیں۔ سالار ساہو کو نہایت خوشی ہوئی اور ان سے آرام پہنچا۔ وہ میوہ کہ درویش نے مرحمت کیا تھا نصف خود کھایا اور نصف بی بی ستر معلّٰی کو دیا۔

اسی شب بتاریخ نویں ماہ شوال ۴۰۴ھ کو سالار مسعود نے پشت پدر سے جسم مادر میں قرار پکڑا، نو مہینے عیش اور سلامتی سے گذرے دسویں مہینے بتاریخ اکیسویں ماہ رجب المرجب ۴۰۵ھ اتوار کے دن صبح صادق کے وقت اول ساعت آفتاب کے کہ وہ بہت نیک ہے سالار مسعود سعید ازل مثل آفتاب جہاں تاب کے پیدا ہوئے۔ حسن یوسف اور نمکین ابراہیم اور نور محمدؐ ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ یکایک ہر طرف سے شادیانے خوشی کے بجائے گئے، تین رات دن تک گھر گھر ہر کوچہ و بازار میں شادی رہا کی۔ پہلوان لشکر نے خوشی کے ساتھ جو کچھ نقد و جنس ان کی بساط میں تھا سب فقیروں اور درویشوں کو اور دوسرے گروہوں کو تقسیم فرمایا۔ چند روز تک کیا اہل دنیا اور کیا اہل عقبیٰ ہر فرقہ نے مجلس جشن آراستہ رکھا۔ چنانچہ صاحب تواریخ محمودی نے اس مقدمہ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اس کتاب مختصر میں اس کے تحریر کی گنجائش نہیں ہے۔

بعد اس کے نجومیوں کو حضور نے طلب فرمایا کہ طالع فرزند مسعود معائنہ کریں، ان لوگوں نے علم نجوم سے دریافت کر کے عرض کیا کہ اس فرزند سعادت مند نے اول گھڑی آفتاب میں نزول فرمایا ہے جو مثل قطب فلک دنیا میں بہت نیک ساعت ہے۔ یہ نہایت

غیرت دار ہوں گے اور کسی سرکش کی سرکشی ان کے آگے نہ چلے گی۔ لیکن بعد بلوغ کے وزیر سلطان سے دشمنی ہو گی، بعد اس کے ہندوستان میں جو ملک کہ تصرف میں کسی مسلمان کے نہ آیا ہوگا اس کو اپنے تصرف میں لائیں گے۔ اور معاملہ دین میں نہایت ثابت قدم ہوں گے۔ پہلوان لشکر یہ خوشخبری سن کر باغ باغ ہوئے، نجومیوں کو بہت سا مال عطا کیا اور حقیقت حال لکھ کر معہ بعض سوغات ہندوستان کے سلطان کی خدمت میں عرضداشت بھیجی۔ سلطان پیدائش سے سالار مسعود کے نہایت خوش ہوئے۔ خلعت شاہانہ اور گھوڑا واسطے پہلوان لشکر اور بی بی ستر معلیٰ اور سالار مسعود کو مرحمت کیا اور فرمان بدستخط خود طرح طرح کی مہربانیوں کیساتھ صادر فرمایا کہ ریاست ملک ہندوستان کی تم کو معہ فرزند مبارک ہووے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس طرف میں بھی ایک مرتبہ آ کر سیر ہندوستان کی کروں گا اور اپنے بھانجے یعنی سالار مسعود کو بھی دیکھوں گا حسن میمندی پہلوان لشکر سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا لیکن اس جلنے سے کچھ فائدہ نہ تھا۔ مصرع

دشمن چہ کند جو مہربان باشد دوست
دشمن کیا کرے جب مہربان دوست ہو

الغرض سالار ساہو ہر چند رائے اجیپال کو راہ راست کے طرف ہدایت کرتے تھے لیکن وہ راہِ راست پر نہیں آتا تھا اور زیادتی نصیحت اور غرور دنیا سے اپنے دل میں حرف صلح کا خیال تک نہیں لاتا تھا۔ بلکہ جو لوگ اجمیر کی طرف سرکش تھے ان کے پاس پناہ لیجا کر مدد مانگی اور اس جماعت کو ترغیب دیتا تھا کہ ملک سلطان پر چڑھائی کریں، پہلوان لشکر نے اس کی کوتاہ اندیشی سے تنگ آ کر سلطان کی خدمت میں عرضداشت کی، بعد چند روز کے لشکر آراستہ کر کے سلطان متوجہ ہندوستان ہوا۔ سالار ساہو و مظفر خاں نے معہ اپنے اپنے لشکر کے استقبال کر کے سلطان کو اول اجمیر میں لائے، سالار مسعود کو بنظر کیمیا اثر سلطان کے پیش کیا، بعد اس کے ہر قسم کی نقد و جنس کے..... سلطان نے سب سالار مسعود کو بخشا اور جب تک کہ اجمیر رہے گھڑی بھر بھی اپنے پاس سے مسعود کو جدا نہیں

کرتے تھے۔ بعد اس کے ساتھ اور غلبہ کے لشکر آراستہ کر کے متوجہ قنوج ہوئے اور پہلوان لشکر اور مظفر خاں کو مقدم کر کے روانہ کیا۔

سلطان سب سے پہلے متھرا میں آئے جو کفر کی کھان اور جائے عبادت معتبر اہل ہند کا تھا بعد اس کے اطراف میں جس مقام پر کہ زمینداروں اور سرکشوں کا نشان ملا برباد اور تاراج کر کے رائے اجیپال والی قنوج پر توجہ فرمائی وہ برداشت مقابلہ نہ لا کر بھاگ گیا، تاریخ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمود مہم خوارزم سے فارغ ہوئے انھوں نے جاڑے کا موسم قلعہ اجمیر میں بتایا تا کہ لشکر محنت سفر سے آرام پا سکے۔ وقت بہار میں جب رات اور دن برابر ہوا معہ سپاہ خاص روانہ ہوئے۔ آٹھ ہزار مرد شیروں کے خدا کی راہ میں لڑنے یعنی جہاد کرنے کی نیت کر کے منتظر بیٹھے تھے کہ سلطان اپنے مقام سے حرکت کریں وہ سب بسمت قنوج روانہ ہوئے، درمیان باب تاریخ کے مشہور ہے کہ قنوج میں کسی دوسرے ملک کے بادشاہ نے راہ نہیں پائی تھی مگر گستاسپ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے بادشاہوں میں سے تھا اور جس کا ذکر حکایت ملک گیری اسفندیار میں ہے اور سکندر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان سکندر رومی قنوج میں آیا تھا اور دختر رائے کید والی قنوج کو بمقام کشتہ پکڑ لے گیا، لیکن ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی امت میں سے پہلے سلطان محمود سے کوئی اور بادشاہ قنوج تک نہیں آیا تھا۔ غزنی سے قنوج تک تین مہینے کی راہ ہے۔

جبکہ سلطان محمود اطراف متھرا میں پہنچے اس شہر کا رئیس سلطان سے ملا اور راگوائی کر کے لشکر کو اس جگہ لے گیا جو جائے عبادت ہندوؤں کا تھا، یہاں اس مقام سے شہر متھرا مراد ہے جس کا تواریخ میں جا بجا ذکر کیا ہے۔ اس جگہ نادرات عمارتیں دیکھیں، اس شہر میں ہزار محل تھے جو سنگ مرمر سے بنے ہوئے اور نقش و نگار کئے ہوئے تھے اور بت خانہ کثرت سے تھے جو شمار سے باہر تھے۔ سلطان محمود نے جو خط اشراف غزنی کو لکھا تھا اس میں ذکر اس کا بھی تھا کہ اگر کوئی چاہے کہ مثل اس کے عمارت شروع کرے تو بعد صرف

کرنے ایک لاکھ روپیہ کے دوسو برس تک استاد تیز دست کوشش کریں تو بھی تمامی کو نہ پہنچیں، سب بتوں میں پانچ بت سونے کے بنے ہوئے تھے اور آنکھوں میں دو یاقوت جڑے ہوئے تھے، اگر ان یاقوتوں میں سے ایک کسی بادشاہ کے پاس بھیجا جاتا زیادتی رغبت سے پچاس ہزار روپیہ سے مول لیتے۔ بتوں پر ایک ٹکڑا یاقوت کا کہ موتی سے چمکتے ہوئے اس کے اردگرد جڑے تھے، وہ معہ اٹھارہ تولہ سونے سے زائد حاصل ہوا، اور بہت سے بت چاندی کے جو سو عدد سے زیادہ کے تھے ملے۔ پس سلطان نے حکم دیا کہ بت خانوں میں آگ لگادیں اور قنوج کی طرف روانہ ہوئے۔ وزیر نے اپنے پیچھے رائے اجیپال کی لشکر دیکھ کر بھاگنا تو بہتر سمجھا کیونکہ وہ مقام شروع ملک ہندوستان کا تھا۔

اس یورش میں سلطان کی سپاہ ہر قلعہ اور قصبہ میں پہنچی اور اس کو خراب اور برباد کیا، رائے اجیپال سلطان کی آمد کی خبر سن کر بے مقابلہ اور بغیر لڑائی کے باہر نکل گیا۔ سلطان بتاریخ ۱۸ ر شعبان ۴۰۶ھ میں شہر قنوج میں پہنچے، دریا کے کنارے سات قلعہ دیکھے کہ ہر ایک قلعہ بلندی میں آسمان سے دعویٰ برابری کا کرتا تھا۔ اس جگہ دس ہزار بت خانہ پائے اور اعتقاد اہل ہنود کا عروج پر پایا گیا۔ تاریخ عمارت ان بت خانوں کی تین لاکھ سال گذشتہ درج ہے۔

حاصل کلام رائے اجیپال کہ با مردمان مددگار گوشہ نشیں تھا۔ اہل قلعہ نے دروازہ کھول کر سرکشی ظاہر کی، سلطان نے ایک ہی روز میں ساتوں قلعہ مسمار کر دیئے اور بے شمار لوگ قتل ہوئے۔ لوٹ بے شمار داخل سرکار سلطان ہوئی۔

بعد اس کے بسمت قلعہ چندر پال لشکر کی چڑھائی ہوئی چونکہ بخیال ملک گیری لشکر سلطان بکثرت تھا چندر پال سختی لشکر اسلام دیکھ کر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلا، سلطان نے پیچھا کیا بہت سا مال اور ہاتھی لوٹ میں آئے۔ جبکہ قلعہ چندر پال بادشاہی کارندوں کے تصرف میں آیا، سلطان نے قلعہ چندرائے کی طرف رخ کیا، وہ مشہور ناپاکوں میں تھا باوجود زیادتی خزانوں اور کثرت ملکوں کے بھاگ گیا۔ لشکر اسلام نے تین رات دن پیچھا

کر کے کافروں کو قتل کیا مال اور ہتھیار ان کے لے لئے اور بہت سے ہاتھی ہاتھ آئے۔ خزانہ چندر رائے سے تیس لاکھ روپیہ سلطان کی سرکار میں آیا۔

صاحب تواریخ محمودی لکھتا ہے کہ جب سلطان مہم ہندوستان سے فراغت حاصل کی اور متوجہ غزنی ہوا سالار ساہو پہلوان لشکر نے درخواست کی کہ میں بھی ہمراہ رکاب چلوں سلطان نے فرمایا اصل میں یہ ملک فتح کیا ہوا تمہارا ہے، میں نے ریاست اس شہر کی تمہاری تسلیم کی اور لاہور کے قریب سے پہلوان لشکر کو خلعت خاص معہ پانچ سو اسپ عراقی مرحمت کر کے رخصت کیا، اور بیچ حق سالار مسعود کے مہربانیاں فرمائیں۔ مظفر خاں کو بھی ساتھ خلعت اور اسپ کے سربلند کیا، اور ہمراہ پہلوان لشکر کہا کہ جیسا چاہے خدمت کرے، الغرض پہلوان لشکر اجمیر میں آئے، امیروں کو جا بجا واسطے تسلی رعایا اور فریادرسی مظلوموں کے لئے ملک قدیم و جدید میں مقرر کیا اور رائے اجپال کو بھی بشرط خدمت کہ سالانہ پیش کش کیا کرے شہر قنوج میں آباد کیا اور خود ساتھ حشمت و شوکت کے اجمیر میں بیٹھ کر ساتھ عیش و عشرت کے مشغول ہوا، جو سلطان محمود کی نیابت میں سلطنت ہندوستان کی کرتا تھا لیکن عشق اپنے فرزند دلبند سے رکھتا تھا۔

جب کہ عمر سید سالار مسعود کی چار برس چار مہینے اور چار دن کی ہوئی حضرت میر سید ابراہیم کے پاس پہنچا کہ بسم اللہ شروع کرادیں، اور کئی ہزار روپیہ اور چار گھوڑے عراقی میر سید ابراہیم مذکور کو نذر کئے اور ہر قسم کا طعام اور خیرات کی جو وقت ولادت سالار مسعود تقسیم کیا تھا اس سے زیادہ صرف کیا۔ حق تعالیٰ نے سالار مسعود کو علم غیب عطا کیا تھا۔ جب نو برس کے ہوئے اکثر علوم ظاہر و باطن ان پر روشن ہوئے، اور جب کہ دس سال کے ہوئے ایسا بیچ عبادت خدا کی مقید ہوئے کہ راتیں خدا کی گذارتی تھی، اور جب تک ایک پہر دن نہیں نکلتا تھا کوٹھری سے باہر نہیں آتے تھے کہ یہ دیکھ کر جو درویش صاحب یقین تھے حسرت کرتے تھے، بعد ادائے نماز چاشت کے باہر آتے تھے، کامل فقیروں اور عالموں کے ساتھ صحبت رکھتے تھے، کھانا درویشوں اور علماء کے ساتھ کھاتے تھے، اور پھر

دوپہر کے وقت سونے چلے جاتے پھر بعد نماز ظہر کے دیوان خانہ میں آتے تھے، امیروں اور بادشاہوں کے لڑکے جو کہ ان کے ہم سن تھے حاضر رہتے تھے۔ کبھی واسطے شکار سوار ہوتے اور کبھی تیراندازی اور نیزہ بازی میں مشغول ہوتے تھے، کبھی چوگان کھیلتے تھے۔

الغرض طریقہ بڑی بڑی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سب آراستہ اور صاف کرلیا تھا۔ اور جس مجلس میں کسی قسم کا ذکر ہوتا تھا خواہ طریقہ درویشی خواہ طریقہ علم اور مسائل اور نکتہ دانی اور خواہ شعر خوانی، اور خواہ معاملہ سلطنت اور بادشاہی سب میں کامل تھے اور طریقہ سپاہ گری اور منصوبے لڑائی کے اور طریقہ ملک گیری کے اور پرورش رعیت میں اور احسان فقیروں اور غریبوں کے کرنے میں بہر حال ہر ایک گروہ کے عالم اور عامل تھے۔ اور ایسی نکتہ کی بات بیان کرتے تھے کہ جو مجلس میں حاضر ہوتے تھے سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔

سلطان الشہداء بہت بلند ہمت تھے کہ لوگ اس زمانہ کے ان کو حاتم ثانی کہتے تھے، جو شخص ان کی خدمت میں آتا تھا ممکن نہ تھا کہ اس کو کوئی چیز نہ دیں خواہ روپیہ، خواہ خلعت، خواہ اسپ خواہ شمشیر خواہ خنجر موافق اس شخص کے ایک نہ ایک چیز مرحمت کرتے تھے، کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے:

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد　　　ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

یعنی جو صاحب ہمت آیا مرد ہوا مثل آفتاب بلندی سے فرد ہوا۔

خلاصۂ مطلب شعر یہ ہے کہ جو صاحب ہمت ہے وہ مثل آفتاب کے بہت دور ہے مگر اپنی روشنی سے تمام روئے زمین کو روشن کئے ہے۔ سلطان الشہداء کا ظاہر اور باطن دونوں صاف تھا کہ دل ان کا شغل خدا میں اور گناہوں سے پاک تھا اور ظاہر ان کا یعنی منہ ہاتھ وغیرہ ہمیشہ وضو کئے ہوئے رہتا تھا اور اکثر نماز غسل کر کے ادا کرتے تھے اور ان کے بیٹھنے اٹھنے کی جگہ یعنی فرش صاف رہتا تھا۔ کپڑے عمدہ نفیس پہنتے تھے، عطر بدن میں بہت ملتے تھے، پان کو بہت دوست رکھتے تھے، کئی ہزار جوان بشکل فرشتہ اور لائق زمانہ کے جوان کی خدمت میں رہتے تھے، سب اسی طرح رہتے تھے، یعنی کپڑے نفیس پہنتے

تھے، جو شخص ان کی خوبصورتی کو دیکھتا تھا عاشق ہو کر نیک سلوک اور افعال پسندیدہ اس کا تمام عمر اس کے باقی رہتا تھا۔ کوئی ایسا سیاہ قلب ہوگا جو کہ ان کے ولی ہونے کا نور دیکھ کر ایمان نہ لایا ہو بعد اماموں کے (درود اللہ کا ان سب پر) اور جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی قسم کے مرد غازی اور اہل صفا کے پیشانی پر نور چمکتا ہے، کہ کافروں کو خدا کی یکتائی کی رہنمائی کرتا ہے

رباعی

آنکس کہ جمال مصطفےٰ را یند
شک نیست کہ عالم بقا رایند
انیست کمال مرد درِ راہِ یقیں
در ہر چہ نظر کند خدا رایند

یعنی جس شخص نے جمال محمد کو دیکھا شک نہیں ہیکہ عالم بقا کو دیکھا یہ ہے پروانہ مرد راہِ خدا میں جس کو نظر کرے خدا کو دیکھا۔ واللہ العالم فی الحقیقت والصواب (اللہ جاننے والا ہے حقیقت حال کا)

جگدیو سنگھ

گزشتہ اوراق میں آپ نے جگدیو سنگھ کا ترجمہ ملاحظہ کیا، ترجمہ اپنے مفہوم کو بالکل واضح کر رہا ہے ہاں میں نے تحقیقی طور پر جب مطالعہ کیا تو کچھ فرق ضرور نظر آیا جس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ یا تو موصوف کو اردو زبان پر دسترس نہیں تھی یا پھر موصوف کے ہاتھ فارسی مخطوطے کا وہ نسخہ ہاتھ آیا جو میرے پاس نہیں، جناب ''جگدیو سنگھ'' کا عقیدہ ہمارے ہندوستان کے عام ہندوؤں سے ہٹ کر آریہ سماج کے عقیدہ کی ترجمانی کرتا

ہے، جس کا اندازہ میں نے جگدیو سنگھ کے ترجمہ مرأۃ مسعودی کے ابتدائیہ سے لگایا۔ بہر حال کچھ بھی ہو انھوں نے جو کارنامہ انجام دیا ہے لائق تحسین ہے۔ لیجئے آئندہ صفحات میں ایک ترجمہ ملاحظہ کیجئے جس کے مترجم کا نام تلاش بسیار کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکا کیونکہ موصولہ کتاب ناقص الاول ہے، شروع کے چند اوراق غائب ہیں اسی لیے ترجمہ کا جو حصہ پیش کیا جارہا ہے وہ فصل دوم سے شروع ہو کر فصل سوم کو پورا کر کے ختم ہوتا ہے۔

ملاحظہ کیجئے نامعلوم مترجم کا ترجمہ:

الفقیر محمد علی مسعودی عفی عنہ

داستانِ دوم

مراجعت سالار ساہو اور سالار مسعود کی طرف غزنی کے اور عناد لیجانا خواجہ حسن میمندی کا سالار مسعود سے خرابی بت سومنات کی

جب سالار مسعود نے عمر دہ سالگی میں اکثر ولایت ہندوستان کو فتح کیا اور بزور شمشیر کفار کو سرکشی سے باز رکھا بے تکلف خراج آنے لگا اور سلطان محمود ان دنوں ملک خراسان میں رونق افروز تھے، ناگہاں متمردان کوھی نے متفق ہو کر چاہا کہ ملک کا ہیلر کو تاراج کریں وہاں کے حاکم ملک جھجو نے عرضداشت کی کہ آپ نے حکومت ملک کا ہیلر کی اس خادم کو عطا فرمائی تھی، الحال امرتای رائے کلچند بجماعت چند ہزار متمردوں کی ملک تاراج کرنا چاہتے ہیں، جلد امداد فرمائیے، یہ خبر وحشت اثر بنکر بادشاہ غازی نے حکمنامہ بنام سالار ساہو جاری فرمادیا، فرمایا کہ ساتھ ہی پہونچنے فرمان ہذا کے نصف لشکر ملک اجمیر میں چھوڑو اور مظفر خان کو واسطے حفاظت دیار مفتوحہ کے مقرر کرو اور نصف لشکر ہمراہ لے کر فوراً طرف کا ہیلر کے کوچ کرو، سالار ساہو نے تعمیل حکم سلطان کیا، لیکن اس

وقت قریب ملک مذکور کے پہونچے کہ جب کفار ملک کوتاراج کئے ہوئے اپنے مکان کو جاتے تھے اثناء راہ میں اطلاع پائی لشکر اسلام کا مقابلہ ہوا ایک پہر کامل جنگ عظیم ہوئی ہزاروں کا کھیت پڑا مسلمان غالب آئے کفار نے شکست فاش پائی ہتھیار چھوڑ کے بھاگ گئے چالیس سردار مقید ہو کر آئے، سالار ساہو ساتھ فتح وظفر کے شہر میں داخل ہوئے اور سلطان محمود غازی کی خدمت میں فتحنامہ روانہ کیا بادشاہ کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ بدستخط خاص مزین فرمایا کہ ہم نے اس جانفشانی کے عوض میں سوائے جاگیر قدیم کے حکومت ملک کاہیلر کی اپنے بھائی فتح جنگ کو عطا فرمائی، سکونت دائمی اختیار کریں جس وقت یہ فرمان سلطان پہونچا سالار ساہو نے بنام نامی سالار مسعود نامہ روانہ کیا کہ رئیسان اجمیر کو مناسب مقام مستقر کر کے مع والدہ ماجدہ خود متوجہ اس طرف کے ہو، بعد طے منازل کے قاصد اجمیر میں پہونچا سلطان الشہداء نے موافق تحریر پدر بزرگوار کے عمل کیا اتفاقاً روز دوم شکار کھیلتے ہوئے قصبۂ راول میں وارد ہوئے وہاں کے زمیندار شیو کن اور وشنو خسر پورہ حسن میمندی واسطے استقبال کے حاضر ہوئے، ہر چند باب ضیافت میں اصرار کیا لیکن سلطان الشہداء نے قبول نہ فرمایا اور بیرون قصبہ خیام لگائے اور وہیں آرام کیا، سحرگاہ دومن شیرینی زہر آلود لایا سلطان الشہداء نے علم باطنی سے دریافت کرلیا لیکن مصلحتاً خاموش ہو رہے اور دونوں بھائیوں کو خلعت دے کر رخصت کیا اور شیرینی پر نگاہ رکھی دوسرے منزل میں کتوں کے سامنے رکھوائی وہ سب کھاتے ہی مر گئے حضرت نے مسکرا کر فرمایا شاید ہمکو بھی اس کافر نے کوئی مرد ظاہر بین جانا تھا کہ مٹھائی میں زہر ملا کے بھجوایا، یہ کرامت مشاہدہ کر کے جمیع حاضرین حضار متحیر ہوئے مگر ستر معلیٰ خبر وحشت اثر سنکر نہایت ملول ہوئیں حضرت سالار مسعود نے تشفی دی اور خیرات جاری فرمائی اور ہنگام سحر اسی جا مقام کیا بعد تھوڑی دیر کے والدۂ ماجدہ سے شکار کے بہانے سے چند ہزار جوانان رستم زمان در رکاب فرما کے طرف راول کے متوجہ ہوئے جب اندر شہر کے پہونچے جاسوس خبر لائے کہ شیو کن غسل کر کے بتخانہ میں گیا ہے پوجا کر رہا ہے سلطان

الشہداء نے فوراً دھاوا کیا لشکر مخالف بھی آکر مقابل ہوا قریب ایک پہر کے جنگ عظیم ہوئی سیکڑوں کا کھیت پڑا لشکر اسلام نے دادِ جواں مردی اور بہادری دی کفار نے ہزیمت پائی، شیوکن گرفتار ہو کر سامنے سالار مسعود کے آیا حضرت نے حکم تشہیر کا دیا اور ملک کو تاراج کیا اور تمام لشکر کو خلعت عطا فرمایا اور ایک عرضداشت واقع حال کے خدمت میں سلطان محمود کے روانہ کی اور خود بدولت مع جاہ حشم متوجہ کاہیلر ہوئے، جب کوس بھر کا فاصلہ رہا سالار ساہو غلبہ شوق سے واسطے استقبال کے آئے سلطان الشہداء گھوڑے سے اتر کر قدم بوسی بجالائے۔ شعر

جبین پہ بوسے دیئے اور خوب پیار کیا ۔۔۔ بڑھا کے ہاتھ پدر نے بھی ہمکنار کیا

مردمان ظاہر بیں کو حیرت ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام فلک چہارم سے اتر آئے یا حضرت صاحب الزمان نے خروج کیا یا حضرت یوسف علیہ السلام باغ رضوان سے تشریف لائے اور یہ نہ سمجھے کہ خداوند عالم نے ظہور فرمایا ہے۔ شعر

چاہیئے اس جا پہ مردِ حق شناس ۔۔۔ تا کہ دیکھے شاہ کو در ہر لباس

الغرض سالار ساہو اپنے فرزند دلبند کو ہمراہ لے کر محل سرا میں داخل ہوئے، سات دن جشن عام رکھا اتفاقاً اس طرف نراین برادر شیوکن باستمداد حسن میمندی خدمت سلطان محمود غازی میں فریادی پہونچا بر عکس وقوع واقعہ زبان پر لایا اتنے میں عرضداشت سلطان الشہداء کی بھی پہونچی بادشاہ نے اقوال طرفین سے آگاہی پائی، فوراً پروانہ بنام سالار ساہو اور سلطان الشہداء روانہ فرمایا کہ کسی شخص معتمد کو وہاں مقرر کر کے یہاں چلے آؤ اور گنہگاروں کو بھی حفاظت سے پہونچاؤ، ہم اپنے سامنے تحقیقات کر کے سزا دیں گے، جس وقت یہ پروانہ عالی صادر ہوا سالار ساہو نے مع فرزند ارجمند فوراً کوچ فرمایا، بعد طے منازل باریاب بارگاہ سلطانی ہوئے، بادشاہ نے طرح طرح کی مہربانی حق میں سالار مسعود کے ارزانی فرمائی اس الطاف بے پایاں سے دونو شاہزادے سلطان مسعود اور سلطان محمد رشک لے گئے بعدہٗ سلطان محمود نے خلوت میں سالار ساہو سے مشورہ چاہا

کہ طرف سومنات کے لشکر کشی کا عزم رکھتا ہوں، تمہارے نزدیک کیا بہتر ہے؟ اُن حضرت نے بے ساختہ جواب دیا کہ عین مصلحت ہے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی فتح ہوگی، یہ بات بادشاہ کو بہت پسند آئی، سالار ساہو کو واسطے خبر داری کفار کے طرف کاہیلر کے روانہ کیا اور خود بدولت معہ سالار مسعود غازی اور لشکر ظفر پیکر متوجہ سومنات کے ہوئے، پس اول بادشاہ ملتان میں وارد ہوئے، وہاں سامان جنگ اور لشکر آراستہ کیا، چنانچہ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ سومنات اعظم اصنام ہندوستان تھا اور دس ہزار قریہ معمور واسطے اصراف سومنات کے وقف تھے اور ہر قسم کا جواہرات اس میں جمع تھا کہ کسی بادشاہ کے خزانہ میں دسواں حصہ اس کا نہ تھا، اور عمارت سومنات نہایت وسیع اور بافضا کنارۂ دریا کسی لگلی راجہ نے بنوائی تھی اور ایک زنجیر طلائی دوسومن کی دروازہ پر لٹکائی تھی اور اس میں ہزاروں گھنٹیاں آویزاں کیں تھیں اور اندر اس کے چھپن ستون مرصع کہ لعل وزمرد نصب کئے تھے اور خود بت سومنات پتھر کا تراشا ہوا پانچ گز کا اونچا دو گز زمین میں اور تین گز باہر تھا، ہزار خدمتی مقرر تھے کہ بطور ڈاک کے ہاتھوں ہاتھ پانی دریائے گنگا سے لاتے تھے اور سومنات کو دھولاتے تھے اور تین سو مغنی اور پانچ سو رام جنیاں ایک سے ایک حسین اور نازنین واسطے ناچنے گانے کے مقرر تھیں اور تین سو موتراش ملازم تھے جس شب چاند گہن ہوتا تھا ہنود درشن کو آتے تھے زیادہ لاکھ عورت سے جمع ہو جاتی تھیں، اور ہزار نفر نیاز دار اس بتخانہ میں پوجا کرتے تھے، اور دو ہزار مردمان آزمودہ کار مسلح حفاظت خزانہ کے متعین تھے، اور گرد و پیش اس کے چند قلعے عظیم الشان تھے، اس میں سامان جنگ رہتا تھا سلطان محمود جس قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے مسمار کیا یہ خبر سنکر معتقدان سومنات دست بدعا ہوتے تھے کہ اے معبود لشکر اسلام کو جلد ہلاک کردے ناگاہ لشکر اسلام زیر قلعہ سومنات پہونچا کفار نے مقابلہ کیا صبح سے شام تک ہنگامہ کارزار گرم رہا شب کو دونوں لشکروں نے اپنے اپنے مقام پر آرام کیا دوسرے دن خود بادشاہ متوجہ ہوئے لشکر اسلام نے دھاوا کر دیا فوج کفار کے سروں کو مانند برگ خزاں رسیدہ گراتے

ہوئے داخل قلعہ ہوگئی، کفار لاعلاج ہوکر سومنات سے لپٹ کے زار زار رونے لگے،
مسلمانوں نے زندہ گرفتار کرلیا اور سلطان محمود نے بڑھ کر ایک گرز سومنات پر لگایا چند
ہزار اشرفی خزانہ سومنات سے دستیاب ہوئیں اور ہر قسم کے جواہرات اور زر کثیر ہاتھ آیا،
بعدازاں بشوریٰ مدبران مملکت کے شہزادہ بسلیم کو کہ نسل شاہان مملکت میں تھا تاج بخشی
فرماکے خراج سالانہ مقرر کیا اور خود بدولت نے بت سومنات کو ایک اونٹ پر لدوایا پھر کسی
ہندو کو راہبر بنا کے براہ بیابان متوجہ سندھ کے ہوئے اس نے بسبب عداوت قلبی کے
ایک بیابان بے آب وگیاہ میں تمام لشکر اسلام کو پہونچایا اور خیام شاہی برپا کرائے،
بادشاہ نے پوچھا کس واسطے ایسے صحرائے لق دق میں مقام کیا جہاں نہ چشمہ ہے نہ جھیل
ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنی جان فدائے سومنات کیا اور دشمنوں سے قصاص لیا
تمہارا سارا لشکر شدت تشنگی سے ہلاک ہو جائے گا، اپنے کئے کی سزا پائے گا، بادشاہ نے
اس کو تہ تیغ کیا اور معبود حقیقی سے تضرع اور زاری کے ساتھ خلاصی چاہی پھر رات گئے
شمال کی جانب سے روشنی نظر آئی اسی جانب کو کوچ کیا صبح دم ایک چشمہ آب جاری پایا اور
ایک بازار وسیع نظر آیا جس میں ہر قسم کا سودا بکتا تھا تمام لشکر ظفر پیکر سیراب ہوا اور جو چاہا
خرید کر کھایا الحق وہ بازار نمونہ لطف پروردگار اور ثمرہ حق پرستی شاہ والا تبار تھا اور زمین کا
سمٹ جانا سراسر کرامت شاہ عالی مقدار کی تھی، صاحب نفحات نے جو لکھا ہے اس کا اعلان
ہی ایک شمّہ کرامات کا بیان ہے کہ جس وقت سلطان کو غزوۂ سومنات میں تردد اور
اضطراب ہوا خواجہ ابو محمد حسنی بعمر ہفتاد سالگی مع مریدان با اعتقاد شریک جہاد ہوئے اور
ہزاروں کافروں کو فی النار کیا اور اس کا ایک مرید محمد کا کو نام نہایت جوانمرد اور بہادر تھا اس
نے بھی داد شجاعت دی اور کفار نے ہزیمت پائی۔

اب یہاں سے تاریخ محمودی میں لکھا ہے کہ بعد طے منازل وقطع
مراحل بادشاہ جم جاہ کا غزنی میں ورود ہوا، رنج غربت اور صدمۂ مسافت مفقود ہوا تو بت
سومنات کو دروازہ مسجد جامع پر ڈال دیا کہ مسلمان روندیں جب کفار بداطوار کو بت

سومنات کے ذلیل ہونے کی خبر پہونچی تو اپنا قاصد بھیجا کہ سومنات ایک پتھر کا ٹکڑا ہے تم لوگوں کے کام کا نہیں ہم سے اس کے عوض سونا دو چندان لے لو اور ہم کو حوالہ کرو۔ حسن میمندی راضی ہو گیا مگر مسعود غازی سعید ازلی تھے ماہر راز خفی اور جلی تھے فوراً جواب دیا کہ رائے حسن میمندی کی شریعت کے خلاف ہے جس وقت بروز حشر آذر بت تراش بلایا جائے گا نام محمود شاہ بت فروش زبان پر آئے گا اور اگر توڑ ڈالا جائے گا تو حضرت کا لقب بت شکن زمانہ میں مشہور ہوگا، بادشاہ نے بت سومنات سالار مسعود کو عطا فرمایا کہ تم کو اختیار ہے خواہ توڑ ڈالو خواہ کفار کو واپس کرو اور کفار کو حکم بھجوایا کہ ہم نے سومنات اپنے بھانجے سالار مسعود کو دیا تم جانو وہ جانے۔ الغرض جمیع کفار دروازہ پر سالار مسعود کے جمع ہوئے ان حضرت نے ملک نیک بخت کو حکم دیا کہ سب کو بٹھلاؤ اور بت سومنات کے ناک کان کاٹ کے صندل اور چونہ میں ملوایا اور ساتھ برگ پان کے بطریق تحفہ بھجوایا، سب ہندوؤں نے صندل لگایا اور چونہ کھایا بعد ایک ساعت کے سومنات کی طلب میں عرض رسا ہوئے سلطان الشہداء نے فرمایا ہم نے بت تم کو دیا وہ متحیر ہوئے کہ کس کو دیا ملک نیک بخت نے واقعہ حال سے آگاہی دی جو نہایت غیرت رکھتے تھے خنجر سے شکم چاک کیا اور بعضوں نے قئے کی اور بعض روتے غل مچاتے حسن میمندی کے پاس گئے اس نے نہایت تشفی اور دلاسا دیا اور کہا کہ بادشاہ نے ایک بچہ کی بات پر عمل کر کے تم کو ذلیل اور خوار کیا، ہم نے تمہارے خاطر سے ترک روزگار کیا اب تم جاؤ پھر لشکر جمع کر کے آؤ ملک غزنین تاراج کرو بے تردد آسودگی سے راج کرو۔

آغاز تیسری داستان ہے

فتح دہلی اور ورود ستر کھ کا بیان ہے

جب حسن میمندی نے سالار مسعود سے بغض و نفاق پیدا کیا نمک حرامی پر کمر باندھی آمادۂ فتنہ وفساد ہوا، بادشاہ نے جو اس کے مزاج میں ناراستی پائی اپنے سامنے طلب فرما کے ہدایت فرمائی مگر وہ کوئی نصیحت اور حکم سلطانی عمل میں نہ لاتا تھا، جس وقت حضرت سالار مسعود کو دربار میں پاتا تھا آتش حسد سے جل کر راکھ ہو جاتا تھا اور اکثر سامنے اپنے مصاحبوں کے کہتا تھا کہ افسوس میرا قابو نہیں کہ سالار مسعود کو مار ڈالوں یا آپ مر جاؤں، یہ خبر اُڑتے اُڑتے بادشاہ کے گوش زد ہوئی سالار مسعود کو خلوت میں طلب فرما کر نہایت الطاف اور شفقت سے ارشاد کیا کہ حسن میمندی بسبب جہالت کے قصد تمہاری ہلاکت کا رکھتا ہے ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ دغا کرے۔ شعر

دانی کہ چہ گفت زال بارستم گرد دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد

مصلحت وقت یہ ہے کہ تم چندے اپنے والدین کے پاس جاؤ میں موقع محل پا کر حسن میمندی کو معزول کر دوں گا اور امیر اسماعیل کو اس کے عہدہ پر مستقر کر دوں گا تو تم کو بلا لوں گا، سالار مسعود نے عرض کی کہ میں کاہلر میں جا کے کیا کروں گا اگر حکم ہو تو ہندوستان میں واسطے جہاد کفار کے جاؤں اور دین کا ڈنکا بجواؤں اور آپ کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کرواؤں، بادشاہ نے یہ تقریر سن کر سر جھکا لیا کچھ جواب لا و نعم کا نہ دیا اور اس وقت تو سالار مسعود رخصت ہو آئے دوسرے دن مع لشکر مسلح ہو کر دربار عام میں تشریف لائے، آداب بجا لا کے اپنی ماموں سے رخصت جہاد طلب فرمائی پھر سلطان والاشان نے راہ شفقت اور مہربانی سے بہت سمجھایا لیکن بمقتضائے غیرت حیدری اور جرأت

صفدری کے ان حضرت نے کچھ خیال نہ فرمایا، ناچار بادشاہ نے خوب سا گلے لگایا اور لشکر جرار اور سامان جنگ بیشمار ہمرکاب سعادت کر کے رخصت کیا، سلطان الشہداء نے باہر آتے ہی غزنی سے کوچ کیا شہر میں دھوم مچی کہ سالار مسعود بندہ خاص معبود واسطے جہاد کے ہندوستان کی طرف جاتے ہیں پس جس وقت یہ خبر عام ہوئی جو جو شہزادہ عالی تبار اور مردمان دیندار تھے ہمرکاب ہوئے اور بعضے دوسرے منزل پر جا ملے، گیارہ لاکھ جوانان جرار منتخب روزگار کی جمعیت ہوگئی بعد چند روز کے ملک کا ہیلر میں پہونچے والدین کے دیدۂ منتظر کو منور کیا، پھر متوجہ طرف ہندوستان کے ہوئے، ایک دن قریب سرحد ہندوستان کے مقام فرمایا تمام فوج کو مقام پر ٹھہرا کر خود بدولت چند مصاحب کو ہمرکاب لے کر شکار کھیلتے ہوئے ایک جنگل میں جا نکلے۔ وہاں ایک باز کو چڑیوں پر چھوڑا اُس نے بدخوئی کی شکار سے منہ موڑا ایک درخت کہنہ پر جا بیٹھا ان حضرت نے اس کی طرف بغور دیکھا پھر میر شکار سے کہا باز کو تانبا دیکھا کر ہاتھ پر بلائے اور خود گھوڑے سے اتر کر تا دیر آنکھیں بند کئے کھڑے رہے بعدہٗ بیلدار بلوا کر اس درخت کو جڑ سے کھدوایا، خزانہ بیشمار افضال الٰہی سے ہاتھ آیا دوگانہ شکریہ ادا فرمایا، ملازمان قدیم کو تنخواہ نو مہینے کی اور جدید کو چھ مہینے کی پیشگی مرحمت ہوئی اور کچھ روپیہ فقیروں اور محتاجوں کو دلوایا، دو چار دن قیام کیا وقت روانگی اس خزانۂ خداداد کو قاطروں پر بار کیا سابق دستور معمور پایا، یکجا کم وزیادتی نہ ہوا تھا یہ کرامت حضرت کی مشاہدہ کر کے سب کو حیرت ہوئی، سبحان اللہ ذات مقدس جناب سلطان الشہداء کی جمیع اوصاف حمیدہ سے موصوف تھی، حسن یوسفی خلق محمدی لطف احمدی سراپا آپ میں تھا۔ شعر

ولی اللہ تھے نور ولایت سے منور تھے
نبیوں سے بنی اسرائیل کے رتبہ میں بہتر تھے

فصل: تذکرہ فتح شیو پور

جس وقت سالار مسعود غازی شاہزادہ ترک وتازی با حشمت وشوکت، ظاہر باطن قریب دریائے سندھ کے پہونچے، لب دریا خیام ذوالاحتشام برپا کئے پھر اس بحر کرم نے امیر حسن عرب اور میر جعفر کو حکم دیا کہ پانچ ہزار سوار جرار لے کر دریائے سندھ سے عبور کرو رائے ارجن زمیندار شیو پور پر وفور کرو اگر ممکن ہو تو زندہ پکڑ لاؤ نہیں تو کفر ضلالت کی بنیاد مٹاؤ، یہ حکم عالی سن کر غازیوں نے ہتھیار لگائے مسلح ہو آئے، کشتیاں منگا کر اس پار اتر گئے، جو لشکر اسلام قریب شیو پور کے پہونچا رائے ارجن رعب میں آ گیا مع اہل وعیال اور رفیقوں کے طرف صحرا کے بھاگ گیا غازیوں نے مقام خالی پا کر اس کے گھر کو لوٹا، بتخانہ مسمار کیا پانچ لاکھ روپیہ بتخانہ سے نکلا اور لباس زریں اور جواہرات بیشمار ہاتھ آیا دونوں امیر باتوقیر جملہ نقد وجنس جمع کر کے بجنسہ سامنے سالار مسعود کے لائے مبارک بادی کے شادیانے بجنے لگے، ان حضرت نے سب مال غنیمت مجاہدوں کو بانٹ دیا خود ایک حبہ نہ لیا، پھر مع لشکر دریائے سندھ سے گذر کے چندروز سیر وشکار میں مصروف رہے، اور ترکان بہادر اطراف میں دوڑ لے گئے جو اسلام لایا فہو المراد امان پائی نہیں تو مارا گیا تاراج ہوا آفت آئی۔

فصل: بیان جنگ جناب والی ملتان اور فتح پانا حضرت سالار مسعود کا

جبکہ سالار مسعود مقام شیو پور قبضہ میں لائے وہاں سے کوچ کر کے مع فوج ظفر موج ملتان میں آئے ملک ویران پایا دل گھبرایا وہاں کے باشندوں سے جو حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جب سے سلطان محمود کے لشکر نے دوبارہ تاراج کیا آج تک کسی نے اس ملک کو نہ بسایا رائے انکپال والی اس ملک کا خطہ آچ میں فروکش ہے گاہ گاہ

یہاں بھی آتا ہے دورہ کر کے چلا جاتا ہے یہ سن کر سلطان الشہداؑ نے ان لوگوں کو زرِ کثیر دے کر رخصت کیا اور خود عبادت میں مصروف ہوئے دوسرے دن قاصد رائے انگپال کا آیا پیغام اپنے راجہ کا سنایا کہ آپ کو یہ بات مناسب نہیں کہ غیر ملک میں دوڑتے پھرتے رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بدن کے کپڑے بھاری ہو جائیں، بھاگتے راہ نہ ملے، بہتر اسی میں ہے کہ جلد کوچ کر جاؤ فتنۂ خفتہ آئندہ کو نہ جگاؤ، جناب والا نے یہ بات سن کر تبسم کیا اور قاصدوں کو اس طرح جواب دیا کہ سب ملک خدا کا ہے جس کو خدا دے وہ لے اگر تو اسلام قبول کرے تو بہتر ہے نہیں تو تیرا گلا ہے اور میرا خنجر ہے پھر قاصدوں کو خلعت اور انعام دے کر رخصت کیا اور زبانی اپنا پیام دیا کہ اپنے راجہ سے کہنا خبردار ہوشیار ہو جائے ہم آتے ہیں جو ہر ذوالفقار حیدری دیکھاتے ہیں بعد ازیں آپ نے امیر حسن عرب اور امیر جعفر اور امیر ترکان اور امیر تقی اور امیر فیروز عمر اور ملک امجدان چھوں امیران نامدار چیدہ روزگار کو با چند ہزار سوار جرار رائے انگپال بد خصال رہ تعین کیا ادھر سے وہ کافر بھی گروہ مشرکین ہمراہ لے کر شہر سے باہر میدان میں آیا اور نقارۂ رزمی کو بجوایا دونوں طرف کی فوجیں مقابل ہوئیں خون کی ندیاں بہ گئیں ایک پہر بھر میدان کارزار گرم رہا ہر غازی دل کھول کر لڑا ہزاروں کفار بدکردار کو واصل جہنم کیا اور سیکڑوں مجاہدوں نے جام شہادت پیا آخر کار لشکر اسلام کا دھاوا پیش ہوا رائے انگپال شکست کھا کر مع لشکر بھاگا ترکان بہادر نے شہر کو تاراج کیا بہت کچھ مال غنیمت پایا۔ جناب سالار مسعود غازی کو مبارکباد دی، ان حضرت نے لشکر فتح پیکر کو شجاعت کی داد دی اور امیران نامدار کو خلعت فاخرہ سے سرفرازی بخشی اور غازیوں کو لوٹ معاف کر دی، پھر شہر کے اندر جا کر چندے اقامت فرمائی، بعد برسات ہوائے شہر اجودھن دل میں سمائی خدا نے اپنی قدرت کا تماشا دیکھایا بے جنگ وجدال وہ ملک ہاتھ آیا حضرت کو وہاں کی آب و ہوا خوش آئی سوا اس کے شکار کی بھی کثرت پائی دوسری برسات تک مقام کیا، سال بھر خوب انتظام کیا۔

احوال جنگ دہلی از ملازمان مسعود غازی

تواریخ میں لکھا ہے کہ جب سالار مسعود غازی نے بعد برسات اجودھن سے طرف دہلی عزیمت فرمائی اور رائے مہیپال والی دہلی نے بھی ورود لشکر کی خبر پائی اپنے تمام لشکر کو خوب آراستہ کر کے آگے بڑھا اور میدان وغا میں صف بندی کرنے لگا اور حضرت مسعود غازی نے بھی مجاہدوں کے پرے جمائے نقارۂ جنگ بجوائے تلواروں کی بجلیاں چمکنے کمانیں کڑکنے لگیں، تیروں کا مینھ برسا ڈھالوں سے ابر سیہ چھایا کشتوں کے پشتے بندھے ہزاروں کا کھیت پڑا جوان سے جوان پیر سے پیر لڑا، اتنے میں آفتاب غروب ہوا نماز مغرب کا وقت آیا لڑائی موقوف ہوئی دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر پہونچے، شب بھر استراحت کی صبح کو پھر لڑائی ہونے لگی ایک مہینہ دس دن تک لڑائی رہی دونوں صفوں کے خوب صفائی ہوئی حضرت کو تردد پیدا ہوا مناجات کرتے ہی اثر دعا کا ہویدا ہوا کہ پانچ سردار عظیم الشان مع لشکر فراوان غزنین کے طرف سے آئے اور مژدۂ معزولی حسن میمندی بھی لائے ایک اُن امیروں میں سے سالار سیف الدین صاحب اقتدار حضرت سالار مسعود غازی کے چھوٹے چچا تھے اور دوسرے میں بختیار، تیسرے سید عزالدین یہ دونوں قرابت دار تھے اور چوتھے ملک دولت خاص چیلے تھے، پانچویں میاں رجب غلام سالار ساہو کے تھے، ان حضرت نے سالار مسعود کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا یہ ہنگام روانگی ہندوستان میاں رجب کو معتبر سمجھ کے اپنے جاگیر سپرد کر آئے تھے، خواجہ حسن میمندی نے بسبب عداوت قلبی کے بدون اطلاع سلطان جاگیر ضبط کر لی، میاں رجب کو خارج کر دیا وہ اپنے آقا کے پاس چلے آئے، حضرت سالار مسعود نے خلعت کوتوالی کا دیا اور وہاں بادشاہ رات دن صحبت آیاز میں رہتے تھے، ملک کی طرف کچھ توجہ نہ تھی، آخر کار خواجہ حسن کی نمک حرامی حد سے گذری، بادشاہ نے منصب وزارت چھین لیا

اور کسی قلعہ میں حوالی ہندوستان کے قید کیا یہاں تک کہ اسی قید میں مر گیا۔الحق جس شخص نے اہل بیت مصطفےٰ اور اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ستایا اس کا عوض نارِ جہنم پایا الحاصل سالار مسعود ولی معبود پانچوں امیروں کو دیکھ کر بہت خوشنود ہوئے گلے سے لگایا اور رائے مہیپال ورود لشکر فتح پیکر سنکر حیرت میں آیا فکر نے گھیرا تردد بیشمار ہوا خود شریک کارزار ہوا چالیس دن تک خوب تیغ آزمائی رہی نہایت گھمسان کی لڑائی رہی، چالیسویں دن حضرت سالار مسعود غازی اشرف الملک سے کچھ باتیں انصار کی جانبازی کی کر رہے تھے کہ ناگاہ عقب سے گوپال پسر مہیپال گھوڑا بڑھا کر آیا گرز کا وار لگایا وہ حضرت چالاکی سے سر کی چوٹ بچا گئے مگر بینی مبارک پر ہلکی سی جھڑپ آگئی ۔ ناک کے زخمی ہونے کا اندوہ وغم شدید ہوئے اسی ضرب سے دو دندان مقدس بھی شہید ہوئے اشرف الملک نے لپک کر یک ہاتھ مارا گوپال کا سرتن سے اُتارا اور حضرت سالار مسعود نے زخم بینی پر رومال باندھ کر مشغول جہاد ہوئے شام کو اسی میدان میں نماز مغرب ادا کی پھر صبح تک خوب تلوار چلائی، ناگاہ کسی کافر بدکردار نے میر عزالدین ہراول فوج اسلام کے گلوئے مبارک پر نیزہ لگایا گھوڑے سے زمین پر گرایا یہ حادثہ جانگداز سن کے حضرت سالار مسعود نے نہایت طیش کھایا اور تمام مجاہدوں کو ساتھ لیکر ایک دفعہ دھاوا کر دیا کفار تاب لڑائی کی نہ لاسکے ہتھیار پھینک پھینک کر بھاگ گئے، ہر چند رفیقوں نے منہ موڑا لیکن رائے مہیپال نے میدان کو نہ چھوڑا آخر کار مہیپال بدخصال بھی مارا گیا بیٹے کی طرح سرتن سے اتارا گیا، فضل خدا سے فتح عظیم حاصل ہوئی، فوج اسلام قلعہ دہلی میں مقیم ہوئی حضرت سالار مسعود ولی معبود نے جو تخت پر جلوس نہ فرمایا امیر بایزید جعفر کو تاج بخشی کی تخت پر بٹھایا اور زبان معجز بیان سے اس طرح ارشاد کیا کہ میں نے حکومت دہلی کی تم کو اس واسطے عنایت کی ہے کہ رعیت کی غمخواری کرو اور کسی کام میں غفلت اور بے پروائی نہ ہونے پائے، بیکسوں کی دستگیری کرنا عدل وانصاف سے ملک کو بھرنا، پھر تین ہزار سوار جرار اور چھ ہزار پیادگان آزمودہ کار اور چند امیران ذی اقتدار واسطے انتظام کے میر موصوف کے

تحت وتصرف میں دیئے اور بارہ ہزار سوار و پیادہ نگاہداشت کا حکم فرمایا اور احتیاطاً چھ مہینے تک خود بدولت نے بھی معہ رفقاء قیام فرمایا۔

احوال روانگی میرٹھ و قنوج بعد فتح دہلی

جب حضرت سلطان الشہدا کا زخم بنی التیام پذیر ہوا اور غسل صحت نہائے خیرات جاری ہوئی طرف میرٹھ کے کوچ کی تیاری ہوئی، تمام راجہ میرٹھ اور قرب جوار کے استقبال کو آئے اور عمدہ ترین سوغات اور جواہرات بے بہا نذر کو لائے جناب موصوف ان کے تواضع اور تکریم سے راضی ہوئے گلے لگایا معافی نامے لکھ دیئے پھر متوجہ طرف قنوج کے ہوئے، شکار کھیلتے ہوئے بعد چند روز کے متصل قنوج کے پہونچے رائے جیپال نے پہلے تو ولی عہد کو مع سوغات اور نذرانہ خدمت عالی کیا حضرت نے خلعت دے کر اس کو رخصت کر دیا اور دریائے گنگ سے عبور فرمایا لب دریا رائے جیپال پیادہ پا آیا اور سوغات نذر کے واسطے لایا، قریب آکر اس نے قدم چومے حضرت نے کمال الطاف سے ہمکنار کیا اپنے قریب جگہ دی نہایت وقار کیا اس نے دست بستہ عرض کی کہ خادم امیدوار ہے کہ ضیافت قبول ہوتا مجھ کو سعادت ابدی حصول ہو حضرت بھی خاطر شکنی اس کی مناسب نہ سمجھی دعوت قبول فرمائی اور طعام خاصہ نوش فرمایا پھر نہایت تشفی اور دلاسا دے کر ارشاد کیا کہ تم ہر طرح سے مطمئن رہو مگر رسد رسانی خیال رکھنا اور ہماری فوج کے امیر یا لشکری اس طرف سے گذریں تو ان کی خبر گیری کرنا حرف شکایت کسی کی زبان پر نہ آنے پائے، یہ سمجھا کے حضرت تو سوار ہوئے وہ راجہ پیادہ پا ایک میل تک ہمرکاب رہا آخر کو حضرت نے اس کو رخصت کیا اور سترکھ کی طرف متوجہ ہوئے نویں دن سترکھ میں ورود ہوا لشکر کو حکم قیام دیا اس وجہ سے کہ یہ شہر نہایت آباد تھا اور معبد کفار بدنہاد تھا، پھر حضرت نے بندوبست اپنا شروع کیا ہر طرف کو ایک امیر معہ فوج کثیر بھیجا، سید سالار سیف الدین اور

میاں رجب کو بھرائچ کی طرف روانہ کیا اور میاں رجب کے فرزندار جمند کو ان کی جگہ پر عہدہ کوتوالی کا دیا الغرض سالاران ممدوح نے بہرائچ میں پہنچ کر جملہ حال ولایت اور غلہ کی شکایت لکھ بھیجی، حضرت نے عرضداشت پڑھ کر فوراً چودھری اطراف و جوانب کے طلب کئے خدام والا احتشام نے تعمیل حکم کو عمل میں لائے۔ تاش نام چودھری پرگنہ سدھور نگر کو اور زہر نام چودھری قصبہ امیٹھی کو خدمت شریف میں لے کر آئے حضرت نے دونو مقدموں کو بہت دلاسا دیا اور فرمایا کہ تم بے خوف سابق دستور کھیتی باڑی کرو اور ہمارے لشکر کو رسد پہونچاؤ سوائے قیمت اجناس ہم سے لو کچھ اپنے دل میں اندیشہ نہ کرو پھران کو خلعت فاخرہ دیئے اور کچھ صرّہ زر سرخ عطا کئے اور ملک فیروز کو مع مردمان ہوشیار واسطے غلہ رسانی کے اپنی طرف سے تعین فرمایا بعدہ مہی بختیار کو اپنا نائب کیا اور دوسرے ملکوں میں کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور اس طرح پر ہدایت کی کہ جس ملک میں جانا پہلے نہایت نرمی سے پیش آنا اگر دین محمدی قبول کریں یا بہ نرمی پیش آئیں تو بہتر ہے نہیں تو بے قتل کرنے کے نہ چھوڑنا پھر خوب سا گلے لگایا اور خلعت دے کر رخصت کیا اور فرمایا کہ جاؤ تم کو خدا کو سونپا اب ہماری تمہاری ملاقات محال ہے، ہر چند تمہاری جدائی کا ملال ہے مگر رضائے خدا منظور بہر حال ہے یہ کلمات حسرت آمیز سن کر تمام حضار رونے لگے اور مہی بختیار بھی روتے ہوئے رخصت ہوئے۔ جس ملک کفار میں وارد ہوئے فتح پائی یہاں تک کہ نوبت جنگ کی مقام کانورو میں آئی وہاں کافروں سے جہاد کر کے جام شہادت نوش کیا، یادِ خدا میں کل کائنات فراموش کیا بعدہ حضرت سالار مسعود غازی نے امیر حسن عرب کو مہوبہ کی طرف بھیجا اور میر سید علی کو گوپا مئو کی طرف روانہ کیا، الحال وہ مقام لال نگر مشہور ہے اور ملک فضل کو پھر بنارس کی حکومت عطا ہوئی، یونہی ہر ایک امیر با توقیر کو پروانہ حکومت کا دے کر ہر ملک کی طرف رخصت کیا اور سید ملک آدم غازی حضرت سالار مسعود غازی کے استاد بھی ولی اللہ جوانمرد صاحب جہاد تھے وہ بھی رخصت ہو کر لکھنؤ میں آئے خدا کی راہ میں شہید ہوئے راجہ کے بازار میں قریب جھتیا باغ کی ان

کا مزار ہے ہر ایک خاص وعام اس بات سے واقف کار ہے اور خود بدولت مقام ستر کھ میں قیام پذیر رہے رواج دین محمدی کے در پئے تدبیر سے اتفاقاً ایک دن آپ شکار میں مشغول تھے ناگاہ چند قاصد رایان کٹرہ مانک پور کے آئے اور دو زین اور چند لجام زریں بطور سوغات خدمت سالار مسعود میں لائے اور مکتوب ہر ایک راجہ کے گذارے اور زبانی بھی پیغام سنائے کہ یہ ملک ہمارے باپ دادا کا ہے اس طرف سلف سے آج تک کوئی مسلمان نہیں آیا اور تم بے محابا ملک غیر میں دوڑ آئے اور قیام فرمایا بوجہ کم سنی کے کچھ انجام کا خیال نہ آیا تمہاری بزرگ زادگی سے بعید نظر آتا ہے بہتر اسی میں ہے بہ طرف غزنی کے چلے جاؤ ہم کو درد آتا ہے کہ تم اپنے باپ کے ایک فرزند ہو اگر مارے گئے تو گھر بے چراغ ہو جائے گا یہاں نہ لکھ سوار جنگی علاوہ فوج پیادہ اور نظامت کے ہمارے پاس ہے اور دوسرے راجہ ہم سے زیادہ جمعیت فوج کی رکھتے ہیں، ہنگام کارزار لباس تن کا بھاری ہو جائے گا بھاگتے رستہ نہ ملے گا۔ جناب سلطان الشہدا مانند شیر غضب ناک کے نعرہ زن ہوئے اور زبان معجز بیان سے فرمایا کہ تم لوگ ایلچی ہو اس سبب سے ہم ناچار ہیں اگر کوئی دوسرا ایسے کلام بے ادبانہ زبان سے نکالتا تو ہم گدّے سے زبان کھچواتے اجسام خوں آشام سے پرزے اڑاتے جاؤ اپنے راجاؤں اور حاکموں سے صاف کہدو کہ ملک نہ ہمارا ہے نہ تمہارا ہے اس میں کسی کا نہیں اجارا ہے، مبدع کون مکان کو اختیار ہے جسے چاہے عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے، ہم کچھ ہندوستا کی سیر کو نہیں آئے ہیں تمہارے واسطے پیغام دعوت اسلام لائے ہیں دین محمدی کا ڈنکا بجائیں گے کفر و شرک کی بنیاد مٹائیں گے۔ یا دعوت اسلام قبول کر و یا میدان میں آکر داد شجاعت کی دو دیر نہ لگاؤ سب راجہ جمع ہو کر متفق آؤ ہم کو اپنی جان کا ڈر نہیں تمہاری جمعیت اور کثرت افواج سے کچھ خوف و خطر نہیں، جس وقت ہم جوہر صمصام حیدری دکھائیں گے تو لاکھ کوشش و بیخ میں لائیں گے، یہ فرما کے تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر قاصدوں کو رخصت کیا انھوں نے اپنے اپنے ٹھاکروں سے مفصل بیان کر دیا کفار بداطوار حیران ہوئے اپنے اپنے دلوں میں

نہایت پریشان ہوئے اتفاقاً والی مانکپور کے دربار میں ایک نائی بے شرم حاضر تھا اس نے
دست بستہ عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں سالار مسعود کا بے جنگ کام تمام کروں مگر عوض میں
اس کام کے پرگنہ معافی انعام میں پاؤں، یہ کلام راجاؤں کو بدل و جان پسند آیا اور خاص
والی مانکپور نے پچاس اشرفی دے کر رخصت کیا وہ کئی ایک ناخن گیر زہر آلود لے کر ستر کھ
میں آیا اور ایک ناخن گیر انھیں میں سے حضرت سالار مسعود کو بطور نذر کے دکھلایا جناب
ممدوح نے وہ ناخن گیر ہاتھ میں لے کر جو ایک ذرا انگوٹھے کے ناخن پر لگایا فوراً بسبب
آب داری کے گوشت کے اندر اتر آیا زخم میں لاانتہا سوزش پیدا ہوئی تاثیر زہر کی سارے
جسم شریف میں ہویدا ہوئے، رنگ چہرۂ اقدس کا زرد ہوا صدمۂ جانکاہ سے تمام بدن سرد
ہوا یہ حال دیکھ کر رفقاء گھبرائے زہر مہرہ کھرل میں گھس کر لائے حضرت نے کچھ اسماء الٰہی
دم کر کے نوش کیا بعد ایک ساعت کے افاقہ ہوا بالکل اثر زہر کا دفع ہو گیا شادیانے بجنے
لگے خیرات جاری ہوئی سلطان الشہدا اسی دم نہائے اور لباس نفیس اور عمدہ زیب اندام
فرمایا اور واقعہ حال منشیوں سے لکھوا کر ہر ملک میں روانہ کیا کہ مبادا کسی کوتاہ اندیش کے
دل میں وسوسہ شیطانی راہ نہ دے اس زمانہ میں حضرت کی عمر شریف کل اٹھارہ برس کی تھی
اس سن میں ان کو خداوند عالم نے جمیع صفات صوری اور معنوی سے موصوف فرمایا تھا
صاحب مرأۃ مسعودی کہتا ہے کہ میں حیران ہوں اس زمانہ کے لوگ کیسے سیاہ قلب تھے
کہ باوجود مشاہدہ کشف و کرامات کے اس محبوب الٰہی کی ولایت و کرامت پر ایمان نہ
لائے تھے اور قرب حضوری سے دور رہتے تھے، میں نے تو ہنگام تالیف کتاب ایک باران
حضرت کا جمال مبارک عالم خواب میں دیکھا اس وقت سے ایک جان کیا ہزار جان سے
عاشق ہوا اور دن بدن حسن عقیدہ زیادہ ہوتا گیا، جدائی روضہ اقدس کی ناگوار ہوئی، صفائی
قلب سے ہمیشہ خدمت جاروب کشی میں مشغول ہوں الغرض جب عرضی میں حال
جانگزا کی ملک کا ہیلر میں پہونچی اور حضرت سالار ساہو اور ستر معلیٰ نے مضمون سے
آگاہی پائی صدمہ عظیم ہوا خنجر اندوہ والم سے دونوں کا دل دو نیم ہوا اسی دن سے ستر معلیٰ

کو ایسا صدمہ پہونچا کہ مرض ہجر میں مبتلا ہوئیں اور بعد بارہ روز کے مرگئیں، سالار ساہو نے جنازہ ان کا غزنی کو روانہ کیا اور ایک عرضداشت اس مضمون کی خدمت میں شاہ محمود کی پہونچی کہ میں اپنے اہل خانہ کے سبب سے یہاں رہ گیا تھا، کہ عورت کو کہاں لئے پھروں آج وہ بھی قضا کرگئیں صدمہ داغ فراق ہمارے دل پر دھرگئیں، اب میں سالار مسعود کے پاس جاتا ہوں، مبادا ایسا ہو کہ کوئی دشمن لڑکا سمجھ کر دغا دے یہ عرضداشت قاصد کو دے کر اسی دم طرف سترکھ کی کوچ کیا۔

■❖■

مذکورہ ترجمہ جس کے مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا مولا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس ترجمے کا اسلوب نہایت اچھا ہے، زبان وبیان کے لحاظ سے کافی قدیم معلوم ہوتا ہے، رہا کچھ فرق کا سوال تو یہ ترمیم نسخہ کی وجہ سے بھی ممکن ہے، چونکہ انتظام طباعت سے قبل کتابیں نقل کر کے لیجائی جاتی تھیں اور کچھ لوگ یہ کام دوسروں سے بھی کرواتے تھے۔ اب ساری ذمہ داری ناقل پر جاتی ہے، اگر ناقل ذمہ دار ہے تو اس کا نقل کردہ نسخہ بھی مطابق اصل وعمدہ ہوگا اور غیر ذمہ داری کی صورت میں معاملہ اس کے بر عکس ہوگا۔ مرأۃ مسعودی فارسی کے نسخوں سے متعلق عباس خاں شیروانی کا یہ بیان قابل توجہ ہے۔

مرأۃ مسعودی کے مختلف نسخے

ہم کو اس کتاب کے چھ نسخے ملے، ایک نسخہ سپہ سالار موصوف کی درگاہ کے کتاب خانہ میں، یہ نسخہ صاف مگر غلط لکھا ہوا تھا اور حال میں میاں رجب کوتوال کی درگاہ واقعہ ہٹیلہ متصل بہرائچ کے خدام کے نسخے کی نقل تھا۔ دوسرا نسخہ درگاہ ہٹیلہ کے خدام سے ملا ان دونوں نسخوں میں بہت تحریفات ہیں اور غالباً ان تحریفی اور زائد عبارتوں کا منشا یہ تھا

کہ میاں رجب کوتوال کو جو عام طور سے رجب سالار کے نام سے مشہور ہیں سپہ سالار مسعود غازی کا رشتہ دار ثابت کیا جائے۔ تیسرا نسخہ ہم کو خان بہادر سید اولاد حسین صاحب تعلقدار بہرائچ کے کتب خانہ سے ملا۔ یہ صاف اور صحیح لکھا ہوا ہے۔ یہ ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء یعنی آج سے سو سال قبل نقل کیا گیا تھا۔ چوتھا نسخہ شیخ سردار علی صاحب خادم درگاہ سپہ سالار مسعود غازی کے پاس ملا۔ اس کے کچھ اوراق ضائع ہو گئے ہیں اور اگرچہ خط اس کا اچھا نہیں ہے مگر عبارت صحیح ہے۔ کاغذ اور روشنائی کے اعتبار سے ایک عرصہ کا نقل کیا ہوا ہے اور عبارت میں خان بہادر سید اولاد حسین صاحب کے نسخے سے ملتا ہے۔ پانچواں نسخہ ہم کو مولوی محمد سلیمان صاحب رئیس بدایوں کے پاس ملا۔ یہ بہت صاف نہیں ہے اور اس میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں ہیں، چھٹا نسخہ ہم کو مسلم یونیورسٹی کے مشرقی کتب خانہ میں مولانا احسان اللہ عباسی گورکھپوری کے ذخیرہ میں ملا۔ یہ بھی کچھ بہت صاف لکھا ہوا نہیں ہے۔ ان سب نسخوں میں سب سے اچھا خان بہادر سید اولاد حسین صاحب والا نسخہ ہے اور اسی سے ایک نقل لے کر اور مقابلہ کرا کے ہم نے درگاہ سپہ سالار موصوف کی لائبریری میں رکھ دی ہے۔

سر ہنری ایلیٹ نے مرأۃ مسعودی کے بعض اقتباسات کے ترجمے اپنی مشہور تاریخ ہند کے جلد دوم میں بطور ضمیمہ کے دیئے ہیں اور اس طریقہ سے مرأۃ مسعودی کو دستبرد زمانہ سے محفوظ کر کے تاریخی دنیا پر بڑا احسان کیا ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ جو نسخہ سر ہنری ایلیٹ کے سامنے تھا اس میں بھی کتابت کی غلطیاں تھیں مثلاً انھوں نے مقام کاہلیر کو کابلیر اور صاحب ہرمز کو حاجب ہرمز لکھا ہے۔ اگر کسی کتب خانہ میں یا کسی صاحب کی پرائیویٹ لائبریری میں کوئی نسخہ زمانہ تصنیف کا یا ان کے آس پاس کا لکھا ہوا ہو اور وہ ہم کو بتا دیں تو نہ محض ہم کو بلکہ تاریخی دنیا کو مرہون منت بنائیں گے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ سالار موصوف کی سوانح حیات کے معلوم کرنے میں مرأۃ مسعودی کا پایہ کس قدر اہم اور بلند ہے۔ (سوانح سید سالار مسعود غازی صفحہ ۴۱-۴۲)

شیروانی صاحب کی مذکورہ عبارت سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ میں نے مرأۃ مسعودی فارسی کے مختلف نسخوں اور اس کے مختلف ترجموں کے جو نمونے اور عبارتیں پیش کی ہیں وہ کیوں؟

بہر حال مرأۃ مسعودی فارسی مخطوطہ ہو یا ترجمہ سب کے سب سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے حالات، مجاہدات، ریاضت وشہادت بیان کرنے میں یکساں ہیں اگر کسی میں کچھ لفظی کمی بیشی ہے تو وہ نفس واقعہ پر اثر انداز نہیں ہوتی، پھر بھی اگر کوئی تبصرہ کرے تو اس کے ظرف وضمیر کو سمجھنے کی ضرورت ہے نہ کہ الجھنے کی۔

یہ تھی ایک مختصر سی جھلک جو مرأۃ مسعودی پر میں نے پیش کی۔ صاحب مرأۃ مسعودی پر مولائے کریم بطفیل سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ رحمت ونور کی بارش فرمائے اور سب کو سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے صدقے وطفیل دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے، اس مقابلے میں اپنے مترجم کے ترجمہ کو پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قارئین کرام خود اندازہ فرمالیں گے۔

میری ساری کاوشیں حضور سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی محبتوں اور عظمتوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے تاریخ سید سالار مسعود غازی کے مختلف گوشوں کو پیش کرنا ہے، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ فقط والسلام

محمد علی مسعودی عفی عنہ

۷۸۶
۹۲

قدیم ہند

قدیم ہند پر ایک نظر

نوٹ: یہ ایک اضافی بحث ہوگی لیکن اہل ذوق کے لئے کافی دلچسپ ہے اس طویل بحث کو آپ کے سامنے پیش کرنے سے میرا مدعا ملک ہند کی قدامت بالخصوص اودھ اخص الخاص بہرائچ جس کو سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی کے فیوض و برکات نے بہرائچ شریف بنا دیا، جبکہ مہاتما گوتم بدھ اور جین دھرم کے مذہبی رہنماؤں کا بھی یہاں آنا ثابت ہے لیکن کسی زمانے میں بہرائچ کو اتنی اہمیت حاصل نہیں ہوئی جتنی اہمیت حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اور ان کے رفقاء کے شہادت کے بعد حاصل ہوئی۔

الفقیر محمد علی مسعودی عفی عنہ

قدیم ہند پر ایک نظر

وطنیت کے نقطۂ نظر سے ہندوستان کی قدیم تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس ملک کے تمام رہنے والے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان (۱) دراصل یہاں کے قدیم ترین اصلی باشندے ہرگز نہیں ہیں کیونکہ جسمانی بناوٹ رنگ روپ اور زبان کے اعتبار سے یہاں کے سارے باشندے بالکل بیچ میل واقع ہوئے ہیں، کچھ لوگ نسلی طور پر کالے رنگ کے ہیں تو کچھ گورے، کچھ پیلے تو کچھ سرخ وسفید کسی خطے میں اگر بڑے بڑے ڈیل ڈول، بڑی بڑی آنکھیں اور لمبی ناک والے بسے ہیں تو کہیں پست قد چپٹی ناک اور چھوٹی آنکھ والے ملتے ہیں، آخر ایک ہی ملک میں طرح طرح کی بولیاں کیوں سنائی دیتی ہیں ایک ہی آب وہوا اور ایک ہی سورج کی روشنی میں یہ رنگا رنگ کی مورتیں نہیں بلکہ انسانی مورتیں کیوں دیکھنے میں آتی ہیں؟

اس قدرتی سوال کا جواب حاصل کرنے کیلئے جب ہم ہندوستان کی قدیم ترین تاریخ میں سراغ لگاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں کہیں باہر سے مختلف زمانوں میں مختلف نسلوں کے لوگ آئے اور آباد ہوتے رہے، یہ معلوم کرنے کے بعد دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں باہر سے آنے والوں کے پہلے زمانہ میں انسان کثرت سے بستے ہی نہ تھے اور اگر تھے تو وہ کون لوگ اور کیسے تھے؟ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی، علم الانسان میں نظریہ اسلامی کے مطابق تمام نوع انسانی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ اسی نسبت سے انسان کو آدمی بھی کہا جاتا ہے، اول انسان اول نبی سیدنا آدم

---

(۱) مسلمان اصل میں کوئی قوم نہیں ہے، بلکہ ایک اصولی جماعت کا نام ہے، مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۷ پر جے دیو سنگھ لکھتے ہیں کہ مسلمان کسی خاص فرقے کا نام نہیں ہے یہ ایک خاص مذہب ہے۔

علیہ السلام کے متعلق صاحبان تفسیر و مورخین کا بیان ہے کہ تقریباً ساڑھے چھ ہزار سال قبل مسیح میں آپ زمین سدگلدیپ یا سراندیپ میں جس کو اب جزیرہ لنکا کہا جاتا ہے اُتارے گئے اور لنکا کے متعلق بعض اہل جغرافیہ کہتے ہیں کہ یہ جزیرہ قدیم ترین زمانے میں ملک ہند میں شامل تھا مگر اچانک زمین پھٹ کر پانی نمودار ہو جانے سے علیحدہ ہو گیا۔ اس لحاظ سے وہ روایت جس میں سیدنا آدم علیہ السلام کا ملک دجنا یا دکھنی ہندوستان میں اترنا بیان کیا گیا ہے صحیح معلوم ہوتی ہے۔(۱) بہر کیف جب نسل آدم بڑھنے لگی تو افراد کی کثرت نے انتشار خیالات کا بیج بویا اور ایک مشت خاک سے اگے ہوئے، تمام درخت طرح طرح کے پھول پھل لانے لگے حتی کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی زندگی ہی میں قابیل کے ہاتھوں ہابیل کے قتل کا واقعہ پیش آیا جو دنیا کی تاریخ میں پہلا ناحق خون اولین ظلم تھا اور یہیں سے حق و باطل کی کشمکش کا آغاز ہوا۔ اس گناہ عظیم کے بعد قابیل ابن آدم نے مستقل گمراہی اختیار کی اور اپنی حمایت وتقویت کے لئے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال اور ہم مشرب بنایا۔ اس طرح پہلی مرتبہ نوع بشر مسلم و کافر اہل حق و اہل باطل اصحاب علم وارباب جاہلیت داعی صلاح و بانی فساد میں تقسیم ہوئی اس ذہنی اختلاف نے خارجی تفریق کا رنگ پیدا کر کے انسان کو انسان سے دور کرنا شروع کر دیا۔ یہی وہ اسباب تھے جب لوگ دنیا کی سیر کو مجبوراً نکلے اور زمین ناپتے ناپتے کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اور مختلف مقامات کی آب و ہوا کی بود و باش میں مخصوص نسلیں بن گئیں پھر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا ایک نسل دوسری کو باعتبار یگانگت کے بھولتی گئیں حتیٰ کہ ایک ہی نسل کے مختلف قبیلے ایک دوسرے سے اجنبی بنتے چلے گئے اس طرح دنیا میں اختلاف نسل کی بنیاد پڑی اور صفحہ زمین پر ایک ہی نوع انسانی کے طرح طرح کے رنگوں اور قسم قسم کی ساختوں کے جیتے جاگتے نقشے وجود میں آئے، رہا ہندوستان میں مختلف اللون و

(۱) در منثور جلد نمبر ا صفحہ ۵۵ علامہ جلال الدین سیوطی وسبحۃ المرجان باب نمبر ا علامہ بلگرامی

مختلف اللسان اور کثیر الاشکال آبادی کے پائے جانے کا مسئلہ تو یہ آگے آئے گا انشاء اللہ۔
بہر حال اوپر جو کچھ بیان کیا گیا اسی سلسلے کی ابتدائی تاریخی کڑی کے متعلق آثار قدیمہ کے تحقیقی عجائبات پر غور کر کے اندازہ کیا گیا ہے کہ زمانہ قبل مسیح تقریباً پانچ ہزار ۵۰۰۰ق م میں اور دنیا کی طرح ہندوستان میں بھی تہذیب و تمدن بالکل نہ تھا، نہ شہر و قصبے تھے، نہ آبادیاں بلکہ جنگلوں میں وحشی انسان متفرق طور پر رہا کرتے تھے۔ اس عہد مجہول کو ہم دو زمانوں میں تقسیم کرتے ہیں (عہد حجر) کسی زمانے میں لوگ جب کچھ نہ جانتے تھے صرف پتھر کے بھدے اوزار بنا کر کام میں لاتے تھے، پھلوں اور جانوروں کے گوشت وغیرہ پر زندگی بسر کرتے تھے، اسی کو قدیم عہد حجر کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ پھر جب انسانوں میں کچھ تہذیب کی تراش خراش اور تمدن کی سوجھ بوجھ پیدا ہوئی اور پتھر کی ہی عمدہ چیز بنانے لگے تھے۔ تو اس دور کو جدید عہد حجر کہا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ جزیرہ نکوبار وغیرہ میں کہیں باہر سے ہندوستان آئے تھے بلحاظ قدامت و وطنیت کے انھیں کو یہاں کا اصلی قدیم باشندہ کہا جا سکتا ہے۔
عہد حجر کے بعد پھر وہ زمانہ آتا ہے جس میں لوگ پتھر کے بجائے لوہے اور تانبے وغیرہ دھات کے اوزار بنا کر استعمال کرتے تھے، یہ لوگ کاشتکاری بھی کرتے تھے اور جانوروں کو پالتے تھے، مردوں کو زمین میں دفن کرتے تھے جسے ہم معدنیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض علماء تاریخ دھات کے زمانہ کو دراوڑ قوم کی تہذیب بتاتے ہیں۔
قبل مسیح تقریباً چار ہزار ۴۰۰۰ق م سیدنا نوح علیہ السلام کے عہد میں دراوڑ کے نام کی ایک قوم غالباً ہندوستان کی سرحد شمال و مغرب کی طرف سے یہاں کے قدیم باشندوں پر حملہ کرتی ہوئی آئی پہلے یہ لوگ شمالی ہند میں آکر بسے پھر رفتہ رفتہ دوسری قوموں خاص کر آرین دشمنوں سے لڑتے بھڑتے اور مغلوب ہوتے ہوئے جنوب تک چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ آج کل جنوبی ہند میں تامل تیلگو کناری وغیرہ بولنے والی سنتال دکونڈ وغیرہ جو قومیں پائی جاتی ہیں وہ سب دراوڑوں ہی کی نسل سے ہیں۔ دراوڑ

ہندوستان کے قدیم جنگلی باشندوں کے بہ نسبت زیادہ مہذب تھے، یہ لوگ تجارت کاشتکاری دھات کے اچھے سامان واوزار، اکثر علوم وفنون سے واقف اور شعروادب کا ذوق رکھتے تھے، مردوں کو زمین میں دفن کرتے اور اکثر اوہام نیز زمین وسانپ کی پرستش کرتے تھے۔

دراوڑوں کے بعد ۲۵۰۰ ق م یا اب سے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال پہلے گویا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام (۱) کے عہد میں بقول گنگا دھر تلک وغیرہ بحر کٹک کے کنارے وسط ایشیا جیسی منگولیا میسوپٹامیا ایشیاء کوچک اور بقول گالکس کے اروپائے وسطیٰ کی طرف سے کچھ لوگ فارس و افغانستان ہو کر درہ خیبر کے راستے حملے کرتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے جو تاریخ میں آریہ کے نام سے مشہور ہیں یہ لوگ گورے رنگ لمبے قد نوکیلی ناک اور بڑی بڑی آنکھیں رکھتے تھے اور یہاں کی سابقہ قوموں سے زیادہ شائستہ تھے، پہلے یہ لوگ بھی پنجاب کے اطراف میں دراوڑوں کو بری طرح شکست دے کر خود آباد ہوئے پھر رفتہ رفتہ یہاں کے قدیم باشندوں اور دیگر آئی ہوئی دوسری قوموں کو مغلوب کرتے ہوئے سارے ملک پھیل گئے، ان کی زبان سنسکرت تھی جو مورخ ایلیٹ صاحب کی تحقیق میں پہلے عربی خط کی طرح داہنی طرف سے لکھی جاتی تھی۔

آریوں میں علم وادب کا بھی چرچا تھا، چنانچہ قدیم ویدنامی کتاب انھیں لوگوں کی تصنیف ہے جو تقریباً آٹھویں صدی قبل مسیح تک وقتاً فوقتاً لکھی جاتی رہی (۲) یہ لوگ مظاہر قدرت مثلاً اندر، اگنی، سوقا، وایو، ورن اشون، مرت وغیرہ کو پوجتے تھے اور کاشتکاری مویشیوں کے ذریعہ روزی کماتے تھے اور اپنے مردوں کو جلاتے تھے۔ آریوں نے یہاں کے قدیم اصلی باشندوں اور قوموں پر اپنی تہذیب کا بڑا اثر ڈالا لیکن شائستگی کے ساتھ ہی ذات پات کی تفریق اونچ نیچ کا امتیاز باہمی، چھوت چھات کا مرض بھی پھیلا دیا ورنہ ان

---

(۱) تاریخ سیدنا ابراہیم علیہ السلام از غیاث الدین (۲) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۲، ایشوری پرساد۔

سے پہلے ہندوستان میں یہ تباہ کن بیماریاں بالکل نہیں تھیں (۱) البتہ آرین تہذیب دراوڑوں پر کچھ زیادہ اثر نہ ڈال سکی، چنانچہ اب تک جنوبی ہند کی طرف داراوڑ نسلیں جنکی زبان تامل تیلگو وغیرہ ہے ان کے رسوم و رواج اور اعتقادات آرین تہذیب سے مختلف ہیں آریوں کے بعد چند قومیں اور بھی مثلاً منگول، یوچھ، کشان، شک، ہون وغیرہ وسط ایشیا کی جانب سے وقتاً فوقتاً فاتحانہ انداز میں آئی اور ہندوستان میں جہاں سینگ سمائے آباد ہوتی رہیں، گو یہاں کی دیگر قوموں سے آریوں کی برابر چلا کرتی تھی لیکن آریوں کی سیاسی و تہذیبی ترقیوں میں اضافہ ہوتا رہا اور یہ سلسلہ ۵۵۰ ق م تک جاری رہا، اسی درمیانی عہد میں جسے ویدک زمانہ کہا جاتا ہے آریہ قوم کے مشہور واقعات رامائن و مہابھارت کے نام سے اب تک یادگار ہیں۔ آریائی تہذیب کے عروج کے ساتھ ساتھ اگرچہ قدیم وید کے مذہبی خیالات و اعمال میں بہت کچھ ترمیم و اضافے ہو چکے تھے مثلاً قدیم ویدک کی مظاہر قدرت کی پرستش کے ساتھ وشنو و شیو جی نیز دراوڑ قوم کے ناگ دیوتا کی مورتی کی پوجا بھی بعد کے آریہ لوگ کرنے لگے تھے (۲) مگر بہ حیثیت مجموعی اس تمام مدت کو ویدک دھرم کا یہی زمانہ کہا جاتا ہے۔

چونکہ بعض وجوہ سے اہل ہند ویدک دھرم کے اصولوں سے بددل ہونے لگے تھے۔ لہٰذا ان کو دوسری راہ نجات کی فکر ہوئی یہاں تک کہ مہابیر وردھمان متوفی ۵۲۷ ق م نے جین دھرم کی تبلیغ و اشاعت کی پھر مہاتما گوتم بدھ متوفی ۴۸۳ ق م نے بدھ مت کی دعوت دی یہ دونوں لوگ وید کو نہیں مانتے تھے (۳) دونوں ویدوں کے برخلاف اپنے جداگانہ طریقوں سے حصول نجات کے داعی تھے اور ان کی تعلیم قدیم ویدک دھرم اور جدید پورانک ہندو دھرم سے بالکل مختلف بھی تھی۔

(۱) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۸ جے دیوسنگھ (۲) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۴۸ جے دیوسنگھ

(۳) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۴۴۳ و مختصر تاریخ ہند صفحہ ۶۴

پھر تقریباً ۵۰۰ ق م فارس کے بادشاہ گستاسپ نے جو آتش پرست یعنی زردتشت کا پیرو تھا ہندوستان پر حملہ کر کے پنجاب وسندھ پر قبضہ کرلیا، لیکن اس سے ملکی تہذیب پر کوئی اثر نہ پڑا۔

اس کے بعد جلد ہی ایک سیاسی وتہذیبی یونانیوں کی شکل میں آیا جب ۳۲۷ء ق م میں سکندر اعظم بن فیلقوس نے مصر و فارس روس وافغانستان وغیرہ کو فتح کرتے ہوئے سندھ پر چڑھائی کی، قلیل عرصہ تک مغربی ہند پر یونانیوں کا قبضہ رہ سکا۔ مگر اسی مدت میں یہاں کے تہذیب وتمدن نے یونان کا کافی اثر قبول کیا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد موریوں کا عروج ہوا جس میں چندر گپت موریہ اول جلوس ۳۲۵ء ق م اور اشوک وردھن ۲۳۲ء ق م بہت مشہور راجے ہو گئے مگر ان دونوں پر ویدک دھرم والوں کو فخر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کیونکہ چندر گپت اول جین دھرم کا ماننے والا بتایا جاتا ہے اور اشوک کے بدھ مت پیرو ہونے میں قطعی شک ہی نہیں ہوسکتا ہے بلکہ بدھ مت کی اشاعت اور بدھوں کا عروج اور ویدک ہندو دھرم کا سیاسی زوال زیادہ تر اشوک ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

بدھوں میں اشوک اعظم کے بعد شنگ وکانون خاندان کے نام سے پھر ہندو دھرم والوں کو ولادت مسیح علیہ السلام کے قریب تک عارضی اقتدار حاصل ہو گیا جن میں پشیہ متر شنگ ۱۴۸ء ق م مشہور راجا ہوا ہے مگر ایک صدی قبل مسیح میں ہی شک نامی قوم کے بے پناہ حملے شروع ہو گئے، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ کل ہندوستان یعنی لاہور سے لے کر متھرا اور سندھ سے لے کر گجرات مالوہ وغیرہ تک شک قوم چھا گئی تقریباً ۴۰۰ء تک ان کا اقتدار رہا تاریخ ہند میں شک کال انھیں کے نام سے مشہور ہے۔

شک لوگ جوں جوں ہندوستان میں بڑھ رہے تھے توں توں ان کے پرانے دشمن یوچی لوگ سر پر چڑھے چلے آتے تھے، چنانچہ شروع صدی عیسوی میں یوچیوں کے ایک قبیلے کیشان نامی نے مغربی ہند سے شکوں کو بھگا کر اپنا قبضہ کرلیا ان میں سب سے پہلا

مشہور حکمراں کنشک ۱۲۰ء ہوا جس نے بدھ دھرم اختیار کرلیا تھا، مہاراجہ اشوک کی طرح کنشک نے بدھ مذہب کی بڑی اشاعت کی اس کے بعد دھیرے دھیرے بدھ دھرم کا سیاسی اقتدار کم ہونے لگا یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی کی ابتداء سے ۵۰۰ء تک تقریباً سو سال کے لئے پھر ویدک دوم کو تخت حکومت ہاتھ آیا جس میں سمدر گپت ۳۷۹ء اور چندر گپت دوئم یا بکرماجیت ۴۱۲ء بہت مشہور راجے ہوئے، یہ لوگ آریہ قوم کے کھشتری میں بتائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد کمار گپت بکرماجیت ۴۵۵ء کے آخری عہد حکومت میں وسط ایشیاء کی طرف سے غالباً ۴۵۰ء میں ہون نامی قوم بڑے زور و شور سے حملے کرتی ہوئی ہندوستان میں آدھمکی اس لئے قومی انقلاب کے حملوں سے گپت اقتدار ۵۵۰ء کے آخر میں بالکل ہی ختم ہوگیا۔ پھر چھٹی صدی عیسوی کے آخر تک عنان حکومت ہونوں کے ہاتھوں رہی جس میں تورمان یا لکتو رمان اور مہرکل مشہور فرمارواہوئے ہیں۔ لیکن چھٹی صدی ختم کے قریب سیدنا ونبینا آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد ظہور (۱) میں تھا نیشور کا راجہ پربھا کرور دھن ۶۰۵ء اٹھا اور ہونوں کا زور توڑ کر ان کو منتشر کردیا ساتویں صدی میں پربھا کرور دھن کے چھوٹے لڑکے ہرش ودھن ۶۴۷ء نے بڑی اولوالعزمی سے چند ہی دنوں میں بنگال سے لے کر گجرات و مالوہ، اور سرحد کشمیر سے لے کر تقریباً تمام شمالی ہندوستان و ممالک متوسط میں دریائے نربدا تک اپنی حکومت کا سکہ جمادیا اکتالیس سال یعنی عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عہد خلافت عثمانی واقع ۶۵ھ ۶۴۷ء تک اس نے اپنی بادشاہی کا ڈنکا بجوادیا اس کی سیاسی عظمت و شخصیت تو اس کی وسعت سلطنت ہی سے ظاہر ہے مگر مذہبی عقائد کے اعتبار سے اکبر کی طرح ہرش کا بھی

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱ عام الفیل مطابق ۴۰ جلوس کسریٰ نوشیرواں مطابق ۸۸۲ سکندری مطابق ۵۷۱ء میں ہوئی جیسا کہ مروج الذہب مسعودی م تاریخ عرب موسیو کوسان والجفر الکبیر شمس الدین محمد بن سالم سے معلوم ہوتا ہے۔

کوئی خاص مذہب نہ تھا، شاید سیاسی مصلحت کے طور پر وہ بیک وقت ویدک، جینی اور بدھ دھرم تینوں سے اظہار عقیدت کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شیو، سورج اور بدھ تینوں کی پوجا کرتا تھا(۱) ہرش وردھن کے بعد حکومت ہند کی مرکزیت ٹوٹ کر بکھر گئی جس کا جہاں اثر تھا وہ وہاں راجہ بن گیا مگر اس خود مختاری میں اس وقت بہادر راجپوت پیش پیش تھے اور یہی زیادہ تر ملک پر چھا گئے راجپوت کی نسل کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے بعض ان کو ویدک آریہ قوم کے کھشتری خاندان سے بتاتے ہیں کچھ اہل تاریخ راجپوتوں کو شک، ہون اور سدین وغیرہ قوموں کی مخلوط نسل بیان کرتے ہیں بعض صرف اتنا کہہ کر قصہ مختصر کر دیتے ہیں کہ راجپوت اصل میں غیر ملکی نسل سے تھے مگر برہموں نے ان کو ہندوؤں میں ملا لیا تھا(۲) اور خود راجپوت اپنا رشتہ سورج، چاند اور اگنی سے ملاتے ہوئے چندر بنشی و اگنی کنڈ کہلاتے ہیں۔ لیکن لفظ راجپوت پر اگر سیاسی تاریخی ترتیب اور لغوی حیثیت سے غور کیا جائے تو اس مسئلے پر بہت روشنی پڑ سکتی ہے، لفظ راجپوت کے معنی شاہزادے کے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی کے آخر سے ساتویں صدی کے نصف زمانہ میں جب پربھاکر وردھن و ہرش وردھن نے ہون قوم کو پیہم شکست دے کر منتشر کر دیا تو ایوان حکومت کے شاہزادے راجکمار کے بجائے راجپوت کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ راجکمار تو برسر اقتدار راجوں کے لڑکوں ہی کو کہا جا سکتا تھا۔ اور یہ لوگ مغلوب ہو چکے تھے لہٰذا انھوں نے سرکاری لقب سے بچتے ہوئے اپنی شاہی خاندانیت کو راجپوت کے نام سے برقرار رکھا۔ دوسرے یہ کہ قبیلہ گوجر و جاٹ کو مورخین ہون قوم کی اولاد بتاتے ہیں (۳) یہ غالباً وہ لوگ ہیں جو شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتے تھے کیونکہ تاریخ میں کسی گوجر و جاٹ راجہ کی کوئی نشاندہی نہیں ملتی حالانکہ راجپوت گوجر و جاٹ

---

(۱) نیو ہسٹری آف انڈیا ایشوری پرساد صفحہ ۱۹۱، مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۳۰ جے دیو سنگھ

(۲) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۹۶ ایشوری پرساد (۳) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۲۱ جے دیو سنگھ

بہادری کی شہرت میں نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے سے کم نہیں بلکہ تاریخ کے صفحات پر نمودار ہونے کا زمانہ بھی تینوں کا ایک ہی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں قبیلے ہون قبیلے ہی کے نسل سے ہیں راجپوت شاہی خاندان سے تھے اور گوجر و جاٹ عام لوگ تیسرا ثبوت اس قرینہ سے بھی نکل سکتا ہے کہ راجپوت نام کی کوئی مستقل قوم ہرش وردھن سے پہلے تاریخ ہند میں نہیں پائی جاتی نہ ہی ہرش کے زمانہ یا اس کے بعد فوراً اس نام کی کسی قوم کا دراوڑ آریہ وغیرہ کی طرح کہیں باہر سے آنے کا پتہ چلتا ہے، لامحالہ یہ ماننا پڑا کہ راجپوت مستقل قوم نہیں بلکہ ہرش کے زمانہ تک کی ہندوستان کی اصلی یا بیرونی قوموں میں کسی سے تعلق رکھتے ہیں۔

مزید غور کرنے کی ضرورت ہے کہ شروع پانچویں صدی سے لے کر چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں پربھا کروردھن کے عہد حکومت تک تقریباً ڈیڑھ سو سال تک پنجاب راجپوتانہ وسط ہند اور تمام شمالی ہند پر ہون قوم کا اقتدار رہ چکا تھا (۱) لہٰذا زمانہ ہرش کے آخر نصف صدی تک سیاسی مغلوبیت کے بعد جب مرکزی طاقت ختم ہوئی تو اس وقت ہونوں کے سوا اور کون ہوسکتا ہے جو کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کے لئے موقع پا کر اٹھے جس طرح راجپوتوں کے متعلق بتایا جاسکتا ہے کہ "ہرش کی وفات کے بعد شمالی ہند میں ایسا راجہ نہ ہوا جو تمام سلطنت کو سنبھال سکتا ہے ہرش کی سلطنت منتشر ہوگئی، چھوٹے چھوٹے راجے خود مختار بن بیٹھے زیادہ تر یہ راجپوت تھے" (۲) لہٰذا یہی بات پائے یقینی کو پہنچ سکتی ہے کہ راجپوت لوگ نسل کے اعتبار سے ہون قوم ہی کے شاہی خاندان تعلق رکھتے ہیں اور اس طرح بہادر ہون قوم نے پچاس برس کے بعد ہی ساتویں صدی سے راجپوت غلبہ کے نام سے دوبارہ عروج حاصل کیا، ہندوستان میں ہونوں کے قدیم مذہبی اعتقادات کے متعلق چھٹی صدی تک کوئی صاف بات نہیں ملتی البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ آریہ قوم کے کھشتری گپت خاندان سے جو قدیم ویدک دھرم کا علمبردار تھا ہونوں کا سخت

(۱) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۸۱۔۸۴ ایشوری پرساد (۲) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۳۹ جے دیو سنگھ

مقابلہ رہا (۱) پھر راجہ مہر کل ہون کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بدھ دھرم کا بڑا مخالف تھا (۲) اس لئے اندازہ ہے کہ ساتویں صدی عیسوی سے رفتہ رفتہ ہون قوم خاص کر اس کے راجپوت قبیلے والے جدید ویدک دھرم بنام پراتک ہندو دھرم کے معتقد ہونے لگے کچھ راجپوتوں نے جینی دھرم اور اکثر نے بدھ دھرم کو بھی اختیار کرلیا تھا پھر اسلام کی دعوت ہندوستان میں پھیلی تو بہادر عربوں، مصریوں، ایرانیوں، ترکوں، افغانوں اور مغلوں کی طرح بہادر راجپوتوں نے بھی یہاں کی دوسری قوموں کی بہ نسبت کثرت سے اسلام قبول کیا (۳) اور آج تک مسلم ترک افغان و مغل کی طرح مسلم راجپوت بھی ہندوستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں، بہر کیف ساتویں صدی سے لے کر بارہویں صدی تک انھیں راجپوتوں کا اقتدار ہندوستان کے بڑے حصے پر رہا پانچ سو سال سے زیادہ انھوں نے حکومت کی چنانچہ بنگال میں پال راجپوت بہار میں سین خاندان اڑیسہ میں کیسری راجپوت گجرات میں شیولنگی، جینی راجپوت مالوہ میں پرمار علاقہ، بندیل کھنڈیا ججاک بھگتی میں چندیل، قنوج میں پریہارو گہروار راٹھور دہلی میں چوہان اور اجمیر میں تومر راجپوتوں کی حکومتیں تھیں۔ جس زمانہ کا ہم ذکر رہے ہیں اس وقت ملک بھر میں سخت افراتفری پھیلی ہوئی تھی اور یہ سیاسی کشمکش زیادہ تر نتیجہ تھی اس وقت کی معاشرتی خرابیوں اور مذہبی انتشار کا، چنانچہ اگر بنگال کی طرف بدھ دھرم حکومت کا مظہر تھا تو گجرات اور راشٹر کوٹ صوبہ بمبئی وغیرہ میں جین دھرم کا راج تھا۔ ادھر پنجاب وسندھ کی جانب ہندو اور بدھ لوگ آپس میں گڈ مڈ تھے، ایک دوسرے کے جانی دشمن ایک ہی گھر میں اگر ایک بھائی بدھی تھا تو دوسرا ہندو اور اسی وجہ سے آئے دن برسرپیکار رہتا تھا، چنانچہ ساتویں صدی کے قریب راجگان سندھ میں چچ نامی راجہ غالباً جو ہندو تھا اس نے اپنے اطراف کے تمام چھوٹے چھوٹے بدھ راجاؤں کو شکست دے کر ان کی قوت توڑ دی مگر اس کے بعد اس کا بھائی راجہ چندر تخت سندھ پر بیٹھا یہ بدھی تھا اور اس نے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے چچ کے خوف سے اپنا دھرم چھوڑ دیا تھا پھر سے بدھی بنایا شاید بدھی بنانے اور بدھی شدھی کرنے کی اصطلاح ہندی

(۱) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۸۰ (۲) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۱۵ جے دیو سنگھ (۳) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۷

زبان میں اسی وقت سے رائج ہوئی، پھر راجہ چندر کے بعد چچ کا لڑکا راجہ داہر ہوا جو غالباً اپنے باپ کی طرح ہندو دھرم کا ماننے والا تھا جس کا مقابلہ محمد بن قاسم سے ہوا(۱)

دکھن میں ایک اور نیا مذہبی فرقہ لنگایت پیدا ہوا اس کے ماننے والے ویدک دھرم کے منکر تھے(۲) آٹھویں صدی عیسوی میں کمارن بھٹ اور شنکر اچاریہ پھر بارہویں صدی میں رامانج مشہور ہندو علماء ہوئے جنھوں نے بدھوں وغیرہ غیر ہندو لوگوں کی بڑی زبردست مخالفت کر کے قدیم ویدک دھرم کا نیا ایڈیشن پرانک ہندو دھرم کو رواج دیا(۳) پھر بہاس کی طرف سین راجپوت جو ہندو دھرم کے ماننے والے تھے شائد اسی وجہ سے بعض مورخوں نے ان کو برہمن کہہ دیا ہے، انھوں نے اپنے مذہبی مخالفین یعنی مگدھ قنوج اور بنگال کے پال راجپوتوں کو جو بدھ دھرم کے معتقد تھے متواتر حملوں سے نیست و نابود کر کے دشمن کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا(۴) اس طرح جین، بدھ اور ہندو دھرم کے مذہبی اختلافات نے نہ صرف برہمن کو برہمن سے، چھتری کو چھتری سے، راجپوت کو راجپوت سے جدا کر دیا تھا بلکہ ایک کو دوسرے کا حریف بنا دیا تھا، پھر ملک میں پرانک ہندو دھرم کی روز افزوں اشاعت سے اجتماعی عدم مساوات اور ذات پات کا امتیاز ترقی کر گیا، مزدوروں اور شودروں کی حالت نہایت بدتر ہو گئی تھی اور عورتوں کی بھی کوئی وقعت باقی نہیں رہی تھی(۵) اس کے علاوہ اخلاقی پستی بھی اس وقت کی تمام جنگ زرگری کی ذمہ دار ہے، حکمرانوں میں بغض و حسد، نفس پرستی و نفاق بہت بھر گیا تھا اور حرص و خود غرضی کی وجہ سے بھی ان سے نیچے نہ بیٹھا جاتا تھا بلکہ ہمیشہ سب کو اپنی اپنی حدود حکومت کو بڑھانے کی فکر آمادۂ جنگ رکھتی تھی(۶) کچھ نہیں تو خاندانی رقابتوں کے پیچھے ہی برسرپیکار رہتے تھے جیسا کہ راجہ قنوج جے چندر راٹھور اور اجمیر و دہلی کے راجہ پرتھوی راج کی رقیبانہ دشمنی کی جنگوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) چچ نامہ جلد ا صفحہ ۱۴۲ و ۱۵۲ ایلیٹ (۲) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۰۸ ایشوری پرساد (۳) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۵۷ جے دیو سنگھ (۴) نیو ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۳ ایشوری پرساد
(۵) مختصر تاریخ ہند صفحہ ۱۶۶ (۶) ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۱۱۶ ایل مکرجی

نوٹ: قدیم ہندوستان کی تاریخ اور اہل ہند کے عقائد ونظریات آپ تک پہونچانے کی غرض سے تاریخ فرشتہ کے مقدمے کی عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ آپ اہل ہند کے معتقدات سے بخوبی واقف ہوجائیں، یہ ایک اضافی بحث ہوگی لیکن کارآمد ضرور ہے۔

اہل ہند کے عقائد

مہابھارت ہندوؤں کی ایک مستند کتاب ہے اس زمانے میں ان کی کوئی اور کتاب اس سے زیادہ بڑی اور معتبر نہیں ہے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں شیخ مبارک کے صاحبزادے ابوالفیض فیضی نے اس کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کتاب میں ایک لاکھ سے زائد اشعار ہیں۔ ہندوؤں کے عقائد کے بارے میں اس کتاب کا خلاصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں تاکہ جو لوگ مکمل تاریخی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ شروع سے آخر تک اصل حقیقت سے باخبر ہوجائیں۔

صوفی ہو، فلسفہ دان ہو یا فقیہ ہر کوئی تخلیق دنیا کے بارے میں الگ الگ خیال رکھتا ہے، ایک گروہ کی رائے دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔ مہابھارت میں اس قسم کے تیرہ (۱۳) مختلف مشربوں کا تذکرہ ہے۔ لیکن جو اہل نظر ہیں ان کے نزدیک ان میں سے کوئی مشرب ایسا نہیں ہے جو دنیا کی پیدائش کے بارے میں بالغ نظر اصحاب کو مطمئن کرسکے۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق (جو اسلامی عقیدے سے مختلف ہے) اس جہان بوقلموں کی گردش چار ادوار پر ختم ہوتی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ست یگ

(۲) ترتیا یگ

(۳) دوا پر یگ

(۴) کل یگ

"کل یگ" کے خاتمے پر پہلا یگ یعنی "ست یگ" نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے دوسرے یگ پہلے کی طرح آتے ہیں اور "کل یگ" پر خاتمہ ہوتا ہے۔ غرض اسی طرح ان چاروں یگوں (زمانوں) کی گردش جاری رہتی ہے۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ابتدا کب ہوئی اور نہ انتہا کا کچھ پتہ چلتا ہے۔

میں نے ایک معتبر کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک بار کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ "اے امیر المؤمنین حضرت آدم علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل دنیا میں کون تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا آدم"۔ اس شخص نے تین بار یہ سوال دہرایا اور حضرت علی نے تینوں بار یہی جواب دیا۔ اس پر وہ شخص متعجب ہو کر خاموش ہو گیا۔ حضرت علی نے جب اس سائل کو متعجب اور خاموش دیکھا تو فرمایا "اگر تو تیس ہزار مرتبہ مجھ سے یہ سوال کرتا تو میں ہر بار یہی جواب دیتا" -- اس روایت سے بھی اس دنیا کی قدامت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوؤں کا "تقسیم ادوار" کا عقیدہ ہر حیثیت سے ایک بے سروپا افسانہ ہے۔

بعض قدیم برہمن اہل علم کے مختلف اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی ایک آخری حد یا انتہا متعین ہے اور قیامت کا آنا لازمی ہے لیکن بعد کے ہندو عالم ان اقوال کی جو تعبیر دیتے ہیں وہ اس کے برخلاف ہے، یعنی ان کے نزدیک "تقسیم ادوار" کا وہی قدیم عقیدہ درست ہے .... بہر حال "ست یگ" کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال (۱۷۲۸۰۰۰) کہی جاتی ہے۔ اس یگ (دور) میں انسانوں کا چال چلن درست اور صالح سمجھا جاتا ہے کہ اس دور میں کسی انسان کا بھی خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو قدم ذرہ برابر بھی سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹتا اور ہر شخص کے تمام افعال خداوند تعالیٰ کی مرضی و منشا کے تابع ہوتے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس دور کے انسانوں کی طبعی عمر ایک

لاکھ سال ہوتی ہے۔ خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ اس قول اور عمر کی اصل حقیقت کیا ہے۔

دوسرے دور یعنی "ترتیا یگ" کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال (۱۲۹۶۰۰۰) بتائی جاتی ہے۔ اس زمانے میں انسانوں کی کل آبادی کا تین چوتھائی حصہ اپنے کردار و گفتار کے لحاظ سے منشائے خداوندی کے تابع ہوتا ہے اور انسانوں کی طبعی عمر دس ہزار سال بتائی جاتی ہے۔

تیسرے دور "دواپر یگ" کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال (۸۶۴۰۰۰) ہوتی ہے، اس دور میں آدھی انسانی آبادی کے کردار و گفتار میں نیکی اور سچائی ہوتی ہے اور انسان کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ حضرت آدم و نوح و دیگر انبیاء علیہم السلام کی عمر یں جو ہزار سال کے قریب سمجھی جاتی ہیں ہندوان کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے چونکہ "دواپر یگ" کا زمانہ پایا اس لئے ان کی عمروں میں اتنی طوالت ہے۔

چوتھے دور "کل یگ" کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال (۴۳۲۰۰۰) بتائی جاتی ہے، اس دور میں انسانی آبادی کے تین حصے گمراہ ہو جاتے ہیں یعنی صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔ اس دور میں انسان کی طبعی عمر ایک سو سال ہوتی ہے۔ ان چاروں ادوار کی مدتوں کا طول اہل ہند کے اعتقاد کے مطابق یہ ہے

ست یگ = ترتیا یگ + کل یگ

ترتیا یگ = دواپر یگ + کل یگ

دواپر یگ = دو کل یگ + (۸۶۴۰۰۰) سال

کل یگ = (۴۳۲۰۰۰) سال

موجودہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا ایک ہزار پندرھواں سال ہے۔ اہل ہند (ہندوؤں) کے عقیدے کے مطابق یہ "کلیگ" ہے جس کے ابھی صرف چار ہزار سال گزرے ہیں۔ سبحان اللہ دنیا کی قدامت اور انسان کے اس طرفہ پن کا کیا کہنا؟

اس عقیدے پر تمام ہندوؤں کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے پانچ عناصر پیدا کیئے۔ اول خاک۔ دوم آگ۔ سوم پانی۔ چہارم ہوا اور پنجم ''آکاش'' ان کے بعد ''برہما'' نام کے ایک ذہین وفطین شخص کو پیدا کیا اور اس کو اس دنیا کی پیدائش کا سبب قرار دیا۔ عام لوگ ''آکاش'' کے معنی ''آسمان'' مراد لیتے ہیں، لیکن کچھ ہندو اس عقیدے کو نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک ہندوستان کے عالم وفلسفہ دان کسی آسمانی ہستی کے قائل نہیں ہیں اور جو کچھ اوپر کی فضا میں نظر آتا ہے وہ جمی ہوئی ہوا ہے اور اسی کا فرضی نام ''آسمان'' پڑ گیا ہے۔ آسمان پر جو درخشندہ ستارے نظر آتے ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ قدیم بزرگ ہیں جنھوں نے دنیا میں خدا کی سچی عبادت کی اور اس کے نتیجے میں یہ نورانی وجود اختیار کر لیا۔ اور ان کی ذات خداوند تعالیٰ کے اوصاف کی حامل ہوگئی۔ یہ نورانی وجود اپنے ارادے سے بسیط آسمانی فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں۔ ان بزرگوں یا نورانی پیکروں میں سے جو کمال کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے ہیں وہ بہت زیادہ اونچائی پر ہیں، بڑے ستارے ہیں اور اس دنیا کی طرف پلٹنے کا خیال نہیں کرتے۔ لیکن جو کم درجے کے کامل بزرگ ہیں انھوں نے چھوٹے چھوٹے ستاروں کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ لیکن وہ فضا کی انتہائی بلندیوں پر متمکن نہیں بلکہ اپنی دنیاوی عبادات وریاضت کے مطابق بلندی پر ہیں۔ یہ نورانی وجود دنیا کی طرف واپس آجاتے ہیں........ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق عنصر ''آکاش'' سے مراد آسمان نہیں وہ کوئی اور چیز ہے۔ جس کا اس جگہ بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

نسل انسانی کی تقسیم

''برہما'' نے خدا تعالیٰ کے حکم سے انسان کو عدم سے عالم وجود میں لایا اور انھیں چار گروہوں میں تقسیم کیا۔ اوّل برہمن، دوم چھتری، سوم ویش، اور چہارم شودر۔ برہمنوں

کو عبادت، مذہبی احکام کی نگہداشت قوانین خداوندی کی حفاظت سونپی گئی اور اہل دنیا کا روحانی پیشوا مقرر کیا گیا۔ دوسرے گروہ یعنی چھتریوں کو دنیاوی انتظام سونپا گیا۔ حکومت وسیاست کی باگ ان کے ہاتھ میں دی گئی۔ تیسرے گروہ یعنی ویشوں کے ذمہ کھیتی باڑی اور دیگر پیشوں اور حرفتوں کا کام دیا گیا اور چوتھے گروہ یعنی شودروں کو متذکرہ تین گروہوں کی خدمت گزاری پر مقرر کیا گیا۔

دنیا اور عقبیٰ کے فوائد کے لئے "برہما" نے ایک کتاب لکھی جس کو "وید" کہتے ہیں اس کتاب میں برہما نے اپنے غیبی علم اور تائید الہامی کی مدد سے ایسے قوانین بنائے ہیں کہ جن پر عمل کر کے انسان دنیا کی ہر شئے سے وابستہ رہتے ہوئے بھی خدا کو فراموش نہیں کر سکتا اور ہر چیز میں اسی کا جلوہ دیکھتا ہے، نیز ایسے ضابطے مقرر کیے ہیں کہ انسانوں کے ہر طبقے اور ہر گروہ کے معاملات بخوبی طے پا جائیں۔ ان تمام قوانین وضوابط اور قواعد کو پوری تفصیل کے ساتھ وید میں لکھا گیا۔ برہما نے اس کتاب کو کلام الٰہی کے نام سے مشہور کیا تا کہ انسان اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کریں اور جو لوگ آگے ہیں وہ اپنی جگہ سے نہ بڑھیں اور جو پیچھے ہیں وہ اپنے اصلی مقام سے نہ ہٹیں (یعنی جو کام جس کے سپرد کیا گیا ہے وہ اسی پر عمل کرے) اور یوں سب کے سب سیدھے راستے پر چلیں اور "وید" کے قوانین کے پابند رہیں۔ وید کے اشلوکوں کی تعداد ایک لاکھ ہے، اشلوک چار "چرنوں" کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور "چرن" ایک "اچھر" سے کم اور چھبیس (۲۶) اچھروں سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ اچھر ایک حرف کو یا ان دو حرفوں کو کہتے ہیں جن میں دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے۔

ہندوستان کے علماء وفضلاء اس امر پر متفق ہیں کہ وید کے اس عجیب وغریب مصنف یعنی برہما نے ایک سو سال کی عمر پائی لیکن اس کو آج کل کے سو سالوں کے برابر نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ برہما کی عمر کا ہر سال تین سو ساٹھ دنوں کا سمجھا جاتا ہے لیکن جس دور میں برہما موجود تھے اس دور کا ہر دن آج کے چار ہزار سالوں کے برابر ہے اور اس دور کی ہر رات بھی اتنی ہی بڑی ہوتی تھی۔ ہندوستان کے علماء اس امر پر بھی

متفق ہیں کہ ابتدائی زمانے سے لے کر اب تک کئی ہزار "برہما" پیدا ہوئے۔ اور خدا کے حکم سے روپوش ہو گئے۔ میں نے برہمنوں کے معتبر گروہ سے یہ سنا ہے کہ اس زمانے میں جو برہما موجود ہے اس کا عدد وشمار ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) ہے۔ اور اس کی عمر سے پچاس سال اور آدھا دن گزر چکے ہیں اور باقی آدھے دن کا آغاز اب ہوا ہے۔

کوروؤں اور پانڈوؤں کے حالات

ہندوستان کے مورخین کا بیان ہے کہ "دواپر یگ" کے نصف آخر میں ہستنا پور میں ایک راجہ تھا جو ذات کا کھتری اور نام کا "بھرت" تھا اس کی اولاد جب سات نسلوں تک حکومت کر چکی تو آٹھویں نسل میں اس خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو بڑا ہو کر راجہ کور کے نام سے مشہور ہوا۔ ہندوستان کا مشہور شہر کورکھیت (تھانیسر) اسی راجہ کے نام پر آباد کیا گیا اور اسی کی اولاد نے کوروؤں کے نام سے شہرت پائی۔ راجہ کور کی چھٹی پشت میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر راجہ چتر برج کے نام سے شہرت پائی یہ ایک عظیم المرتبت راجہ تھا۔ اس کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام "دہترآشتر" اور دوسرے کا نام "پنڈا" رکھا گیا، دہترآشتر بڑا لڑکا تھا۔ باپ کی جگہ سنبھالنے کا حق اسی کو تھا، لیکن اندھا ہونے کی وجہ سے سلطنت کا بار نہ اٹھا سکا، اس لئے چتر برج کے بعد اس کی سلطنت اس کے چھوٹے بیٹے پنڈا کو ملی پنڈا کو بڑی عظمت اور جلالت نصیب ہوئی، جس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس کی اولاد خود اسی کے نام سے مشہور ہوئی اور پانڈو کہلائی۔ راجہ پنڈا کے یہاں پانچ لڑکے پیدا ہوئے، جن کے نام یہ ہیں جدہسٹر، بھیم سین، ارجن، نکل، اور سہدیو۔ اول الذکر تین لڑکوں کی والدہ کا نام رانی کنتی تھا۔ اور آخر الذکر دو رانی مادری کے بطن سے پیدا ہوئے۔ دہترآشتر کے ایک سو ایک (۱۰۱) بیٹے تھے، ان میں سو تو راجہ قندہار کی بیٹی رانی گندھاری کے بطن سے تھے، جن میں سے بڑے کا نام دریودھن تھا، ایک بیٹا

یوچھ تھا، جو ایک بنئے کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا۔ دھتر آشتر کے ایک سو ایک (۱۰۱) بیٹے کوروؤں کے تاریخی نام سے مشہور ہیں۔

جب رضائے خداوندی سے راجہ پنڈا کا انتقال، ہوا تو حکومت وسلطنت دھتر آشتر کے ہاتھ آئی۔ حقیقت میں حکومت دھتر آشتر کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود اندھا تھا۔ خاص طور پر اس کا بیٹا دریودھن آگے آگے تھا۔ اور وہی باپ کے نام سے حکومت کرنے لگا۔ چونکہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حکومت کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائے اور مدعیوں کو کچل دیا جائے۔ تا کہ سلطنت خطرے سے محفوظ ہو جائے۔ اسی لیے دریودھن کو پانڈوؤں کی طرف سے تشویش ہوئی۔ (کیونکہ وہ سلطنت کے دعویدار بنتے تھے) اور وہ ان کی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔ دھتر آشتر نے پانڈوؤں کے دعوے اور دشمنی کا عالم دیکھا تو انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے گھر شہر سے باہر بنائیں۔ اس میں یہ مصلحت تھی کہ شاید دوری کے سبب سے جنگ کے شعلے زیادہ نہ بھڑکیں۔ جب دھتر آشتر کے اس حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ اور پانڈوؤں کے لئے گھر تعمیر ہونے لگا۔ تو دریودھن نے کاری گروں اور معماروں سے مل کر یہ طے کیا کہ اس گھر کو رال اور لاکھ سے بنایا جائے۔ تا کہ ایک چنگاری دکھانے ہی سے اس گھر میں شعلے بھڑکنے لگیں اور دشمنوں کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

پانڈوؤں کو اس سازش کا علم ہو گیا۔ لہٰذا وہ چوکنے ہو گئے اور اس مکان میں بڑی احتیاط سے رہنے لگے۔ ایک رات موقع پا کر پانڈوؤں نے خود ہی اپنے مکان میں آگ لگا دی۔ اور اپنی ماں کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک عورت جس کا نام بھیل تھا اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ دریودھن کی طرف سے اس کام کے لیے متعین کی گئی تھی کہ موقع پا کر مکان کو آگ لگا دے۔ اتفاق سے وہ اس مکان میں موجود تھی۔ اور "چاہ کن را چاہ درپیش" کے مصداق جل کر خاک ہو گئی۔

دریودھن کے جاسوس نے اس عورت اور اس کے پانچ لڑکوں کے جلنے سے یہ سمجھا کہ پانڈو مع اپنی ماں کے جل کر مر گئے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے یہ اطلاع دریودھن کو دی کہ

دشمن کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

کورو یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے آپ کو دشمن کے خوف سے محفوظ و مامون سمجھنے لگے۔۔۔۔۔۔اس واقعے کے بعد جیسا کہ مہابھارت میں لکھا ہے۔ پانڈو اپنی وضع قطع اور نام بدل کر جنگل سے شہر میں آ گئے اور کنپلا (۱) میں آ کر آباد ہو گئے اور یہاں کے راجہ کی لڑکی دروپدی سے مشترکہ شادی کر لی یعنی پانچوں بھائی دروپدی کے شوہر تھے) ان کے نزدیک یہ "مشترکہ شادی" باہمی اتحاد و محبت کا سبب تھی۔ دروپدی کے متعلق یہ طے کیا گیا کہ وہ ان بھائیوں کے ساتھ بہتر روز باری باری سے رہا کرے۔ چونکہ اس طرح کی شادی ہندوؤں کے قانون کے مطابق جائز نہیں ہے اس لئے بہت سے ہندو عالموں نے اس واقعے کی مختلف تاویلیں کی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پانڈوؤں کی پیشانی سے اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے۔ اس لئے ان کی عظمت و شان دن بدن بڑھتی رہی۔ دریودھن اور اس کے حواریوں کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ اس کی تحقیقات کرنے لگے۔ اور آخر کار انھوں نے حقیقت کا سراغ لگا ہی لیا کہ پانڈوؤں کے جلنے کی اطلاع غلط تھی اور وہ ابھی تک صحیح و سلامت موجود ہیں۔ اب کوروؤں نے ایک دوسری چال چلی اور اپنے چچازاد بھائیوں سے دوستانہ مراسم استوار کرنے کی کوشش کی اور ان کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھایا، انھیں ہستناپور آنے کی دعوت دی۔ پانڈوؤں نے یہ دعوت قبول کر لی۔ اور ہستناپور جا پہنچے، دریودھن نے ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر تواضع کی، دونوں میں حکومت کی تقسیم کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ اندرپت جسے پرانی دہلی کہا جاتا ہے مع آدھی سلطنت کے پانڈوؤں کے قبضے میں رہے اور ہستناپور باقی آدھی کے ساتھ کوروؤں کے زیرِ نگیں رہے، حکومت کی اس تقسیم کے بعد سلطنت کے اکثر امیروں نے پانڈوؤں میں اقبال مندی اور جہانگیری کے آثار دیکھ کر ان کی اطاعت

(۱) یہ مقام ہندوستان کے ضلع فرخ آباد کی تحصیل قائم گنج میں واقع ہے آج کل اس کا نام "کنپل" ہے۔

قبول کرلی۔اس پر کوروظاہری طور پر تو بالکل خاموش رہے لیکن دل ہی دل میں پانڈوؤں کی تباہی کے منصوبے باندھتے رہے۔

راجسوی جگ

اس دوران میں جدھشٹر (پانڈو بھائیوں میں سب سے بڑا) کے دل میں بلند ہمتی کی ایک بہت بڑی لہر اٹھی، اس نے "راجسوی جگ" کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔اس جگ کا انعقاد اس طرح کیا جاتا ہے کہ آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے اس میں ہر طرح کے میوے، خوشبوئیں اور غلہ جات ڈالے جاتے ہیں، نیز ہر قسم کے صدقے اور خیراتیں دی جاتی ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اس جگ کے منعقد کرنے کی ایک اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ ساری دنیا کے راجہ جگ کرنے والے راجہ کے دربار میں اس کے مطیع ہو کر جمع ہوں اور اس جگ کی تمام رسمیں وہ خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیں، اس شرط کو پورا کرنے کے لئے جدھشٹر نے اپنے چاروں بھائیوں کو ساری دنیا فتح کرنے کے لئے روانہ کیا چونکہ خداوند تعالیٰ پانڈوؤں پر مہربان تھا۔اس لئے پانڈوؤں نے جو سوچا تھا وہی ہوا، چاروں باہمت اور بہادر بھائیوں نے خدا کی مدد سے ساری دنیا میں چاروں طرف اپنی فتح کا نقارہ بجادیا۔اور ہر ملک شہر اور قصبے کے فرمانرواؤں اور راجاؤں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔خطا، روم، حبش، عرب، عجم، ترکستان اور ماوراء النہر (۱) وغیرہ مشہور و معروف مقامات کے فرمانرواؤں کو مع بے شمار زرو جواہر کے دارالحکومت اندرپت میں لایا گیا اور حسب منشا راجسوی جگ کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کیا گیا۔

دریودھن نے جب پانڈوؤں کی یہ شان وشوکت، عظمت اور رعب وجلال دیکھا

(۱) مہابھارت میں ان ملکوں کے نام کہیں نہیں ہیں، مشہور محقق برگس کا خیال ہے کہ یہ نام مسلمانوں کے عہد میں داخل ہو گئے ہوں گے۔

اوران کی سلطنت کی وسعت پر نظر کی تو انسانی فطرت کے مطابق اس کے دل میں حسد کی آگ جل رہی تھی، اب اور بھڑک گئی، اپنے حریفوں کو ختم کرنے کا خیال رہ رہ کر اس کے دل میں آنے لگا، اس سلسلے میں وہ طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بڑے بڑے مشہور و معروف حیلہ باز و مکار درباریوں سے مشورے کرنے لگا، اس زمانے میں جوا کھیلنے کا عام رواج تھا۔ چالاک درباریوں نے دریودھن کو جوئے میں کوروؤں کی قسمت کا پانسہ پلٹنے کا مشورہ دیا اور ایک خاص قسم کی چوسر پر جوا کھیلنے کو کہا۔ اس مقصد کے لئے یہ طے پایا کہ جوا کھیلنے کے لئے ایک ایسا پانسہ بنایا جائے جو ہر بار دشمن کے خلاف پڑے........(دریودھن کو یہ تجویز پسند آئی اور اس نے) اس (خاص قسم کے پانسے سے) جدھشٹر اور اس کے بھائیوں سے جوا کھیلنے کا ارادہ کیا۔

(جب یہ سب کچھ طے ہو گیا تو) بڑی لجاجت اور ملائمت کے ساتھ جدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو ہستنا پور آنے کی دعوت دی گئی، جب بے خبر اور سچا راجہ جدھشٹر ہستنا پور پہنچا تو دریودھن نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور خوب اچھی طرح اس کی مدارات کی اور فرصت کے وقت تفریح کے طور پر جوا کھیلنے کو کہا۔ پانڈوؤں کو چونکہ دریودھن کی عیاری کا حال معلوم نہ تھا، اس لئے وہ بغیر کسی حیل و حجت کے جوا کھیلنے پر تیار ہو گئے، اس پر دریودھن نے اپنا وہی مخصوص پانسہ نکالا اور کھیلنا شروع کر دیا۔ دو چار ہاتھوں ہی میں پانڈو اپنا ملک و مال ہار بیٹھے اور یوں دریودھن ہر چیز کا مالک بن بیٹھا، لیکن اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک آخری بازی اس شرط پر لگانے کو کہا کہ اگر پانڈو جیت جائیں تو انھیں ان کا سب ہارا ہوا مال و ملک واپس کر دیا جائے اور اگر ہار جائیں تو وہ آبادی کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جائیں اور وہاں بارہ سال تک پرندوں اور چرندوں وغیرہ کے ساتھ زندگی گزاریں اور جب جلاوطنی کی یہ مدت ختم ہو جائے تو وہ واپس آبادی میں آئیں اور ایک سال تک گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کریں، کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ وہ کون ہیں۔ اگر یہ راز کھل گیا تو انھیں پھر بارہ سال کی جلاوطنی بھگتنی ہوگی۔

پانڈو بدقسمتی سے یہ آخری بازی بھی ہار گئے، شرط کے موافق انھوں نے شہر کی سکونت ترک کر کے جنگل میں بسیرا اپنایا اور بارہ سال گزار دیئے۔

جلاوطنی کے یہ بارہ سال پورے کرنے کے بعد پانڈو دکن کے قریب ملک وائین میں آئے اور یہاں انتہائی گمنامی کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے، دریودھن نے ان کا کھوج لگانے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کہیں ان کا سراغ نہ ملا، (پانڈو حسب شرط ایک سال تک گمنامی کے اس عالم میں رہے) جب جلاوطنی کی تمام شرائط پوری ہو گئیں تو پانڈوؤں نے سری کرشن کو اپنا ایلچی بنا کر دریودھن کے دربار میں بھیجا اور اپنے ملک کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ دریودھن نے اس مطالبے کو رد کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہمی جنگ سے فیصلہ کرنے کی ٹھانی گئی........ دونوں فریقوں نے اپنی اپنی فوجوں کو سامانِ جنگ سے پوری طرح آراستہ کیا، اور تھانیسر کے قریب کورکھیت کے میدان میں بالمقابل صف آرا ہو گئے، یہ عظیم الشان معرکہ جنگ "کل یگ" کے شروع کے دور میں برپا ہوا، دونوں لشکر ایسی بری طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے کہ الامان والحفیظ! اٹھارہ روز تک یہ ہنگامہ برپا رہا۔ اور اس طرح سے کہ دونوں طرف کے لشکریوں کو حریفوں اور حلیفوں میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ چونکہ مکاری اور غداری کا انجام ہمیشہ ذلت و رسوائی ہوتا ہے، اس لئے دریودھن کا اس جنگ میں قصہ تمام ہوا اور اس کے لشکری بھی موت کے گھاٹ اتارے گئے، ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق اس جنگ میں کوروؤں کی طرف سے شامل ہونے والا لشکر گیارہ "کشون" پر اور پانڈوؤں کا لشکر سات "کشون" پر مشتمل تھا۔ ہندوستان والوں کی اصطلاح کے مطابق ایک "کشون" اکیس ہزار چھ سو بہتر (۲۱۶۷۲) فیل سواروں، اتنے ہی سانڈنی سواروں، پینسٹھ ہزار چودہ سو (۶۵۱۴۰۰) گھوڑے سواروں اور ایک لاکھ نو ہزار چار سو پچاس (۱۰۹۴۵۰) پیادہ سپاہیوں پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن سب سے زیادہ عجیب و غریب بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ سپاہیوں کی اس قدر بھاری تعداد سے صرف بارہ آدمی زندہ بچے، چار کوروؤں کے لشکر میں سے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) ایک برہمن کرپاچارج جو فریقین کا استاد تھا اور مالک سیف و قلم تھا۔
(۲) درون نامی ایک عالم کا بیٹا اشوتھامان جو کرپاچارج کی طرح فریقین کا استاد تھا۔
(۳) کرت برماں نامی ایک شخص جو یادو خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔
(۴) دریودھن کے باپ کا سنجی نامی رتھ بان، باقی آٹھ آدمی پانڈووں کے لشکر میں سے بچے تھے۔ پانچو پانڈو بھائی۔ سانک نامی یادو خاندان کا فرد، دریودھن کا سوتیلا بھائی یویوچھ اور آٹھویں شری کرشن کہ جو اپنی شہرت کی وجہ سے تعریف سے بے نیاز ہیں۔
اس جگہ چونکہ اتفاقیہ طور پر سری کرشن کا نام آ گیا ہے، اس لئے ناظرین کی اطلاع کے لئے ان کا تھوڑا سا حال لکھ دینا مناسب ہوگا۔

شری کرشن

اہل ہند اس امر پر پوری طرح متفق ہیں کہ سری کرشن شہر متھرا میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں لوگوں میں مختلف عقیدے مروج ہیں، بعض انھیں دنیا بھر کے تمام سیاستدانوں کا سردار اور ڈپلومیسی میں اعلیٰ مانتے ہیں، بعض ان کی پیغمبری کے قائل ہیں، بعض ان کو خدا کا اوتار سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ سری کرشن کی ولادت اور پرورش کا قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ متھرا کے والی راجہ کنس کو نجومیوں نے یہ بتایا کہ اس کی موت کرشن کے ہاتھوں واقع ہوگی، راجہ نے یہ سن کر حکم دے دیا کہ اس لڑکے کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے لیکن سری کرشن بچ گئے، پیدائش سے لے کر گیارہ سال کی عمر تک وہ نند نامی ایک شخص کے گھر میں پرورش پاتے رہے۔ آخر کار انھوں نے ایک موقع پر راجہ کنس کو قتل کیا اور اس کے باپ راجہ اوگرسین کو تخت پر بٹھایا، لیکن اوگرسین کی حکومت برائے نام تھی حقیقی اقتدار خود سری کرشن کے ہاتھوں میں تھا۔ شری کرشن نے اپنی زندگی کے ابتدائی بتیس (۳۲) سال بہت عیش و آرام میں گزارے جن کے متعلق بہت سے

عجیب و غریب قصے آج تک مشہور ہیں۔ جب عیش و آرام کے بتیس سال گزر گئے تو دوسرے راجاؤں نے سری کرشن کو ستانے کی تجویز سوچی بہار و پٹنہ کے راجہ جراسنگھ نے ایک طرف سے متھرا پر حملہ کیا اور دوسری طرف سے ملیچھوں (۱) کے راجہ کالیون نے حملہ کر دیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ دوسرا راجہ عرب کا فرمانروا تھا (واللہ اعلم بالصواب) بہر حال شری کرشن ان دونوں راجاؤں کی یورش سے بچنے کے لئے متھرا سے دوارکا چلے گئے جو احمد آباد گجرات سے سو کردہ (۲) کے فاصلے پر دریائے شور کے کنارے آباد ہے، دوارکا کے قلعے میں پناہ گزین ہوئے سر کرشن نے اٹھتر (۷۸) سال دوارکا کے آس پاس کے علاقوں میں گزارے اور ایک سو پچیس سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہو گئے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سری کرشن کو موت نہیں آئی بلکہ (انھوں نے) بحالت زندگی روپوشی اختیار کی ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

رانی گندھاری کی بددعا کا قصہ

کہا جاتا ہے کہ جب رانی گندھاری کی زچگی کا زمانہ قریب آیا تو ایک دن اس نے سوچا کہ جب یہ لڑکا (دریودھن) پیدا ہوگا تو اس کا باپ (دھتر آشتر) اندھا ہونے کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکے گا، بہتر یہی ہے کہ میں اپنے شوہر کی رفاقت کا پورا پورا خیال رکھوں اور دھتر آشتر کی طرح لڑکے کو دیکھنے سے باز رہوں، اسی خیال کی بنا پر جب دریودھن پیدا ہوا تو رانی گندھاری نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے بیٹے کے جسم پر نگاہیں نہ ڈالیں یہاں تک کہ جوان ہو کر تخت سلطنت پر بیٹھا اور لڑائی کا بے شمار سامان لے کر دشمنوں کے مقابلے پر میدان جنگ میں آیا اور رانی روز ازل ہی سے بیٹے کے دیدار سے محروم رہی، جب لڑائی کا دن مقرر ہوا اور خطرے کی گھڑی قریب آئی تو اس سے ایک روز

(۱) ملیچھ یعنی ایسی قوم جو ہندوؤں کے دین و مذہب میں شامل نہ تھی۔ (۲) کردہ دو میل کے برابر ہوتا ہے۔

پہلے گندھاری نے اپنے بیٹے دریودھن کو بلا کر کہا:

''اے نورِ نظر انسان اپنی اولاد کو ہر طرح کی آفات اور بلاؤں سے محفوظ اور بے خوف رکھتا ہے، کل جبکہ جنگ شروع ہوگی مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیرے نازک جسم کو جو کسی خاص زرہ سے محفوظ نہیں ہے کوئی صدمہ نہ پہونچے، اس لئے تو بالکل عریاں ہو کر میرے سامنے آتا کہ میں تیرے سارے جسم پر نگاہ ڈالوں'' دریودھن نے اپنی ماں سے اس طرح عریاں ہو کر سامنے آنے کا طریقہ پوچھا، ماں نے جواب دیا ''اے میرے بیٹے اس زمانے میں عقل، سچائی، انجام بینی اور بزرگی میں پانڈوؤں کے برابر کوئی نہیں ہے، تجھکو چاہیئے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا طریقہ دریافت کرے'' دریودھن نے ماں کا کہنا مانا اور پانڈوؤں کے پاس پہنچا، اور انھیں اپنے آنے کی وجہ بتائی، پانڈوؤں نے یہ جاننے کے باوجود کہ درویدھن ان کا جانی دشمن ہے، سچائی اور طبیعت کے استقلال کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیا...... ''فطرت کا یہ قانون ہے کہ اولاد ماں کے پیٹ سے بالکل برہنہ پیدا ہوتی ہے اور والدین کی نظر اسی برہنہ حالت میں بچے پر پڑتی ہے، چونکہ تیری ماں نے اب تک تجھے نہیں دیکھا، اس لئے تجھے اس کے سامنے برہنہ جانا چاہیئے، کیونکہ اس کے لئے تیرا وجود اب بھی وہی حیثیت رکھتا ہے جو حیثیت کہ تیری ولادت کے روز تھی، لہٰذا یہ تیرا فرض ہے کہ تو اپنی ماں کا کہنا مانے اور اس کے سامنے بالکل برہنہ جائے تاکہ وہ تیرے جسم پر پاک نگاہ ڈال کر تجھے تمام آفات سے محفوظ کر دے''

دریودھن یہ نیک مشورہ حاصل کر کے اٹھا اور اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا، راستے میں سری کرشن سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا اس طرح تنہا دشمن کے لشکر میں آنا خلاف مصلحت ہے، آخر تم کس لئے آئے تھے؟ دریودھن نے اس کے جواب میں تمام واقعہ بیان کر دیا، اس پر سری کرشن نے کہا ''پانڈوؤں نے تجھے جو مشورہ دیا ہے وہ بہت موزوں و مناسب ہے، تو بس صرف اتنی احتیاط کر لینا کہ اپنے گلے میں پھولوں کا ایک لمبا ہار سا پہن لینا تاکہ تیری ستر پوشی ہو سکے، اس عالم برہنگی میں پھر تو اپنی ماں کے سامنے

چلے جانا" دریودھن کو سَری کرشن کا مشورہ پسند آیا، اور اس نے اسی پر عمل کیا، اور اپنی ماں کے سامنے جا کر کہنے لگا "اے مادرِ گرامی میں حاضر ہو گیا ہوں اپنی آنکھیں کھولئے اور مجھے دیکھئے" ماں نے یہ سوچ کر کہ دریودھن پانڈوؤں سے نیک مشورہ لے کر آیا ہوگا، آنکھیں کھول دیں، لیکن جونہی اس کی نگاہ دریودھن کے گلے میں پڑے ہوئے پھولوں کے ہار پر پڑی تو وہ ایک نعرہ مار کر بیہوش ہو گئی جب اسے ہوش آیا تو وہ زار و قطار رونے لگی اور پوچھنے لگی "کیا یہ ہار پہن کر آنے کا مشورہ تجھے پانڈوؤں نے دیا تھا" دریودھن نے جواب دیا، "بخدا پانڈوؤں نے مشورہ نہیں دیا تھا بلکہ سری کرشن راستے میں ملے تھے میں نے ان کی رائے پر عمل کیا ہے" یہ بات سن کر گندھاری نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے جلے ہوئے دل سے سری کرشن کو بد دعا دی......اور اپنے بیٹے سے کہا "اے بیٹے تیرے جسم کی یہی جگہ جو میری نگاہوں سے اوجھل رہ گئی ہے دشمن کے وار سے زخمی ہو گی اور پھر یہی تیری ہلاکت کا سبب ہوگی" چنانچہ دریودھن کی موت اسی طرح واقع ہوئی۔

مختصر یہ کہ کوروؤں کے خاندان کی تباہی اور دریودھن کے قتل کے بعد یدھشٹر ممالک ہندوستان کا فرمانروا ہوا، اور ساری دنیا میں اس کی سلطنت کا شہرہ ہوا" مہابھارت" کے بعد پورے تیس سال تک یدھشٹر نے حکومت کی مگر قبل اس کے کہ دنیا اسے چھوڑے اس نے خود ہی دنیا کی ماہیت و حقیقت پر غور کر کے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس نے چاروں بھائیوں کو ساتھ لے کر گوشہ نشینی میں بقیہ زندگی گزار دی اور اسی عالم میں دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ کوروؤں اور پانڈوؤں دونوں نے مل کر چھہتر برس تک حکومت کی، اس کے بعد اکیلے دریودھن نے تیرہ (۱۳) سال تک فرمانروائی کی، مہابھارت کے بعد یدھشٹر نے تیس سال تک حکومت کا کاروبار سنبھالا، اس حساب سے ان چچازاد بھائیوں کی کل مدت سلطنت ایک سو پچیس (۱۲۵) سال ہوتی ہے۔

سبحان اللہ! ایسا عجیب و غریب قصہ ہندوستان کے علاوہ دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کہیں اور ملے۔

مہابھارت

قدیم روایتوں کے بیان کرنے والے لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد پانڈوؤں کے خاندان میں ارجن کی اولاد سے تیسری نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا، یہ لڑکا ہر طرح کی ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ جب یہ تخت پر بیٹھا تو اپنی ان خوبیوں کی وجہ سے اپنی رعایا میں ہر دلعزیز ہوا، اس نے بڑے عدل اور انصاف سے حکومت کی اور ماضی کے واقعات کو حال اور مستقبل کے لئے عبرت انگیز سمجھ کر ہمیشہ خالق کائنات کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی، ایک دن اس راجہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ''آخر میرے بزرگوں کے درمیان جنگ و جدال کی اصل وجہ کیا تھی اور ان کی بزم و رزم کے احوال کی اصل حقیقت کیا تھی'' اس خیال کے پیش نظر اس نے مشہور و معروف عالم بھشم سے اصل حالات جاننے کی خواہش ظاہر کی، بھشم نے جواب دیا، ''میرا استاد بیاس خود اس معرکے میں موجود تھا، وہ اصل حقیقت سے پوری طرح واقف ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ آپ اسی سے پوچھیں'' راجہ نے بیاس کو شاہی عنایات و انعامات سے سرفراز کیا، اور اپنی خواہش بیان کی۔ بیاس نے بڑھاپے کے ضعف اور عبادت کی مصروفیات کی بنا پر اس طویل اور عظیم الشان واقعے کو بیان کرنے میں معذوری کا اظہار کیا، البتہ یہ کیا کہ اس تمام واقعے کو تھوڑا تھوڑا کر کے قلمبند کرتا رہا، اور درمیان میں جابجا نصیحتوں کا اضافہ کر کے کتاب کو مکمل کیا اور اس کا نام مہابھارت رکھا۔ اس کتاب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ''مہا'' کے معنی ''بزرگ'' یا ''بڑے'' کے ہیں اور ''بھارت'' جنگ یا لڑائی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں بڑی بڑی لڑائیوں کا ذکر ہے اس لئے اسے ''مہابھارت'' کہتے ہیں، لیکن یہ معنی درست معلوم نہیں ہوتے کیونکہ ہندی زبان میں ''بھارت'' کا لفظ کبھی بھی ''جنگ'' کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ بظاہر اس کتاب کی صحیح وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ

اس میں مہاراجہ بھرت کی اولاد کا ذکر کیا گیا ہے، اس لئے یہ کتاب اسی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ کثرت استعمال کی وجہ سے "بھرت" میں الف کا اضافہ ہو کر لفظ بھارت بن گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ہندوستان والے بیاس کو بڑا پاکیزہ فطرت اور عارف کامل مانتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بیاس زندۂ جاوید ہے، بعض ہندو عالموں کے نزدیک یہ ماننا عین حق ہے کہ "ہر یگ" میں انسانوں کے گروہ سے ایک ایسا انسان اٹھتا ہے جو لوگوں کے اخلاق و عادات کی اصلاح کرتا ہے، ایسے شخص کو "بیاس" کہتے ہیں۔ اور بعض اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ شخصیت جو "بیاس" کے نام سے مقسوم ہے زمانے کے رواج کے مطابق مختلف لباسوں اور صورتوں میں منظرِ عام پر آتی رہتی ہے...۔ بہر حال (کچھ بھی ہو) اس عالم و فاضل بیاس نے برہما کے الہامی کلام "وید" کو تفصیل اور شرح کے ساتھ چار کتابوں میں تقسیم کیا ہے، جن کے نام یہ ہیں:

(۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید (۴) اتھر وید۔ وید کے اس مشہور شارح کو بیاس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس لفظ (بیاس) کے اصل معنی تفصیل کرنے اور حل کرنے والے کے ہیں۔ ورنہ اس کا حقیقی نام "دوی بائین" ہے اور وہ دوآب کے علاقے میں پیدا ہوا تھا۔ اس شخص کی پیدائش کے متعلق ایک عجیب و غریب اور دور از کار قصہ بیان کیا جاتا ہے، جس کا ذکر کرنا بہ سبب طوالت اس جگہ مناسب نہیں ہے۔ بیاس نے اس کتاب میں ساٹھ لاکھ اشلوک مرتب کیے ہیں، تھانیسر کے قریب دریائے سرسوتی کے کنارے پر یہ کتاب تکمیل کو پہنچی تھی۔ اس مقام پر بیاس نے بعد تکمیل کتاب ایک جشن عظیم بپا کیا، جس میں بیاس نے خلق خدا کو اپنے علمی خزانے اور انعام و اکرام سے مالا مال کیا، بیاس نے ساٹھ لاکھ اشلوکوں کو اس طور پر تقسیم کیا کہ تیس لاکھ اشلوک دیوتاؤں یعنی عالم بالا کی مقدس ہستیوں سے متعلق ہیں۔ پندرہ لاکھ اشلوک عالم بالا کے دوسرے طبقے یعنی "ستر لوک" کے رہنے والوں سے متعلق ہیں۔ چودہ (۱۴) لاکھ اشلوک جنوں، راکھششوں اور

گندھرب وغیرہ دوسری ذی حیات مخلوق کے متعلق ہیں۔ بقیہ ایک لاکھ اشلوک بنی نوع انسان کے افادے کے لئے ہیں۔ ان کا ایک لاکھ اشلوک "پرب" یعنی ابواب میں تقسیم کر کے ہر ذی استعداد شخص کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایک لاکھ اشلوک اب تک محفوظ ہیں اور انھیں کے مجموعے کو مہا بھارت کہا جاتا ہے۔ ان اشلوکوں کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) اشلوکوں میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی معرکہ آرائی کا احوال قلمبند کیا گیا ہے، اور باقی اشلوکوں میں مختلف طرح کے وعظ و نصیحتیں، مختلف داستانیں، روایات اور ان کی تفصیل و شرح ہے، نیز گذشتہ زمانے کے بزم و رزم کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

برہمن اس امر میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر یگ میں ایک پیغمبر یا مجتہد ضرور پیدا ہوتا ہے اور انسانوں کی اصلاح کے لئے ایک کتاب تصنیف کرتا ہے۔ باوجود ایک طویل مدت گزرنے کے وہ تمام کتابیں اب تک محفوظ ہیں۔........خطام، ختن، اور چین کے غیر مسلموں کی طرح ہندوستان کے غیر مسلم طوفان نوح کے منکر ہیں۔ بعض ہندوؤں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ دو مشہور ذاتیں برہمن اور کھتری تو شروع زمانے سے ہیں یعنی ہمیشہ سے اور بقیہ ذاتیں (ویش، شودر) تیسرے دواپر یگ کے آخری اور چوتھے کل یگ کے ابتدائی زمانے میں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ راجپوت شروع میں نہ تھے بلکہ بعد میں پیدا ہوئے۔ اور مشہور کھتری راجہ بکرماجیت کی وفات کے بعد (جو اس کتاب کی تحریر سے ایک ہزار چھ (۱۰۰۶) سال کا زمانہ ہے) راجپوت قوم کے لوگوں کے ہاتھ حکومت بھی آئی ....ایک روایت یہ بھی ہے کہ راجہ سورج (جس کا ذکر آگے آئے گا) کی اولاد کو راجپوت کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی پیدائش کا آغاز آدم خاکی سے ہوا اور اسی طرح آدم خاکی کا وجود آئندہ بھی ظاہر ہوتا رہے گا۔ اور یہ دنیا بھی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ لیکن ذی عقل اور صاحب بصیرت حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کی پیدائش سے لیکر اس وقت تک جسے آٹھ لاکھ سال کی طویل مدت گردانا جاتا ہے، عین ممکن ہے کہ

کئی ہزار آدم دنیا میں آ کر روپوش ہو چکے ہوں۔ اور جنوں میں سے ہوں، کہ جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ''خاکی'' نہ تھے۔ ان میں سے بعض ''بادنہاد'' (ہوا سے بنے ہوئے) اور بعض ''آتش نہاد'' تھے۔ اگر چہ قانون فطرت روز اول سے یہی ہے کہ جب کوئی قوم (احکام خداوندی کی) نافرمانی کرتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس سے سخت انتقام لیتا ہے اور اسے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیتا ہے اور اس کی جگہ دوسری قوم پیدا کرتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر قوم خاکی نہاد ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے ہر قوم کو خاکی نہاد سمجھ رکھا ہے۔ اور ہر آدم کو آدم خاکی سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال غلط ہے، خود ہندوؤں کی بعض ایسی روایتیں موجود ہیں جو گذشتہ ادوار کی مخلوق کے قد و قامت کی بزرگی، ان کی عمر کی درازی، کارناموں کی نادر الوجود قوت (جیسا کہ رام و لچھمن سے منسوب کی جاتی ہے) ہرگز بشری فطرت اور احوال انسانی کے موافق و مطابق نہیں ہے، سب سے پہلے تو یہ تذکرہ محض حروف اور آوازیں ہیں، جو عقل کے ترازو میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے، اور اگر یہ صحیح ہیں تو پھر یہ ان ناری اور ہوائی مخلوقات کی نسبت ہوں گے کہ جن کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ

ہم مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت آدم سے پہلے دنیا میں کوئی آدم خاکی پیدا نہیں ہوا اور ان کے دور سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال کا زمانہ گزرا ہے۔ دنیا کی مدت قیام کو لاکھوں برس سے بھی زیادہ بتانا ہمارے نزدیک غلط ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق یہ درست ہے کہ ہندوستان بھی دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح حضرت آدم کی اولاد سے آباد ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح نے اپنے تینوں بیٹوں یعنی سام، یافث، اور حام کو از روئے کھیتی باڑی اور کاروبار کا حکم دے کر دنیا

کی چاروں اطراف میں روانہ کیا۔

سام حضرت نوح کے بڑے بیٹے اور جانشین تھے۔ان کے فرزندوں کی تعداد ننانوے (۹۹) تھی جن میں ارشد، ارفخشد، کیئے، نود، یود، ارم، قبطہ، عاد اور قحطان مشہور ہیں، اور عرب کے تمام قبیلے انھیں کی نسل سے ہیں، حضرت ہود، صالح، اور ابراہیم علیہم السلام اپنا سلسلۂ نسب ارفخشد تک پہنچاتے ہیں، ارفخشد کا دوسرا بیٹا کیمورث شاہان عجم کا مورث اعلیٰ ہے، کیمورث کے چھ بیٹے تھے۔سیامک، عراق، فارس، شام، تور اور ومغان بڑا بیٹا سیامک باپ کا جانشین ہوا، اور باقی بیٹے جس جس جگہ گئے وہ جگہ انھیں کے نام سے موسوم ہوئی۔اور وہاں انھیں کی اولاد آباد ہوئی، بعضوں کا خیال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام عجم تھا۔اور عجم کے سب رہنے والے اسی کی اولاد میں سے ہیں۔سیامک کے بڑے بیٹے کا نام ہوشنگ تھا، عجم کے تمام بادشاہ ''یزدجرد'' تک اسی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت نوح کے دوسرے بیٹے یافث اپنے والد محترم کے ایما پر مشرق اور شمال کی طرف گئے اور وہیں آباد ہو گئے۔اس کے بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور بیٹا ترک نام کا ہے ترکستان کی تمام قومیں یعنی مغل، ازبک، ترکمانی اور ایران کے رورما کے ترکمانی اسی کی اولاد میں ہیں، یافث کے دوسرے مشہور بیٹے کا نام چین تھا۔ملک چین کا نام اسی کے نام پر ہے تیسرے بیٹے کا نام آردلیس ہے، اس کی اولاد شمالی ملکوں کی سرحد پر بحر ظلمات تک آباد ہوئی، اہل تاجیک، غور وسقلاب اسی کی نسل سے ہیں۔

حضرت نوح کا تیسرا بیٹا حام اپنے عالی قدر والد کے حکم سے دنیا کے جنوبی حصے کی طرف گیا اور اس کو آباد و خوشحال کیا، حام کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں ہیں (۱) ہند (۲) سندھ (۳) حبش (۴) افرنج (۵) ہرمز (۶) اور بویہ۔ان سب بیٹوں کے نام پر ایک ایک شہر آباد ہوا........حام کے سب سے زیادہ مشہور بیٹے ہند نے ملک ہندوستان کو اپنایا اور اسے خوب آباد و سرسبز و شاداب کیا۔اس کے دوسرے بھائی سندھ نے ملک سندھ میں

قیام کیا۔ اور تھت (ٹھٹھ) اور ملتان کو اپنے بیٹوں کے نام سے آباد کیا۔ ہند کے چار بیٹے پیدا ہوئے، ان کے نام یہ ہیں (۱) پورب (۲) بنگ (۳) دکن (۴) نہروال۔ جو ملک اور شہر آج کل ان ناموں سے مشہور ہیں وہ انہی کے آباد کیئے ہوئے ہیں.......... ہند کے بیٹے دکن کے گھر تین لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام مرہٹ اور دوسرے کا کنہڑا اور تیسرے کا تلنگ تھا، دکن نے اپنے ملک کو اپنے تینوں بیٹوں میں برابر برابر تقسیم کیا۔ آج کل دکن میں جو ان ناموں کی تین مشہور قومیں ہیں وہ انہی تینوں کی نسل سے ہیں۔ ہند کے بیٹے نہروال کے بھی تین بیٹے تھے جن کے نام بھروج، کنباج اور مالراج ہیں۔ ان تینوں کے نام پر بھی تین شہر آباد ہوئے، اور ان شہروں میں ان کی اولادیں آج تک آباد ہیں......... ہند کے تیسرے بیٹے بنگ کے گھر میں بہت سی اولاد ہوئی جنھوں نے ملک بنگالہ آباد کیا۔ چوتھے بیٹے پورب کے ہاں جو ہند کا سب سے بڑا بیٹا تھا بیالیس (۴۲) بیٹے پیدا ہوئے اور کچھ ہی عرصے میں ان کی اولاد اس قدر بڑھی کہ انھوں نے ملک کے انتظام کے لئے اپنے خاندان میں سے ایک شخص کشن نامی کو اپنا سردار اور فرمانروا بنایا۔

کشن کی حکومت

ملک ہندوستان میں جس شخص نے سب سے پہلے اپنی حکومت قائم کی وہ کشن تھا، یہ کشن وہ مشہور سری کرشن نہیں ہے بلکہ ایک اور شخص تھا جس کو ہندوستان والوں نے اس کی بہادری اور مردانگی کے پیش نظر اپنا فرماں روا منتخب کیا تھا۔ یہ شخص بہت بھاری جسم کا تھا۔ اس کا وزن اس قدر تھا کہ گھوڑا اس کی سواری کی تاب نہ لاسکتا تھا لہٰذا اس نے حکم دیا تھا کہ جنگلی ہاتھیوں کو حسن تدبیر سے رام کیا جائے تاکہ وہ ان پر سواری کرے۔ راجہ کشن کے زمانہ میں ہند کے بیٹے بنگ کی نسل سے ایک دانشور اور عاقل برہمن پیدا ہوا۔ جسے کشن نے اپنا وزیر بنایا۔ ہندوستان کی بعض صنعتیں اسی برہمن کے حسن تدبیر سے رائج

ہوئیں، بعض لوگ لکھتے ہیں کہ لکھنے اور پڑھنے کا رواج بھی اسی دانشور برہمن کی فکر عالی کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں پہلا شہر جو آباد ہوا وہ اودھ ہے۔ کشن نے چار سو (۴۰۰) سال کی زندگی پائی۔ یہ راجہ طہمورث کا ہم عصر تھا اور اس کے عہد میں تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) گاؤں اور قصبے آباد ہوئے۔ اس کے سینتیس (۳۷) بیٹے تھے۔ جن میں سے سب سے بڑا جس کا نام مہاراج تھا۔ باپ کے بعد مسند حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔

مہاراج کی حکومت

اپنے باپ کشن کی وفات کے بعد مہاراج نے اپنی قوم کے سرداروں اپنے بھائی بندو کے مشورے سے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور یہ حقیقت ہے کہ ملک کو آباد کرنے اور حکومت کے انتظام کو بہترین طریقے پر چلانے میں اس نے اپنے باپ سے زیادہ محنت کی اپنی رعایا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ ہند کے بیٹے پورب کی اولاد کو حکومت اور سیاست کے کاموں کے لیے منتخب کیا۔ برہمن کی نسل کے لوگوں کے سپرد وزارت اور نجوم و طبابت کے اہم کام کیے۔ ایک طبقہ زراعت اور کھیتی کے کاموں کے لیے متعین کیا اور ایک قوم کو پیشہ وری کا حکم دیا۔

مہاراج نے زراعت کی ترقی و ترویج پر بہت زیادہ توجہ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ایسے شہر جو ہندوستان سے بہت دور کے مقامات پر تھے۔ آباد ہو گئے۔ اس نے شہر بہار آباد کیا اور دور دور سے اہل علم کو بلا کر اس شہر میں بسایا۔ شہر میں بیشمار مدرسے اور عبادت گاہیں بنوائیں اور نواحی محاصل کی آمدنی کو ان عبادت گاہوں کے مصارف کے لیے وقف کر دیا۔ ان اصلاحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سنیاسی، جوگی اور برہمن فرقے کے لوگ پڑھنے پڑھانے سے پوری پوری دلچسپی لینے لگے۔ مہاراج نے سات سو (۷۰۰) سال تک ہندوستان پر حکومت کی۔ اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کی حالت بالکل بدل

گئی۔ یہ راجہ ہندوستان کا جمشید اور فریدوں تھا۔ اس نے حکومت کے کاموں کے استحکام اور رعایا و افواج کی بہتری کے لیے بہت سے قاعدے اور اصول مقرر کیے۔ جن میں سے چند قاعدے آج تک اسی طرح جاری ہیں۔ اس نے شاہانِ ایران کے ساتھ ہمیشہ خلوص و محبت کا برتاؤ رکھا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد اس کا بھتیجا ناراض ہو کر فریدوں کے پاس گیا اور اس سے اپنے چچا کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ فریدون نے ایک بہت بڑی فوج گرشسپ بن اطرود کے ساتھ اس کی مدد کے لئے روانہ کی۔ جب گرشسپ ہندوستان آیا تو اس کی فوج نے بہت سے آباد شہروں کو ویران کر دیا، اور غارت گری کا یہ سلسلہ دس روز تک جاری رہا۔ مہاراج نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے اپنے ملک کا ایک حصہ دے کر اپنے بھتیجے کو راضی کر لیا اور چند عمدہ اور قیمتی اشیاء فریدون کی خدمت میں بطور تحفے کے بھیجیں.........مہاراج کے آخری زمانے میں سنگلدیپ اور کرناٹک کے زمینداروں نے آپس میں ملکر پوری قوت کے ساتھ اس کی فوج کا مقابلہ کیا، طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ مہاراج کا بیٹا لڑائی میں مارا گیا۔ شیورائے اور مہاراج کی باقی ماندہ فوج زخمی اور پریشان ہو کر بھاگ نکلی اور اپنے اسباب اور ہاتھیوں کو میدانِ جنگ ہی میں چھوڑ گئی، مہاراج نے جب یہ خبر سنی تو وہ دم بریدہ سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا اور سخت غصے میں آیا۔ اس پیچ و تاب اور غم و غصہ کا سبب یہ تھا کہ دکن کے معمولی زمینداروں کی یہ سرکشی اتنی بڑی تھی کہ ایسی سرکشی تلنگ، پیگو اور ملیبار جیسے دور دراز مقامات کے بہادر اور جانباز زمینداروں نے بھی کبھی نہ کی تھی، مہاراج نے اس شکست کا انتقام لینے کا پکا ارادہ کیا، لیکن اس زمانے میں بادشاہ ایران کے حکم سے ایرانی سردار سام بن نریمان ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے پنجاب کی سرحد تک پہنچ چکا تھا اور مال چند سپہ سالار (یعنی مہاراج کی افواج کا سپہ سالار) بقیہ سپاہ کو لے کر اس کے مقابلے پر گیا ہوا تھا۔ لہٰذا مہاراج کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑا، جب تک کہ مال چند سردار سام سے صلح کر کے واپس نہ آگیا، مال چند نے یہ صلح اپنے چرب زبان ایلچیوں کے توسط سے بہت سے زرو

جواہر اور ملک پنجاب کو سام کے حوالے کر دینے پر کی تھی، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ فریدوں کے عہد سے پنجاب ہمیشہ ایرانی بادشاہوں کے قبضے میں رہا، اور گرشسپ کی اولاد یعنی رستم کے بزرگ پنجاب، کابل، زابل، سندھ اور نیمروز (۱) پر جاگیرداروں کی صورت میں قابض رہے۔

مالچند ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ملک مالوہ ابھی تک اسی کے نام سے مشہور ہے۔ (گرشسپ سے صلح کرنے کے بعد) جب وہ واپس مہاراج کے پاس پہنچا تو اسے دکن جانے کا حکم ملا۔ اس نے بڑے استقلال اور شان و شوکت کے ساتھ فوراً ملک دکن کا رخ کیا، جب دشمنوں نے اس کی آمد کی خبر سنی تو ہراساں ہو کر ادھر ادھر بھاگ نکلے، مالچند نے فساد پھیلانے والے گروہ کو بری طرح تہہ تیغ کیا کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا، اس نے جابجا تھانے اور چوکیاں قائم کیں اور واپس آیا، واپسی میں گوالیار اور بیانے کے قلعے تعمیر کروائے اور راگ کا علم جو موسیقی کے نام سے مشہور ہے دکن اور تلنگانے سے لا کر ہندوستان میں مروج کیا، چونکہ مالچند کا زیادہ وقت گوالیار ہی میں گزرا اور وہ تمام موسیقار اور کلاونت جو اس کے ساتھ دکن سے آئے تھے گوالیار ہی میں رہے اس لئے اس شہر میں موسیقی کو بہت ترقی اور فروغ حاصل ہوا۔

کیشوراج کی حکومت

مہاراج نے سات سو سال کی عمر پائی، اس کے چودہ (۱۴) بیٹے تھے جن میں سے سب سے بڑا کیشو راج اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ کیشو راج نے اپنے عہد حکومت میں اپنے ہر بھائی کو مملکت کے کسی نہ کسی حصے میں بھیجا اور خود کالپی سے گونڈ وارہ (گونڈوانہ یا

(۱) مغربی افغانستان اور موجودہ خراسان کے چند علاقوں کا نام زابل یا زابلستان تھا۔ اس کا جنوبی علاقہ جس کا زیادہ تر حصہ اب سیستان میں شامل ہے نیمروز کہلاتا تھا۔

وسط ہند) آیا، اور دکن سے سنگلدیپ (لنکا) تک کا سفر کیا، اس سفر میں اس نے سرکش اور کجکلاہ راجاؤں سے خراج لیا اور تحفے حاصل کئے اور اپنی رعیت کی پوری طرح بہبودی کی کوشش کی، جب وہ اس سفر سے واپس ہوا تو دکن کے زمینداروں نے آپس میں متحد ہو کر بغاوت کا علم بلند کیا، ان زمینداروں کی قوت و طاقت روز بروز بڑھتی چلی جارہی تھی، ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ وہ کیشوراج کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے، اس وقت کیشوراج نے یہ محسوس کیا کہ اس میں ان سرکشوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ لہٰذا مجبوراً اسے ان سے صلح کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ اپنے دارالسلطنت میں آیا اور بیش قیمت تحفوں کے ساتھ ایک خط شاہ ایران منوچہر کی خدمت میں ارسال کیا اور اس سے مدد کا خواہاں ہوا۔ (اس خط کے جواب میں) منوچہر نے ایک زبردست فوج سام بن نریمان کی ماتحتی میں ہندوستان کی طرف روانہ کی۔ کیشوراج نے جالندھر پہنچ کر اس فوج کا استقبال کیا اور بڑے اعلیٰ پیمانہ پر اس کی مہمان داری اور خاطر وتواضع کی اور پھر اس فوج کو لے کر دکن کی جانب روانہ ہوا۔ دکن کے زمینداروں نے جب اس زبردست فوج کی آمد کی خبر سنی تو وہ پریشان ہو کر منتشر ہو گئے اور اس طرح دکن پھر کیشوراج کی ماتحتی میں آگیا.........(اس فتح کے بعد) کیشوراج نے سام بن نریمان کی بڑی اچھی طرح خاطرداری کی اور اسے رخصت کرنے کیلئے پنجاب کی سرحد تک گیا۔ اور منوچہر شاہ ایران کیلئے بہت سے تحفے اور نذرانے اس کے ساتھ روانہ کیے، بعد ازاں کیشوراج اپنے پایہ تخت اودھ میں آیا اور آخر تک وہیں رہا۔ اہل ہندوستان کو اس نے اپنے انصاف کی برکت سے مالا مال اور خوشحال رکھا، اس نے دوسو بیس (۲۲۰) سال تک حکومت کی، اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا منیر رائے تخت پر بیٹھا۔

منیر رائے کی حکومت

منیر رائے کو ہندوؤں کی علمی کتابوں یعنی شاستر وغیرہ سے بڑی دلچسپی تھی اور وہ اہل علم اور عقلمند لوگوں کی محبت کو پسند کرتا تھا۔ اس بنا پر اس نے (غیر علمی مشاغل یعنی) سواری اور لشکر کشی وغیرہ کو بالکل ترک کر دیا۔ وہ اپنا بیشتر وقت علماء فضلاء کی محفل میں گزارتا تھا، اس نے اہل ضرورت اور فقراء وغیرہ میں بے شمار دولت تقسیم کی اور بہار جا کر بہت زیادہ خیرات کی، منیر نامی شہر اسی راجہ کے عہد میں آباد ہوا.........اس راجہ نے بڑی ناشائستہ حرکت یہ کی کہ جب سام بن نریمان کا انتقال ہوا تو منوچہر شاہ ایران کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہوگئی، ایرانی بادشاہوں کے پرانے دشمن افراسیاب نے موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ایران پر حملہ کر کے غلبہ حاصل کر لیا، اس وقت منیر رائے نے سام بن نریمان اور منوچہر کے احسانات کو فراموش کر کے پنجاب پر حملہ کیا اور اسے زال بن سام کے عمال کے قبضے سے نکال کر اپنے تصرف میں لے لیا اور جالندھر کو پایہ تخت بنایا۔ اس نے بہت سے نادر تحائف کے ساتھ اپنے ایک ایلچی کو افراسیاب کی خدمت میں بھیجا تا کہ اپنے آپ کو اس کا دوست ظاہر کرے، اس زمانے سے لے کر کیقباد کے عہد تک پنجاب ہندوستان کے راجاؤں کے قبضے میں رہا لیکن جب (مشہور عالم) رستم پہلوان اپنے باپ دادا کے منصب سرداری پر پہنچا تو اس نے پنجاب کو واپس لینے کے لئے ہندوستان پر حملہ کیا، منیر رائے رستم کا مقابلہ نہ کر سکا اور ترہٹ کے کوہستان کی طرف بھاگ نکلا۔ جب رستم نے پنجاب، سندھ اور ملتان کو فتح کر کے ترہٹ کا عزم کیا تو منیر رائے (۱) چھاڑ کھنڈ اور کونڈواڑے کے کوہستانوں کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی اسے خوشی کا دن دیکھنا نصیب نہ ہوا اور وہ اسی زمانے میں انتہائی رنج وغم کے ساتھ راہی ملک عدم ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ منیر رائے کا زمانہ سلطنت پانچ سو سینتیس (۵۳۷) سال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۱) دریائے سون کے دائیں کنارے کا علاقہ جواب بگھل کھنڈ اور چھوٹے ناگپور میں شامل ہے۔

راجہ سورج

کہا جاتا ہے کہ جب منیر رائے کی وفات کی خبر رستم نے سنی تو اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس کی اولاد میں سے کسی کو سلطنت کی ذمہ داریاں سونپی جائیں، کیونکہ منیر رائے کی بدعہدی اور بے وفائی اس کی نگاہوں کے سامنے تھی، اس خیال کے پیش نظر اس نے اب ہندوستان کے سرداروں میں سورج کو جو اس کی خدمت میں پہنچ گیا تھا (اس کام کے لئے منتخب کیا اور) ہندوستان کی حکومت اس کے سپرد کی اور خود واپس ایران چلا گیا، سورج نے ہندوستان میں اپنی حکومت کو بہت مضبوط اور طاقتور بنایا اور ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی کہ دریائے بنگالہ سے لے کر دکن کی سرحد تک اسی کی عملداری تھی اور اسی کے نائبین حکومت کرتے تھے، اپنے عہد حکومت میں راجہ سورج نے زراعت کی ترقی اور بستیوں کی آبادی کی طرف بہت توجہ کی۔

چہار کھنڈ کے کوہستان کا ایک برہمن جو جادو ٹونے وغیرہ میں بڑی مہارت رکھتا تھا راجہ سورج کے دربار میں آیا، اس نے تھوڑے عرصے میں راجہ کی نگاہوں میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا، اس برہمن نے راجہ کو بت پرستی کی تعلیم دی۔

ہندوستان میں بت پرستی

چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ہند نے اپنے بزرگوں کو خدا کی عبادت اور اطاعت گزاری کرتے ہوئے سنا اور دیکھا تھا، لہٰذا (وہ خود بھی اسی راہ پر گامزن رہا اور) اس کی اولاد بھی کئی نسلوں تک اسی مشرب کی پیروی کرتی رہی، مہاراج کے زمانے میں ایران سے ایک شخص ہندوستان آیا اور اس نے یہاں کے لوگوں کو آفتاب

پرستی کی تعلیم دی۔ اس کی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا، یہاں تک کہ ستارہ پرست لوگ بھی آگ کی پرستش کرنے لگے لیکن اس کے بعد جب بت پرستی کا رواج ہوا تو یہی طریقہ سب سے زیادہ مروج و مقبول ہوا۔ بت پرستی کو اس درجہ مقبولیت اس سبب سے ہوئی کہ اس برہمن نے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے، راجہ کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کی سونے چاندی یا پتھر کی شبیہ بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے وہ سیدھے راستے پر ہوتا ہے۔ اس عقیدے کو لوگوں نے اس حد تک اپنایا کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے بزرگوں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرنے لگے۔ خود راجہ سورج نے بھی دریائے گنگا کے کنارے شہر قنوج آباد کر کے وہاں بت پرستی شروع کی، رعیت نے بھی اپنے فرمانروا کی تقلید کی اور ہر کوئی اس مشرب کے مطابق اپنے اپنے طور پر بت پرستی میں مبتلا ہو گیا (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) ہندوستان میں بت پرستوں کے نوے (۹۰) مختلف گروہ پیدا ہو گئے، راجہ سورج نے چونکہ قنوج کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا تھا، اس لئے اس شہر کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا، یہاں تک کہ شہر کا پھیلاؤ پچیس (۲۵) کوس تک بڑھتا چلا گیا، راجہ سورج کی مدت حکومت دو سو پچاس برس ہے اس مدت کے بعد اس نے انتقال کیا، یہ راجہ شاہ ایران کیقباد کا ہمعصر تھا اور اسے ہر سال خراج ادا کیا کرتا تھا، نیز اس نے ہمیشہ رستم کے احسان کو یاد رکھا، اس کا بڑا لحاظ کیا اور اپنی بھانجی کی شادی رستم کے ساتھ کر دی۔ راجہ ہر سال بادشاہ ایران کو خراج بھیجنے کے ساتھ ساتھ رستم کے لئے بھی تحفے تحائف ارسال کیا کرتا تھا، اس راجہ کے پینتیس (۳۵) بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑا لہراج تھا جو اس کا جانشین ہوا۔

لہراج کی حکومت

لہراج نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر ''لہراج'' آباد کیا۔ اس راجہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم موسیقی سے دلچسپی لینے میں

گزارا۔اس کے باپ یعنی راجہ سورج نے اپنے عہد حکومت میں بنارس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔لیکن وہ اس شہر کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کرواسکا تھا۔لہراج نے اس شہر کو بسانے میں پوری کوشش کی۔ اس نے اپنے بھائیوں کو ہمیشہ عزیز رکھا اور انھیں ان کے حال کے مناسب جاگیریں وغیرہ دے کر ہمیشہ خوش رکھا۔بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس راجہ نے اپنے باپ کی اولاد کو ''راجپوت'' کے نام سے اور دوسرے لوگوں کو مختلف فرقوں اور ناموں سے موسوم کیا۔لیکن ان خوبیوں کے باوجود اس نے حکومت اور سلطنت کے امور اور قواعد میں بڑا خلل پیدا کیا۔جس کی وجہ سے ہندوستان کی حکومت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئیں اور ہر شخص حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں سنبھالنے کے خواب دیکھنے لگا۔ایسے ہی لوگوں میں کیدار نامی ایک برہمن بھی تھا۔اس نے سوالک (۱) کے کوہستان سے سرکشی کی اور لہراج پر حملہ کیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لہراج کو شکست ہوئی۔ ہندوستان کی حکومت کیدار کے ہاتھ آگئی۔کہا جاتا ہے کہ لہراج نے ۲۶ سال تک حکومت کی۔

کیدار برہمن کی حکومت

کہا جاتا ہے کہ جب کیدار مسند حکومت پر بیٹھا۔اس وقت وہ حکومت اور سلطنت کے امور سے پوری طرح واقف تھا۔اس لیے اس کا نام بھی ہندوستان کے مشہور اور عالی مرتبت فرمانرواؤں میں شامل ہوگیا۔ایران کے مشہور بادشاہوں ''کیخسرو'' اور ''کیکاؤس'' کو اس نے ہمیشہ خوش رکھا۔ان کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتا رہا اور ان کا مطیع بن کر رہا۔اس نے کالنجر کے قلعے کی بنا ڈالی اور اسے مکمل کروایا۔اس کے عہد میں شنکل نامی ایک باغی نے کوچ بہار کی طرف سے نکل کر سلطنت پر حملہ کیا۔اور ملک بنگال و بہار کو فتح کر کے ایک بھاری فوج تیار کی۔اس کی کیدار سے کئی بڑی بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں۔

(۱) دریائے سون کے دائیں کنارے کا علاقہ جواب بگھل کھنڈ اور چھوٹے ناگپور میں شامل ہے۔

جن کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ کیدار کو شکست ہوئی اور شنکل کو فتح۔ اور یوں شنکل ہندوستان کا راجہ بن گیا۔ کیدار کی مدت حکومت انیس سال ہے۔

شنکل کی حکومت

شنکل نے زمامِ اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنی شان وشوکت اور رعب وداب کا سکہ بٹھایا۔ لکھنوتی کا شہر جواب گور کے نام سے مشہور ہے۔ اسی نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر دو ہزار سال تک صوبہ بنگالہ کا دارالسلطنت رہا۔ لیکن سلاطین تیموریہ کے عہد میں ویران ہو گیا اور اس کے بجائے ٹانڈہ کو حکام نے اپنی قیام گاہ بنایا۔ شنکل نے ایک زبردست فوج تیار کی جس میں چار ہزار ہاتھی۔ ایک لاکھ سوار چار لاکھ پیادے شامل تھے۔ اس وجہ سے اس پر غرور وتکبر کا نشہ چھایا رہنے لگا۔ اس کے عہد حکومت میں افراسیاب نے جب اپنا ایلچی خراج وصول کرنے کے لیے ہندوستان بھیجا تو شنکل نے اُسے ذلیل وخوار کر کے واپس بھیج دیا۔ افراسیاب کو جب شنکل کی اس حرکت کا علم ہوا تو بہت برافروختہ ہوا۔ اور اس نے اپنے سپہ سالار "پیران دیسہ" کو پچاس ہزار خونخوار ترک سپاہ کے ساتھ ہندوستان کی طرف بھیجا۔ شنکل نے بھی ہمت نہیں ہاری اور ایک بہت بڑی فوج اپنے ساتھ لے کر (پیرانِ دیسہ) کے مقابلے کے لیے نکل پڑا۔ بنگالہ کی سرحد کے قریب کوچ کے کوہستان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور لڑائی شروع ہوئی۔ جو دو دن اور دو رات تک جاری رہی۔ اس جنگ میں اگرچہ ترکوں نے بڑی بہادری سے کام لیا اور اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے اور پچاس ہزار دشمنوں کا کام تمام کیا۔ لیکن دشمنوں کی بھاری جمعیت کی وجہ سے انھیں بھی نقصان اٹھانا پڑا اور ان کے تیرہ ہزار آدمی مارے گئے۔ آخرکار (نتیجہ یہ نکلا) کہ ترکوں کی حالت خراب ہونے لگی۔ اور تیسرے دن انھوں نے مجبور ہو کر لڑائی سے گریز کرنا شروع کیا ترکوں کا اپنا ملک دور تھا اور دشمن کو پورا غلبہ حاصل تھا۔ اس لیے

ترکوں کی فوج بھاگ کر ایک مضبوط جگہ پر پناہ گزین ہوئی۔ ''پیران دیسہ'' نے اپنے ساتھیوں کی رائے سے جنگ کی ساری کیفیت ایک خط میں لکھ کر افراسیاب کو روانہ کی اور خود رات دن چھپ چھپا کر دشمن کے حملے سے اپنا بچاؤ کرتا۔ ترکوں کی فوج ہندوؤں کو جو چاروں طرف سے حملہ کرتے تھے، تیراندازی کر کے پسپا کرتی رہی، لیکن پھر بھی ہر ترک کے دل میں یہی خیال رہ رہ کر آتا تھا کہ آخر اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں افراسیاب شہر کنک وڑ میں مقیم تھا، جو خطا اور ختن کے درمیان خان بالغ سے ایک مہینے کی مسافت پر واقع ہے۔ جب افراسیاب کو ''پیرانِ دیسہ'' کے حالات کا علم ہوا تو وہ ایک لاکھ ترکی سواروں کی جمعیت تیار کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا، اور چاند کی رفتار سے بھی تیز چل کر عین اس وقت ہندوستان میں وارد ہوا۔ جبکہ شنکل نے ہندوستان بھر کے تمام راجاؤں کو جمع کر کے ''پیران دیسہ'' کے مقابلے پر لا کھڑا کیا تھا۔ ہر طرف سے ترکی سپہ سالار کو گھیر کر پناہ کے تمام راستے بند کر رکھے تھے۔ افراسیاب نے یہاں آتے ہی دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا اس حملے کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں کے ہاتھ میں تلواریں اور سینے میں دل دونوں ہی بیکار ہوئے، ان کی فوج آسمانی ستاروں کی طرح بکھر گئی اور اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی، پیران دیسہ کو جب محاصرے کی مصیبت سے نجات ملی تو وہ اپنے آقا (افراسیاب) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ افراسیاب نے اسے ساتھ لے کر (بھاگتے ہوئے) دشمن کا پیچھا کیا اور جو شخص جس جگہ نظر آیا اسے وہیں قتل کر دیا۔ شنکل بھاگتا ہوا ملک بنگالہ میں پہنچا اور یہاں لکھنوتی میں پناہ گزین ہوا، لیکن ترکوں نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ لہٰذا شنکل (اپنی جان بچانے کیلئے) لکھنوتی میں صرف ایک روز ٹھہر کر کوہستان ترہٹ (۱) کی طرف بھاگ گیا۔ ترکوں نے بنگالے میں ایسی غارت گری کہ

---

(۱) اس نام کا علاقہ آج کل بنگال کے دو اضلاع مظفر پور اور دربھنگہ میں تقسیم ہو گیا ہے اور اس کا پرانا نام ترہٹ مروج نہیں رہا۔

کہیں بھی آبادی کا نشان تک نہ چھوڑا۔ لیکن افراسیاب نے پھر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا، اس پر شنکل نے مجبور ہو کر (کئی) عقلمند پیامبر افراسیاب کے پاس بھیجے اور یہ کہلوایا کہ میرا قصور معاف کر دیا جائے اور مجھے قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔ افراسیاب نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور شنکل تلوار اور کفن باندھ کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ استدعا کی کہ افراسیاب اسے اپنے ہمراہ توران (ترکستان) لے چلے، افراسیاب کو شنکل کی عقیدت مندی کی یہ ادا بہت پسند آئی اور وہ اسے اپنے ساتھ توران لے گیا۔ ملک ہندوستان کی حکومت افراسیاب نے شنکل کے بیٹے "برہٹ" کے سپرد کر دی، شنکل نے بقیہ عمر افراسیاب کی خدمت میں گزار دی یہاں تک کہ ہمادران کی جنگ میں رستم کے ہاتھوں مارا گیا۔ شنکل نے ہندوستان پر کل چوسٹھ (۶۴) سال حکومت کی۔

برہٹ کی حکومت

(شنکل کا بیٹا) برہٹ بڑا عبادت گزار، نیک طبیعت اور خلیق انسان تھا، اس کی سلطنت گڈھی سے مالوے تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی سلطنت کی آمدنی کے تین حصے کیا کرتا تھا، ایک حصہ غرباء و فقراء میں خیرات کر دیتا، ایک حصہ فوج اور جانوروں وغیرہ پر صرف کرتا۔ اس تقسیم کی وجہ سے اس کی فوج میں کمی واقع ہو گئی، مالوے کے راجہ نے جو اس کا مطیع اور خراج گزار تھا، بغاوت کر کے گوالیار کے قلعے کو اس کے عہدیداروں سے چھین کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ قلعہ رہتاس کا بانی راجہ برہٹ بھی جو رہتاس میں ایک بڑا بت خانہ بنا کر مشغول عبادت تھا اس کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ برہٹ نے اکیاسی (۸۱) سال تک حکومت کر کے وفات پائی، برہٹ چونکہ لاولد مرا تھا اس لئے اس کی وفات کے بعد دارالسلطنت قنوج کے آس پاس طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا، کچھواہہ قوم کے ایک شخص مہاراج نامی نے مارواڑ سے نکل کر قنوج پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان کا راجہ بن گیا۔

مہاراج کچھواہہ کی حکومت

مہاراج نے حکومت حاصل کرنے کے بعد ایک مدت تک اپنی قوت بڑھانے کی کوشش کی اور جب اس نے اپنی قوت میں مناسب اضافہ کرلیا تو اس نے نہر والہ (گجرات) کے ملک پر حملہ کیا اور اسے وہاں کے زمینداروں سے جن میں سے بیشتر اسیر تھے چھین کر اپنے قبضے میں کرلیا، مہاراج مظفر و منصور واپس آیا، اس نے چالیس سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مہاراج گشتاسپ کا ہم عصر تھا اور ہر سال اس کو تحفے تحائف وغیرہ ارسال کیا کرتا تھا۔

کیدراج کی حکومت

مہاراج کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھانجا کیدراج تخت پر بیٹھا۔ چونکہ اس زمانے میں رستم کی موت واقع ہوئی تھی۔ اور کچھ عرصے سے پنجاب کا کوئی طاقت ور حکمران نہ رہا تھا۔ اس لئے کیدراج نے اس پر حملہ کر کے اسے اپنے قبضے میں لے لیا اور کچھ دنوں شہر بھیرہ میں جو ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے قیام کر کے جموں کا قلعہ تعمیر کروایا اور اپنے ایک رشتہ دار کو جس کا نام واک درگا تھا جو کھکروں کی قوم سے تعلق رکھتا تھا اور حکمراں بننے کا پورا پورا اہل تھا۔ وہاں کا حاکم مقرر کیا، اس وقت سے لے کر اب تک یہ قلعہ اسی قوم کے قبضے میں ہے، کچھ عرصے بعد پنجاب کے زمینداروں کے دو معتبر فرقوں کھکر اور چوبیہ نے کابل اور قندھار کے وسطی کوہستانی اور جنگلی (علاقے کے) باشندوں کے اتحاد سے ایک بہت بڑی فوج تیار کی اور کیدراج پر حملہ کردیا۔ کیدراج نے مجبور ہو کر یہ علاقہ انھیں زمینداروں کے سپرد کردیا اس

وقت سے یہ قوم تفرقے کی حالت میں مختلف سرداروں کی ماتحتی میں پنجاب کے کوہستانی علاقوں میں آباد ہے، یہ وہی قوم ہے جسے اب افغانستان کہا جاتا ہے۔ کیدراج نے تینتالیس (۴۳) سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دے کر وفات پائی۔

جے چند کی حکومت

جے چند کیدراج کا سپہ سالار تھا۔ اس نے کیدراج کے مرتے ہی قوت واقتدار حاصل کر کے سلطنت پر قبضہ کرلیا (اور راجہ بن بیٹھا) اس کے عہد حکومت میں ایک بہت بڑا قحط پڑا چونکہ وہ شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا اس لئے اس نے خدا کے بندوں کی کوئی پروا نہ کی اور شہر بیانہ میں مشغول عیش وعشرت رہا۔ خدا کی مخلوق کی جانیں ضائع ہوئیں اور فوج اور رعایا کی تباہی سے اکثر گاؤں اور قصبے ویران ہو گئے (اس کے باوجود بھی) جے چند نے کوئی پروانہ کی اور اس بے پروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک عرصے تک ہندوستان اپنی اصلی حالت پر نہ آسکا اور سارے ملک پر اداسی چھائی رہی۔ جے چند نے ساٹھ (۶۰) سال تک حکومت کر کے وفات پائی، وہ بہمن وداراب کے زمانے میں تھا اوران بادشاہوں کو ہر سال نذرانہ بھیجا کرتا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے ایک کم عمر لڑکا چھوڑا جو حکمرانی کے قابل نہ تھا، اس لئے جے چند کی بیوی اس لڑکے کو تخت پر بٹھا کر خود حکمرانی کرتی رہی۔ کچھ عرصے بعد جے چند کے بھائی دہلو نے سلطنت کے سرداروں اور امیروں وزیروں وغیرہ کی اتفاق رائے سے اس لڑکے کو تخت سے اتار دیا اور خود عنان حکومت سنبھال لی۔

راجہ دہلو کی حکومت

یہ راجہ بڑا بہادر، باہمت اور دلیر شخص تھا۔ رعایا سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرتا اس کی یہ ہمیشہ کوشش رہی کہ رعایا خوش حال رہے اور آرام سے زندگی بسر کرے شہر دہلی اسی کا

آباد کیا ہوا ہے، جب دہلو کو حکومت کرتے ہوئے چالیس (۴۰) سال گزرے تو کمایوں کے راجاؤں کے ایک عزیز فور(۱) نامی نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ فور نے پہلے تو کمایوں پر قبضہ کیا اور بعد ازاں قلعہ قنوج پر حملہ کیا، یہاں اس کی راجہ دہلو سے بڑی زبردست جنگ ہوئی، اس جنگ میں دہلو گرفتار ہوا، فور نے اسے قلعہ رہتاس میں قید کر دیا۔

راجہ فور کی حکومت

فور نے راجہ دہلو کو قلعہ رہتاس میں قید کرنے کے بعد بنگالے پر قبضہ کیا اور سمندر تک تمام ملک کو فتح کر کے اپنے قبضے میں لے آیا، اور ہندوستان کا ایک بہت بڑا راجہ بن گیا، تمام مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہندوستان میں آج تک فور سے بڑا راجہ پیدا نہیں ہوا۔ فور نے گزشتہ راجگان ہند کی طرح شاہان ایران کو خراج دینا بند کر دیا تھا، اس لئے سکندر نے اس پر حملہ کیا، فور نے (اس حملے کی) بالکل پروانہ کی اور ایک بہت بڑا کیڑوں مکوڑوں کی طرح کا لشکر لے کر اس نے سرہند کے قریب سکندر کا مقابلہ کیا دونوں بادشاہوں میں زبردست جنگ ہوئی، فور اس جنگ میں کام آیا۔ فور نے تہتر (۷۳) سال تک حکومت کی۔ دنیا کے واقعات و حوادث سے باخبر رہنے کے متمنی لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مندرجہ بالا واقعات کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں اور بھی بہت سے عظیم الشان راجہ اس زمانے میں گزرے، مثلاً گل چند جس نے گلبرگہ آباد کیا، راجہ مرچ چند جس کے نام سے قصبہ مرچ اب تک آباد ہے، اور بجے چند جس نے بیجاپور کو آباد کر کے اسے سارے دکن کا دارالسلطنت بنایا وغیرہ وغیرہ، اس جگہ سارے راجاؤں کے ناموں کی مفصل فہرست دینا موجب طوالت ہوگا۔

---

(۱) فور سے مراد مشہور راجہ پورس ہے جس نے سکندر کے ساتھ جنگ کی تھی۔

جب سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا تو قلعہ بیدر کا بانی اور قوم راج بیدر سکندر کا سردار (جو دکن میں تمام قوموں اور فرقوں میں شجاعت و دلیری میں مشہور ہے) راجہ بیدر سکندر کے حملے اور راجہ پورس کے مارے جانے سے سخت ہراساں ہوا (اسے اپنی فکر لاحق ہوئی لہٰذا) اس نے بہت سامان و دولت اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو کچھ کہ اس کے پاس تھا اپنے بیٹے کے ساتھ سکندر کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ اس کے ملک پر حملہ نہ کرے اور اُسے اس کے حال پر چھوڑ کر واپس ایران چلا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سکندر نے اس پر حملہ نہ کیا اور واپس ایران چلا گیا۔

راجہ سینسار چند کی حکومت

فور کی وفات اور سکندر کی واپسی ایران کے بعد سینسار چند نامی ایک شخص نے ہندوستان کی عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کچھ ہی مدت میں ہندوستان میں ایک مستحکم اور پائندار حکومت قائم کر لی۔ چونکہ اس راجہ نے راجہ پورس کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے وہ بہت خوفزدہ تھا۔ لہٰذا ہر سال وہ نذرانے کی رقم، طلبی سے پہلے ہی شاہ ایران گوورز کی خدمت میں روانہ کر دیتا تھا، سینسار کو حکومت کرتے ہوئے جب ستر (۷۰) سال گزر گئے تو جونہ نامی ایک شخص نے سرکشی کی اور حکومت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

راجہ جونہ کی حکومت

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جونہ راجہ کا فور کا بھانجہ تھا۔ جب وہ تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے اچھے کاموں اور نیک عادتوں کی وجہ سے ملک کو خوشحال اور آسودہ بنانے کی کوششیں کیں، اس نے گنگا اور جمنا دونوں دریاؤں کے کناروں پر بہت سے نئے قصبے

اور گاؤں آباد کیئے۔ اور حسب مقدور عدل وانصاف سے حکومت کی۔ راجہ جونہ کے ہمعصر ایرانی بادشاہ اردشیر بابکاں نے جب ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک بہت بڑی فوج لے کر ہندوستان کی سرحد پر پہنچ گیا۔ تو راجہ جونہ کو سخت تشویش لاحق ہوئی، لہٰذا وہ اردشیر بابکان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سے زروجواہر اور کوہ پیکر ہاتھی اس کی نذر کیئے (اس وجہ سے اردشیر) حملہ کیئے بغیر واپس چلا گیا۔ اس کی واپسی کے بعد جونہ واپس قنوج میں آیا۔ اور ایک عرصہ تک بڑے آرام سے حکومت کرتا رہا۔ اس واقعہ کے نوے (۹۰) سال بعد اس کا انتقال ہوا۔ اس راجہ نے اپنے پیچھے بائیس (۲۲) بیٹے چھوڑے، ان میں سب سے بڑا جس کا نام کرپان چند تھا سلطنت کا وارث ہوا۔

راجہ کرپان چند کی حکومت

کرپان چند بڑا ظالم اور سفاک راجہ تھا، وہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر خلق خدا کو مروا دیتا تھا۔ اور بے گناہ لوگوں پر طرح طرح کی تہمتیں باندھ کر ان کا مال واسباب ضبط کر لیتا تھا۔ اپنی رعایا سے وہ بڑی سختی سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ ان سختیوں اور سفاکیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ دارالسلطنت کو چھوڑ کر ادھر ادھر کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے، ہندوستان کی حکومت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ قنوج کی قومی اور اجتماعی قوت میں زبردست کمی واقع ہوئی اور راجہ مع مختصر سی فوج کے تنہا رہ گیا، حکومت کی وہ اگلی سی شان وشوکت ختم ہو گئی اور ہندوستان میں طوائف الملوکی کا ایسا دور دورہ ہوا کہ آس پاس کے سارے راجہ باغی اور خود مختار بن گئے۔ یہ باغی اور خود مختار راجہ اس قدر طاقت ور اور عالی مرتبت ہوئے کہ تاریخ میں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے (یہاں) صرف قنوج اور ہند کے راجاؤں ہی کے تذکرے پر اکتفاء نہیں کی جاتی بلکہ ان دوسرے راجاؤں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ ذیل میں مالوے کے راجہ بکرماجیت کا حال درج کیا جاتا ہے۔

راجہ بکر ماجیت کی حکومت

بکر ماجیت کا تعلق پوار قوم سے تھا۔ وہ طبیعت کا بہت نیک تھا، اس کی اصل حقیقت ان قصوں اور روایتوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ جو ہندوؤں کی قوم میں کہانیوں کی طرح مشہور ہیں۔ راجہ بکر ماجیت ابتدائے جوانی سے کئی سال تک فقیروں کی وضع قطع اختیار کر کے انھیں کے گروہ میں ہو کر جگہ جگہ کی سیاحت اور طرح طرح کے مجاہدے کرتا رہا۔ جب اس کی عمر پچاس (۵۰) سال کی ہوئی تو اس نے غیبی رہنمائی سے سپہ گری کے میدان میں قدم رکھا چونکہ خدا کی مرضی اسی میں تھی کہ یہ فقیر ایک بہت بڑا فرمانروا بنے اور خدا کے بندوں کو ظالم حکمرانوں کے پنجۂ ظلم سے آزاد کرائے۔ اس لئے بکر ماجیت کو بڑی ترقی حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کچھ ہی عرصہ میں نہر والا اور مالوہ اس کے قبضے میں آگئے۔ عنان حکومت سنبھالتے ہی اس راجہ نے عدل و انصاف کو دنیا میں اس طرح پھیلایا اور اپنے احسان کے چتر کے سائے تلے ہر شہر اور اہل شہر کو اس طرح پناہ دی کہ ظلم اور سفا کی کا کہیں بھی نام و نشان نہ رہا۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ بکر ماجیت کی حالت اور اس کا مرتبہ دنیا کے عام انسانوں سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ اس کے عرفان اور روشن ضمیری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی تھی وہ بغیر کسی کمی بیشی کے ظاہر ہو جاتی تھی اور ہر اچھا یا برا واقعہ جو رات کو اس کے ملک میں ہوتا اس کی اطلاع اسے دن ہی میں ہو جاتی تھی۔

باوجود فرمانروا ہونے کے وہ اپنی رعایا کے ساتھ بالکل برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ اس کے گھر کا تمام سرمایہ ایک مٹی کے پیالے اور ایک بوریئے پر مشتمل تھا۔ بکر ماجیت نے اجین کو آباد کیا اور دھار کے قلعے کو تعمیر کروا کے اپنا مسکن بنایا۔ اجین کا مشہور بت خانہ مہا کال بھی اسی نے بنوایا تھا اور ان جوگیوں اور برہمنوں کے وظیفے مقرر کئے تھے جو اس

بت خانہ میں رہ کر عبادت کرتے تھے وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنی رعایا کے حالات جاننے اور خدا کی عبادت کرنے میں صرف کرتا تھا۔ ہندوستان کے لوگ اس راجہ کے متعلق بہت اچھا عقیدہ رکھتے ہیں اور بہت سے عجیب وغریب افسانے اور قصے اس کے نام سے منسوب کرتے ہیں (ہندوؤں کے) سال اور مہینوں کی ابتدا اسی راجہ کی وفات کے دن اور مہینے سے ہوتی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت کہ جو ہجرت نبوی کا ایک ہزار پندرہواں (۱۰۱۵) سال ہے بکرماجیت کی ابتدا کو ایک ہزار چھ سو تریسٹھ (۱۶۶۳) سال گزر چکے ہیں، راجہ بکرماجیت ایران کے بادشاہ اردشیر کا ہم عصر تھا، بعضوں کا بیان ہے کہ اس کا اور شاپور کا زمانہ ایک ہی تھا۔ بکرماجیت کے آخری زمانے میں ایک زمیندار نے جس کا نام سال باین تھا۔ اس پر حملہ کیا۔ (دریائے نربدا) کے کنارے دونوں کے لشکروں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی، جس کے نتیجے میں سال باین کو فتح حاصل ہوئی اور بکرماجیت مقتول ہوا۔

سال باین کے عہد حکومت کی بہت سی ایسی روایتیں بیان کی جاتی ہیں جو تاریخی لحاظ سے معتبر نہیں ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہے۔......بکرماجیت کی وفات کے بعد ایک عرصے تک مالوہ بالکل ویران رہا اور کوئی انصاف پسند راجہ اور سخی حاکم اس پر فرمانروانہ ہوا یہاں تک کہ راجہ بھوج نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

راجہ بھوج کی حکومت

راجہ بھوج پوار قوم سے تعلق رکھتا تھا، اس نے عدل وانصاف اور سخاوت میں ہر طرح سے بکرماجیت کی پوری پوری تقلید کی۔ وہ راتوں کو بھیس بدل بدل کر پھرتا تھا اور ضرورت مندوں اور فقیروں وغیرہ کے حالات سے آگاہ ہو کر ان کی خبر گیری کرتا تھا، وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی خوشحالی اور آسودگی کی کوشش کرتا تھا۔ یہ تین مقامات کھر کھوں، بیجانگر،

اور ہنڈیہ اسی راجہ کے عہد میں آباد کیے گئے تھے۔ راجہ بھوج کثرت ازدواج کا بڑا شوقین تھا۔ وہ ہر سال میں دو مرتبہ ایک بہت بڑا جشن منایا کرتا تھا، جس میں ہندوستان کے ہر گوشے کے رقص وسرور کے ماہرین شرکت کیا کرتے تھے، جشن کا یہ سلسلہ چالیس روز تک رہتا تھا اور اس میں سوائے ناچ گانے کے کوئی اور کام نہ ہوا کرتا تھا۔ دوران جشن میں ہر گروہ کو کھانا، شراب اور پان وغیرہ حکومت کی طرف سے دیا جاتا تھا، رخصت کے وقت ہر شخص کو ایک خلعت اور دس مثقال سونا دیا جاتا تھا۔ راجہ بھوج نے پچاس (۵۰) سال تک حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

راجہ باسدیو کی حکومت

راجہ بھوج کے زمانے ہی میں ایک شخص جس کا نام باسدیو تھا، قنوج کا راجہ بن بیٹھا اور بہار کو جو بنگالے کی طرح قنوج سے علیحدہ ہو گیا تھا، پھر دوبارہ اپنے قبضے میں لے آیا۔ اور اپنا رعب اچھی طرح قائم کر لیا، کہا جاتا ہے کہ اسی راجہ کے زمانے میں بہرام گور ایک سوداگر کے بھیس میں ہندوستان آیا تھا۔ تاکہ وہ اس ملک کے اور یہاں کے باشندوں کے حالات معلوم کرے، بہرام گور کے (ہندوستان) آنے۔ اور (یہاں) اس کو پہچان لئے جانے کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جن دنوں وہ یہاں تھا۔ ایک جنگلی ہاتھی قنوج کے نواح میں اتفاق سے آ گیا تھا اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ یہ مدہوش ہاتھی لوگوں کی جانوں کو تلف نہ کرتا ہو۔ راجہ باسدیو نے کئی بار اس ہاتھی کا کام تمام کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ ہر بار ناکام رہا۔ جس روز بہرام قنوج میں داخل ہوا اسی روز یہ بدمست ہاتھی جھومتا ہوا شہر کی حدود تک آ پہنچا اور شہر میں بڑا شور وغوغا بپا ہوا، راجہ نے شہر کے تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ بہرام گور نے جب یہ خبر سنی تو وہ اکیلا اس بدمست اور جنگلی ہاتھی کے سامنے آیا اور ایک ایسا تیر مارا کہ اس سفاک جانور کا کام تمام ہو گیا۔

اہل شہر نے جو یہ تماشا دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ جب یہ عالم دیکھا تو تحسین و آفرین کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور) عقیدت و محبت) سے بہرام گور کے پیروں پر گر پڑے جب راجہ باسدیو کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے بہرام گور کو بلایا، بہرام راجہ کی طلبی پر اس کے سامنے آیا راجہ کے ایک مصاحب نے بہرام کو جب دیکھا تو اسے پہچان لیا، کیونکہ ایک سال قبل جب وہ نذرانہ لے کر ایران گیا تھا تو اس نے بہرام گور کو دیکھا تھا، اس مصاحب نے راجہ کو اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔ باسدیو کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ فوراً اسی وقت بہرام کے سامنے خادموں کی طرح حاضر ہوا اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی، نیز بہت اعزاز و اکرام اور دولت کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ باسدیو جب تک زندہ رہا ہر سال بیش قیمت تحفے تحائف بہرام گور کو بھیجتا رہا۔ باسدیو نے ستر سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ مشہور شہر کالپی اسی راجہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنے پیچھے بتیس (۳۲) بیٹے چھوڑے، جو سلطنت حاصل کرنے کے لئے آپس میں متواتر دس سال تک لڑتے رہے، آخرکار باسدیو کے سپہ سالار نے ان بھائیوں کے باہمی نفاق سے فائدہ اٹھایا اور فوج کے سرداروں کے مشورے اور اتفاق رائے سے قنوج پر قبضہ کر کے ایک عظیم الشان راجہ بن بیٹھا۔

راجہ رام دیو راجپوت کی حکومت

راجہ رام دیو کا راٹھور قوم سے تعلق تھا، وہ بہت بہادر اور دلیر اور مدبر تھا۔ اس نے سب سے پہلے تو ان سرکش سرداروں کو جن کی فطرت میں خودنمائی شامل تھی، بتدریج مطیع کر کے مقامی فتنہ و فساد کو ختم کیا بعد ازاں ایک لشکر جرار تیار کر کے مارواڑ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے اپنے تصرف میں لایا۔ وہاں سے اس نے کچھواہہ قوم کو نکال کر اپنی قوم راٹھور کو آباد کیا۔ چنانچہ اسی تاریخ سے راٹھور مارواڑ میں آباد ہوئے، پھر راجہ رام دیو نے خود ہی کچھواہہ قوم کو رہتاس کے قلعے کے قرب و جوار میں آباد ہونے کی ترغیب دی اور

اس قوم کے سرداروں کی لڑکیوں کو اپنے تصرف میں لایا اور انھیں اپنے محل میں داخل کیا
اس کے بعد اس نے لکھنوتی پر حملہ کر کے اس پر غلبہ حاصل کیا اور اپنے بھتیجے کو وہاں کی
حکمرانی سونپی (اس طرح) وہ بیشمار مال و دولت سمیٹ کر تین سال بعد اپنے
دارالسلطنت قنوج میں واپس آیا۔ اس کے دو سال بعد رام دیو نے مالوے پر حملہ کیا اور
اُسے فتح کرلیا۔ وہاں اس نے بہت سے نئے قصبے اور دیہات آباد کئے۔ فرور(۱) کے
قلعے کی مرمت کروائی اور راٹھور قوم کے ایک سردار کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد
اس نے بیجانگر کے راجہ شیورائے سے اس کی بیٹی طلب کی شیورائے جو اس زمانے میں
ملک دکن کا فرمانروا تھا۔ راجہ رام دیو کی وسعت سلطنت اور شان وشوکت سے خائف
ہوکر اپنی بیٹی مع بیش قیمت تحائف اور جہیز کے رام دیو کے گھر بھیج دی، رام دیو نے
گونڈواڑے میں دو سال تک قیام کیا اور بہت سرکش اور بڑے بڑے زمینداروں کو اپنا
مطیع بنا کر قنوج کی طرف واپس ہوا۔ اس کے بعد کے سات سال اس نے عیش وعشرت
میں بسر کیے اور پھر کوہستان سوالک کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے تمام راجاؤں
کو اپنا باج گزار بنایا، لیکن راجہ کمایوں نے باجگذار بننے سے انکار کردیا۔ یہ راجہ اس ملک کا
سب سے بڑا فرمانروا تھا اور اس ملک کی حکومت اس گھرانے میں دو ہزار (۲۰۰۰) سال
سے مسلسل چلی آرہی تھی۔ راجہ کمایوں راجہ رام دیو کے مقابلے کیلئے سامنے آیا، صبح سے
شام تک دونوں کے لشکروں میں جنگ ہوتی رہی۔ طرفین کے بہت سے بہادر اس جنگ
میں کام آئے کہ جن کی موت سے ان کے گھرانے برباد و ویران ہو گئے۔ آخرکار رام دیو
کی اقبال مندی نے دشمن کو نیچا دکھایا اور اسے فاتح بنایا۔ راجہ کمایوں بیشمار مال واسباب
اور بہت سے ہاتھی میدانِ جنگ میں چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپا۔

کوہستان سوالک کی مہم سے فارغ ہوکر راجہ رام دیو نے اپنی فتح کی عنان کوہستان

(۱) یہ مقام گوالیار کے قریب واقع ہے۔

نگر کوٹ کی طرف موڑی اور اس ملک کے قصبوں اور شہروں کو فتح کرتا ہوا اور مال غنیمت سمیٹتا ہوا ''ہنکوٹ پنڈی'' پہنچا، یہاں سے وہ آگے نہ بڑھا، کیونکہ درگا کے مندر کی حرمت اس کے پیش نظر تھی۔ایک جگہ قیام کر کے اس نے اپنا ایک ایلچی ہنکوٹ پنڈی کے راجہ کے پاس بھیج کر اسے طلب کیا۔راجہ نے رام دیو کے پاس آنے میں حیل وحجت کی، آخر کار برہمن اس معاملے میں پڑے اور انھوں نے یہ تصفیہ کیا کہ رام دیو بت خانے کی زیارت کرنے کے لئے آئے اور ہنکوٹ پنڈی کا راجہ اس سے وہیں ملاقات کرے۔رام دیو نے اس فیصلے کو منظور کرلیا اور بت خانے میں آکر ہنکوٹ پنڈی کے راجہ سے ملاقات کی رام دیو نے عظیم الشان نذر بت خانے میں چڑھائی اور یہاں کے ملازموں کو انعام واکرام سے مالا مال کیا، نیز راجہ نگر کوٹ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا بیاہ رچایا.........ان معاملات سے فارغ ہو کر رام دیو جموں کے قلعے کی طرف بڑھا، جموں کے راجہ نے اپنی شان وشوکت، قلعے کی مظبوطی، راستے کی مشکلات جنگلوں کی گنجانی اور غلے کی فراوانی کے خیال سے رام دیو کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور مقابلے کے لئے تیار ہوگیا۔لیکن اپنی بدقسمتی سے وہ رام دیو کا مقابلہ نہ کرسکا اور میدان جنگ سے فرار ہوگیا۔رام دیو نے اپنے لشکر کا ایک حصہ تو راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود قلعہ جموں کا محاصرہ کرلیا اور کچھ ہی عرصے میں اس کو فتح کرلیا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا اور بہت سا بیش قیمت مال واسباب اپنے قبضے میں کیا۔جموں کا راجہ اپنی اس تباہی سے مجبور ہو کر بڑی عاجزی سے رام دیو کے سامنے آیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔رام دیو نے اسے معاف کردیا اور اس کی لڑکی سے اپنے دوسرے لڑکے کی شادی کی پھر یہاں سے روانہ ہوا اور بہت (۱) کے کنارے سے جو کشمیر سے پنجاب کی طرف بہتا ہے بنگالے کی اس سرحدی جگہ تک کہ جہاں دریائے شور کے کنارے کوہستان سوالک (۲) کا سلسلہ ختم

(۱) دریائے جہلم مراد ہے۔(۲) کوہستان ہمالیہ کے جنوبی پہاڑ مراد ہیں۔

ہوتا ہے کا سفر خوب سیر و تفریح میں طے کیا اور تقریباً پانچ راجاؤں کو جو اس کوہستان کے مختلف حصوں پر حکومت کرتے تھے اپنا مطیع اور باجگذار بنایا اور بیشمار زر و جواہر اور بہت سا مال و اسباب اور ان گنت ہاتھی گھوڑے وغیرہ ساتھ لے کر واپس قنوج میں آیا۔

قنوج پہنچ کر رام دیو نے ایک بہت بڑا جشن کیا اور اپنے لشکریوں کی تنخواہوں کو دس (۱۰) گنا اور بیس (۲۰) گنا کر دیا۔ قنوج کے بہادر اور جانباز سپاہیوں کو مالا مال کیا۔ مال غنیمت کا ایک تہائی حصہ رعایا میں تقسیم کر دیا اور پھر بڑے آرام اور عیش و عشرت کے ساتھ دارالسلطنت میں فرمانروائی کرتا رہا اس کے بعد کبھی بھی کسی مقام پر حملہ نہ کیا گیا۔

رام دیو نے چون (۵۴) سال تک حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا، اہل ہند اس بات پر متفق ہیں کہ رام دیو جیسا عظیم الشان راجہ ہندوستان میں نہیں گزرا۔ یہ راجہ شاہ ایران کیقباد کے فرزند فیروز شاہ ساسانی کا ہم عصر تھا اور ہر سال اس کی خدمت میں خراج اور تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا اور اطاعت و فرمانبرداری میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیتا تھا۔

پرتاپ چند سیسودیہ کی حکومت

راجہ رام دیو کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں حصول سلطنت کے لئے جھگڑا ہوا اور نوبت باقاعدہ جنگ تک پہنچی۔ اس باہمی جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ قنوج کی حکومت بالکل تباہ و برباد ہو گئی اور رام دیو کا عظیم الشان خزانہ اسی کی نذر ہو گیا، اسی باہمی جنگ و جدال سے رام دیو کے ایک سپہ سالار پرتاپ چند نے فائدہ اٹھایا اور ایک عظیم الشان لشکر اپنی حمایت میں تیار کر کے قنوج پر حملہ کر دیا اور اسے بڑی آسانی سے اپنے قبضے میں کر لیا۔

قنوج پر قابض ہو جانے کے بعد پرتاپ چند نے سب سے پہلے تو رام دیو کے لڑکوں کی طرف سے اطمینان کیا اور ان کا سارا گھرانہ تباہ و برباد کر دیا، اس کے بعد آس پاس کے زمینداروں کی خبر لی، جو موقع سے فائدہ اٹھا کر مختلف علاقوں پر قابض ہو گئے تھے اور رفتہ رفتہ ان زمینداروں کو ختم کر کے خود ایک بہت بڑا راجہ بن بیٹھا۔

ان تمام کامیابیوں کی وجہ سے پرتاپ چند میں غرور وتکبر کا مادہ پیدا ہو گیا اور اس نشے میں ایسا غرق ہوا کہ شاہان ایران کو خراج بھیجنا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور نوشیرواں کے ایلچی کو جو خراج لینے کے لئے ہندوستان آیا ہوا تھا، خالی ہاتھ واپس کردیا۔ (اس کے جواب میں) جب ایرانی فوج پرتاپ چند کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئی اور پنجاب وملتان تک پہنچی تو اس نے اس فوج کی کثرت سے خائف ہو کر معافی مانگ لی اور اپنی حرکت پر نادم ہوا، نیز بیشمار دولت بھیج کر ایرانی فوج کو قتل وغارت گری سے باز رکھا۔ اس کے بعد وہ جب تک زندہ رہا ہر سال شاہ ایران کو خراج ارسال کرتا رہا۔

پرتاپ چند کی وفات کے بعد آس پاس کے چھوٹے چھوٹے راجہ خودمختار ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی اولاد کے قبضے میں بہت تھوڑا سا ملک باقی رہا۔ اس کے جانشین رانا کے لقب سے مشہور ہوئے، کیونکہ ہندی میں رانا کے معنی ہیں چھوٹا اور کمزور راجہ.......... اس تاریخ کے لکھنے کے وقت تک اس خاندان میں حکومت باقی ہے لیکن وہ صرف کومل مری کے کوہستان اور اس کے آس پاس کے علاقے پر حکمران ہیں اور رانا کے لقب سے مشہور ہیں۔ چتوڑ اور فنڈ سور وغیرہ اس خاندان کی حکومت میں نہیں رہے اب وہ خاندان تیموریہ کے قبضے میں ہیں۔

انند دیو راجپوت کی حکومت

یہ راجہ بیس قوم سے تعلق رکھتا تھا، راجہ پرتاپ کی موت کے بعد اس راجہ نے مالوے سے سر اٹھایا اور اس کے آس پاس کا تمام علاقہ اپنے زیر نگیں کیا، چونکہ اس کی قسمت کا ستارہ بلندی پر تھا اس لئے اس کی سلطنت میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور مالوہ، نہروالہ، مرہٹ، دکن اور برار کے علاقے اس کے قبضے میں آگئے، رام گڑھ، ماہو اور مندو کے قلعے اسی نے بنوائے تھے۔ یہ راجہ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا ہم عصر تھا۔ سولہ سال فرمانروائی کرنے کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

مالدیو کی حکومت

اسی زمانے میں مالدیو نامی ایک ہندو دوآب سے نمایاں ہوا اور ایک لشکر کثیر جمع کر کے دہلی کو راجہ پرتاپ کے لڑکوں سے چھین لیا اور پھر قنوج پر چڑھائی کی اور اس پر بھی قبضہ کرلیا، کہا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں قنوج اس قدر آباد تھا کہ اس شہر میں تنبولیوں کی تیس (۳۰) ہزار دوکانیں تھیں اور اہل رقص و سرود کے ساٹھ (۶۰) ہزار گھرانے تھے۔اسی سے قنوج کی آبادی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مالدیو نے بیالیس (۴۲) سال تک حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

چونکہ مالدیو نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہ چھوڑی تھی، اس لئے اس کے مرتے ہی چاروں طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا اور (اس زمانے سے لے کر) اسلام کے آفتاب کے طلوع ہونے تک کوئی ایسا فرمانروا نہیں گزرا جس کی عظمت و وسعت سلطنت قابل ذکر ہو، جس وقت سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا اس وقت یہاں مختلف راج قائم تھے، قنوج میں راجہ کور، میرٹھ میں راجہ دھرم دھت، نہاون میں راجہ گل چند، لاہور میں راجہ جے پال اور کالنجر میں راجہ بجیرا کی حکومت تھی۔ اسی طرح مالوہ، اجمیر، گجرات اور گوالیار میں بھی جدا جدا حکومتیں قائم تھیں۔

۷۸۶
۹۲

مسلمان اور ہندوستان

مسلمان اور ہندوستان

دنیا کے ہر کام کا کوئی مقصد اور سبب ہوا کرتا ہے، جس کے تحت وہ کام انجام پزیر ہوتا ہے یہی اصول ہندوستان میں مسلمانوں کے داخلہ میں بھی کارفرماں نظر آتا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب سے پہلے کوئی چودہ سو برس سے بھی زیادہ زمانہ ہوا جب آج ہی کی طرح انسان اپنے جیسے انسانوں کی غلامی میں گرفتار تھا، دنیا اپنے پیدا کرنے والے کو بھول چکی تھی اس حقیقت سے لوگ بہت دور ہو گئے تھے کہ ہمارا اور اس دنیا کا کوئی حقیقی مالک وحاکم اور قانون ساز بھی ہے جو اپنی زبردست حکمت وتدبیر، قوت وجبروت سے اس تمام کارخانے کو چلا رہا ہے، اس جاہلیت کا نتیجہ یہ تھا کہ زبردست لوگ چاردن کی طاقت کے نشہ میں اپنی خدائی کا سکہ جماتے تھے اور اپنا قطعی حکم اور قانون جیسے جی چاہتا چلاتے تھے، غریبوں اور کمزوروں کی زندگی اجیرن تھی، فحش و بے حیائی کا بازار گرم تھا، نیکی اور سچائی م عدل و انصاف صرف ایک کھوٹا سکہ ہو کر رہ گیا تھا جس کا کہیں چلن نہیں تھا، صرف اور صرف انسانوں کا مقصود حیات زن، زر، زمین اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ جنگ و پیکار تھا۔ لڑکیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں، عورت کی کوئی عزت نہ تھی، گو کہ اس مظلوم کا دنیا کی زندگی میں کوئی حصہ نہیں تھا بلکہ مر جانے والے شوہر کے ساتھ زندہ آگ میں جل جانے پر مجبور کیا جاتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب ایران میں خسرو پرویز، روم میں قیصر ہرقل، مصر میں مقوقس اور ہندوستان میں ہرش وردھن بڑی شان وشوکت کے ساتھ حکومت وخدائی کی داد دے رہے تھے، عین اسی وقت ملک عرب میں سیدنا سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت حق ایک زبردست عالم گیر انقلاب کی تیاریاں کر رہی تھی، اس ریگستانی براعظم میں آفتاب اسلام طلوع ہو کر نصف النہار پر جا رہا تھا اور اس کی ضیا پاشیوں سے تاریک دل جگمگا رہے تھے، نبی امی فداہ روحی وابی صلی

اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے صحرا نشینوں کو وہ سبق پڑھایا کہ جس نے نہ صرف ملک عرب بلکہ روم و ایران وغیرہ کو شہنشاہیت و شخصیت پرستی کی لعنت سے نکالا اور قوت ایمانی، خلوص نیت، اخلاق حسنہ و اطاعت حق نے ان بے سروسامانوں کو وہ طاقت بخشی کہ کل کے ظالم و جاہل آج غریبوں و مظلوموں کی ہمدردی کے لئے عدل و مساوات اور حق و انصاف کا جھنڈا لے کر فارس و روم افریقہ و اسپین وغیرہ پر چھا گئے، ہندوستان میں تو یوں بھی قدیم زمانے سے عربوں کے تاجرانہ تعلقات چلے آتے تھے (۱) جیسے جیسے عربی فتوحات کا سلسلہ بڑھتا گیا انھیں اپنی تجارت بڑھانے میں بھی سہولتیں ہوتی گئیں، چنانچہ فتح مکران واقع بلوچستان کے بعد ساحلی علاقوں میں عرب تاجر بکثرت آنے جانے لگے۔ پھر خلافت فاروقی کے زمانہ میں بصرہ کو چھاؤنی بنایا گیا تو اس کی مرکزیت کے ساتھ چین و سائبیریا تک عرب تاجروں نے اپنا تجارتی میدان بنالیا، اس طرح تجارتی جہازوں کی کثرت آمد و رفت کی وجہ سے ساحلی علاقوں میں قزاق پھوٹ پڑے، چنانچہ ۱۵ھ ۶۳۶ء میں ایک جنگی بیڑا عامل بحرین کے حکم سے بندرگاہ تھانہ قریب بمبئی عربوں کی حفاظت اور ڈاکوؤں کے مقابلے کے لئے آیا تھا جس نے تھانہ کے علاوہ بروص (بھروچ) پر بھی حملہ کیا تھا، پھر ۲۳ھ ۶۴۴ء کے بعد عہد خلافت عثمانی میں عربوں کی تجارتی بندرگاہوں کی نگرانی کے لئے مستقل جنگی بیڑا مقرر کر دیا گیا، اس انتظام سے عربوں نے ایک طرف دجلہ و فرات کو دوسری طرف بصرہ سے ہندوستانی ساحلوں پر کراچی و سورت وغیرہ ہوتے ہوئے جزائر ملا بار تک اپنی تجارتی جولان گاہ بنالی (۲) اس کے بعد ۴۴ھ ۶۶۴ء میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن امیہ کو بصرہ و خراسان کا حاکم بنایا اور اسی سال عبدالرحمٰن بن سمرہ نے زیاد کے حکم سے کابل فتح کیا نیز اسی دوران میں ایک عرب امیر مہلب ابن ابی صفرہ کو ہندوستان بھی آنے کا اتفاق ہوا اور ان کے ذریعہ اطراف سندھ

---

(۱) عرب و ہند کے تعلقات۔ (۲) عربوں کی جہاز رانی

کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کیا پھر ۶۰ھ/۶۷۹ء میں یزید ابن معاویہ تخت نشین ہوا اس نے ۶۲ھ/۶۸۱ء میں مسلم ابن زیاد کو خراسان وسیستان (موجودہ بلوچستان) کا امیر بنا کر مہلب بن ابی صفرہ کو اس کی ہمراہی پر مقرر کیا کچھ دنوں کے بعد حاکم کابل نے بغاوت کر دی تو اس کی سرکوبی کے لئے ایک عرب خالد بن عبداللہ کو تعینات کیا اور بعد فتح اسے امیر کابل کر دیا گیا، لیکن چند دنوں کے بعد کسی وجہ سے خالد کو امارت سے معزول ہو کر ترک سکونت کرنا پڑی، چنانچہ بعض دشواریوں کے سبب عراق وغیرہ جانے کے بجائے خالد بن عبداللہ عرب نے پشاور کے قریب کوہ سلیمان پر سکونت اختیار کر لی اور وہیں اپنی لڑکی کا نکاح ایک نو مسلم افغان سے کر دیا جس سے دو لڑکے 'سور' 'لودی' نامی پیدا ہوئے بعد کی اکثر قوم افغان انھیں دونوں کی اولاد بتائی جاتی ہیں۔

بہر حال ادھر خشکی میں عربی فتوحات اور مسلم آبادی بڑھ رہی تھی تو ادھر عرب تاجروں کی تجارتی ترقیاں دن دونی رات چوگنی ہو رہیں تھی اور انہوں نے ہندوستان کی تمام بندرگاہوں کو اپنی تجارت میں اپنا لیا تھا تھوڑے نئے پرانے مسلمان ہندوستان کے کنارے کنارے رہنے بسنے لگے تھے اسی ضمن میں مؤرخ حکیم محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ جزیرہ لنکا میں مسلم تاجروں کے اثر سے ۴۰ھ/۶۶۰ء میں وہاں کا راجہ خود بھی مسلمان ہو گیا تھا۔(۱)

ان مجموعی ترقیوں کے ساتھ ہی کچھ نئی مشکلات بھی بڑھ گئیں اور ساحلی علاقوں میں بحری قزاق پھوٹ پڑے جن کے ذریعہ مسلمانوں کے تجارتی جہاز لوٹے جانے لگے، حتی کہ پون صدی ہجری کے بعد ایک دفعہ محمد ہروانی کی سرکردگی میں جزیرۂ لنکا سے کسی عرب تاجر کے مرجانے کے بعد اس پسماندگان کو وہاں کے نیک دل راجہ نے عامل عراق کے پاس اس غرض سے بھیج دیا انھیں ان کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے یہ جہاز جب ساحل

(۱) تاریخ فرشتہ نولکشوری جلد ۲، صفحہ ۳۱۱

سندھ کے قریب پہونچا تو دیبل (۱) کے قزاقوں نے اس پر چھاپہ مار کر سب کو گرفتار کر لیا اس ہنگامہ کے موقع پر ایک یربوعی خاتون نے فریاد کے طور پر یا حجاج کی آواز لگائی یعنی اے حجاج مدد کر جب یہ خبر عامل عراق کو پہونچی تو اس نے جوش میں آکر کہا والبیک یعنی میں ابھی مدد کو پہونچا (۲) اور فوراً عامل عراق نے راجہ داہر والی سندھ کو پیغام لکھا کہ لٹے ہوئے قیدیوں کو واپس کر دو مگر داہر نے اس واقعہ سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرے علاقہ کے لوگوں نے ایسا نہیں کیا ہے، حالانکہ یہ انکار درست نہیں تھا (۳) یہ آٹھویں صدی عیسوی کے شروع کا واقعہ ہے جب بنی امیہ کی امیرانہ خلافت کا ڈنکا عالم میں بج رہا تھا اور ولید بن عبدالملک اموی تخت خلافت پر متمکن تھا اور اس وقت حجاج ابن یوسف ثقفی عراق کا عامل تھا (۴) جس وقت کا اوپر ذکر کیا گیا اسی دوران میں ایک واقعہ اور پیش آیا کہ مکران علاقہ بلوچستان سے جو اس وقت مسلم حکومت میں شامل ہو چکا تھا اور راجہ داہر نے ان کو اپنے یہاں آباد کر لیا تھا اس خبر سے برہم ہو کر اور راجہ داہر کے سیاسی انکار پر حجاج نے پہلے بدیل ابن طہفہ کو سندھ کی مہم پر بھیجا جس میں وہ ناکام ہو کر قتل کر دیا گیا اس کے بعد عامل عراق نے حاکم فارس کو سندھ کی مہم کے لئے تجویز کیا۔ محمد ابن قاسم عامل عراق حجاج ابن یوسف ثقفی کا بھتیجہ یا چچا زاد بھائی تھا اس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف سترہ سال تھی (۵) یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے فاتحانہ داخلے کا دروازہ ایک سترہ سالہ کمسن نوجوان محمد بن قاسم نے کھولا اور دوسرے انیس ۱۹ سالہ نوجوان سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ نے سارے ملک میں مسلمانوں کو بسا دیا نیز یہ بھی کچھ کم عجیب اتفاق نہیں ہے جس وقت محمد بن قاسم فتح سندھ کی تیاریاں

(۱) دیبل بادیوں جو بعد میں ٹھٹھ کے نام سے مشہور ہوا یہ مقام اسی وقت راجہ داہر والی سندھ کا مقبوضہ علاقہ تھا اور بندرگاہ بھی بقول آئینہ اکبری، ابوالفضل بیان سندھ۔ (۲) فتوح البلدان بلاذری بیان فتح سندھ صفحہ ۴۳۵۔ (۳) ہسٹری آف انڈیا، اے بی پانڈے صفحہ ۱۳۹۔ (۴) اس لئے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی تاریخ جلوس ۸۵ھ مطابق ۷۰۵ء تھی بقول ابن خلکان جلد ۱۔ (۵) فتوح البلدان بلاذری

کرر ہا تھا تقریباً اسی زمانہ میں ایک اور نوجوان طارق بن زیاد (۱) مٹھی بھر فوج کے ساتھ اندلس یعنی اسپین میں شاہ لزریق کے ٹڈی دل لشکر کو شکست دیتے ہوئے اندلس میں آٹھ سو سالہ مسلم اقتدار کی بنیاد ڈال رہا تھا۔ الغرض حجاج نے تمام انتظامات درست کر کے محمد بن قاسم کو چھ ہزار مسلح فوج کے ساتھ سندھ کی مہم پر روانہ کیا اور اتنی ہی فوج بحری راستہ سے بھیجی۔ محمد بن قاسم شیراز سے چل کر بلوچستان میں مکران وغیرہ ہوتے ہوئے دیبل کے قریب بحری بیڑے سے آملا یہاں پہنچ کر اس نے فوجی قیام گاہ کے چاروں طرف خندق کھدوا کر حفاظتی انتظام کیا پھر نقشہ جنگ مرتب کر کے عامل عراق سے مشورہ طلب کیا دیبل کے وسط میں بدھوں کے ایک بڑے وہار کے اوپر سرخ جھنڈا لگا ہوا تھا جس کے متعلق یہاں کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ جھنڈا لہراتا رہے گا اس وقت تک دیبل پر کوئی فتح نہیں پا سکتا، بہر حال جنگ ہوئی اور سرخ جھنڈے کے گرتے ہی مخالفین حواس باختہ ہو گئے اسی ہنگامہ میں حاکم دیبل موقع پا کر غائب ہو گیا اور جلد ہی مخالفوں نے پناہ مانگ کر ہتھیار ڈال دیا اس طرح دیبل پر قبضہ کر کے محمد بن قاسم نے حفاظتی دستہ چھوڑ کر سندھ کی طرف کوچ کیا راستہ میں بیروں پہونچا جسے اب حیدر آباد سندھ کہتے ہیں (۲) یہاں کے لوگ پہلے ہی عامل عراق کے پاس دو برہمنوں کو بھیج کر صلح کر چکے تھے، چنانچہ اہل شہر نے لشکر کی بڑی خاطر و مدارات کی اس کے بعد سدون میں محمد بن مصعب کی سرکردگی میں ایک دستہ بھیجا وہاں سمنی یعنی بدھ باشندوں نے بھی صلح کر لی، کئی ہزار جاٹ عربی لشکر میں شامل ہو گئے، جنھوں نے بعد کی مہموں میں بڑی مدد پہونچائی (۳) ان درمیانی علاقوں سے نپٹ کر محمد بن قاسم نے جنگی پل باندھ کر سندھ کو پار کیا یہاں خبر پا کر راجہ داہر چالیس ہزار مسلح فوج اور ساٹھ جنگی ہاتھی لئے ہوئے تیار کھڑا تھا جس میں زیادہ تر ٹھا کر سورما تھے، پہونچتے ہی جنگ چھڑ گئی سخت مقابلہ ہوا حتی کہ شام ہوتے ہوتے راجہ داہر قتل کر دیا گیا اور مقابل فوجیں میدان چھوڑ گئیں، یہاں سے

(۱) فتح اندلس اکبر شاہ (۲) تاریخ ہند ج ۲ ص ۲۹۳ (۳) ہسٹری آف انڈیا ص ۱۴ ایل کرجی

آگے بڑھ کر دوسرے روز محمد بن قاسم نے مقام الرور (الور) کا رخ کیا پھر سندھ کی راجدھانی برہمن آباد پہونچا جس کا نام بعد میں عربوں نے منصورہ رکھا اور پھر سکھر کہلانے لگا (۱) یہاں داہر کی رانی کا قیام تھا شوہر کے قتل کی خبر پا کر غیور رانی مع دیگر عورتوں کے خود آگ میں جل کر ستی ہوگئی (۲) اور اہل شہر نے اس شرط پر صلح کی پیش کش کر دی کہ کوئی شہری قتل نہ کیا جائے اور مندروں کو برقرار رکھا جائے محمد بن قاسم نے دونوں شرطیں منظور کر کے قبضہ کر لیا (۳) پھر اس نے دریائے بیاس کو پار کر کے ملتان پر دھاوا کیا یہاں کے لوگ قلعہ بند ہوگئے لیکن چند روز کے محاصرے کے بعد اہل ملتان نے بھی اطاعت قبول کر لی یہ تمام واقعات ۹۳ھ ۷۱۲ء کے ہیں (۴) فتح ملتان کے سلسلے میں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ دوران مہم میں ایک معزز بدھی نے ہندو راجہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد بن قاسم کے پاس حجاج کا یہ فرمان ہے کہ جو امان چاہے اس کو امان دو اس لئے ہمیں یقین ہے کہ آپ مناسب سمجھیں گے کہ محمد سے صلح کر لیں کیونکہ عرب کے لوگ ایماندار اور معاہدے کے پابند ہوتے ہیں (۵) فتح ملتان کے بعد ہی محمد بن قاسم کو خبر ملی کہ عامل عراق حجاج بن یوسف کا انتقال ہوگیا، لہٰذا اس نے فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھانے کے بجائے مقام الرور (الور یا روہڑی) میں قیام کر کے ملکی انتظام باقاعدہ سنبھال کر تسلط کو مضبوط کرنا شروع کر دیا ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر حجاج کے مرنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ۹۶ھ ۷۱۵ء میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کا بھی انتقال ہوگیا اور اس کے بعد اس کا بھائی خلیفہ سلیمان بن عبدلملک اموی تخت دمشق پر بیٹھا چونکہ حجاج نے ولید کی سلیمان کے مقابلہ میں حصول اقتدار میں اپنے

---

(۱) آئینہ اکبری بیان سندھ ابوالفضل (۲) ہسٹری آف انڈیا ص ۴ ایل مکرجی (۳) اس موقع پر محمد بن قاسم نے یہ الفاظ کہے تھے "ما البدالاکل الناس النصاریٰ والیہود وبیوت نیران المجوس" فتوح البلدان بلاذری ص ۴۳۹ (۴) فتوح البلدان بلاذری۔ نیو ہسٹری آف انڈیا ایشوری پرساد و ہسٹری آف انڈیا صف ۴ ایل مکرجی۔ (۵) چچ نامہ ایلیٹ ج ا ص ۱۵۹

اثرات کی وجہ سے بڑی کوشش و مدد کی تھی لہٰذا خلیفہ ہوتے ہی سلیمان نے حجاج کے پورے خاندان سے سابقہ عداوت میں انتقام لینا شروع کر دیا اور اسی لئے اس نے سندھ میں یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو نیا حاکم مقرر کر کے محمد بن قاسم کی معزولی کا حکم دے دیا۔ نئے حاکم نے آ کر محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے موجودہ عامل عراق صالح بن عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دیا، صالح نے محمد بن قاسم کو دربار خلافت میں حاضر کرنے کے بجائے مارے خیر خواہی کے خود ہی شہید کرا دیا یہ کمسن شہید اولوالعزم، غازی، بلند ہمت، اور عالی حوصلہ جرنیل اور پر جوش مدبر جوان تھا۔ بہت ہی نیک دل مخلص اور اعلیٰ درجہ کا وسیع الاخلاق بھی تھا۔ چنانچہ جس وقت محمد بن قاسم بیڑیوں میں جکڑا سندھ سے بھیجا جا رہا تھا تو یہاں کی تمام رعایا اپنے اس مسلمان حاکم کے لئے کفِ افسوس ملتی اور ہائے ہائے کرتی تھی۔ جیسا کہ مورخ بلاذری نے اس وقت کے دردناک منظر کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں کہ "فبکی اہل الہند علی محمد وصوروہ بالکیرج"، یعنی ہندوستان کے غیر مسلم بھی زار زار روتے تھے۔ اور انہوں نے محمد بن قاسم کی یادگار میں اس کا مجسمہ کراچی میں نصب کیا(۱)

غازی محمد بن قاسم کی جگہ پر مذکور یزید بن ابی کبشہ سکسکی حاکم سندھ کے بعد شروع تیسری صدی ھجری تک سوا سو سال کے اندر وقتاً فوقتاً مختلف عرب حاکم دارالخلافۃ سے ہندوستان کے عرب مقبوضات کی نگرانی کے لئے آتے رہے چنانچہ ۱۰۷ھ ۲۵ ۷ء میں جنید حاکم سندھ ہو کر آیا اس نے کچھ پر حملہ کیا پھر مرمد گیا وہاں سے مانڈل و دھنج پھر بندرگاہ بروص (بھرونچ) صوبہ بمبئی کو فتح کیا وہاں سے اس کے ایک سردار نے اجین و مالوہ تک دھاوا کیا اور ساتھ ہی سمید و بھیل مال پھر گجرات کو فتح کر کے سندھ واپس آ گیا۔ اس کے بعد ۱۲۰ھ تا ۱۱۰ھ ۳۸ ۔ ۷۲۸ء کے مابین خالد بن عبداللہ قسری عامل ازاق نے حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا اس کے ساتھ عمر بن محمد قاسم بھی یہاں آیا پھر ۱۲۰ھ

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۱۷

۷۵۷ء میں بعہد خلافت عباسیہ شام بغداد سے حاکم سندھ کر کے بھیجا گیا اس نے عمر جبل کو بحری جنگی بیڑا دے کر گجرات بھیجا پھر خود ایک بیڑا لے کر بروص (بھرونچ) کے قریب گندھار پر قبضہ کیا اور یہاں اس نے ایک مسجد بنوائی جو دیبل و ملتان میں محمد بن قاسم کی مسجد کے بعد غالباً دوسری مسجد تھی پھر ۱۶۰ھ ۷۷۶ء میں بعہد خلیفہ مہدی عباسی ایک عرب عبدالملک نامی حاکم سندھ تھا۔ جس نے گجرات پر تیسری مرتبہ قبضہ کیا اور مقام بار بدیا بھاڑ بھوت جو بھرونچ صوبہ بمبئی کے قریب تھا فتح کیا لیکن یہاں اچانک فوج میں وبا پھیل جانے سے ایک ہزار سپاہی مر گئے اس سے عبدالملک گھبرا کر واپس ہو گیا پھر ۲۰۰ھ ۸۱۵ء کے بعد تیسری صدی ہجری کے ابتدا میں خلافت عباسیہ کی طرف سے عمر بن حفص حاکم سندھ ہو کر آیا اس کے بعد تیسری صدی ہجری کے پہلے چوتھائی زمانہ میں بعہد معتصم باللہ عباسی عمران بن موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی بغداد سے حاکم سندھ ہو کر آیا پھر عہد متوکل باللہ عباسی میں ہارون بن خالد عمران بن موسیٰ برمکی کے قتل کے بعد حاکم سندھ مقرر کیا گیا اس کے بعد سندھ کے عربوں نے اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ جو ڈیڑھ سو سال تک خانہ جنگیوں سے نپٹتی ہوئی ۳۹۶ھ ۱۰۰۶ء میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ختم ہو گئی۔ (۱)

اس وقت خدا کی زمین پر اس کے بھیجے ہوئے اسلامی نظام حیات کو غالب و رائج ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ حق کی دعوت زندہ اور اسلام کی تعلیمات تازہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں خاص کر عربوں کی زندگی پوری کی پوری اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ابھی کچھ ایسی معزز ہستیاں بھی باقی تھی جنھوں نے عہد رسالت و عہد خلافت راشدہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پایا تھا۔ اور ایسے حضرات تو کافی موجود تھے جنھوں نے صحابۂ کرام و اہل بیت عظام سے بالواسطہ یا بلا واسطہ فیض اٹھایا تھا۔ لہٰذا اب بھی اگر قیام خلافت کا طریقہ شریعت حقہ کے منشاء سے اصولاً ہٹ کر خلافت راشدہ کے بجائے

(۱) فتوح البلدان بلاذری و ہسٹری آف انڈیا ایلکر جی صفحہ ۹

آمریت و بادشاہی میں تبدیل ہو چکا تھا مگر پھر بھی حکومت کا عام ڈھانچہ اب تک اسلامی نظام عدالت و سیاست پر ہی قائم تھا۔ اس لئے اس زمانہ کے تمام غیر اسلامی ملکوں کی سیاست کے مقابلہ میں مسلم حکومت از روئے حکمت عملی بہترین و کامیاب ترین تھی۔ اس کا اعتراف ہر انصاف پسند مورخ نے ہمیشہ کسی نہ کسی طرح کیا ہے۔ منجملہ ہندوستان میں سندھ و ملتان وغیرہ کی تین سو سالہ حکومت میں عربوں کے ملکی انتظام کے متعلق صرف اتنا معلوم ہو جانا کافی ہے کہ یہاں بھی نظم و نسق مملکت کی بنیادیں زیادہ تر اسلامی نظام زندگی کے اصول حکومت پر قائم تھیں۔ اس لئے علت و معلول کے اٹل قانون کے مطابق ملک میں عدل و سلامتی اور خوشحالی کی فضا پیدا ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ "محمد بن قاسم نے سندھ و ملتان وغیرہ کو فتح کرنے کے بعد اپنی مقبوضات کی حکومت کا بڑا معقول انتظام کیا اس نے برہمنوں کو ملازمت میں لیا اور ان کی مدد سے حکومت کی ہندوؤں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا جاتا تھا اور ان کے مذہبی معاملات میں بیجا مداخلت نہ کی جاتی۔ ٹیکس جمع کرنے والوں کو حکم تھا کہ ایمانداری سے کام لیں اور ٹیکس یعنی جزیہ زیادہ نہ لگائیں (۱) برہمنوں کے ساتھ عزت کا سلوک ہوتا تھا مندروں کو قائم رکھا گیا ان میں پوجا پاٹ برابر ہوتی تھی محمد بن قاسم کے عہد انتظام میں اکثر اہل ہند نے اسلام قبول کیا اور جنھوں نے اسلام قبول نہ کیا ان کو صرف جزیہ دینا ہوتا تھا لیکن انھیں ہر طرح کی آزادی تھی (۲) فتح دیبل کے موقع پر جو بدھوں کا سرخ جھنڈے والا عظیم الشان مندر تھا اس پر اہل شہر کو قلعہ کھولنے پر مجبور کرنے کے لئے پہلے گولا باری کی گئی لیکن جب پھاٹک کھول دیا گیا تو مندر سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا یہ بت خانہ تیسری صدی تک بعینہٖ قائم رہا محمد بن قاسم نے اپنی مسجد دوسری جگہ تعمیر کرائی (۳) نیز فتح ملتان کے بعد وہاں کا مشہور ادت مندر یعنی سورج دیوتا کا بت خانہ بجنسہٖ صدیوں تک قائم رہا (۴) اور جب سندھ کے

(۱) تاریخ ہند ص ۱۷۱ اے جے دیو سنگھ۔ (۲) نیو ہسٹری آف انڈیا ص ۹۵ ایشوری پرساد (۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۳۷، کتاب الہند ج ۲ ص ۱۲۰ البیرونی (۴) چچ نامہ ایلیٹ ص ۱۸۲

برہمنوں کے وفد نے محمد بن قاسم کے پاس مطالبہ پیش کیا کہ ہندو دستور کے مطابق انکا قومی درجہ دیگر ذاتوں سے اونچا رکھا جائے تو اس نے ان کے پرسنل وسوشل لا کے مطابق مطالبہ کو قبول کر کے ان کی عزت افزائی کی ان کو بڑے عہدوں پر فائز کیا جس کے شکریہ میں برہمن لوگ جگہ جگہ عرب حاکموں کے گن گاتے پھرتے تھے(۱) نیز اہل ہند کی زمین وجائدادیں ضبط نہیں کی گئیں (جیسا کہ ہر غیر اسلامی نظام اقتدار اپنے غلبہ کے بعد عموماً کرتا ہے اور آج دور جمہوری میں بھی ہوتا ہے) بلکہ علی حالہ اپنے مالکوں کے قبضہ میں رہیں فتح سند کے موقع پر حجاج نے یہ حکم نامہ بھیجا تھا کہ چونکہ انھوں نے ماتحتی قبول کر لی ہے اور خلیفہ کو خراج دینے کا وعدہ کیا ہے اس لئے از روئے انصاف ان سے اور کچھ مطالبہ نہیں ہوسکتا وہ ہماری پناہ میں ہیں لہٰذا ان کے مال وجان سے کوئی تعرض نہیں کیا جاسکتا ان کو اپنی مذہبی عبادتوں کی عام اجازت ہے کسی کے ساتھ مذہب کے معاملہ میں تنگی نہ کی جائے اور وہ اپنے گھروں میں جیسے چاہیں رہ سکتے ہیں۔(۲)

---

(۱) ہسٹری آف انڈیا ص ۱۴۰ ۱۱ اے بی پانڈے (۲) ہسٹری آف انڈیا ص ۱۴۰ ۱۱ اے بی پانڈے

۷۸۶
۹۲

ہندوستان میں
مسلمانوں کی آبادی

ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی

مسلمان ہندوستان میں نصف صدی ہجری کے بعد ہی سے تبلیغ وتجارت کے سلسلے میں یہاں آنے جانے لگے تھے، چنانچہ ساحلی علاقوں اور مغربی سرحد میں تھوڑی تعداد میں عرب مسلمان اور مقامی نومسلم پائے جاتے تھے ۹۳ھ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی فتوحات کے قبل سندھ کی غیر مسلم حکومت میں پانچ سو عرب مسلمان آکر بس چکے تھے اس کے بعد ۹۹ھ ۷۱۸ء میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت امویہ پر فائز ہوئے تو انھوں نے اطراف سندھ کے غیر مسلم راجوں کے نام دعوت اسلامی کے خطوط بھیجے بعض لوگ اس پیغام حق کو قبول کر کے مسلمان بھی ہوگئے تھے۔

دوسری صدی ہجری ۱۲۰۔۱۱۰ھ ۳۸۔۷۲۵ء میں جب خالد بن عبداللہ قسری عامل عراق کے حکم سے حکم بن عوانہ کلبی حاکم سندھ ہو کر آیا تو اس کے ساتھ محمد بن قاسم کا لڑکا عمر بھی تھا، بنوامیہ کے زوال کے قریب سندھ میں عربوں کی قوت کمزور ہو جانے کے وقت حکم بن عوانہ کلبی نے عربوں کو سمیٹ کر دریا پار کر کے محفوظہ نام کا ایک شہر بسایا پھر اسی زمانہ میں عمر بن محمد قاسم نے قدیم برہمن آباد کے مقام پر منصورہ نام کا شہر آباد کیا جو بعد کو عرصہ تک سندھ کی عرب حکومت کا پایہ تخت رہا۔(۱)

پھر ایک سو سینتالیس ۱۴۷ھ ۷۶۴ء میں بعہد خلیفہ منصور عباسی علوی سادات نے اپنی حکومت کا ارادہ کیا اور سندھ میں بھی اس کا سامان ہوا مگر کسی وجہ سے ناکامی ہونے پر جب ان کو جائے پناہ کی تلاش ہوئی تو اسی اطراف کے غیر مسلم راجہ نے جو سیدنا ونبینا آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت کرتا تھا ان سادات علوی کا اپنے یہاں باعزت استقبال کیا (۲) اسی صدی میں سندھ کی دو شخصیتیں قابل ذکر ہیں ایک تو امام

(۱) فتوح البلدان بلاذری (۲) کامل ابن اثیر حوادث ۱۴۷ھ

سیرت ابو معشر نجیح سندھی جو زبردست عالم و محدث تھے ان کی وفات پر خلیفہ مہدی عباسی نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ دوسرے مشہور ابو عطاء سندھی جو عربی و سندھی زبان کے مستند شاعر تھے۔(۱)

۲۴۰ھ ۸۵۴ء میں جب ہارون بن خالد حاکم سندھ کا انتقال ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز ہباری متوکل باللہ عباسی، خلیفہ بغداد سے اجازت نامہ حاصل کر کے والیٔ سندھ ہو گیا اس عمر بن عبد العزیز ہباری کے دادا منذر ابن زبیر ہباری حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ عراق سے آئے تھے ان کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ قریش سے تھا نسب نامہ یہ ہے:

عمر بن عبد العزیز بن منذر بن زبیر بن عبد الرحمٰن بن ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد، واضح ہو کہ حضرت ہبار بن اسود پہلے حضور تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے مگر فتح مکہ کے بعد ۸ھ ۶۲۹ء میں مسلمان ہو گئے تھے یہ خاندان انھیں سے منسوب ہے۔

نیز ۲۲۷ھ ۸۴۲ء بعہد معتصم باللہ عباسی سندان علاقہ سندھ میں قریشی قبیلہ بنو سامہ بن لوی بن غالب کی خود مختار ریاست قائم تھی (۲) پھر ۲۷۰ھ ۸۸۳ء میں منصورہ پایۂ تخت سندھ کا والی عبد اللہ ابن عمر بن عبد العزیز ہباری تھا جسے الور کے راجہ مہروگ نے جس کا راج پنجاب سے کشمیر تک تھا فرمائش کی تھی کہ کوئی ایسا آدمی بھیجئے جو ہندی زبان میں اسلام کے متعلق معلومات کرا سکے چنانچہ امیر عبد اللہ ہباری نے ایک عراقی مسلمان شاعر کو بھیجا جو کئی زبانیں جانتا تھا، اس راجہ کی شان میں ایک ہندی قصیدہ کہہ کر سنایا پھر تین سال تک اس کے پاس رہ کر قرآن مجید کا ہندی ترجمہ کر کے روزانہ راجہ کو سناتا رہا جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔(۳)

۲۹۰ھ ۹۰۳ء سے بنو سامہ بن لوی جن کو بنو منبہ بن اسد بھی کہتے ہیں ملتان کے

(۱) فتوح البلدان بلاذری (۲) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۵ و ابن خلدون ج ۴ ص ۳۸۷ و یعقوبی ج ۲ ص ۵۹۹ (۳) عجائب الہند ص ۴۰ بزرگ بن شہریار

خود مختار والی ہو گئے یہ قریشی عرب براہ راست خلافت بغداد کے ماتحت تھے اور ان کی حکومت بڑی طاقت ور اور دولت مند تھی۔ (۱)

علاقہ سندھ کا ایک مقام بوقان تھا تیسری صدی ہجری کے آخر میں یہاں کی پوری آبادی مسلمان تھی۔ (۲)

دیبل یا ٹھٹھ ۲۸۰ھ ۸۹۳ء میں دیبل بندرگاہ ہونے کی وجہ سے عرب تاجروں کا مرکز تھا یہ بہت آباد مقام تھا خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں یہاں ایک زبردست زلزلہ آیا تھا جس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی دب کر مر گئے تھے۔ (۳)

عسیفان یا سیوان یہ مقام کراچی کے قریب یا بقول بلاذری ملتان کے قریب تھا تیسری صدی کے شروع میں یہاں مسلمان تاجروں کی کثیر آبادی تھی ۲۱۸ھ ۸۳۳ء کا واقعہ ہے کہ یہاں کے غیر مسلم راجہ کا لڑکا سخت بیمار ہوا راجہ نے مندر کے پجاریوں سے دعا کرائی انھوں نے اس کی صحت کا یقین دلایا مگر لڑکا مر گیا اس سے متاثر ہو کر راجہ نے پجاریوں کو قتل کرا کے مندروں کو گروا دیا پھر شہر کے مسلمانوں کو بلا کر اسلام کی معلومات حاصل کی اور مسلمان ہو گیا (۴) وادی سندھ میں ایک مقام ویہند تھا بقول البیرونی گندھار کا پایہ تخت تھا بہر حال ۲۵۶ھ ۸۷۰ء میں یہاں مسلمانوں کی آبادی تھی۔ (۵)

گجرات ۲۳۵ھ ۸۴۹ء میں ولبھی پور یا مہانگر (موجودہ بھاؤنگر) ملک گجرات کے مہاراجہ بلہرا یا ولبھی رائے کا پایہ تخت تھا کہتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ عربوں کا محبوب راجہ تھا اس کو مسلمانوں سے بڑی محبت تھی وہاں کے لوگوں کا اعتقاد تھا کہ ولبھی راجوں کی عمریں اس لئے بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں چنانچہ یہاں کے راجوں نے پچاس پچاس برس حکومت کی اس علاقہ میں اس وقت مسلم عرب تاجروں کی خاصی

---

(۱) الاعلاق نفیسہ لابن رستہ ص ۱۳۵ (۲) فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۵ (۳) تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی مطبع ص ۲۸۰۔ (۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (۵) تقویم ابو الفداء ص ۳۷۵، وارلی ہسٹری آف انڈیا وی اے اسمتھ ج ۱ ص ۳۴۵

آبادی تھی(۱) پھر ۳۰۰ھ ۹۳۰ء مقام چیمور واقع گجرات میں مسلمان تقریباً دس ہزار کی مقدار کی آباد تھے روز افزوں ترقی پر تھے جن میں سیراف، بصرہ، عمان، بغداد وغیرہ سے آئے ہوئے لوگوں کے علاوہ یہاں کے پیدائشی مسلمانوں کی کافی تعداد تھی جن کو وہاں بیسر کہا جاتا تھا یہاں کے غیر مسلم راجہ نے ان کی دیکھ بھال کے لئے انھیں میں ایک سردار مقرر کر دیا تھا جسے ہنرمند کہتے تھے۔(۲)

۲۳۵ھ ۸۴۹ء میں دکن جس کو عرب مورخین طاقن کہتے ہیں یہاں بھی مسلمان آباد ہو چکے تھے مگر یہاں کا راجہ ان سے دشمنی رکھتا تھا۔(۳)

۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں عرب سیاح مسعودی سندھ و منصورہ کے تعلق سے چشم دید حالات میں لکھتا ہے کہ میرے منصورہ پہونچنے پر ابوالمنذر بن عبداللہ بن عبدالعزیز ہباری بادشاہ تھے ان کا وزیر رباح اور اس کے دونوں بیٹوں محمد اور علی بن رباح کو دیکھا اور ایک عرب سردار کو جو وہاں کے شاہی خاندان سے ہے جس کا نام حمزہ تھا دیکھا اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہت سی اولاد کرام نظر آئیں جو عمر بن علی اور محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی نسل سے تھیں، شاہان منصورہ اور ان کے قاضی آل ابی الشوارب میں قرابت تھی اور شاہان منصورہ ہبار ابن اسود کی نسل سے ہیں جو بنو عمر بن عبد العزیز ہباری کہلاتے ہیں خطبہ میں خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا ہے یہاں کے لوگ بامروت ہیں یہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے اور اہل علم کافی ہیں۔(۴)

۳۶۷ھ ۹۷۷ء میں ابن حوقل سیاح لکھتا ہے کہ منصورہ کا بادشاہ قریشی عرب ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ہبار بن اسود کی نسل سے ہے خطبہ خلیفہ بغداد کا پڑھتے ہیں۔(۵)

پھر ۳۷۵ھ ۹۸۵ء سیاح بشاری مقدسی آیا وہ لکھتا ہے کہ "منصورہ میں اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) بت پوجتے ہیں مسلمانوں میں واعظوں کا وجود نہیں یہاں میں نے قاضی

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۲۶۰ (۲) مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۳۸۴ (۳) سفرنامہ سلیمان تاجر (۴) مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۳۷۷ (۵) سفرنامہ ابن حوقل ذکر السند

ابو محمد منصوری کو دیکھا جو داودی (ظاہر) تھے یہ اپنے مذہب)یعنی امام داود ظاہری کا مسلک جو اہل حدیث کے مانند تھا) امام تھے ان کا حلقہ درس تھا ان کی تصانیف عمدہ ہیں یہاں بڑے بڑے حنفی فقہاء پائے جاتے ہیں مالکی حنبلی اور معتزلہ نہیں ہیں سب سید ھے اور صحیح المسلک اور نیک و پاک دامن ہیں۔(۱)

علاقہ سندھ میں ایک قصبہ قنوج تھا ۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں یہ مقام ملتان کی عرب حکومت میں شامل تھا (۲) ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں قنوج خود مختار ریاست تھی، شہر میں جامع مسجد بنی تھی اگرچہ غیر مسلموں کی آبادی زیادہ تھی مگر مسلمانوں کا سلطان علاحدہ تھا جن میں اس وقت بڑے معزز علماء تھے۔(۳)

وادی سندھ کا ایک علاقہ ویہند تھا یہاں کی آبادی مسلم تھی ۳۹۳ھ ۱۰۰۲ء میں سلطان محمود غزنوی نے پشاور کے بعد اسے فتح کیا تھا (۴)

سندھ کے قریب تنبلی ایک مقام تھا ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں یہاں بکثرت مسلمان آباد تھے۔(۵) سندھ کے ساحل پر دیبل و منصورہ کے درمیان بیرون آباد تھا چوتھی صدی ہجری میں یہاں کے باشندے سب مسلمان تھے (۶) دیبل یا ٹھٹھ کے آس پاس سو گاؤں تھے ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں یہاں کی زیادہ تر آبادی غیر مسلم تھی، مگر مسلمان بھی خاصی تعداد میں موجود تھے یہ لوگ تجارت پیشہ تھے۔ان کی زبان سندھی و عربی مخلوط تھی اس وقت یہاں بڑے بڑے علماء محدثین ہوئے ہیں (۷)

سندھ و بلوچستان کے بیچ میں قندار واقع تھا یہاں کا حاکم مسلمان تھا جسے ۳۷۵ھ ۹۸۵ء کے بعد امیر سبکتگین غزنوی نے اپنے ماتحت کر کے باج گذار کر لیا تھا۔(۸)

۳۶۷ھ ۹۷۷ء تک ملتان بنو منبہ قریشی عرب قبیلہ کی حکومت جو خلافت بغداد

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۷۹ (۲) مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۳۷۲ (۳) احسن التقاسیم بشاری مقدسی ص ۴۸۰ (۴) زین الاخبار گردیزی ص ۶۶۰ (۵) احسن التقاسیم بشاری مقدسی ص ۴۸۰ (۶) تقویم البلدان ابو الفداء ص ۳۴۹ (۷) کتاب الانساب علامہ سمعانی (۸) فرشتہ نول کشوری ج ۱ ص ۱۹

کے ماتحت تھے (۱) ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں اسماعیلیوں کے زیرِ حکومت ہو گیا جو نسلاً عرب تھے چنانچہ اس وقت عرب سیاح بشاری مقدسی آیا وہ لکھتا ہے کہ ملتان والے شیعہ (اسماعیلی) ہیں اذان میں حی علی خیر العمل اور اقامت میں تکبیر دو دفعہ کہتے ہیں خطبہ میں مصر کے فاطمی خلیفہ کا نام لیتے ہیں (۲)

کھمبایت کا حاکم ۳۰۲ھ ۹۱۴ء میں ایک بنیا (غیر مسلم) تھا جو مہانگر گجرات کے راجہ ولبھی رائے کا ماتحت تھا اسے مذہبی مناظروں سے دلچسپی تھی چنانچہ شہر کے مسلمانوں کو بلا کر بحث کیا کرتا تھا (۳) سیاح ابن حوقل لکھتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں ولبھی حکومت کھمبایت سے چیمور واقع گجرات تک تھی ان علاقوں میں بکثرت مسلمان آباد تھے ان کی مسجدیں تھیں جن میں اعلانیہ اذان نماز اور جمعہ کی ادائیگی ہوتی تھی۔ (۴)

گجرات و بمبئی چوتھی صدی ہجری کے شروع میں کاٹھیاڑ اور کچھ وغیرہ علاقوں میں کافی مسلمان آباد تھے اس وقت یہاں ایک سیاح بزرگ بن شہریار نے ایک نو اسلام ہندو سے جو جہازوں کا مالک تھا اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا ہے نیز اسی زمانہ میں صنداپور یا گوا اور گوانہ کے غیر مسلم راجہ کا مصاحب ایک مسلمان موسیٰ نامی تھا اس کے علاوہ تھانہ واقع بمبئی چیمور واقع گجرات میں بھی مسلمانوں کی خاصی آبادی تھی۔ (۵)

ترکی فتوحات ہندوستان میں

تاریخ کی ایک بہادر اور فاتح قوم ترک بھی ہے اور چونکہ زیرِ نظر واقعات ترکی عروج سے ایک گونہ نسبت رکھتے ہیں لہٰذا ترکوں پر تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

کہتے ہیں کہ زمانہ قبل مسیح میں دریائے سیر یا جیحون کے شمالی علاقے میں روس و منگولیا کے قریب شک نامی قوم رہتی تھی جب اسے وہاں سے دوسری قوم یوچی نے بھگایا تو شک

(۱) فتوح البلدان بلاذری (۲) احسن التقاسیم بشاری مقدسی ص ۴۴۱ (۳) مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۲۵۴ (۴) سفرنامہ ابن حوقل ص ۲۲۳ (۵) عجائب الہند ص ۱۶، ۱۵۲ بزرگ بن شہریار

لوگ توران یا ترکستان میں آ کر آباد ہوئے پھر جب چین کے شمالی علاقے سے غالباً منگولوں نے ہون قوم کو بے دخل کیا تو ہونوں نے یوچیوں کو دریائے سر کے شمالی علاقہ سے نکال کر اپنا اڈا جمایا اور یوچیوں نے وہاں سے ہٹ کر شکوں کو ترکستان سے نکال کر اپنا ٹھکانا کیا اور شک قوم افغانستان و ایران میں آ بسی اس کے بعد جب ہونوں کو دریائے سر کے شمالی علاقہ سے نکال کر دیوار چین کے ذریعہ ان کو واپس ہونے سے ہمیشہ کے لئے روک دیا گیا تو انھوں نے یوچیوں کو جنوب و مغرب یعنی افغانستان اور شاید ایران میں ڈھکیل کر ترکستان پر قبضہ جمایا اور یوچیوں کے خروج سے شکوں کو ہندوستان بھاگ کر آنا پڑا اس وقت سے پھر منگولوں کے خروج تک ہون قوم ترکستان میں با اطمینان رہتی رہی مغربی مؤرخین اور ان کے مقلد اکثر ہندوستانی اہل تاریخ کا بیان ہے کہ ترک قوم انھیں ہونوں کی اولاد ہیں نیز بقول بعض ان میں شک و ایرانیوں کا خون بھی ملا ہوا ہے۔ (۱) فارسی مؤرخوں نے لکھا ہے کہ جمشید کی نسل سے شاہ فریدوں کے تین بیٹے تھے، ایک بیوی سے اسلم اور تور اور دوسری بیوی سے ایرج شاید جن کے ناموں سے توران و ایران مشہور ہوئے لہٰذا ترک اسی تور بن فریدوں کے اولاد سے ہیں۔ (۲) دیگر عربی اہل تاریخ و سیر نے ترکوں کو سام بن نوح پیغمبر علیہ السلام سے منسوب کیا ہے۔ (۳) افغانستان کے مشرق میں پشاور کے قریب ایک پہاڑ کوہ سلیمان کے نام سے اس بیان کے قابل توجہ ہونے پر اشارہ کرتا ہے اسی کے ساتھ اگر اہل عرب کا افغانوں کے لئے لفظ سلیمانی استعمال کرنا اور بعض فارسی مؤرخوں کا جمشید کو سلیمان پیغمبر علیہ السلام بتانا بھی پیش نظر رکھا جائے (۴) تو تاریخ قیاسات میں ایک مناسب ترتیب سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ترک، ایرانی، افغانی، اور ہندوستان کے راجپوت اپنے قدیم ترین اجداد کے لحاظ سے ایک ہی اصل سے تعلق رکھتے ہیں۔

---

(۱) ہسٹری آف انڈیا اے بی پانڈے (۲) نامۂ خسرواں (۳) غیاث اللغات فصل سین معہ الف
(۴) چہار چمن شارستان۔

ترکوں کا اسلام

بنیادی طور پر ہندوستان میں تین مذہب خاص ہوئے ہیں، ایک ویدک یا ہندو دھرم جس کی قدامت ہزاروں سال قبل مسیح بیان کی جاتی ہے جس کی مقدس کتاب وید کے شرتی یا الہامی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ دوسرے جین دھرم، تیسرے بدھ دھرم جو تقریباً پانچ سو سال قبل مسیح میں پیدا ہوئے ان میں سے ہندو اور جین دھرم تو گھوم گھما کر ہندوستان ہی کے ہو کر رہے مگر بدھ دھرم تاریخی اتفاقات سے زیادہ اپنی طرز دعوت اور چند تعلیمی خصوصیات کی وجہ سے دور دور تک پھیلا، اگرچہ اس کی اشاعت مہاتما بدھ جی کے عہد حیات ہی میں کافی ہو چکی تھی مگر ان کے بعد موریہ راجا اشوک متوفی ۲۳۲ قبل مسیح اور یوچی کیشان راجہ کنشک متوفی ۱۲۰ء کے زمانہ میں بدھ دھرم کی اشاعت بہت زیادہ ہوئی ہندوستان کے علاوہ شمال میں نیپال تبت اور چین تک جنوب میں لنکا اور دیگر جزائر تک مشرق میں برما، سیام اور جاپان تک مغرب میں افغانستان، ایران ترکستان اور شام و مصر تک بدھ مذہب پھیل گیا تھا اور اگرچہ بدھ جی کے کچھ عرصہ بعد آذربائیجان میں زردشت بزرگ ہوئے جن کو مجوس یا گبر اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور شہنشاہ فارس اسفندیار بن گشتاسپ جو زردشت کا زبردست پیرو تھا اس کی کوششوں سے ایران میں بدھوں کا زور کم ہو کر آتش پرستی کا غلبہ ہو گیا تھا (۱) لیکن ترکستان و افغانستان والے بدھ مذہب ہی کے پیرو تھے (۲) حتی کہ پہلی صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے شروع سے ایرانیوں کے ترکوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، چنانچہ ۹۳ھ ۷۱۲ء عہد خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی میں جس وقت محمد بن قاسم ہندوستان میں فتوحات کر رہا تھا اسی وقت امیر الجیش قتیبہ نے کابل و بخارا کو فتح کیا اور بہت سے ترک بدھ دھرم یا بت پرستی سے

(۱) کتاب الہند ج ۱ ص ۱۸، البیرونی (۲) ابن الفقیہ وہسٹری آف انڈیا اے بی پانڈے ص ۱۴۴

توبہ کر کے مسلمان ہوئے تھے(۱) یہ سلسلہ برابر بڑھتا رہا یہاں تک کہ خوارزمی، سامانی اور غزنوی ترکوں کے بعد مشہور سلجوقی ترک قبیلہ کا مورث اعلیٰ سلجوق اعظم بعہد سلطان محمود غزنوی بخارا میں مسلمان ہوا تھا(۲) پھر اس کے بعد خلجیوں اور غوریوں کے مسلمان ہونے کا نمبر آیا اس طرح یکے بعد دیگرے ۵۰۰ھ ۱۱۰۰ء تک تمام ترک دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

پہلا غزنوی بادشاہ

بغداد میں خلیفہ مامون بن ہارون الرشید عباسی متوفی ۲۱۸ھ ۸۳۳ء کے عہد میں جب عباسیوں کی طاقت گھٹنے لگی تو دور دراز ممالک ان کے قبضہ واختیار سے نکلنا شروع ہو گئے لہٰذا خراسان میں طاہری جن کا مورث اعلیٰ طاہر ذوالیمین تھا، بحر اخضر کے قریب دیلم وگیلان میں سادات علوی بجستان ونیم روز میں صفاری جن کا مورث اعلیٰ یعقوب بن لیث بن صفار تھا خود مختار ہو گئے پھر تیسری صدی ہجری کے اختتام کے قریب ایک ترک اسد بن سامان نے بڑے زور وشور سے اُٹھ کر بخارا میں سامانی حکومت کی بنیاد ڈالی، انھیں شاہان سامانیہ میں ایک شخص عبد الملک بن نوح بن اسد سامانی متوفی ۳۵۰ھ ۹۶۱ء شاہ بخارا ہوا ہے اس کے پاس ایک ترک غلام الپ تگین نامی تھا جو اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے مالک کی نظروں میں اتنا چڑھ گیا تھا کہ خراسان کا حاکم بنا دیا گیا اس کے بعد منصور بن عبد الملک سامانی شاہ بخارا کے زمانے میں الپتگین حکومت سامانیہ سے خود مختار ہو کر اور غزنی کو پایہ تخت بنا کر خود داد حکومت دینے لگا کچھ عرصہ بعد جب الپتگین اپنی حدود سلطنت بڑھا رہا تھا تو سرحدی افغانوں سے اہل لمغان واقع درمیان کابل و پشاور (غالباً موجودہ جلال آباد) نے سرکشی کی یہ افغان زیادہ تر ابھی بدھ مذہب کے ماننے والے تھے اگر چہ شاہ کابل شروع تیسری صدی میں مسلمان ہو چکا تھا(۳) مگر بیشتر

(۱) قزوینی والفہرست ابن ندیم (۲) جنگ انگورہ ص ۱۷ اکبر شاہ خاں (۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۲

افغانی قبائل عہد غزنوی میں مسلمان ہونے شروع ہوئے (۱) سرحد کے شکست خوردہ افغانوں نے پنجاب کے راجہ جے پال سے مدد چاہی جس کا پایہ تخت لاہور یا بھٹنڈا تھا اس کی حدود سلطنت سرحد میں پشاور تک پھیلی ہوئی تھیں جے پال نے بھاٹیہ کے راجہ سے مشورہ کر کے فوجی مدد دینے کے بجائے پناہ دے کر وقت کی سیاست کے پیش نظر ملتان کے ایک عرب سردار شیخ حمید کو بھڑا دیا (۲) جسے مؤرخ محمد قاسم فرشتہ نے غلطی سے افغان سردار بتایا ہے حالانکہ اس کے عرب ہونے میں کوئی شبہ نہیں معلوم ہوتا، اس وقت تمام مسلم ممالک میں اسماعیلی فرقہ والے بغداد کی عباسی حکومت کا تختہ الٹ دینے پر تلے ہوئے تھے اور ان کی خفیہ سازشیں یہاں سندھ و ملتان کی عرب حکومت میں بھی زبردست کامیابی حاصل کر رہی تھیں چنانچہ ان ہی اسماعیلیوں کے ایک سرگرم کارکن و سردار شیخ حمید مذکور نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے سرحدی افغانوں میں اپنے مخصوص تبلیغی کرتبوں اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا اور یہ اسماعیلیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، بہرحال شیخ حمید نے اپنی حسن تدبیر سے افغانوں کا چہیتا یار بن کر ترکی فتوحات کے خلاف بظاہر ان کی ڈھارس بندھائی اور باطنی طور پر اپنا فرض منصبی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔

شاہ سبکتگین

۷ھ ۶۲۷ء میں صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر سیدنا سرکار آقا مولیٰ محمد عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف ممالک کے حکمرانوں کو دعوت اسلامی کے خطوط روانہ فرمائے تھے تو انھیں کے ساتھ ایک فرمان خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں شاہ ایران کو بھی بھیجا تھا مگر اس گستاخ نے فرمان نبوی کو چاک کر ڈالا اور عامل یمن کو حکم دیا

---

(۱) کامل ابن اثیر ص ۲۱۸ (۲) تاریخ فرشتہ نول کشوری ج ۱ ص ۲۷

کہ (نعوذ باللہ) اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے دارالسلطنت مدائن میں بھیج دو لیکن اسی اثناء میں مغرور خسرو اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں خود ہی جہنم رسید کر دیا گیا (۱) پھر عہد خلافت فاروقی ۲۳ھ ۶۴۴ء میں جب فتح ایران کی زبردست مہم جاری تھی تو یزدجرد بن شیرویہ مدائن سے بھاگ کر بمقام رَئے پھر مرورود میں آ گیا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اطلاع پا کر احنف بن قیس کو یزدجرد کی سرکوبی پر تعینات کیا احنف نے جا کر مرو کو فتح کر لیا تو یزدجرد مع اپنی جمعیت واہل وعیال کے ترکستان کی طرف فرار کر گیا۔ اس کے بعد عہد خلافت عثمانی ۲۳ھ ۶۴۴ء ـ ۳۵ھ ۵۶ء میں یزدجرد آوارہ پھرنے کے بعد بمقام مرورود آ کر ۳۱ھ ۶۵۲ء میں قتل کر دیا گیا اس وقت یزدجرد کے چار اولادیں تھیں ایک لڑکا فیروز اور تین لڑکیاں، مہربانو، ماہ بانو، شہربانو، تھیں یہی بی بی شہربانو ہیں جو بعد کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں (۲) خیر اسی تگ ودو کے ایام میں یزدجرد بن شیرویہ نے ترکستان کے قیام میں ترکوں سے رشتہ قائم کیا اور پھر جو اولاد ہوئی وہ بھی ترک کہلائی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس ایرانی وترکی مرکب نسل سے شاہ سبکتگین بھی تھا، جن کا شجرہ یہ ہے شاہ سبکتگین بن جوقان بن قراالحکم بن قزل ارسلان بن قرامان بن فیروز بن یزدجرد بن شیرویہ یا شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں بن قباد (۳) پھر خلافت عباسیہ کے زمانہ میں ایک سوداگر نے آفت کے مارے سبکتگین کو بخارا ترکستان سے لا کر حاکم غزنی الپتگین کے ہاتھ فروخت کر دیا، الپتگین نے اس شاہی نسل کے غلام میں جوہر قابل کو دیکھ کر تھوڑے ہی دنوں میں تعلیم وتربیت دے کر امیرالامراء بنا دیا پھر الپتگین متوفی ۳۶۵ھ ۹۷۵ء کے بعد اس کے بیٹے ابوالاسحاق متوفی ۳۶۷ھ ۹۷۷ء کے جلد ہی مرجانے پر ارباب حل وعقد نے سبکتگین کا نکاح الپتگین کی لڑکی سے کرا کے

---

(۱) خصائص کبریٰ وزادالمعاد (۲) ابن خلقان وربیع الابرار زمخشری (۳) طبقات منہاج السراج جرجانی و تاریخ جہاں آرا احمد غفاری وفرشتہ جلد اول

اسے ۳۶۷ھ ۹۷۷ء ہی میں تخت غزنی پر بٹھا دیا انتظام سلطنت کو سنبھال کر عرصہ بعد سبکتگین ادھر متوجہ ہوا اور سرحد پر دھاوا مارا پنجاب کے راجہ جیپال خود حفاظتی طور پر بڑھ کر آڑے آیا لیکن سبکتگین نے شکست دے کر لمغان پر پوری طرح تسلط جما لیا پھر ۳۷۶ھ ۹۸۶ء میں جیپال نے انتقام کے لئے اچانک غزنی پر چڑھائی کر دی مگر پسپا ہو کر پشاور کی دست برداری کی شرط پر صلح کر لی لیکن ہندوستان میں واپس ہوتے ہی اس نے صلح نامہ کے برخلاف حکومت غزنوی کے سرحدی ترک قلعہ داروں کو گرفتار کر کے پشاور و لمغان پر اپنا قبضہ کر لیا اس بدعہدی کی اطلاع پا کر سبکتگین نے پھر حملہ کر کے اپنا مفتوحہ علاقہ واپس حاصل کر لیا (۱) اسی اثناء میں تاتاریوں نے ترکستان پر دھاوا بول دیا لہٰذا ادھر سے جلد نپٹ کر سبکتگین کو شاہ بخارا سامانی کی مدد کے لئے متوجہ ہونا پڑا اور بعد کامیابی کے اس امداد کے صلہ میں شاہ بخارا نے اس کے لڑکے محمود کو خراسان کا امیر بنا دیا (۲) اس کے بعد ۳۸۷ھ ۹۹۷ء میں سبکتگین انتقال کر گیا اس وقت اس کی چھ اولادیں تھیں جن میں چار لڑکے امیر اسماعیل، امیر یوسف، امیر نصر و سلطان محمود اور دو لڑکیاں، جن میں ایک تو علی بن مامون شاہ خوارزم متوفی ۴۰۷ھ ۱۰۱۶ء کے نکاح میں آئی (۳) دوسری لڑکی بی بی ستر معلّٰی تھیں جن کا نکاح سالار شاہو غازی بن شاہ عطاء اللہ غازی سے ہوا۔

سلطان محمود غزنوی

شاہ سبکتگین کے بعد اس کا بڑا لڑکا امیر اسماعیل بلخ میں تخت پر بیٹھا لیکن محمود نے فوراً ہی بوجوہ لڑ کر اپنے بھائی کو شکست دے کر قید کر دیا اور اسی حالت میں وہ مر گیا دوسرے بھائیوں نے اس واقعہ سے سبق لے کر محمود کی حصول اقتدار کی راہ میں حائل نہ ہونا اور اپنے مطالبہ سے خیریت کے ساتھ دست بردار ہو جانا ہی مصلحت سمجھا اس طرح محمود بلا

(۱) نیو ہسٹری آف انڈیا ایشوری پرساد (۲) ہسٹری آف انڈیا ص ۷ ایل کے مکرجی
(۳) کامل ابن اثیر حوادث ۴۰۷ھ

شرکت غیرے پوری سلطنت پر تنہا قابض و مسلط ہوگیا اور تخت غزنی پر بیٹھ کر اپنے نام کے ساتھ سلطان کا لقب اختیار کیا جواب تک مسلم حکمرانوں میں بالکل نئی چیز تھی پھر عرصہ تک انتظام مملکت کو سنبھالنے اور مضبوط کرنے کے بعد اپنی شہرہ آفاق فتوحات کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ مغرب میں خراسان خوارزم اور بخارا پر اپنا سکہ جمایا اور ادھر مشرق میں سرحد پنجاب اور سندھ و ملتان تک اپنی حدود حکومت کو پیہم کوششوں سے وسیع کیا، کہتے ہیں کہ سلطان محمود نے اپنی تینتیس ۳۳ سالہ حکومت میں ہندوستان پر بارہ (۱) یا سترہ (۲) حملے کئے جن میں سے ہم صرف چار واقعات ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

بغاوت اجمیر

۳۹۹ھ ۱۰۰۸ء میں جب سلطان محمود غزنوی اور انند پال ابن جیپال راجہ پنجاب کا مقابلہ بمقام پشاور ہوا تھا جس میں دہلی قنوج اجمیر و گوالیار کے راجے آنند پال کی امداد کو آئے تھے تو سلطان نے ان کو شکست دے کر دور دور تک بھگانے کے ساتھ قلعہ اجمیر پر قبضہ کر کے سرحدی نگرانی کے لئے وہاں ایک حاکم مظفر خاں کو چھوڑ دیا تھا مگر محمود کے غزنی واپس جانے کے بعد ۴۰۰ھ ۱۰۰۹ء قلعہ اجمیر سے دارالحکومت غزنی کو قاصد یہ خبر لے کر پہونچے کہ وہاں مخالفین نے بڑی شورش مچا رکھی ہے۔ لہٰذا جلد امداد بھیجی جائے، چنانچہ سلطان محمود نے پہلوان لشکر سالار شاہو کی ماتحتی میں ایک لشکر قاصدوں کے ساتھ بھیج دیا سالار شاہو ذی الحجہ ۴۰۱ھ ۱۰۱۰ء میں اجمیر آپہونچے جب حریفوں کو کمک کا حال معلوم ہوا تو صلاح ٹھہری کہ فی الحال قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دامن کوہ میں چھپ رہیں اور جب دونوں لشکر مل جائیں تو سمجھ بوجھ کر جنگ کریں لہٰذا محاصرہ اٹھا کر تقریباً بارہ کوس کے فاصلہ پر کوہ کھوکھر کی آڑ میں مورچہ جمالیا ادھر مظفر خان استقبال کر کے قلعہ میں لایا چند روز آرام کر کے مظفر خان کے مشورہ سے حملہ کی تیاری کر دی مخالفین نے بھی اپنی فوجیں

---

(۱) طبقات ناصری و جرجانی و تاریخ فرشتہ (۲) سبحۃ المرجان آزاد بلگرامی و ہسٹری آف انڈیا ایلیٹ کے کرجی ص ۸

بڑھائیں اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی حتیٰ کہ تین روز کے بعد لشکر سلطانی کا پلہ بھاری رہا(۱) دشمن کے میدان چھوڑ جانے پر پہلوان لشکر مقتولین کی تدفین اور تقسیم غنیمت کر کے پانچویں روز قلعہ اجمیر واپس آ گئے پھر قلعہ کے پھاٹک کے قریب جامع مسجد تعمیر کرائی اور سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور فتح کے واقعات غزنی لکھ بھیجے اور اس کے بعد نواحی اجمیر کے ان مقامات پر جو نئے قبضے میں آئے تھے اپنے افسران مقرر کر کے خراج لینا شروع کیا ادھر شکست خوردہ باغیوں نے قنوج پہنچ کر رائے اجیپال (۲) راجہ قنوج کی پناہ لی۔ جب سالار شاہو کا مراسلہ سلطان محمود کے پاس پہونچا تو وہ بہت خوش ہوا اور خلعت خاص معہ پانچ سو عراقی گھوڑے دے کر فرمان لکھا کہ ملک مفتوحہ آپ کو مبارک ہو نیز لکھا کہ رائے اجیپال والی قنوج اگر اطاعت قبول کر لے تو خیر ورنہ مجھے اطلاع دیں میں خود ادھر کا رخ کروں۔

قنوج کی مہم

فرمان کے مطابق سالار شاہو نے ہر چند رائے اجے پال راجہ قنوج کو راہ پر لانا چاہا مگر اس نے ایک نہ سنی بلکہ اور نواحی اجمیر کے سرکشوں میں اس کی شہ پر سلطانی علاقوں میں لوٹ مار کی جرأت ہوگئی۔ آخر سالار شاہو نے رائے مذکور کی کوتاہ اندیشی سے تنگ ہو کر سلطان کو حالات سے مطلع کیا چنانچہ چند روز بعد ہی سلطان محمود اپنی فوجیں لے کر غزنی سے ہندوستان روانہ ہوگیا۔ اور قلعہ اجمیر میں کچھ دن آرام کے بعد سلطان نے فوجیں آراستہ کیں اور سالار شاہو اور مظفر خاں کو مقدمہ لشکر بنا کر قنوج پر چڑھائی کی تیاری کر دی۔ پہلے متھرا پہنچا اور اس کے اطراف میں جہاں جہاں بھی سرکشوں کا پتہ چلا

(۱) مرآۃ مسعودی قلمی داستان اول (۲) اس موقع پر موجود ہندوستانی مؤرخین نے قنوج کے راجہ کا نام راج پال لکھا ہے مثلاً نیو ہسٹری آف انڈیا ایشوری پرساد

ان کی سرکوبی کرتے ہوئے ۴۰۶ھ ۱۰۱۵ء قنوج کے راجہ کے سر پر جا پہنچا راجہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر بغیر لڑے بھڑے فرار ہو گیا اس حملہ میں سلطان نے اور بھی کئی قلعے فتح کیے یہ مرأۃ مسعودی قلمی داستان اوّل کی تحریر ہے اسی کو پروفیسر ایل۔ مکرجی نے بارہویں حملہ کے نام یوں بیان کیا ہے کہ محمود کا بارہواں حملہ شمالی ہند کے خاص شہر قنوج کے پریہا رراجپوت راجہ راج پال پر ہوا راستے میں تمام مخالفوں کو کچلتے ہوئے محمود نے ۴۰۹ھ ۱۰۱۸ء میں جمنا پار کیا اور برن یعنی موجودہ بلند شہر پر حملہ کی تیاری کی لیکن مقامی راجہ نے مطیع ہو کر اسلام قبول کر لیا اس کے بعد سلطان نے متھرا کا رخ کیا اور شہر کو غارت کر کے تمام مندروں کو تباہ کر ڈالا پھر وہ قنوج پہنچا وہاں کا راجہ راج پال پریہار معمولی مقابلہ کے بعد فرار ہو کر گنگا پار چلا گیا۔ اور شہر کو دشمن کے حوالہ کر دیا پھر وہ بھی سلطان کا مطیع ہو گیا سلطان نے شہر کو چھوڑ کر اس کے تمام قلعوں کو تباہ کر کے کافی مال حاصل کیا (۱) اس پر ڈاکٹر فیوہرر نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں برن یعنی بلند شہر کے راجہ ہردت نے میرٹھ فتح کر لیا تھا اور یہاں بڑا بھاری قلعہ بنایا یہ راجہ ہردت ڈور راج پوت وہی ہے جو برن پر حملہ کے وقت محمود کی اطاعت قبول کر کے دس ہزار ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا تھا۔ (۲) اسی طرح مؤرخ میر اخوند نے والی قنوج کے بھی مسلمان ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔ (۳) واللہ اعلم

جیسے اس مہم کے واقعات میں طرح طرح کے بیانات ہیں ویسے ہی مؤرخین حملہ قنوج کی تاریخ میں بھی مختلف رائے ہیں چنانچہ محمد قاسم فرشتہ نے پہلے ۸ رشعبان ۴۰۷ھ اور پھر نواں حملہ ۴۰۹ھ میں بتایا ہے۔ (۴) صوفی عبدالرحمن چشتی نے بھی ۱۸ رشعبان ۴۰۶ھ لکھا ہے لیکن پھر موصوف ہی نے روضۃ الصفاء کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ جب سلطان محمود خوارزم کی مہم سے فارغ ہو کر واپس غزنی ہوا تھا تو اطراف ماوراء النہر کے ۸۰۰۰ مردان

(۱) ہسٹری آف انڈیا ایل کے مکر جی ص ۱۰ (۲) حیات مسعودی ڈپٹی عباس خاں بحوالہ ڈاکٹر فیوہرر (۳) حبیب السیر خوندمیر (۴) تاریخ فرشتہ نولکشوری ج ۱

کار بہ نیت جہاد سلطان کے حکم کے منتظر بیٹھے تھے جو مہم قنوج پر اس کے ہمراہ ہوئے۔ (۱) اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوج اور متھرا کی مہم ۴۰۹ھ میں واقع ہوئی کیونکہ محمود خوارزم کو فتح کر کے ۴۰۸ھ کے موسم بہار میں غزنی واپس ہوا تھا۔ (۲) لہٰذا اس کا قنوج آنا ۴۰۹ھ ہی میں ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید پروفیسر مکرجی کے مذکورہ بیان میں موجود ہے۔

بہر حال قنوج کو فتح کر کے سلطان کے واپس غزنی ہونے کے بعد سالار شاہ ہونے اجمیر آ کر افسروں کو جا بجا مقرر کیا تا کہ رعایا کی تسلی اور دادرسی کریں اور رائے اجے پال (راجپال) کو سالانہ خراج مقرر کر کے بشرط اطاعت قنوج میں دوبارہ آباد کیا اور خود بدولت قلعہ اجمیر میں تمام مقبوضات کا انتظام سنبھالا۔ (۳)

کاہیلر کا فساد

مرأۃ مسعودی قلمی میں اس مقام کا نام اسی طرح لکھا ہوا ہے مگر اس کے ترجموں میں اسی نام کو کاہیلر لکھتے ہیں، تبدیلی لفظ کی کوئی دلیل بھی نہیں بتائی گئی ہے لہٰذا اس کو تحریف ہی کہا جا سکتا ہے مزید برآں آئینہ مسعودی صف ۳۹ پر تحریر ہے اس سفر میں کالنجر عرف کاہیلر واقع دامن کوہ کشمیر میں ورود سلطان ہوا نیز جب راجہ متند والی کالنجر ملک بندیل کھنڈ نے قنوج پر چڑھائی کی پھر صف ۵۲ پر ہے کہ غزنی سے چل کر حضرت سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کابل ہوتے ہوئے براہ جلال آباد کوٹ کاہی یعنی کاہیلر کے قریب پہونچے ان تینوں جگہوں پر ایک ہی نام اور مقام کی مختلف تعبیروں کے خلط مبحث سے ظاہر ہے کہ فاضل مترجم کالبمر کے صحیح جائے وقوع کو خود بھی نہیں سمجھے ہیں لہٰذا ذیل میں ہم تین دلیلوں سے کاہیلر کا تعین مکانی کرتے ہیں اول یہ کہ جب حضرت سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اجمیر سے کاہیلر جا رہے تھے تو درمیان میں ایک قصبہ راول پڑا۔ البیرونی کے مطابق یہ ساحل سندھ

(۱) مرأت مسعودی قلمی بحوالہ روضۃ الصفاء (۲) کامل ابن اثیر حوادث ۴۰۷ھ و تاریخ بیہقی ص ۴۰۷
(۳) مرأۃ مسعودی قلمی داستان اول

پر واقع تھا گویا اجمیر سے کاہیلر جاتے ہوئے آپ کو دریاء سندھ سے گزرنا پڑا دوم یہ کہ حضرت سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ جب غزنی سے واپس ہو کر کاہیلر کے قریب اپنے والد سے ملے ہیں تو فرمایا تھا کہ ہندوستان میں شکار کھیل کر واپس آجاؤ نگا نیز اس سلسلے میں آپ اپنے والد سے کالیہر کے قریب رخصت ہو کر کوچ کرتے ہوئے سندھ پار کر کے ستیھور پھر ملتان آئے اس سے معلوم ہوا کہ کالیہر ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کے اس پار ہی کوئی مقام تھا۔ سوم مرأۃ مسعودی قلمی میں ایک عبارت یوں آتی ہے کہ کالیہر واقع دامنِ کوہ کشمیر اس تیسری بات کو پہلی دو باتوں کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ کالیہر کا محل وقوع پیشاور کے قریب کشمیر کا علاقہ ہے۔ واللہ اعلم

بہر حال جب پہلوان لشکر دس سال کی مدت میں ہندوستانی مقبوضات پر امن و تسلط قائم کر کے مخالفین کے فتنوں سے خاطر جمع ہوئے، اور خراج بآسانی وصول ہونے لگا اس وقت دامنِ کوہ کے شرکشوں نے چاہا کہ نواح کاہیلر کو تاراج کریں ملک جھجو حاکم کاہیلر نے اس صورت حال کی اطلاع سلطان کو بھیجی سلطان اس وقت خراسان کی مہم پر تھا۔ لہٰذا اس نے خبر پاتے ہی پہلوان لشکر کے نام فرمان لکھا کہ نصف لشکر اجمیر میں چھوڑ کر بقیہ فوج لے کر پہنچے اور مفسدوں کی قرار واقعی گوشمالی کریں ہم ایک مہم میں مصروف میں ورنہ خود متوجہ ہوتے۔ کاہیلر جو کوہِ کشمیر کے دامن میں واقع تھا۔ اس کا قلعہ بڑا ہی عالیشان تھا اور مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ اس پر رائے کلچند کا قبضہ رہا تھا جو بڑا دولت مند اور مغرور راجہ تھا۔ جب سلطان نے قنوج پر چڑھائی کی تو اطراف کشمیر میں پہنچ کر اس وقت بڑی مشکل سے رائے کلچند کو مع ۵۰۰۰۰ آدمیوں کے پسپا کر کے قلعہ کو فتح کیا اور وہاں حکم مقرر کر دیا تھا۔ خیر پہلوانِ لشکر نے فوراً میر سید ابراہیم اور مظفر خاں وغیرہ کو قلعہ اجمیر و اہل وعیال کی نگرانی سپرد کر کے کاہیلر کا رخ کر دیا۔ کاہیلر میں مفسدوں نے شہر کو تباہ کر ڈالا تھا۔ ملک جھجو عاجز ہو کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ پہلوانِ لشکر کے پہنچتے پہنچتے اہل فتنہ لوٹ مار کر کے واپس ہی ہو رہے تھے لشکرِ سلطانی قضائے مبرم کی طرح سروں پر موجود ہو گیا اور راستہ روک کر سرکوبی کی۔

جس میں ۴۰ سردار گرفتار ہوئے اور ہزاروں آدمی مارے گئے اس طرح فتح عظیم حاصل ہوئی بعد فراغت سالار شاہو نے کا ہیلر کی نوید ظفر سلطان کو بھیجی سلطان اس خبر سے بہت خوش ہوا اور لکھا کہ ملک مفتوحہ برادر عزیز کو انعام میں دیا۔ آپ وہیں مستقل قیام کریں۔ (۱)

فتح گجرات سلطان محمود غزنوی کی فتوحات میں فتح گجرات زیادہ مشہور ہے۔ جس میں شکست سومناتھ کا واقعہ بہت ہی زبان زد ہے۔ اس کا مذہبی افسانہ اور تاریخی قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ سومنات بمعنی چاند یا قمر ناتھ بمعنی آقا و حاکم ہوتا ہے۔ اس طرح سومناتھ کے معنی حاکم قمر یا رب القمر یا خداوند ماہتاب ہوئے یہ ایک پتھر کی مورتی یا بت کا نام ہے جس کے سرے پر مہادیو یعنی شیو جی کی لنگ کے نام سے ایک مخصوص شکل بنی تھی اس کے کچھ حصہ پر سونے کا غلاف لگا ہوا تھا۔ سندھ کے جنوب مغربی علاقہ میں اس قسم کے بت خانہ زیادہ تھے جن میں سومنات نامی واقع کاٹھیاواڑ گجرات کا مندر سب سے زیادہ مشہور تھا کہتے ہیں کہ چاند کے کسی گناہ کے عوض جب اس کا چہرہ داغدار کر دیا گیا اور شرمندہ ہو کر اس نے توبہ کر لی تو پرجاپت نے کہا کہ مہادیو لنگ کی پوجا سے اس کو اپنا آقا بنا لینے کے ذریعہ اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اس طرح یہ بت مخصوص وجود میں لایا گیا اور اس میں سوئم بمعنی چاند کا نام شامل ہونے ایک روایت یہ بھی ہے کہ کاٹھیاواڑ میں قلعہ باردی جو باس دیو کرشن جی کے لئے نمودار ہوا ہو کشش ماہ تاب سے سمندر کے مدوجزر کے پانی سے کھیلتا ڈوبتا رہتا تھا۔ گویا اس طرح ماہتاب اس کی خدمت غسل انجام دیتا تھا۔ اس لئے چاند باردی کا خادم اور وہ چاند کا آقا تھا اس قلعہ کو جب مؤرخ البیرونی نے ۵ ویں صدی ہجری میں دیکھا تھا تو اس وقت سو برس سے زیادہ پرانا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ (۲) یہ بت سومناتھ تراشے ہوئے پتھر کا تھا اس کی لمبائی پانچ گز تھی جس میں سے دو گز زمین میں گڑا ہوا تھا۔ اور تین گز زمین سے اوپر تھا۔ (۳) اس کے

(۱) مرأۃ مسعودی قلمی داستان دوئم (۲) کتاب الہند البیرونی ج ۲ ص ۱۴۷ و ۲۶۸ (۳) مرأت مسعودی قلمی

مندر میں ۲۰۰۰ پجاری ۳۰۰ حجام ۳۰۰ گویئے اور ۵۰۰ ناچنے والیاں مقرر تھیں۔ جن کا کام روزانہ گانا بجانا اور ناچنا رہتا تھا۔ مندر کے خرچ کے لئے ۱۰۰۰ اگاؤں وقف تھے۔ (۱) یہ جین دھرم کے ماننے والوں کی زیارت گاہ تھی خاص کر جینیوں کے فرقہ دگمبر جونگی مورت کی پوجا کرتے تھے جس زمانہ کا ہم ذکر کررہے ہیں۔ اس وقت راج پوتانہ مالوہ گجرات و کاٹھیاواڑ پر جین دھرکے شیولنگی راج پوت راجہ بھیم کی حکومت تھی۔ جس کا دارالسلطنت نہر والا (انہلواڑا) تھا۔ (۲) بہرحال جس وقت سلطان محمود ہند میں فتح وشکست کررہا تھا تو سومناتھ کے معتقدین کہتے تھے کہ سومناتھ ان بتوں سے خفا ہے ورنہ شاہی لشکر کو ہلاک کر دیتا سلطان نے اس کی بات کو سن کر کہا کہ اب جیسے بھی بن پڑے میں سومنات کو ڈھا کر رہوں گا تا کہ لوگوں کا فاسد اعتقاد جاتا رہے لہٰذا ۳ لاکھ ۵ ہزار فوج لے کر غزنی سے چل دیا اور ملتان پہنچ کر سامان درست کر کے گجرات کا رخ کیا۔

راہ میں اکثر قلعہ بھی ملے لیکن اہل قلعہ نے سلطان کا استقبال کر کے نظر اطاعت پیش کی اور مقدمہ لشکر کی خدمت انجام دی اور جو مزاحم ہوا اس سے نپٹتے ہوئے سرحد سومنات پہنچ کر قلعہ کے نیچے لشکر جما دیا دوسرے روز جنگ چھڑی دن بھر لڑائی ہوتی رہی۔ تیسرے دن سلطان خود بدولت قلعہ کو متوجہ ہوا تو اس کے ساتھ ترک سپاہی بھی جوش میں آکر لڑتے بھڑتے قلعہ کے اندر گھس گئے پھر سلطان محمود مندر کے اندر پہنچا اور گرز لگا کر سومنات کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے۔ جمع شدہ خزانہ سے ہزاروں اشرفیاں اور جواہرات ہاتھ لگے۔ اس کے بعد آس پاس کے چند اور قلعے بھی فتح کئے پھر ملک مفتوحہ ایک شاہی خاندان کے آدمی کو شرط خراج اور ماتحتی پر سپرد کر کے واپس غزنی ہوگیا۔ (۳)

فتح گجرات کی تاریخ میں مؤرخین اختلاف کرتے ہیں۔ البیرونی و مرأۃ مسعودی قلمی میں ۴۱۶ھ سنہ ۱۰۲۵ء تحریر ہے ایل۔ مکرجی نے ۴۱۵ھ سنہ ۱۰۲۴ء لکھا ہے طبقات اکبری ملا

---

(۱) مرأت مسعودی داستان دوئم (۲) نیو ہسٹری آف انڈیا ص ۹۹ و ۱۰۸ ایشوری پرساد
(۳) مرأت مسعودی قلمی داستان دوئم

نظام الدین میں ۴۱۷ھ ۱۰۲۶ء اور فرشتہ نے ۴۱۸ھ ۱۰۲۷ء دیا ہے۔ واللہ اعلم

■❖■

۷۸۶
۹۲

ضمیمہ
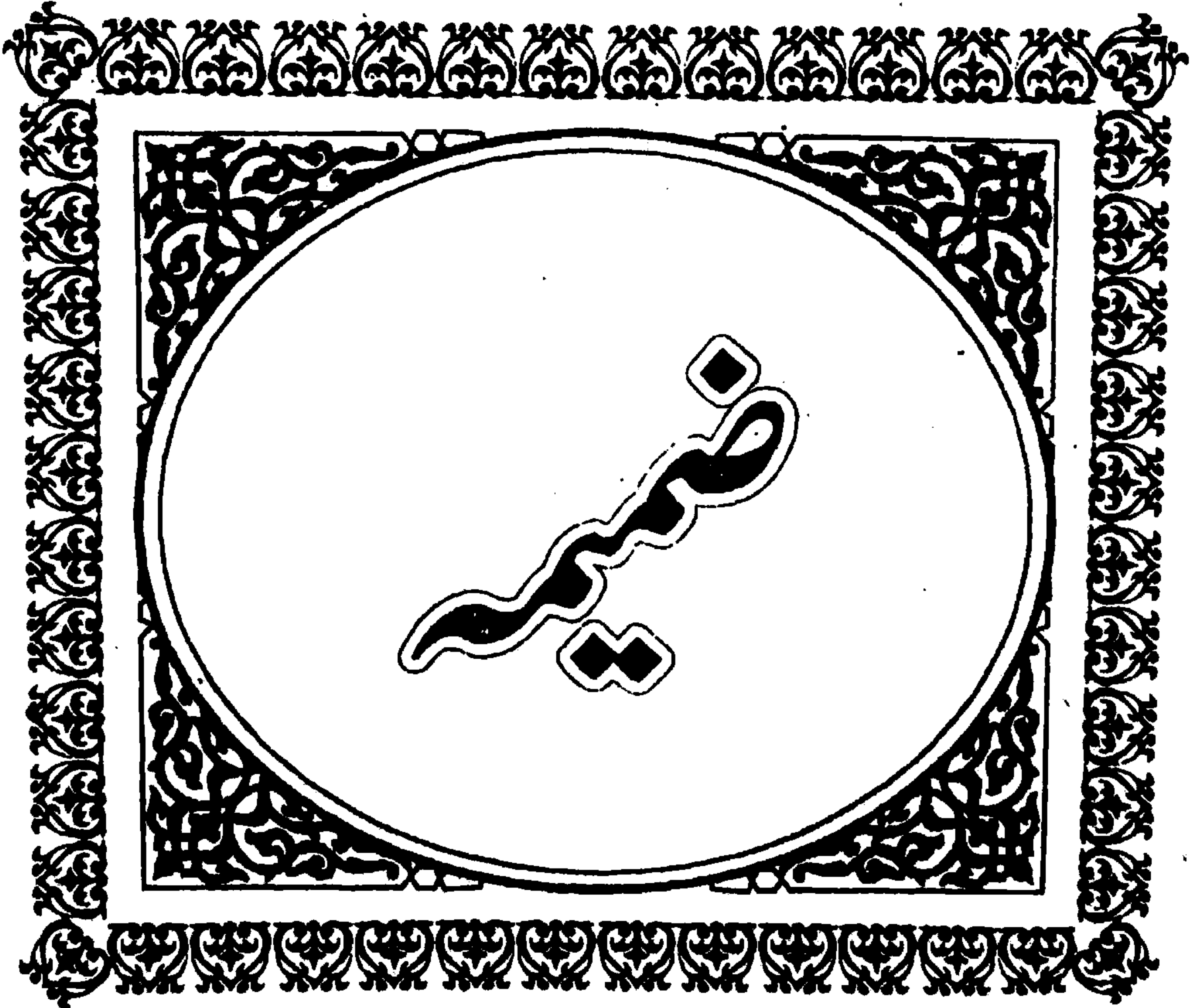
مولف انوار مسعودی

مسعود ملت حضرت علامہ الحاج محمد علی مسعودی صاحب قبلہ

از قلم: صوفی باصفا چشم و چراغ خانوادۂ سرکار بانسہ سید عبدالرزاق شاہ علیہ الرحمہ
حضرت مولانا سید محمد غوث صاحب روناہی فیض آباد

مسعود ملت کو میں طالب علمی کے زمانہ سے جانتا ہوں الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد میں جب ہم دونوں زیر تعلیم تھے اس زمانہ سے لیکر اب تک مسعود ملت سے میرے بڑے اچھے تعلقات ہیں ہم دونوں کو ایک دوسرے پہ بڑا اعتماد اور بھروسہ ہے ،الغرض میں انھیں بڑے قریب سے جانتا ہوں اس لئے مولف انوار مسعودی کی حیثیت سے میں نے مناسب سمجھا کہ مسعود ملت کا تعارفی خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کردوں۔

مسعود ملت گوناگوں خوبیوں کے مالک اور فضل وکمال کے جامع ہیں بڑے فعال متحرک اور مجاہد صفت انسان ہیں دینی حمیت کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت شب وروز کا مشغلہ ہے،تصلّب فی الدین آپ کا طرہ امتیاز ہے۔آپ کی ذات میں اسلاف کرام کے احقاق حق اور ابطال باطل کی جرأت مومنانہ کی جھلک نظر آتی ہے،چنانچہ اسرار العلوم رسیا بازار میں جب آپ منصب درس وتدریس پہ فائز تھے تو بدمذہبوں کے ردوابطال کیلئے آپ ایک مشن اور تحریک چلارہے تھے اور پوری جرأت وہمت کے ساتھ تحریر وتقریر کے ذریعہ باطل پرستوں کو دندان

شکن جواب دیئے اور قرب و جوار کا دورہ کر کے مسلمانوں کی صحیح رہنمائی فرماتے، کہنے کو تو اس وقت ایک سرکاری اسکول میں ملازم ہیں لیکن اپنی عالمانہ ذمہ داریوں سے قطعاً غافل نہیں، دینی و علمی خدمت کرنا اپنا سب سے بڑا فریضہ سمجھتے ہیں۔ تصنیف و تالیف اور قابل قدر کتابوں کی اشاعت کی طرف آپ کی خاص توجہ ہے اور مشہور و معروف اہل قلم حضرات سے رابطہ کر کے انکی غیر مطبوعہ تصنیفات کو شائع کر کے منظر عام پر لانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ایک سے ایک صاحبان علم جو کچھ تصنیفی و علمی کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اکثر و بیشتر ناموافق اور نامساعد حالات کا شکوہ اور رونا روتے رہتے ہیں۔ اور کام کرنے کیلئے موافق اور خوش گوار حالات کے منتظر رہتے ہیں بالآخر عمر تمام ہو جاتی ہے اور اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ دفن ہو جاتے ہیں پھر ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہوتا ہے۔ لیکن مسعود ملت کی سوچ اور فکر جداگانہ ہے انکا کہنا ہے کہ حالات چاہے جیسے ہوں ہمیں کچھ نہ کچھ دینی و علمی کام کرتے رہنا چاہئے، ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر منتظر فردا رہنا کم ہمتی، بزدلی اور علمی ذمہ داریوں سے کوتاہی ہے۔

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کچھ کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

مسعود ملت کا پورا نام محمد علی مسعودی ہے حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ سے غایت درجہ عقیدت و محبت کی وجہ سے مسعودی لکھتے ہیں اور اس نسبت کا انھیں خوب فیض بھی مل رہا ہے۔ مسعود ملت اور مورخ بہرائچ آپ کے القابات ہیں، آپ نسباً علوی مسلکاً حنفی، مشرباً رضوی اور وطناً بہرائچی ہیں۔

ولادت: ضلع بہرائچ کے مسلم اکثریتی علاقے کا ایک چھوٹا سا گاؤں جولاہن پوروہ

پوسٹ مینانیوریا جو بہرائچ شریف سے بریلی شریف ہوتے ہوئے دہلی جانے والی شاہ راہ نمبر ۲۸ رسیا موڑ کے قریب سے نکلی ہوئی جانب پچھم ایک شاخ سے ملا ہوا ہے اسی مبارک گاؤں کو آپ کے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ بتاریخ ۱۲ راگست ۱۹۷۲ء کو ایک دین دار گھرانے میں آپ کی ولادت ہوئی۔

والدین کریمین :۔ والد گرامی کا نام شیر علی مرحوم اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ خاتون (مرحومہ) ہے۔ آپ کے والدین کریمین بڑے نیک خصلت اور دیندار تھے ،آپ کی والدہ مرحومہ کا بیان ہے کہ ہمارا نسبی تعلق حضرت محبت علی شاہ بنجریار رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جو علوی سادات سے ہیں جنھیں علاقہ میں ایک بہت بڑے بزرگ اور ولی کامل کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، ان کے مزار پر میلہ بھی لگتا ہے اور خلق خدا فیضیاب بھی ہوتی ہے۔ آپ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کی ملاقات قطب المدار حضرت بدیع الدین شاہ زندہ مدار رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی ہے اور ان سے کسب فیض بھی فرمایا ہے۔

حضرت محبت علی شاہ علیہ الرحمہ سے نسبت ہونے ہی کی وجہ سے مسعود ملت کے بڑے بھائی کا نام محبت علی رکھا گیا ابھی مسعود ملت زیر تعلیم ہی تھے کہ والد محترم کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ،آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے بڑے بھائی صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت کا پورا خیال فرمایا اور دوران تعلیم آپ کو کسی طرح کی فکر لاحق نہ ہونے دی اور پورے اطمینان و سکون اور دلجمعی کے ساتھ آپ نے اپنا تعلیمی سفر طے فرمایا۔

تحصیل علم :۔ مسعود ملت کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک مکتب میں ہوئی اس کے بعد عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ میں ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی پھر جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ میں داخلہ لیا اور جماعت رابعہ تک کی کتابیں

یہاں پڑھیں۔ چونکہ تعلیمی ذوق آپ کے اندر بے پناہ تھا اس لئے آپ نے ہندوستان کی مایہ ناز درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی ضلع فیض آباد میں داخلہ لیا اور پوری محنت ولگن سے ماہرین اساتذہ کرام سے علوم وفنون پہ دستگاہ حاصل کی اور فارغ التحصیل ہوئے اور ۹ر فروری ۱۹۹۲ء میں جامعہ کے عظیم الشان جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر ملک وملت کے مایہ ناز علمائے کرام ومشائخ عظام کی موجودگی میں جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ قاضی اسلام فی الہند حضور علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری میاں صاحب قبلہ نے آپ کے سر پر اپنے دست اقدس سے دستار بندی فرمائی اور آپ سند فراغت سے نوازے گئے، دستار فضیلت کا وہ روحانی منظر آج بھی نگاہوں میں رقص کر رہا ہے۔

تعلیمی لیاقت اور اسناد:۔

مسعود ملت پر فارسی کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے کہ

بالائے سرش زہو شمندی　　　می تافت ستارہ بلندی

طالب علمی کے زمانہ میں آپ کا شمار ذہین وفطین طلبہ میں ہوتا تھا، پڑھنے میں محنت کے ساتھ ساتھ اساتذہ کا بھرپور ادب واحترام بھی بجالاتے اور ایک فرمانبردار طالب علم کی طرح آپ کے شب وروز گذرتے، اس لئے ہر استاذ کی شفقت اور توجہ آپ پہ بھرپور رہتی تھی اس لئے آپ جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ سند فضیلت وقرأت سے نوازے گئے، عربی وفارسی اور جامعہ اردو کے سارے امتحانات اعلی درجات سے پاس کئے۔ مندرجہ ذیل ڈگریاں اور اسناد آپ کی تعلیمی لیاقت کی زینت ہیں۔ منشی، کامل، منشی کامل انگلش، مولوی، عالم، فاضل معقولات، فاضل طب، فاضل دینیات، فاضل ادب، ادیب کامل، معلم اردو علی گڈھ۔

اساتذہ کرام :۔آپ نے جن اساتذہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا اور کسب علم فرمایا وہ وقت کے ممتاز اور ماہرین فن تھے جن میں قابل ذکر ہستیوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں ۔ حضرت علامہ تجمل ہدیٰ صاحب علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی وکیل احمد صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ دانش علی صاحب فریدی علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ منیر عالم صاحب علیہ الرحمہ، حضرت علامہ نعمان صاحب علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ، حضرت علامہ عبدالقیوم اعظمی صاحب قبلہ، حضرت علامہ وصی احمد صاحب قبلہ، حضرت مولانا امتیاز احمد مصباحی صاحب قبلہ حضرت علامہ محمد ایوب صاحب قبلہ، حضرت علامہ بخش اللہ صاحب قبلہ، حضرت علامہ حسیب رضا صاحب قبلہ، حضرت مولانا عبدالستار صاحب قبلہ، حضرت علامہ شاکر علی صاحب قبلہ، حضرت علامہ محمد عمر صاحب قبلہ، حضرت علامہ صوفی جلال الدین صاحب قبلہ، حضرت علامہ عبدالرحمٰن صاحب قبلہ۔

رفقاء درس :۔ آپ جس ادارہ میں بھی ایک طالب علم کی حیثیت سے رہے اخلاق وکردار اور کسب علم میں جدو جہد کے اعتبار سے اپنے رفقاء درس میں ممتاز رہے اور رفیق درس آپ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتا آج بھی آپ کے رفقاء درس آپ کو اچھائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور آپ سے ملاقات کے مشتاق رہتے ہیں، قابل ذکر رفقاء درس کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا مختار احمد صاحب سیتاپوری، حضرت مولانا توصیف رضا صاحب، حضرت مولانا معین الدین صاحب، حضرت مولانا محمد عارف صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر سید فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بہرائچی، حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب۔

تدریسی خدمات :۔ اساتذۂ کرام کو آپ کی علمی استعداد اور تدریسی صلاحیت پہ کلی اعتماد اور بھروسہ تھا اس لئے ان کے توسط سے بڑی معیاری درسگاہوں کیلئے جگہیں آئیں لیکن چونکہ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ماں کے بڑے دلارے تھے آپ کی والدہ محترمہ نے دور دراز جانے کی اجازت نہیں دی فرمایا بیٹے قریب کے ہی کسی مدرسہ میں پڑھاؤ۔ چنانچہ سب سے پہلے تدریسی خدمت انجام دینے کیلئے مدرسہ رضویہ عرفان القرآن کھنہ پوروہ بہرائچ تشریف لے گئے اور بحسن وخوبی ایک سال تک تدریسی خدمت انجام دی، اس کے بعد جامعہ غوثیہ اسرار العلوم رسیا بازار میں تشنگان علوم کو فیضیاب کرتے رہے، حضرت علامہ محمد مصعب خاں صاحب پرنسپل جامعہ غازیہ فیض العلوم کی دعوت پر اور حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ کے حکم سے جامعہ غازیہ فیض العلوم بخشی پورہ بہرائچ تشریف لائے اور یہاں پر شعبہ عالیہ میں آپ کا تقرر ہوا مولانا مصعب صاحب کا بیان ہے کہ مولانا محمد علی مسعودی کے آنے سے ہمارے جامعہ میں چار چاند لگ گئے اور درس وتدریس کا معیار بڑھ گیا ہمارے جامعہ میں ایک بہت بڑا خلا تھا جو مسعودی کی ذات سے پر ہو گیا۔ یہاں پر جب تک آپ تھے درس وتدریس کے فرائض بڑی ذمہ داری سے انجام دیتے رہے عوام وخواص اور اراکین جامعہ آپ کی محنت ولگن کی وجہ سے وقیع نظروں سے دیکھتے تھے، یہیں سے آپ اپنے مشفق استاذ حضرت علامہ مولانا نعمان خاں صاحب کے مخلصانہ مشورہ سے حکومت اتر پردیش کے شعبہ تعلیم میں سرکاری ملازمت پر چلے گئے اور مذہبی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کیلئے رسیا موڑ آسام روڈ پر دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ قائم کیا جو اس وقت نہایت شان وشوکت سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ملازمت کے ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور اس کے

ذریعہ ملک وقوم کی خدمات میں مصروف ہیں ،اپنے عملہ اورادھیکاریوں میں عمدہ کارکردگی کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں اوراپنی عالمانہ شان ووقار کو کہیں سے مجروح ہونے نہیں دیا۔

اخلاق وکردار :۔ حسن اخلاق اوراعلیٰ کردار انسانیت کا وہ خوبصورت زیور ہے جس سے انسانی معاشرہ چمک اٹھتا ہے۔انسانی سوسائٹی میں ایک انسان حسن اخلاق اورکردار ہی کی بدولت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے" البر حسن الخلق "(مسلم) اچھے خلق ہی کا نام نیکی ہے۔" خیارکم احسنکم " اخلاقاً تم میں نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

اخلاق وکردار کے اعتبار سے بھی مسعود ملت ممتاز اوصاف کے حامل ہیں، مزاج میں استغناء اور فیاضی کا جوہر بھی خوب نمایاں ہے طالب علمی کے زمانہ میں بھی غریب طالب علم کی مدد کرنا اور حوصلہ افزائی کرنا آپ کا شعار رہا ہے اور آج بھی آپ کے دردولت پہ حاضر ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ گھر پہ آنے والوں کی ضیافت بھی کرتے ہیں اور انکی ضرورتیں بھی پوری کرتے ہیں، خاص کر مدارس عربیہ کے طلبہ پہ خاص توجہ کرتے ہین اور حسب حیثیت انکا تعاون بھی کرتے ہیں۔غرضیکہ آپ کی داد ودہش ،جودوکرم کا چشمہ ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالیشان" من لم یرحم صغیرنا ومن لم یوقر کبیرنا فلیس منا " کی شان آپ کے طرز عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔اگر آپ سے کوئی کسی معاملہ میں مشورہ کرتا ہے آپ بڑی دیانت داری سے مفید مشورہ دیتے ہیں ،آپ کے اخلاق وکردار کے پیش نظر آپ کی ذات پہ عربی کا یہ شعر سو فیصدی

صادق آتا ہے۔

ولیس الغنی الاغنی زین الفتی — عشیة یقری او غداة ینیل

دولتمندی وہی ہے جو نوجوان کو آراستہ کرے اس شام کو جبکہ کسی کی مہمان نوازی کرے یا اس صبح کو جب کسی کو کچھ عنایت کرے۔

اجازت وخلافت :۔ شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ کی اجازت وخلافت آپ کو حاصل ہے۔ اور فیض العارفین حضرت صوفی غلام آسی پیا قدس سرہٗ کے شہزادہ حضرت خواجہ راشد رضا صاحب قبلہ نے سلسلہ ابوالعلائیہ جہاں گیریہ کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی اور اوراد ووظائف کی اجازت عطا فرمائی خاص طور سے استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد نے علوم ظاہرہ سے بھی نوازا اور علوم باطن کی بھی تعلیم دیکر روحانیت کا بھی رمز آشنا بنایا، صوم وصلوٰۃ اور تقویٰ کی پابندی کا درس دیتے ہوئے سعادت دارین کے حصول کی غرض سے اوراد ووظائف کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے اس لائق شاگرد پہ حضرت کو فخر بھی ہے۔ نقوش لکھنے کی اجازت وحید العصر حضرت الحاج علامہ الشاہ مفتی عبدالوحید صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ غازیہ فیض العلوم سے بھی حاصل ہے۔

حج وزیارت:۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح وظفر کی ہے

ہر صاحب ایمان کے دل میں حج وزیارت کا پاکیزہ جذبہ ابھرتا رہتا ہے لیکن دنیا وآخرت کی اس سعادت سے وہی لوگ سرفراز ہوتے ہیں جن پر سرکار دو عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خاص نظر عنایت ہوتی ہے۔ بفضل خدائے تعالیٰ مسعود ملت بھی ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء میں حرمین شریفین کی زیارت وحج سے مشرف ہوئے۔

دینی، علمی، تعمیری خدمات

قوموں کے عروج وترقی کی تاریخ کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو بخوبی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر ترقی کے پیچھے کسی نہ کسی باصلاحیت اور باحوصلہ قائد کی مخلصانہ قیادت، کوشش وسرگرمی اور عمل پیہم کی کارفرمائی ہے۔ مسعود ملت کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو ایک قائد کیلئے لازمی وضروری ہیں

نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

دارالعلوم کا قیام

مسعود ملت کی سب سے بڑی عظیم خدمت اور شاندار کارنامہ دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رساموڑ بہرائچ کا قیام ہے آپ نے اپنی زمین وقف کر کے اس ادارہ کو قائم کیا جس کا سنگ بنیاد ۳؍ مارچ ۱۹۹۷ء میں فقیہ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ الحاج مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سابق صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے سیکڑوں علماء ودانشوران قوم اور عوام اہلسنت کے ہجوم اور نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھا تھا اور اس کیلئے روز افزوں تعمیر وترقی کی دعائیں دی تھیں اور برمحل یہ شعر پڑھا تھا کہ

چمن میں پھولوں کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

الحمدللہ حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کی دعائیں رنگ لائیں اور دارالعلوم روز

بروز ترقی کی جانب گامزن ہے اور آج بفضلہٖ تعالیٰ سیکڑوں بچے اس چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہورہے ہیں۔ تحتانیہ سے لیکر دورہ تک اور حفظ و قرأت، ہندی، انگلش کی تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔

مسجد مسعودی

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ درونے بود قیل وقال محمد ﷺ

دارالعلوم سے متصل مسجد مسعودی کی بھی بنیاد رکھی جسکی تعمیر تقریباً مکمل ہے، دارالعلوم کے طلبہ اسی مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں یہ بھی آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

رسیاموڑ چوراھے کی مسجد کی تعمیر

مسعود ملت کے اندر مذہبی کام کرنے کا بے پناہ جذبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی آپکی آمد و رفت ہے یا نشست و برخاست ہے وہاں مذہبی رنگ کی چھاپ ضرور ڈالتے ہیں رسیا موڑ پہ ایک مسجد کی اشد ضرورت محسوس ہورہی تھی آپ نے اپنی قیادت میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اپنی تحریک سے اس مسجد کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، پنج وقتہ نماز کے ساتھ ساتھ آپ نے نماز جمعہ بھی قائم فرمادیا اور امامت کے فرائض آپ کے دارالعلوم کا کوئی نہ کوئی مدرس انجام دیتے ہیں، اور یہاں پہ دینی پروگرام مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مطابق ہوتے ہیں اس کارنامہ کی وجہ سے علاقے کے لوگ آپ کو بڑی عزت دیتے ہیں اور اپنا قائد تسلیم کرتے ہیں۔

مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق والتصنیف کا قیام

آپ کی شخصیت ہمہ جہت صلاحیت کی مالک ہے آپ کے اندر دینی حمیت کا

جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے دین کی تبلیغ واشاعت کیلئے ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں اور خاص طور سے بہرائچ اور حضرت غازی علیہ الرحمہ سے متعلق تاریخی مواد وماخذ جمع کرتے رہتے ہیں۔ بہرائچ اور حضرت غازی علیہ الرحمہ کا مختصر ذکر بھی کسی کتاب میں مل جائے تو اس کتاب کو اپنی لائبریری کی زینت بنالیتے ہیں، اگر آپ کو مورخ بہرائچ اور ماہر مسعودیات کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہی وہ محرکات تھے جسکی وجہ سے نورالدین چک بہرائچ میں ایک عظیم الشان لائبریری کے ساتھ ساتھ مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق والتصنیف والتالیف قائم فرمایا جس کے زیر اہتمام متعدد کتابیں انوار مسعودی، مرأۃ مداری مترجم، مناقب رزاقیہ مترجم، احکام میت، انوار قرآنی شائع ہو چکی ہیں۔

مؤلف انوار مسعودی، مسعود ملت کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے اور ان کے حوصلوں کو بلند فرمائے اور کتب دینیہ کی نشر واشاعت کیلئے غیب سے مدد فرمائے (آمین)

مسعودیہ رضویہ مسجد کی تعمیر ومجلس غوثیہ کا قیام

درگاہ شریف کی عیدگاہ کے پچھم جانب حضرت محبت شاہ علیہ الرحمہ کی مزار سے متصل اپنی تحریک اور کوشش سے مورخ عصر حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی صاحب قبلہ شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی کے دست اقدس سے اس مسجد کی بنیاد رکھوائی، اور مسجد کی تعمیر بقریب مکمل ہے، بفضلہ تعالیٰ گذشتہ شعبان ہی سے اس میں نماز پنجگانہ کا آغاز ہو چکا ہے اور رمضان المبارک میں اپنے دارالعلوم کے ایک حافظ سے تراویح بھی پڑھوایا۔ مسجد کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے، اہل خیر حضرات کو اسکی طرف خاص توجہ

کرنی چاہئے۔اور مسجد سے متصل 1705اسکوائر فٹ زمین مجلس غوثیہ کیلئے آپ نے
لے رکھی ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کیلئے جامعہ فاطمۃ الزہرا کیلئے 2400اسکوائر فٹ جگہ
ہے جسمیں بچے عصر بعد آکر پڑھتے ہیں اور اس کیلئے دو مدرس باتنخواہ آپ نے رکھا ہے
،مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اس پہ تعمیر کا خیال ہے، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مسعود ملت
کے تمام منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔ آمین

انوارِ مسعودی حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی حیات پاک ،
مجاہدانہ کارناموں اور کرامات پر مشتمل ایک مستند اور تاریخی دستاویز ہے جس کی زبان
بڑی سلیس شستہ اور شگفتہ ہے ،حضرت غازی علیہ الرحمہ کی ذات با برکات سے
روشناسی کیلئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول
انام فرمائے اور مؤلف کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

فقط

سید محمد غوث رزاقی روناہی فیض آباد

حضرت مولانا **گل محمد** صاحب قبلہ علوی

استاذ دار العلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ آسام روڈ، بہرائچ شریف (یوپی)

حضرت مسعود ملت۔ایک تعارف؟

حضور سلطان الشہداء سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ مذہب حقہ کی اشاعت کے لئے اپنے وطن عزیز کو خیر آباد فرما کے ہندوستان کے وہ دور افتادہ علاقے جہاں اسلام کی مقدس شعاعیں پہنچی نہ تھیں آپ نے دین حق کے مبلغ اول بن کر توحید و رسالت کا ڈنکا بجایا آپ اور آپکے رفقاء نے ہندوستان بالخصوص شمالی ہند میں مذہب اسلام کی نورانی کرنوں سے پرستندۂ معبودان باطلہ کے سیاہ قلوب کو منور فرمایا خصوصا شہر بہرائچ پر فیضان سالار اعظم ابر بہاراں بن کر ایسا برسا کہ ابدی آرامگاہ کے لئے اسی سرزمین کو منتخب فرمایا بالآخر دین اسلام کے فروغ و استحکام کی خاطر اپنی جان عزیز اور خون کا آخری قطرہ بھی راہ مولیٰ میں نذر کر دیا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سنہ ۴۲۴ھ میں آپ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے کہتے ہیں کہ خون شہیداں رائیگاں نہیں جاتا آپکی شہادت رنگ لائی اسلام کا بول بالا ہوا آج بھی شہر بہرائچ نسبت غازی کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے، غازی پاک کے فیض باطنی سے بہرائچ کی خاک نے نابغہ روزگار مقتدر شخصیتیں اور ایسے ایسے لعل و گہر کو جنم دیا ہے جن پر پوری ملت کو ناز ہے انہیں میں ایک عظیم المرتبت سنت نبویہ کی پاسدار طریقہ اسلاف کی آئینہ دار شخصیت استاذ گرامی وقار صاحب الفضیلت حضرت مسعود ملت مدظلہ العالی کی ذات گرامی ہے۔ جنہیں شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے مسعود ملت کا لقب عطا فرمایا، ایسی ذات باکمال کو جاننے کے لئے آیئے انکی کتاب زندگی کا ورق الٹتے ہیں۔

﴿ولادت﴾ شہر بہرائچ سے مغرب کی جانب نانپارہ اور بہرائچ کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں جولاہن پوروہ نامی ہے جہاں آپ ۱۲، اگست ۱۹۷۲ء میں پیدا ہوئے آپ کا نام محمد علی آپ کے والد گرامی کا نام شیر علی مرحوم ہے جو نیک خصلت دیندار انسان تھے، اور والدۂ مرحومہ کا نام آمنہ خاتون ہے جن کا خاندانی تعلق حضرت شاہ محبت علی رحمتہ اللہ علیہ بنجریا سے ہے آپ نے انہیں پاک باز نیک خوہستیوں کے زیر سایہ پرورش پائی، فی الوقت آپ کا قیام دیارِ غازی میں واقع مسعودی منزل میں رہتا ہے جب کہ مستقل رہائش آبائی گاؤں کے قادری منزل میں ہے۔

﴿تعلیم و تربیت﴾ جب آپ نے شعور وآگہی کی منزل میں قدم رکھا تو نیک سیرت والدین نے دینی تعلیم کے لئے مقامی مکتب میں داخل کیا اور اس طرح آپ نے تحصیل علم کا آغاز کر دیا، ابتدائی تعلیم کے بعد، جماعت ثالثہ تک کی تعلیم ضلع بہرائچ کے مدارس میں حاصل کی بعدہ، چشمہ علم سے سیرابی کے لئے ہندوستان کی مایہ ناز درسگاہ الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد تشریف لے گئے اساتذہ کی اصلاح وتربیت نے آپ کے علم وعمل میں چار چاند لگا دئے، آپ اپنی شب و روز کی محنت و جانفشانی اور استعداد ولیاقت کے ذریعہ بہت جلد اساتذہ کے محبوب نظر بن گئے اساتذہ کرام نے جب دیکھا کہ آپ کو بزرگان دین بالخصوص غازی پاک سے قلبی لگاؤ ہے تو آپ کے نام کے آگے لفظ مسعودی کا اضافہ کر دیا، آپ محمد علی سے محمد علی مسعودی ہو گئے، مخلص اساتذہ کے سایہ شفقت میں، ۶، سال رہ کر علوم دین مصطفیٰ کی تکمیل کیا اور آپ عالم دین شریعت بن گئے۔

﴿فراغت﴾ ۹ فروری ۱۹۹۲ء کو ہوئی علماء ومشائخ بالخصوص تاج الشریعہ قاضی اسلام فی الہند حضور ازہری میاں کے دست اقدس سے تاج زریں زیب سر کیا گیا، اس طرح آپ نے وارث علوم انبیاء کے امین بنکر الجامعۃ الاسلامیہ سے سند فراغت حاصل کی۔

﴿اسناد﴾ فاضل درس نظامیہ وقرأت الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، منشی، منشی

کامل (فارسی) منشی کامل انگلش، مولوی، عالم، (عربی) فاضل معقولات، فاضل طب، فاضل دینیات، فاضل ادب، الہ آباد بورڈ، ادیب کامل، معلم اردو علی گڑھ۔

﴿اساتذۂ کرام﴾ حضرت علامہ و مولانا تجمل الھدیٰ صاحب قبلہ حضرت خواجہ منیر عالم صاحب قبلہ، حضرت علامہ و مولانا مفتی وکیل احمد صاحب قبلہ حضرت علامہ و مولانا فریدی صاحب قبلہ، حضرت علامہ و مولانا عبدالقیوم صاحب قبلہ حضرت علامہ و مولانا امتیاز صاحب قبلہ، حضرت علامہ و مولانا نعمان صاحب قبلہ حضرت علامہ و مولانا مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ، حضرت علامہ و مولانا وصی احمد صاحب قبلہ حضرت علامہ و مولانا بخش اللہ صاحب قبلہ، حضرت علامہ و مولانا محمد ایوب صاحب قبلہ حضرت علامہ و مولانا شاکر علی صاحب قبلہ و حضرت مولانا محمد عمر صاحب قبلہ

﴿رفقاء درس﴾ حضرت مولانا مختار احمد صاحب سیتاپوری، حضرت مولانا توصیف رضا صاحب، حضرت مولانا معین الدین صاحب، حضرت مولانا محمد عارف صاحب، مولانا ڈاکٹر سید فضل الرحمان صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل صاحب۔

﴿تدریسی خدمات﴾ مدرسہ رضویہ عرفان القرآن کھنہ پورہ، جامعہ غوثیہ اسرار العلوم رسیا بازار، جامعہ غازیہ فیض العلوم بہرائچ شریف، مذکورہ درسگاہوں میں درس و تدریس کی خدمات انجام دی اور تشنگان علوم کو سیراب کیا داخل نصاب کتب مثلا جلالین، ملا حسن، ہدیہ سعیدیہ، ہدایہ، مشکوۃ شریف، مؤطا امام محمد، کافیہ، قطبی، میر قطبی ترمذی شریف، شرح جامی، شرح ہدایت الحکمت، وغیرہ جیسی اہم اور معتبر کتابوں کا درس دیا۔

﴿کردار﴾ آپ اخلاق و مروت خلوص وللہیت صبر و شکر کردار و افعال میں سنت و شریعت کے نمونہ اسلاف کے طریقہ عمل پر گامزن ہیں، آپکے سیکڑوں تلامذہ مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں، حضرت کی کفش برداری کا شرف پانے والوں میں راقم السطور بھی ہے، سفر و حضر خلوت و جلوت میں علم و عمل زہد و تقویٰ درس و تدریس کے میدان میں حضرت کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے، آپ ظاہری زیب و زینت تصنع سے دور بے جا تکلفات سے متنفر ریاکاری اور مکر و فریب جیسی صفات

رذیلہ سے سخت بے زار رہتے ہیں، دین وملت کی فکر میں ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں ،مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لئے انتھک جدوجہد کرنے والے بڑوں کا احترام چھوٹوں کو حسب درجہ نوازنے والے ہیں۔

﴿اجازت و خلافت﴾ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی اجازت و خلافت شہزادۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ بہاء المصطفیٰ صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے عطا فرمائی، فیض العارفین حضرت صوفی غلام آسی پیا قدس سرہ کے شہزادہ حضرت خواجہ راشد رضا صاحب قبلہ نے سلسلہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

﴿دارالعلوم کا قیام﴾ جب آپ کی وابستگی اترپردیش کے شعبہ تعلیم سے ہوئی، تو اپنی جیب خاص سے زمین خرید کر وقف کی اور ۱۹۹۷ء میں علماء ومشائخ کے جلو میں شارح بخاری علیہ الرحمہ نے سنگ بنیاد رکھا اور دعاؤں سے نوازا مسعود ملت نے ادارہ کا نام سلطان الشہداء فاتح اعظم سید سالار مسعود غازی کی بابرکت ذات والا صفات کی طرف منسوب کرتے ہوئے الثقافۃ المسعودیہ عربک کالج رکھا، جو آپکی غازی پاک سے عقیدت ومحبت کی دلیل ہے، الحمدللہ بفیض سرکار سلطان الشہداء ادارہ روز افزوں ترقیوں کی جانب گامزن ہے، جس میں تحتانیہ، فوقانیہ، عالیہ، حفظ وقرأت، ہندی، انگلش، تبلیغ وافتاء نشرواشاعت جیسے اہم شعبے ہیں اساتذہ کی ٹیم تعلیم وتربیت علم وعمل کے زیور سے قوم کے فرزندوں کا مستقبل تابناک بنانے کے لئے شب وروز منہمک ہیں تا کہ قوم کے نونہال دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم سے بھی مزیّن ہوں۔

﴿قلمی کاوش﴾ فضائل شب برأت فضائل شب معراج فضائل رمضان اور احکام میت پاکٹ سائز تالیف فرما کر حضرت مسعود ملّت نے دارالعلوم کے شعبہ نشرواشاعت الدّائرۃ المسعودیہ سے چھپوا کر مفت تقسیم فرمایا تاج الفحول بلبل ہند حضرت مفتی نانپارہ محمد رجب علی صاحب قبلہ پر اہم مقالہ۔

﴿شعبۂ تحقیق﴾ الثقافۃ المسعودیہ کا ایک اہم شعبہ مسعودیہ رضویہ

دارالتحقیق مسعودیہ منزل نورالدین چک بہرائچ شریف ہے جس کے قیام کا مقصد غیر مطبوعہ مخطوطوں کی اشاعت ہے الحمدللہ ہندوستان میں پہلی بار مرأۃ مداری کی اشاعت کا مسعودیہ رضویہ دارالتحقیق کو شرف حاصل ہوا جسے اہل علم نے کافی سراہا، دوسرا اہم کارنامہ انوار مسعودی آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں مرأۃ مسعودی قدیم غیر مطبوعہ متن شامل ہے جو مخطوطات سے اخذ کیا گیا ہے۔

﴿انوارِ مسعودی﴾ چونکہ حضرت مسعود ملّت کے تمام اوصاف میں جو صفت سب سے ممتاز اور نمایاں ہے وہ بزرگانِ دین بالخصوص غازیٔ پاک سے عشق و محبت والہانہ عقیدت جس کو اگر عشق جنوں خیز سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے یہی وجہ ہے کہ سفر و حضر عوام وخواص کی محفل میں جہاں کہیں بھی آپ علمی گفتگو فرماتے ہیں تو ذکر حبیب سے ضرور منھ کو میٹھا کرتے ہیں یہ اسی عقیدت کا ثمرہ ہے کہ حضرت غازیٔ پاک کی حیات عارفانہ کارمجاہدانہ پر مشتمل تحقیقی وتدقیقی شاہکار بنام انوارِ مسعودی آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ عقیدت وخلوص کا نورانی گلدستہ آپ کی محنت شاقہ اور انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے جس نے تصنیف وتالیف کی دنیا میں سفر کیا ہے اسے بخوبی معلوم ہے کہ کتنے دشوار مراحل اور صعوبتوں سے گزرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کے منزل مقصود تک باریابی ہوتی ہے دورانِ تالیف حضرت سے کتاب کے تعلق سے گفتگو ہوئی تو فرمایا ساری کتابیں مواد کی حاصل کر لی ہیں صرف تاریخ ملا محمد غزنوی گلدستۂ اوراد بشارتِ مظہریہ تلاش بسیار کے بعد بھی نہ مل سکی تلاش وجستجو جاری ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ضرور حاصل ہوگی۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تا دیر حضرت مسعودِ ملّت کا سایہ قائم دائم رکھے ایں دعا از من واز جہاں آمین باد۔

نیاز مند

﴿گل محمد علوی﴾

خادم دارالعلوم الثقافۃ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ بہرائچ شریف یوپی

■❖■

سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے رفقاء و اولیاء بہرائچ

محمد محسن رضا مسعودی

شمالی ہند کے شہر بہرائچ میں ایک عظیم ہستی جلوہ افروز ہے جس کے در پر ہر مذہب وملّت کے لوگ عقیدت وارادت کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں اور ظاہری و باطنی فیض حاصل کرتے ہیں وہ عظیم ہستی حضرت سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات بابرکت ہے جو اہل بہرائچ کے لئے ایک دُرِ بے بہا کہ حیثیت رکھتی ہے آپ کی ذات بابرکت تمام فضائل وکمال سے آراستہ و پیراستہ اسی طرح آپ کا دِر بھی تمام درد کے ماروں کے لئے مداوا ہے آپ نے اسلام کا پاکیزہ پیغام سرزمین ہند میں پہنچانے کے لئے غزنی کو اور اپنے اعزّا و اقرباء کو خیر آباد فرما کے سرزمین ہند کی جانب پیش رفت فرمائی اور ملک ہند میں شمع اسلام کو تابناکی عطا فرمانے کے لئے اپنے عزیز و جانثار رفقاء کے ساتھ ہندوستان کے وہ دور افتادہ علاقے جہاں ابھی تک اسلام کا نام سُنا جا رہا تھا تشریف لائے اور بہت سے گم گشتہ راہ کو حلقہ بگوش اسلام کیا اس سلسلے میں آپ نے اکثر مقامات پر جہاد فرمایا اور آپ کے بہت سے عزیز رفقاء ان جنگوں میں شہید ہوئے دستور اسلام کے مطابق جو جہاں شہید ہوا وہ جگہ اس کے لئے ابدی آرام گاہ ہوگئی ہندوستان کے ہر گوشے میں تقریباً سیدّ سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے بھیجے ہوئے دستے پھیل گئے اور اسلام پورے ہندوستان میں چھا گیا بالآخر سرکار سیدّنا سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ نے سرزمین بہرائچ پہنچ کر یہاں کے راجاؤں سے تین عظیم جنگ کیں اور آپ بھی اپنے کثیر رفقاء کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور اپنے پاکیزہ خون سے سرزمین بہرائچ کو

لالہ زار کر دیا جس کی برکت سے اللہ رب العزت نے اسلام کا بول بالا فرمایا اسلام پھلا پھولا اور آئندہ مجاہدین کے لئے غازیٔ پاک نے ہندستان میں آنے کے لئے راہیں ہموار فرمادیں آج بھی سیّد سالار مسعود غازی کے در پر اندھوں کو آنکھ بے زبان کو زبان لاولد کو اولاد برص و جزام کے مریضوں کو شفاء ملتی ہے۔

سید سالار بے شک حضرت عیسیٰ نہیں

حضرت عیسیٰ کا مظہر سیّد سالار ہیں

آپ کی ذات بابرکت کی تعلق سے بہت سے تذکرہ نگاروں نے اپنے قلم کو جنبش میں لا کر بہت سے مقالے اور کتب و رسائل لکھے اسی سلسلے کی ایک تحقیقی کڑی کتاب ''انوار مسعودی'' جس کو میرے رہبر روحانی عالم نورانی مسعود ملت حضرت علاّمہ مولانا محمد علی مسعودی صاحب قبلہ نے تحریر فرمائی اس کتاب کا کام جب سے شروع ہوا اور اب تک راقم الحروف ساتھ رہا اور میں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ کتنی عرق ریزی و جگر کاوی سے اس کتاب کو تحریر فرمائی اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ صوفی عبدالرحمٰن چشتی متوفی ۱۰۹۴ھ کی کتاب مرأۃ مسعودی جو اب تک غیر مطبوعہ تھی مع متن و ترجمہ شامل کتاب ہے جب یہ کتاب طباعت کی منزل کی طرف گامزن ہوئی تو راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا اگلا منصوبہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جن کتابوں میں غازی پاک کے عزیز رفقاء و دیگر اولیاء بہرائچ کا تذکرہ ملے گا انھیں یکجا کر کے انوارِ مسعودی کے جلد ثانی میں لانا اور کچھ شہداء و رفقاء سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ و اولیاء بہرائچ کی نشاندہی فرمائی جس کی اجمالی جھلک آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، بقیہ تفصیلی طور پر حضرت ہی کے قلم سے انوارِ مسعودی کے جلد ثانی میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

نمبر شمار	اسمائے شہداء واولیاء کرام	مدفن	کیفیت
۱	حضرت میراں جی شہید علیہ الرحمہ	بدایوں شریف	آپ غازی پاک کے استاذ تھے غازی پاک کی والدہ محترمہ کے ساتھ غزنی سے اجمیر تشریف لائے سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۲	حضرت علی شہید علیہ الرحمہ	//	حضرت میراں جی شہید کے چچازاد بھائی تھے سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۳	حضرت ضیاء الدین مکی شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۴	حضرت حافظ ظفر الدین تلسمانی شہید	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۵	خواجہ عقیل شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۶	شاہ غیاث الدین شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۷	حضرت سیّد جلال الدین اصفہانی شہید	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۸	حضرت فضیل نہر والی شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۹	حضرت شاہ احتشام علی شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۱۰	حضرت دولہ میاں شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۱۱	حضرت سلطان احمد شہید علیہ الرحمہ	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۱۲	حضرت سالار کرّار حسین زابلی شہید	سالار پور بدایوں	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی۔
۱۳	حضرت سید اعظم علی بخاری شہید	بدایوں	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۱۴	حضرت مولانا سیّد غلام علی شہید	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۱۵	حضرت سید عباس علی شہید	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۱۶	حضرت حیدر علی حلبی شہید	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۱۷	حضرت شاہ خدا بخش شہید	بدایوں	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۱۸	حضرت شاہ محمود علی شہید	بدایوں	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۱۹	حضرت مولانا سید نظام الدین بخاری	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۲۰	حضرت خواجہ بہاؤ الدین شہید	//	سنہ ۴۰۹ھ میں شہادت پائی

۲۱	حضرت حافظ منعم علی شہید	بدایوں	۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۲۲	حضرت حافظ احمد علی عسقلانی	بدایوں	۴۰۹ھ میں شہادت پائی
۲۳	حضرت غازی الیاس شہید	لکھن پور بدایوں	آپ غازی پاک کے کپڑے دھوتے تھے، ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۲۴	حضرت غازی احسن رسالہ دار شہید	بدایوں	آپ غازی پاک کے فوج کے رسالہ دار تھے ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۲۵	حضرت میر ابراہیم تمن دار میراں شہید	سہسوان بدایوں	آپ غازی پاک کے استاذ تھے ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۲۶	حضرت حافظ شمس الدین شہید	بدایوں	آپ نے غازی پاک کو تیر اندازی سکھایا۔
۲۷	حضرت میاں اوجھل شہید علیہ الرحمہ	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۲۸	حضرت پیر جمال مصری شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۲۹	حضرت اصغر علی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۳۰	حضرت حافظ عمر خطاب شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۳۱	حضرت داؤد میاں شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۳۲	حضرت حافظ ظہیر الدین دمشقی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۳۳	حضرت خواجہ حیدر علی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۳۴	حضرت خواجہ سیّد مرتضی شہید	بدایوں	آپ مسعودی فوج کے امام تھے ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۳۵	حضرت محمد شاہ قندھاری شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۳۶	حضرت سیّد بُرھان الدین قتال شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۳۷	حضرت سلطان ابراہیم یمنی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۳۸	حضرت سلطان بایزید جنگی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۳۹	حضرت ابراہیم غزنوی شہید	//	آپ غازی پاک سے شکل وصورت میں مشابہت رکھتے تھے بدایوں کے راجا نے آپ کو غازی پاک سمجھ کر شہید کروادیا شہادت ۴۲۱ھ میں ہوئی

نمبر	نام	مقام	کیفیت
۴۰	حضرت حسن خرد شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۱	حضرت حافظ عبد الملک	نوشہرہ اوجھانی	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۲	حضرت شاہ علی مردان شہید	بسولی بدایوں	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۳	حضرت شیخ عبد اللہ بجستانی شہید	بدایوں	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۴	حضرت شاہ عصمت اللہ شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۵	حضرت شاہ رجب علی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۶	حضرت علی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۷	حضرت دلّو شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۸	حضرت شوکت پاشا شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۴۹	حضرت مولانا قوام الدین قورچی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۰	حضرت صفی اللہ عرف میاں رنگیلے شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۱	حضرت میر باقر علی شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۲	حضرت میر صفدر علی شہید	بدایوں	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۳	حضرت محمد نور میاں شہید	//	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۴	حضرت مولانا نقی شہید	باگئو پرگنہ اسد پور	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۵	حضرت غازی عبد الرزّاق شہید	بدایوں	۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۶	حضرت شیخ شرف الدین گنج بخش شہید	//	آپ حضرت شیخ ابو علی دقاق نیشا پوری کے مرید و خلیفہ تھے ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵۷	حضرت پیر کشائی قدس سرہ	ایودھیا	آپ غازی پاک کے استاد بتائے جاتے ہیں۔
۵۸	حضرت چندن شہید	اسمٰعیل پور، قنوج	آپ غازی پاک کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۵۹	حضرت میر سیّد عز الدین	بسواں، سیتاپور	آپ غازی پاک کے رفقاء میں سے ہیں۔
۶۰	حضرت میر علی شہید المعروف میر سیّد عز الدین المشہور بہ لال پیر	گوپامئو	آپ غازی پاک کے فوج کے جانباز سپاہی تھے۔

۶۱	حضرت مخدوم عبدالقاسم	بواں، ہردوئی	آپ سلطان الشہداء کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۶۲	حضرت شاہ اللہ بخش	سانڈی، بلگرام	آپ سلطان الشہداء کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۶۳	حضرت مولانا خالص	//	آپ مسعودی فوج کے جانباز سپاہی تھے۔
۶۴	حضرت سیّد ملک آدم غازی شہید	صحبتیہ باغ، لکھنؤ	آپ غازی پاک استاد تھے۔
۶۵	حضرت ملک عمر شہید	بیسواڑہ، بجنور	آپ غازی پاک کے فوج کے سپاہی تھے
۶۶	حضرت ملک طغرل شہید	//	آپ غازی پاک کے رفقاء میں سے ہیں
۶۷	حضرت خواجہ سیّد عثمان شہید	بدایوں	آپ ہرات کے رہنے والے تھے غازی پاک کے ساتھ پانچ سو سواروں کا دستہ لے کر ہندوستان تشریف لائے، ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۶۸	حضرت حافظ سیّد سلیمان ہراتی شہید	//	یہ معزز ہستیاں خواجہ سیّد عثمان ہراتی شہید کے ساتھ ہندوستان وارد ہوئیں اور مذکورہ سنہ میں شہادت سے سرفراز ہوئیں
۶۹	حضرت سیّد یعقوب ہراتی شہید	//	// // //
۷۰	حضرت سیّد یوسف ہراتی شہید	//	// // //
۷۱	حضرت سیّد ہارون ہراتی شہید	//	// // //
۷۲	حضرت سیّد لقمان ہراتی شہید	//	// // //
۷۳	حضرت سیّد موسیٰ ہراتی شہید	//	// // //
۷۴	حضرت میر صالح عرف قطب شہید	//	غازی پاک کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے ۴۲۱ھ میں شہید ہوئے
۷۵	حضرت شاہ عبداللطیف	موضع ساتھن، جگدیش پور	آپ غازیٔ پاک کے ساتھیوں میں سے تھے۔
۷۶	حضرت امیر غالب شہید	ڈلمو، رائے بریلی	یہ حضرت غازیٔ پاک کے عزیز رفقاء میں سے ہیں۔

۷۷	حضرت ملک علی شہید	″	
۷۸	حضرت ملک ولی شہید	″	مسعودی فوج کے سپاہی تھے
۷۹	حضرت سیّد امام الدین خلجی شہید	قصبہ، جیس	سیّد سالار مسعود غازی نے
۸۰	حضرت امیر قطب الدین غازی	″	مذکورہ قصبہ کو فتح کرنے کے لئے سیّد امام الدین کو ایک دستہ دیکر بھیجا قصبہ تو فتح ہو گیا لیکن یہ دونوں بزرگ شہید ہو گئے، امیر قطب الدین کی مزار تقریباً نو گز لمبی ہے۔
۸۱	حضرت جگن شہید	امیٹھی	
۸۲	حضرت شجاع الدین گدا شہید	″	یہ حضرات بھی غازی پاک کے ساتھیوں ہیں۔
۸۳	حضرت میر سیّد عبداللہ شہید	″	
۸۴	حضرت نو گزا پیر	ڈریاؤں ملیح آباد	اصل نام کا پتہ نہ چل سکا آپ کا تعلق بھی مسعودی لشکر سے تھا
۸۵	حضرت سیّد ہاشم شہید	کسمنڈی کلاں	
۸۶	حضرت سیّد قاسم شہید	ملیح آباد	یہ حضرات غازی پاک کے رفقاء میں سے ہیں۔
۸۷	حضرت احمد شہید	موضع جگور	″ ″ ″
۸۸	حضرت قاضی کلن شہید	لکھنو	″ ″ ″
۸۹	حضرت زین الدین شہید	″	ان حضرات کا تعلق مسعودی لشکر سے تھا۔
۹۰	حضرت میر قاسم شہید	بدوسرائے	
۹۱	حضرت میاں ابراہیم خواص شہید	″	یہ حضرات غازی پاک کے لشکر کے فوجی تھے
۹۲	حضرت شیخ صدر شہید	″	″ ″ ″
۹۳	حضرت شیخ بدر شہید	″	″ ″ ″
۹۴	حضرت گل رخ شہید	سدھور، حیدر گڑھ	آپ کا تعلق بھی غازی پاک کی فوج سے تھا۔

۹۵	حضرت سیّد جمال شہید	دیوا، نواب گنج	
۹۶	حضرت سیّد کمال شہید	//	یہ حضرت بھی غازی پاک کے جانثار ساتھی تھے۔
۹۷	حضرت ترانجی شہید	میر پور، دیوا	یہ حضرت بھی غازی پاک کے جانثار ساتھی تھے۔
۹۸	حضرت سوری شہید	//	
۹۹	حضرت طاہر شہید	بلیچھت، سدھور	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۰۰	حضرت حاجی شریف شہید	اینل پورہ، سترکھ	
۱۰۱	حضرت سیّد نور علی شاہ	بستی	غازی پاک کے بھیجے ہوئے دستے کے ایک مجاہد تھے۔
۱۰۲	حضرت میاں ابراہیم شہید	کنتور	غازی پاک کے خدمتگار تھے
۱۰۳	حضرت ملک مہی بختیار شہید	کانورو	آپ کو غازی پاک نے فرودست کے جانب فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا۔
۱۰۴	حضرت آغا شہید	ہردوئی	آپ رفیق غازی ہیں۔
۱۰۵	حضرت امیر سیدان شہید	جلال پور دہائی	
۱۰۶	حضرت امیر بہلول شہید	//	مسعودی لشکر کے جانباز مجاہد تھے۔
۱۰۷	حضرت ملک تاج الدین شہید	تھلینڈی	آپ بھی رفیق غازی ہیں۔
۱۰۸	حضرت برہان شہید	پڑرونہ	آپ غازی پاک کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۰۹	حضرت امیر حسن عرب	مہوبہ	مسعودی فوج کے افسر تھے۔
۱۱۰	حضرت قطب حیدر شہید	مانک پور	آپ کو سالار شاہو نے مانک پور کا حاکم مقرر کیا تھا، بعد میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔
۱۱۱	حضرت ملک فیصل شہید	بنارس	آپکو سیّد سالار نے فوجی دستہ دے کر بنارس بھیجا۔ آپ وہیں شہید ہوئے

۱۱۲	حضرت علوی شہید	//	ان حضرت کے اسماء معلوم نہ ہوسکے یہ حضرت بھی بنارس میں شہید ہوئے۔
۱۱۳	حضرت سیّد سالار شہید	//	// //
۱۱۴	حضرت شاہ مدار شہید	//	آپ بھی مذکورہ لوگوں کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۱۵	حضرت احمد میاں	سنبھل	
۱۱۶	حضرت محمد میاں	//	غازی پاک کے رفیقوں میں ہیں
۱۱۷	حضرت سیّد ابراہیم شہید	تاج پور امروہہ	
۱۱۸	حضرت حسن شہید	//	سلف سے یہ روایت مشہور چلی آتی ہے کہ اس نواح میں سب سے پہلے سیّد سالار مسعود غازی نے مجاہدانہ حملے کئے یہ لوگ بھی آپ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۱۹	حضرت محمد شہید	//	// // //
۱۲۰	حضرت حامد شہید	//	// // //
۱۲۱	حضرت عثمان شہید	//	// // //
۱۲۲	حضرت ثمن شہید	//	// // //
۱۲۳	حضرت مبارک شہید	//	// // //
۱۲۴	حضرت ثمن شہید ثانی	//	// // //
۱۲۵	حضرت ماکم شہید	//	// // //
۱۲۶	حضرت جھنڈا شہید	//	// // //
۱۲۷	حضرت بھورے خاں شہید	//	// // //
۱۲۸	حضرت جہانگیر شہید	//	// // //
۱۲۹	حضرت کنوارے شہید	//	یہ لوگ بھی مذکورہ لوگوں کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۳۰	حضرت عبدالحکیم عباسی شہید	//	// // //

نمبر	نام	مقام	کیفیت
۱۳۱	حضرت جہانگیر شہید ثانی	//	// // //
۱۳۲	حضرت ہدایت اللہ شہید	//	// // //
۱۳۳	حضرت ننھے خاں شہید	//	// // //
۱۳۴	حضرت اولیاء شہید	رونا ہی فیض آباد	آپ بھی سرکار سلطان الشھداء کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۳۵	حضرت سالار شاہ شہید	بھنڈارہ، مہاراشٹرا	آپ بھی غازی پاک کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۳۶	حضرت شاہ دولھا رحمٰن	اچل پور حیدرآباد	آپ غازی پاک کے خالہ زاد بھائی ہیں، آپ کی شہادت غازی پاک کی شہادت سے بہت پہلے ہوئی۔
۱۳۷	حضرت منظور علی شاہ	بناولی، دھام پور	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۳۸	حضرت شاہ کمال	پرینی، نگینہ	مسعودی فوج کے سردار تھے۔
۱۳۹	حضرت دلیل شہید بابا	مودہا	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۴۰	حضرت حامد شہید بابا	//	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۴۱	حضرت مودی شہید بابا	//	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۴۲	حضرت شیخ چاند شہید بابا	//	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۴۳	حضرت پنچھی شاہ شہید بابا	//	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۴۴	حضرت بہار شاہ داتا شہید	//	غازی پاک کے ساتھی ہیں
۱۴۵	حضرت سالار سیف الدین غازی عرف سرخرو سالار رحمۃ اللہ علیہ	شہر، بہرائچ	آپ سید سالار مسعود غازی کے چچا ہیں آپ کی شہادت ۱۱ رجب المرجب ۴۲۴ھ بروز چہار شنبہ کو ہوئی۔
۱۴۶	حضرت سیف الدین نشان بردار	//	آپ غازی پاک کی فوج کے نشان بردار تھے آپ کی شہادت سرکار سلطان الشھداء کے بعد ہوئی۔

۱۴۷	حضرت امیر خضر شہید	//	مسعودی فوج کے خزانچی تھے شہر سے باہر انارکلی کی طرف بجانب شمال آپ کی مزار پُر انوار ہے۔
۱۴۸	گنج شہیداں	//	یہ وہ حضرات ہیں جن کو شہید ہونے کے بعد غازی پاک نے ایک تالاب میں دفن کر دیا تھا تاکہ کفار کے ناپاک ہاتھ انکے پاک جسموں میں نہ لگے
۱۴۹	حضرت عالم شہید	//	آخری معرکہ کے دوران ۴۲۴ھ میں شہید ہوئے۔
۱۵۰	حضرت خنجر شہید	//	۴۲۴ھ میں شہید ہوئے۔
۱۵۱	حضرت سیدنا ابراہیم بارہ ہزاری	//	آپ غازی پاک کے استاد تھے ۴۲۴ھ میں شہید ہوئے
۱۵۲	حضرت امیر حسن شہید	پیر بھتنی، بہرائچ	مسعودی فوج کے کمانڈر تھے۔ تھے ۴۲۴ھ میں شہید ہوئے
۱۵۳	حضرت بھولے شہید	رسیا، حسین پور	آپ کی شہادت ۴۲۴ھ میں ہوئی غازی پاک کے جانثار ساتھیوں میں سے ہیں
۱۵۴	حضرت امیر نصر اللہ شاہ	دکولی، بہرائچ	آپ غازی پاک کے چچا تھے
۱۵۵	حضرت قاسم شہید	بہرائچ	آپ غازی پاک کے ساتھیوں میں سے ہیں۔
۱۵۶	حضرت افضل الدین ابو جعفر امیر ماہ	//	آپ بہرائچ کے اولیاء کرام میں سے ہیں آپ کا وصال ۲۹ رذی القعدہ ۷۷۲ھ میں ہوا فیروز شاہ تغلق آپ کی معیت میں درِ غازی پر حاضر ہوا۔
۱۵۷	مخدوم شیخ محمد اجمل علیہ الرحمہ	//	وصال ۲۵ ررمضان المبارک ۸۶۴ھ آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرید و خلیفہ تھے بہرائچ کے اولیاء کاملین میں سے ہیں۔

۱۵۸	حضرت مخدوم شیخ بڈھن	//	آپ صحیح النسب سادات بہرائچ سے ہیں مخدوم جلال الدین کے مرید وخلیفہ ہیں آپ پیدائشی ولی تھے آپ مسکراتے ہوئے پیدا ہوئے۔
۱۵۹	حضرت میاں عنایت علی شاہ	//	یہ حضرات سلسلۂ سہروردیہ کے مقتداء وپیشوا وصاحب کمالات بزرگانِ دین میں سے ہیں۔
۱۶۰	حضرت غلام علی شاہ علیہ الرحمہ	//	// // //
۱۶۱	حضرت بسم اللہ شاہ علیہ الرحمہ	بہرائچ	خورشید شہر ہدایت وصاحب تجرید آپ سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے بہرائچ تشریف لائے سلطان الشہداء کی اجازت سے بہرائچ میں اقامت اختیار کرلیا آپ کا وصال ۱۴ ربجمادی الآخر ۱۲۱۸ھ میں ہوا۔
۱۶۲	حضرت حافظ حیرت شاہ	//	آپ کا شمار صاحب جذب بزرگوں میں سے ہے۔
۱۶۳	حضرت مولانا نعیم اللہ قدس سرہ	//	آپ کا وصال ۵ رصفر المظفر ۱۲۱۸ھ میں ہوا آپ مرزا مظہر جان جانا کے ارشد ترین خلفاء میں سے ہیں۔
۱۶۴	حضرت چھڑے شاہ	//	آپ بسم اللہ شاہ کے ساتھ تشریف لائے اور بہرائچ کو اپنے لئے مستقل قیام کے لئے پسند کیا۔
۱۶۵	حضرت پانچو پیر علیہم الرحمہ	//	بڑے پائے کے بزرگ ہیں
۱۶۶	حضرت بابا منڈا شاہ رحمۃ اللہ علیہ	شہ مشا شریف	آپ رمضان المبارک ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء بروز جمعہ پیدا ہوئے آپ مادر زاد ولی تھے آپ کا وصال ۲۹ رشعبان ۱۳۰۳ھ بروز چہار شنبہ کو ہوا

نمبر	نام	مقام	کیفیت
۱۶۷	حضرت زہرہ بی بی علیہا الرحمہ	درگاہ معلی	آپ پیدائشی نابینا تھیں ردولی کی رہنے والی تھیں غازی پاک کی کرامت سے آپ کو آنکھیں ملیں اور غازی پاک کے نور باطن سے آپ ولیہ کاملہ ہو گئیں۔
۱۶۸	حضرت فیروز شہید ترک بخاری	"	آپ نے ۸۶۰ھ میں گجرات کی مہم کی واپسی پر یہاں کے معرکۂ حق و باطل میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا آپ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کے پردادا ہیں۔
۱۶۹	حضرت رجب سالار شہید	ہٹھیلہ	آپ غازی پاک کے خادم تھے آپ کو بارگاہ مسعودی میں بہت قربت حاصل تھی آپ ۴۲۴ھ میں آخری معرکے کے دوران شہید ہوئے۔
۱۷۰	حضرت محبت شاہ	بنجریا، بہرائچ	آپ بہت پائے کے بزرگ ہیں آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ سے بدیع الدین زندہ شاہ مدار ملاقات کرنے کے لئے آئے
۱۷۱	حضرت بابا محبت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	محلہ نور الدین چک بہرائچ	آپ کا آستانہ بہت بافیض ہے آپکا مزار عیدگاہ درگاہ شریف بہرائچ کے پچھم نزد ریلوے لائن ہے، اسی کے قرب میں مسجد مسعودیہ رضویہ ہے جو مسعود ملت حضرت مولانا محمد علی مسعودی صاحب کی کاوش سے تعمیر ہوئی۔ مسجد بہت خوب اور پرفضا مقام ہے مسجد کا احاطہ تقریباً ۱۵۳۰۰ اسکوائر فٹ پر مشتمل ہے۔

۷۸۶
۹۲

منقبت

عزیزم محمد مسعود رضا مسعودی
عزیزم محمد نورانی مسعودی

سلطانی دربار ہے غازی بابا کا
حسینی کردار ہے غازی بابا کا

آپ علی کے لختِ جگر اور نورِ نظر
نورانی گھر بار ہے غازی بابا کا

ہر مذہب کے لوگ یہاں پر آتے ہیں
لاثانی دربار ہے غازی بابا کا

نظرِ کرم مسعودی پر ہو جائے گا
تیرے دل میں پیار ہے غازی بابا کا

۷۸۶
۹۲
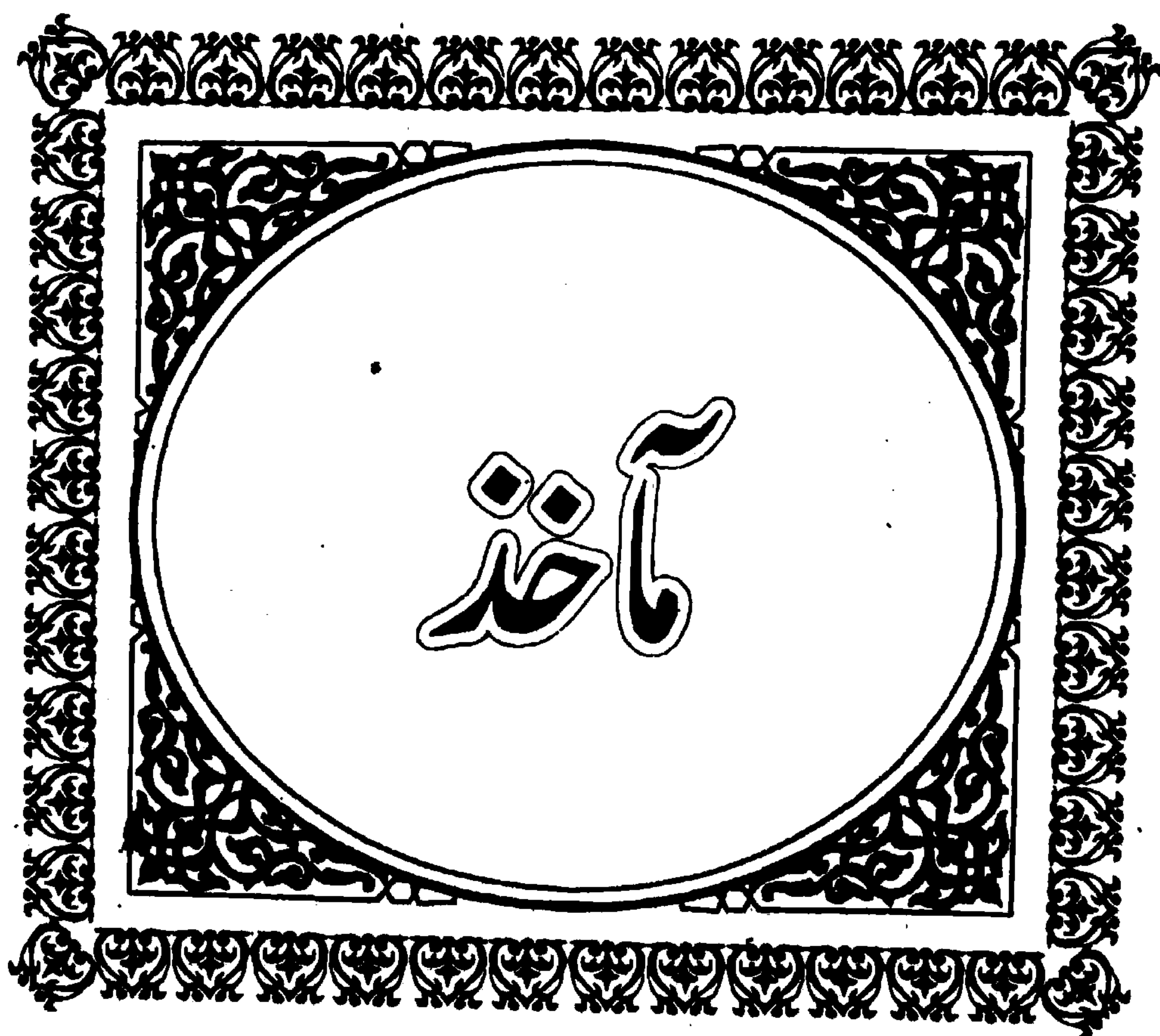
مآخذ

مآخذ

کتاب	مصنف
کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ
معارف القرآن	سید محمد المعروف محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ
عرفان القرآن القرآن الحکیم فی ترجمۃ القرآن	شاہ رفیع الدین دہلوی
القرآن الحکیم فی ترجمۃ القرآن	مولوی اشرف علی تھانوی
قرآن مجید ترجمہ لفظی	حافظ نذر احمد
القرآن الحکیم فی ترجمۃ القرآن	مولوی جونا گڑھی
قرآن الحکیم	ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری
القرآن الحکیم	مولوی فتح محمد جالندھری
قرآن مجید	مولوی عبدالدائم جلالی بخاری
نور ہدایت ترجمہ قرآن پاک	مولوی فتح محمد خاں
تفسیر بیضاوی	قاضی بیضاوی
تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ ازہری
تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
تفسیر نسفی	عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی
تفسیر نعیمی	علامہ احمد یار خاں نعیمی
تفسیر ابن کثیر	ابوالفدا اسمٰعیل بن کثیر
تفسیر خزائن العرفان	علامہ نعیم الدین مردآبادی
تفسیر جلالین	علامہ سیوطی وعلامہ محلی
تفسیر صاوی	شیخ احمد صاوی

کتاب	مصنف
حاشیہ جمل	شیخ اسمٰعیل حقی
تفسیر روح البیان	شیخ اسمٰعیل حقی
شیخ زادہ علی البیضاوی	محی الدین شیخ زادہ
تفسیر ماہمی	علی بن احمد بن ابراہیم ماہمی
تفسیرات احمدیہ	شیخ ملا احمد جیون
تدبر قرآن	امین احسن اصلاحی
اکلیل شریف	حافظ شیخ محمد عبد الحق
سید التفاسیر	علامہ سید محمد مدنی میاں
تفسیر سورہ یوسف	امام محمد غزالی
مضامین القرآن	زاہد ملک
تفسیر عبد اللہ بن عباس	حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
الاتقان	علامہ جلال الدین سیوطی
فتح القدیر	علی بن محمد شوکانی
تفہیم القرآن	ابو العلا مودودی
نظام القرآن	حمید الدین فراہی
ارض القرآن	سلیمان ندوی
عجائب القرآن	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی
بخاری شریف	محمد بن اسمٰعیل بخاری
مسلم شریف	مسلم بن حجاج قشیری
ترمذی شریف	محمد بن عیسیٰ ترمذی
ابوداؤد شریف	سلیمان بن اشعث ابی داؤد

نسائی شریف	احمد بن شعیب نسائی
ابن ماجہ شریف	محمد بن یزید ابن ماجہ
موطا امام محمد	امام محمد رضی اللہ عنہ
مشکوۃ شریف	محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی
نزہۃ القاری	علامہ مفتی شریف الحق امجدی
مرقات المفاتیح	ملا علی قاری
الترغیب والترہیب	عبدالعظیم بن عبدالقوی
الشفاء	امام قاضی عیاض
شرح مسلم شریف	مولینا غلام رسول سعیدی
انوار محمدیہ	علامہ یوسف نبہانی
شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
الحسامی مع شرح النامی	محمد بن عمر الاخسیکی
فتاویٰ ہندیہ	مولینا شیخ نظام الدین و جماعۃ من علماء ہند
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
تاریخ قطب شاہی	حافظ محمد ریاض
توضیح الدلائل	امام خمیتی
ہزار سالہ جدو جہد آزادی	قاضی محی الدین پاکستانی
فتاویٰ فیض الرسول	علامہ جلال الدین احمد امجدی
الصواعق المحرقہ	احمد بن حجر ہیتمی
المنتخبات	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
خطبات محرم	علامہ جلال الدین احمد امجدی

ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن اسحاق
ارجح المطالب	مولوی عبداللہ امرتسری
خطبات رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی
شواہد النبوۃ	علامہ عبدالرحمٰن جامی
تنزیہ المکانۃ الحیدریہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
حقانی تقریریں	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی
شہید ابن شہید	علامہ صائم چشتی
اوراقِ غم	سید ابوالحسنات محمد احمد قادری
نزھۃ الخواطر	علامہ عبدالحی ندوی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ہندوستان	قاضی اطہر مبارکپوری
تنبیہ الغافلین	علامہ حجر عسقلانی
مرأۃ مسعودی	صوفی عبدالرحمٰن چشتی
بحر ذخار	شیخ ملا وجیہ الدین
روضۃ الصفا	اخوند شاہ
منتخب التواریخ	ملا عبدالقادر بدایونی
طبقات ناصری	منہاج سراج
تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ
آئینہ اودھ	عبداللہ ماکلپوری
جہان کتب رسالہ	

کتاب	مصنف
تاریخ مسعودی	نعیم اللہ خیالی
ربوبیت الٰہیہ اور بعثت انبیاء	ظفر ادیبی
تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی
الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
ہندوستان پہ اسلامی حکومت	شوکت علی فہمی
شمع شبستان رضا	صوفی اقبال احمد نوری
گلستان سعدی	شیخ سعدی شیرازی
حیات الحیوان	علامہ کمال الدین دمیری
سلسلۃ الذھب	علامہ عبدالرحمٰن جامی
سلطان الشہداء	سمیع الدین
عرب و ہند کے تعلقات	سید سلیمان ندوی
جغرافیہ عالم	اے مارسڈن وٹی الفورڈ
سلطان الہند	علامہ ڈاکٹر عاصم اعظمی
فتوح البلدان	احمد بن یحیٰی بلاذری
الادلۃ القواطع علی الزام العربیۃ فی التوابع	محمد الویلتوڑی
احسن الوعا لاداب دعا	علامہ نقی علی خاں
تذکرۃ الاولیاءؒ	خواجہ فرید الدین عطار
سبع سنابل شریف	میر عبدالواحد بلگرامی
انوار البشارۃ فی الحج والزیارۃ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
تذکرۃ الانبیاء	علامہ عبدالرزاق بھترالوی
پندنامہ	خواجہ فرید الدین عطار

منیۃ المصلی التعلیق المجلی	محمد بن محمد علی و وصی احمد محدث سورتی
خصائص کبریٰ	علامہ جلال الدین سیوطی
جوہرہ نیرہ	ابی بکر بن علی
کیمیائے سعادت	امام محمد غزالی
احیاء العلوم	امام غزالی
فتوحات مکیہ	شیخ اکبر محمد بن عربی
مجربات دیربیر الکبیر	شیخ احمد دیربی
شمس المعارف الکبریٰ	شیخ احمد بن علی بونی
نقش سلیمانی	خواجہ اشرف علی لکھنوی
سعادت دارین	امام محمد غزالی
سنی فضائل اعمال	عالم فقری
افضل الصلوۃ علی سید السادات اردو ترجمہ فضائل درود	علامہ یوسف نبہانی
ہندوستان کے عہد وسطیٰ ایک ایک جھلک	سید صباح الدین
معین الارواح	نواب محمد خادم شاہ
سیرت خواجہ غریب نواز	مولانا عبدالرحیم
غزانامہ مسعود	عنایت حسین
نفحات الانس	علامہ عبدالرحمٰن جامی
لطائف اشرفی	نظام یمنی
حیات مسعودی	عباس خاں شیروانی
کتاب الہند	ابوریحان البیرونی
آب کوثر	خواجہ اکرام

رودکوثر	خواجہ اکرام
موج کوثر	خواجہ اکرام
کلیات اقبال	علامہ ڈاکٹر اقبال
آئینۂ مسعودی	اکبر وارثی
مرأة الاسرار	صوفی عبدالرحمٰن چشتی
تذکرہ غازی	علامہ بدر القادری
سفرنامہ ابن بطوطہ	شیخ ابن بطوطہ
تاریخ فیروز شاہی	ضیاء الدین برنی
تاریخ فیروز شاہی عفیف	سراج شمس عفیف
معارف اسلامیہ اخبار	
ہمارے سرکار غازی میاں	مولانا عبدالتواب
بہرائچ وکاس	پروین کمار سابق ڈی، ایم
بہرائچ	پروین کمار سابق ڈی، ایم
سوانح مسعود غازی	مولانا ثابت علی
حیات سلطان الشہداء	سید محمد چاند
مختصر حالات غازی	خادم منصور علی
سیرت مسعود غازی	محمد عنایت اللہ
مرأة مسعودی	جگدیو سنگھ
مسعود غازی	وحشی محمود آبادی
اتہاسک کال کھنڈ	پنڈت گوپال شکلا
راج ترنگنی	کلہن پنڈت

ضلع گزٹ ۱۹۲۱	انگلش گورنمنٹ
ضلع گزٹ ۱۹۳۰	انگلش گورنمنٹ
سید امیر ماہ	معین احمد علوی
حالات مسعود غازی	مولانا سید احمد خاں
ترنم خداداد	مرزا خداداد بیگ
تاریخ سید سالار مسعود غازی	عنایت حسین سندیلوی
مجموعہ قوائد درگاہ شریف	مولوی نور محمد صاحب
سید سلطان بہرائچی	سمیع الدین علیگ
نافع الخلائق	
کتاب میری نماز	مولانا محمد ادریس صاحب انصاری
لغات کشوری	سید تصدق حسین
فیروز اللغات	مولانا فیروز الدین
غیاث اللغات	مولانا غیاث الدین
المنجد	
ازھار العرب	
مناقب مسعودی	مفتی محمد رجب علی صاحب

شکریہ

حضرات ''کتاب انوار مسعودی'' آپ کی بارگاہ میں حاضر ہے یہ میری بے حد کوششوں کا نتیجہ ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ آپ کے مرضی اور منشا کے مطابق ہی ہو۔ جو کچھ ہوسکا وہ کیا ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ مآخذ و مواد کا جو ذخیرہ اب حاصل ہوا ہے وہ یقیناً اگر کچھ سال پہلے حاصل ہوا ہوتا تو ضرور بات اور ہی ہوتی۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ کام جاری رہے گا جو کچھ تیار ہوگا اسکو انوار مسعودی کے جلد ثانی کے نام سے شائع کیا جائیگا۔ میں اپنے ان احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے مآخذ و مواد کے حصول میں دست و بازو کا کام کیا۔ احباب ناگپور، حیدر آباد دکن، اچل پور، امراوتی، بھنڈارہ، تمسر، ناگ بڑ، رائے پور، چھتیس گڑھ، بڑکوہی چھنواڑہ، علی گڑھ، گھوسی، روتاہی ساتھ ہی ساتھ بہرائچ شریف کے ان علماء و دانشوروں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری رہنمائی فرمائی اور مآخذ کے حصول میں میرا بھرپور تعاون کیا، بالخصوص حضرت علامہ مولٰنا امتیاز احمد صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف یوپی، حضرت علامہ مولٰنا صدیق حسن صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ مرکز الاسلامی دار الفکر درگاہ شریف بہرائچ حضرت علامہ مولٰنا معین الدین صاحب قبلہ وحضرت علامہ مولٰنا محمد عارف صاحب قبلہ حسیاری مسجد بہرائچ شریف وحضرت علامہ مولانا سید محمد غوث صاحب رزاقی و جملہ اساتذہ الثقافتہ المسعودیہ عربی کالج رسیا موڑ آسام روڈ بہرائچ شریف یوپی و جناب نعمت اللہ صاحب صدیقی لکھنؤ جناب مجیب اللہ صاحب درگاہ معلٰی، جناب تاج محمد صاحب درگاہ معلٰی بہرائچ شریف، جناب شیر علی عرف شیرا بھائی درگاہ شریف بہرائچ، جناب رفیع اللہ خانصاحب، جناب مظہر حسن ایڈوکیٹ صاحب، جناب خورشید احمد رضوی صاحب منیجر درگاہ شریف بہرائچ عالیجناب ماسٹر مجن صاحب درگاہ شریف بہرائچ جناب پنڈت گوپال شکلا صاحب بہرائچ۔

فروغ اہل سنت کے لیے امام اہل سنت کا دس نکاتی پروگرام

- عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
- طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
- مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔
- طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔
- ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔
- حمایت مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل، مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔
- تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔
- شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ، مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو، آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدا کے لیے اپنی فوجیں میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
- جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
- آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کی حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ ”آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے۔

(ماخوذ از: فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۳۳)

PUBLISHER
MAKTABA MASOODIA
BEHRAICH, SHAREEF, (U.P) Cell :